سعایۃ النحو

شرح اردو

هدایۃ النحو

مؤلفه

مولانا مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

مکتبۃ الشرعیۃ
چک شہزاد اسلام آباد
0300-5383131

جدید ترتیب

سعایۃ النحو

شرح اردو

ہدایۃ النحو

مؤلفہ

مولانا مفتی عطاء الرحمن ملتانی

مکتبۃ الشرعیۃ
چک شہزاد اسلام آباد
0300-5383131

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: ------------------------ سعایۃ النحو

مؤلفہ: ------------------------ مولانا مفتی عطاء الرحمن ملتانی

ناشر: ------------------------ مکتبۃ الشرعیۃ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُكَ يَامَنْ هَدَيْتَنَا نَحْوَ الْإِسْلَامِ
ثُمَّ نُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ بَلَّغَنَا الْكَلِمَةَ وَالْكَلَامَ
وَعَلٰى مَنْ لَمْ يَنْصَرِفْ عَنْهُ ذَوِى الْعِلْمِ وَالْأَعْلَامِ

امابعد : احقر کی تصنیف ''سعایۃ النحو'' کی جدید طباعت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ پہلے کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے جس میں کتاب کی عبارت اور لفظی ترجمہ کی کمی محسوس کی جارہی تھی اب عبارت اور ترجمہ شامل کر کے اس کمی کو دور کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ بہت ساری تصنیفات مثلاً ''تنویر شرح نحو میر ، املاء الصرف اردو شرح ارشاد الصرف، کاشفہ شرح کافیہ ، غرضِ جامی شرحِ شرح جامی، ضوابط نحویہ اُردو ، ضوابط نحویہ پشتو ، رفقۃ العامل شرحِ شرح مائۃ عامل ، تقریر قطبی شرح قطبی'' وغیرہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر بفضل اللہ عند الخواص شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں جو کہ صاحبِ فن اساتذہ کرام کے لئے اور صاحبِ ذوق طلباء عظام کے لئے یقیناً علمی ذخیرہ ہیں۔

اس شرح میں کافیہ کی طرز کر ملحوظ رکھا گیا ہے تا کہ کافیہ کی تعلیم و تعلم کی استعداد پیدا ہو جائے، جو کہ مقصود ہے ہدایۃ النحو کا۔ جس پر تصریح کرتے ہوئے صاحبِ ہدایۃ النحو نے کہا (علی ترتیب الکافیہ) بلکہ ہر پہلے درجہ کی کتب سے دوسرے درجہ کی کتب کی تفہیم و تفہم کی استعداد پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور اس شرح میں یہ بھی سعی کی گئی ہے کہ قواعد و ضوابط کی علل اور حکمتوں کے ساتھ مزین کیا جائے اور مسائل و عجائب کا ذخیرہ جمع کیا جائے جن کو سوالات و جوابات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ سوال و جواب درحقیقت علم نحو کے احکام و مسائل ہیں اور قوانین نحو یہ اور اُن کی شرائط ہیں جو کہ علم نحو کو ضبط و حفظ کرنے کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔

عزیز طلباء کو نصیحت ہے کہ علوم کا معیار وفاق کی سند نہ رکھیں اور نہ ہی اس پر اعتماد کریں کیونکہ یہ سند عند الناس تو کام دے جائے گی لیکن عند اللہ علمی سند چلے گی کاغذی نہیں۔ اس لئے پوری محنت اور توجہ سے سمجھ کر پڑھیں۔

نیز علم کے بڑھانے کی فکر کے ساتھ ساتھ عمل میں بڑھنے کی فکر بھی بہت ضروری ہے جیسا کہ فرمان رسول اللہ ﷺ ان اعلمکم باللہ وان اخشاکم معلومات اور معمولات میں جوڑ علوم دینیہ کا خاصہ ہے۔

مولانا رومیؒ نے خوب کہا ہے

علم چوں بردل زنی یارے شود — علم چوں برتن زنی مارے شود

قال را بگذار مرد حال شو — پیش مرد کاملے پامال شو

دانش نور است در جان رجال — نے ز دفتر زراہ قیل وقال

اللہ رب العزت ہمیں صفات حسنہ کو اختیار کرنے اور صفات سیئہ سے اجتناب کرنے کی توفیق بخشے اور اس شرح کو شرف قبولیت سے نوازے۔

طالب دُعا

ابو محمد عطاء الرحمٰن ملتانی

خطیب جامع مسجد محمدی اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ : شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے اپنی کتاب ''هداية النحو'' کو بسم اللہ سے شروع کر کے کیا فوائد حاصل کئے؟

جواب : چند فوائد حاصل کئے۔

فائدہ① : تبرک حاصل کیا۔

فائدہ② : قرآن کی اقتدا کی ہے کیونکہ قرآن مجید کی ابتدا بسم اللہ سے ہے۔

فائدہ③ : حدیث پر عمل کیا ہے جو کہ ابتدا بالتسمیہ کے بارے میں ہے **كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَمْ يُبْدَءْ فِيْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ** ہر مہتم بالشان کام جس کی ابتدا بسم اللہ سے نہ ہو وہ خیر و برکت سے منقطع ہوتا ہے۔

فائدہ④ : حدیث قدسی کی اقتدا کی ہے رب العزت نے قلم کو حکم دیا **اُكْتُبْ** روایت میں آتا ہے **اَوَّلُ مَا كَتَبَ الْقَلَمُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** سب سے پہلے قلم نے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** لکھا تھا۔

فائدہ⑤ : شیطان پر رجم کی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے **مَنْ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ يَذُوْبُ الشَّيْطَانُ كَمَا يَذُوْبُ الرَّصَاصُ فِى النَّارِ**۔

فائدہ⑥ : کافروں پر رد کیا ہے جو کہ اپنے کام اپنے معبودان باطلہ کے نام سے شروع کیا کرتے تھے۔

فائدہ⑦ : سلف صالحین مصنفین کی اتباع کی ہے کہ انہوں نے بھی اپنی کتابوں کو **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** سے شروع کیا تھا۔

فائدہ⑧ : اللہ تعالیٰ سے استعانت اور مدد حاصل کی ہے۔

سوال : حدیث میں حکم ہے کہ ہر مہتم بالشان کام کو تسمیہ سے شروع کیا جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ تسمیہ بھی تو مہتم بالشان کام ہے اس کے لئے اور تسمیہ کی ضرورت پھر وہ بھی مہتم بالشان اس کے لئے اور تسمیہ کی ضرورت یہ تو تسلسل لازم آئے گا جو کہ باطل ہے؟

جواب : حدیث تسمیہ میں تسمیہ کا غیر مراد ہے کہ ہر مہتم بالشان کام کو بِسْمِ اللّٰه سے شروع کرنا ہے لیکن بِسْمِ اللّٰه وہاں مراد نہیں کہ بِسْمِ اللّٰه کے لئے اور بسم اللّٰه سے شروع کیا جائے کیونکہ اس سے تو تکلیف مالا یطاق ہو جائے گی حالانکہ شرعی اصول ہے کہ **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا**۔

سوال : بسم اللّٰه میں لفظ اسم کو اللّٰه کے نام پر کیوں مقدم کیا گیا؟

جواب : تا کہ یمین اور تیمن میں فرق باقی رہے۔

سوال : حدیث تسمیہ میں تو حکم اللہ کے نام سے شروع کرنے کا ہے لیکن اس تسمیہ مخصوص کی تعیین موجود نہیں ہے؟

جواب اول : حدیث میں بِسْمِ اللّٰہِ پر باء موجود ہے جس کا معنی یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ کے ساتھ شروع کرو اس لئے اس تسمیہ مخصوص کا حکم موجود ہے۔

جواب ثانی : اگر بِسْمِ اللّٰہِ پر باء زائدہ موجود نہ بھی ہو تب بھی لفظ اسم کی اضافت لفظ اللہ کی طرف اضافت بیانیہ ہے تو پھر بھی مقصود یہ ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے لفظ اللہ کے ساتھ ہر کام کی ابتدا کرو کیونکہ لفظ اللہ یہ جامع الصفات ہے جیسا کہ علماء نے لکھا ہے کہ اَللّٰهُ عَلَمٌ عَلَى الْاَصَحِّ لِلذَّاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ ۔

اللّٰہ جس طرح ذات باری تعالیٰ کی معرفت میں عقول انسانی حیران ہیں اسی طرح علم باری تعالیٰ میں بھی حیران ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم کا اثر ہوتا ہے مسمی میں ۔ مشکوۃ شریف میں باب الاسامی صفحہ ۴۰۹ میں سعید ابن مسیبؒ کی حدیث موجود ہے کہ ان کے والد نے حضور ﷺ کے کہنے کے باوجود اپنا نام حزن تبدیل نہیں کیا تو حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں کہ لَا يَزَالُ فِيْنَا الْحُزُوْنَ اسی طرح یہاں مسمی ذات باری تعالیٰ کی تجلیات کا عکس بھی اسم باری تعالیٰ میں ہے کہ اس کی تحقیق میں بھی عقول انسانی حیران ہے چنانچہ ابتدأ لفظ میں اختلاف ہے یہ سریانی یا عربی ہے پھر دوسرا اختلاف کہ عربی یا علم ہے پھر تیسرا اختلاف اگر علم ہے تو علم جامد یا مشتق چوتھا اختلاف اگر مشتق ہے تو اس کا مادہ اشتقاق کونسا ہے۔

سوال : لفظ اَللّٰہ کا ہمزہ وصلی ہے یا قطعی اگر وصلی ہے تو یَااَللّٰہُ میں کیوں نہیں گرتا اگر قطعی ہے تو فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا میں کیوں گر جاتا ہے؟

جواب : لفظ اَللّٰہ میں جو الف لام ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک تعویض ہونے کی کہ ہمزہ اِلٰـہٌ کے عوض میں ہے اور ایک تعریف ہونے کی لہٰذا جب یہ منادی واقع ہوگا تو اس میں تعویذ کا اعتبار کرتے ہوئے نہیں گرایا جائے گا کیونکہ یہ ضابطہ مسلمہ ہے کہ دو آلہ تعریف کے ایک مقام میں جمع نہیں ہو سکتے اور غیر منادی میں اس کو گرا دیا جائے گا جس میں تعریف کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

فائدہ ①: اسماء الاجناس جن کا اطلاق قلیل وکثیر پر برابر ہوتا ہے۔

فائدہ ②: اعلام مختصہ جو ابتداء وضع میں ہی کسی ایک جزئی کے ساتھ اس طرح خاص ہوں کہ کسی دوسری جزء کا شمول ناممکن ہو ان کو اعلام ذاتیہ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ ③ : اعلام غالبہ جن کی وضع تو معنی کلی اور جنس کیلئے کی گئی ہو لیکن بعد میں کسی ایک جزئی کے ساتھ مختص کر دیا جائے مبالغہ

کے لئے یا کمال معنی جنس کے تحقق کے لئے چنانچہ لفظ الہ اسماء الاجناس کے قبیلے سے ہے یُطْلَقُ عَلٰی کُلِّ مَعْبُوْدٍ سَوَاءٌ کَانَ حَقًّا اَوْ بَاطِلًا چنانچہ قرآن میں اَرَئَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوَاهُ اور لفظ اللہ اعلام مختصہ کے قبیل میں سے ہے ابتداءً یہ لفظ خاص ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اور اَلْاِلٰهُ اگرچہ اس کی وضع تو ہر قسم کے حق و باطل معبود کے لئے لیکن معنی جنسی معبودیت کے کامل طور پر باری تعالیٰ میں پائے جانے کی وجہ سے اب یہ خاص ہوگیا معبود بالحق کے ساتھ۔

نوٹ : لفظ اِلٰہ کی پانچ خصوصیات احقر کی تصنیف ''رفة العوامل شرح ماته عامل'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

الرحمٰن الرحیم یہ دونوں رحم سے مشتق ہیں ان دونوں میں مبالغہ کا معنی پایا جاتا ہے لفظ الرحمٰن کا معنی ذو الرحمة التی لاغایة لها بعد الرحمة اسی لئے قاعدہ بنادیا گیا کہ لا یطلق الرحمٰن الا علی اللّٰہ لفظ رحمٰن کا اطلاق اللّٰہ کے سوا کسی غیر پر جائز نہیں ہے چنانچہ تاج العروس اور راغب میں یہ لکھا ہوا ہے۔ البتہ رحمن اور رحیم میں فرق ہے۔

فرق اول : باعتبار کمیت یعنی کثرت افراد کہ رحمٰن کا تعلق دنیاوی نعمتوں سے ہے یعنی کافر اور مومن دونوں پر ہیں تو لہٰذا اسکے مرحومین افراد زیادہ ہوگئے ہیں۔ اور الرحیم کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے جس میں کفار محروم ہونگے اس لحاظ سے الرحیم کے مرحومین افراد کم ہوگئے ہیں۔

فرق دوم : باعتبار الزیادة فی الکیفیت الرحمن کا تعلق چھوٹی اور بڑی نعمتوں دونوں کے ساتھ ہے کیونکہ دنیا کے اندر بڑی نعمتیں بھی ہیں اور چھوٹی نعمتیں بھی ہیں اور جبکہ الرحیم کا تعلق فقط بڑی نعمتوں کے ساتھ ہے اور بعض نے یوں فرق بیان کیا۔

الرحمٰن میں محبت پدری اور الرحیم میں محبت مادری ہے۔

محبت پدری : والد یہ چاہتا ہے کہ میرا بیٹا کمال حاصل کرے خواہ اسے کتنی زیادہ مشقتیں اٹھانی پڑیں اور ماں کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ میرا بیٹا ہمیشہ راحت کی زندگی گزارے کبھی بھی اسے بے آرامی بے چینی نہ ہو خواہ وہ کمال حاصل کرے یا جاہل رہے۔

چنانچہ رحمٰن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے اس لئے اس میں رحمت پدری کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان تمام عبادتیں، ریاضتیں ان کی مشقتیں برداشت کر کے کمال حاصل کرے چنانچہ فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۔ اور الرحیم میں شفقت مادری کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو آخرت میں ہر قسم کی راحتیں پہنچائے گا۔

رحمت کا لغوی معنی : رقة القلب بحیث یقتضی الفضل و الا حسان کہ رحمت اور انعطاف اور میلان اس درجہ میں ہو کہ مرحوم پر رحم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

سوال : رقت قلب سے باری تعالیٰ مبری منزہ ہیں اسی طرح دوسرے صفات جو کہ کیفیات نفسانی اور اسی طرح وہ صفات جو انفعالی ہیں ان کا اطلاق بھی باری تعالیٰ پر صحیح نہیں ہے مثلاً صفت غضب وغیرہ اور صفت انفعالی کا مطلب یہ ہی ہے کہ دوسری چیز کا

اثر قبول کرنا الحاصل ان صفات کا ساتھ ذات باری تعالیٰ کا متصف کرنا کیسے جائز ہے؟۔

جواب : وہ تمام صفات جن میں کیفیات نفسانی ہوایک انکا مبدا ہے اور دوسرا منتہیٰ ہے رحمت کا مبدا سبب تو رقت قلب ہے لیکن منتہیٰ اور غایت سبب فضل اور احسان ہے ان تمام صفات سے غایات اور مسببات مراد ہوتے ہیں یہ ذکر السبب و ارادۃ المسبب کے قبیل سے ہے جو کہ مجاز مرسل کی ایک قسم ہے استعارہ تشبیهیه ہے کہ ایک کیفیت باری تعالیٰ کی تشبیہ دوسری کیفیت مخلوق کے ساتھ دی اس کو استعارہ تشبیهیه کہتے ہیں۔

سوال : قاعدہ ہے کہ ترقی من الادنی الی الاعلی ہوتی ہے تو اس قاعدہ کی بناء پر لفظ رحیم کو مقدم کرنا چاہیے تھا اور لفظ رحمٰن کو مؤخر کرنا چاہیے تھا لیکن یہاں برعکس کیوں کیا گیا ہے؟۔

جواب اول: آپکا قاعدہ مسلم ہے لیکن بسا اوقات جب اس کے مقابلے میں کوئی اہم نکتہ موجود ہو تو اس نکتہ کی بناء پر خلاف بھی کر لیا جاتا ہے چنانچہ یہاں پر یہ نکتہ ہے کہ رحمٰن کمیت کے اور کیفیت کے لحاظ سے ابلغ تھا اس کا تعلق دنیا سے تھا جو کہ مقدم ہے اور رحیم کا تعلق نعم اخرویہ سے تھا جو کہ مؤخر ہے جو لفظ دال ہو ایسی رحمت پر جس کا تعلق مقدم شئ سے ہے ایسے لفظ کو مقدم کرنا چاہیے تھا اس لئے مقدم کیا گیا ہے۔

جواب ثانی : لفظ رحمٰن کی تقدیم لفظ رحیم سے اس لئے ابلغ ہے جس طرح لفظ اللہ علم ذاتی ہے اور مختص بہ ذات باری ہے اس طرح لفظ رحمٰن بھی مختص بہ ذات باری ہے۔ تو یہ بمنزل علم کے تھا بوجہ اختصاص کے تو مناسب یہ تھا کہ اسماء ذاتیہ کو اکٹھے ذکر کر دیا جائے۔

ترکیب : بسم اللہ کی ترکیب میں احتمالات ترکیبیہ 215424 دو لاکھ پندرہ ہزار چار سو چوبیس ہیں احقر کی تصنیف ضوابط نحویہ میں صفحہ نمبر 69 پر ملاحظہ فرمائیں۔ جو مشہور تین احتمالات ہیں ان کو ہم ذکر کر دیتے ہیں۔

ترکیب اول : باء حرف جار لفظ اسم مجرور بالکسرہ لفظاً مضاف لفظ اللہ مجرور بالکسرہ لفظاً موصوف الرحمٰن صیغہ صفت معتمد بر موصوف یعمل عمل فعلہ ضمیر در مستتر معبر بہ ھو مرفوع محلاً فاعل۔ صیغہ صفت اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت اول الرحیم صیغہ صفت معتمد بر موصوف اپنے فاعل سے ملکر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر مجرور لفظاً مضاف الیہ لفظ اسم مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر، متعلق ہے مستعان ملصق کے اور یہ صیغہ صفت اپنے نائب فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم جس کے لئے مبتدا مؤخر محذوف ہے جو تصنیفی یا ابتدائی ہے مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ

ترکیب ثانی : جار مجرور مل کر ظرف لغو یا مستقر سے مل کر متعلق اقرأ یا اشرع کے۔ اقرأ فعل مضارع مرفوع بضمہ لفظاً ضمیر در مستتر

معبر با انا مرفوع محلا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

ترکیب ثالث : جارمجرور ملکر ظرف مستقر متعلق مبتدأ صیغہ صفت برذوالحال ضمیر درو مستتر معبر بہ ھو مرفوع محلا فاعل صیغہ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال ہے اقرأ کی ضمیر سے جو کہ انا ہے ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل ہوا اقرأ کا۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

فائدہ : تینوں تراکیب میں یہ جملہ لفظاً خبریہ ہے لیکن معنی انشائیہ ہے۔ تینوں ترکیبوں کے مطابق ترجمہ الگ الگ ہے۔

① ترجمہ : اللہ کی نام کی مدد کے ساتھ جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے میری ابتداء کرنا ہے۔

② ترجمہ : ابتداء کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

③ ترجمہ : ابتدا کرتا ہوں درانحالیکہ ہے کہ برکت حاصل کرنے والا ہوں۔ اسم جلالت کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ترجمہ: تمام تعریفیں خاص ہیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ترجمہ: اور اچھا انجام ثابت ہے متقی لوگوں کے لئے۔

تشریح: سوال : مصنفؒ نے تسمیہ کے بعد تحمید کو لا کر کیا فوائد حاصل کئے۔

جواب : چند فوائد حاصل کئے۔

فائدہ①: قرآن کی اقتداء ہے کیونکہ قرآن کی ابتداء تسمیہ اور تحمید سے ہے۔

فائدہ②: حدیث پر عمل ہے کل امر ذی بال لم یبداء بحمد لله فھو اقطع۔

فائدہ③: کہ سلف صالحین کی اتباع ہے کیونکہ وہ اپنی کتابوں کو تسمیہ اور تحمید سے شروع کیا ہے۔

سوال : ابتداء کے بارے میں دو حدیثیں ہیں۔ حدیث تسمیہ اور حدیث تحمید اور یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدا ایک چیز سے ہوسکتی ہے متعدد سے نہیں ہوسکتی لہٰذا ایک حدیث پر عمل کرنے سے دوسری حدیث متروک ہوتی ہے اور قاعدہ ہے اذا تعارضا ساقطا لہٰذا یا تو تطبیق کی صورۃ پیدا کرو ورنہ دونوں حدیث متروک العمل ہو جائیں گی۔

جواب : ابتداء کی تین قسمیں ہیں ① ابتداء حقیقی ② ابتدا اضافی ③ ابتداء عرفی۔

ابتداء حقیقی : ما کان مقدما علی المقصود وغیر المقصود جو سب سے مقدم ہو مقصود اور غیر مقصود دونوں پر۔

ابتداعرفی : ما کان مقدما علی المقصود

ابتدااضافی : ما کان مقدما علی البعض۔ اب تطبیق یوں ہے کہ حدیث تسمیہ سے مراد ابتدا حقیقی ہے اور حدیث تحمید سے مراد

ابتداعرفی ابتدااضافی ہے فاندفع التعارض۔

سوال : برعکس کیوں نہیں کیایعنی تسمیہ کومؤخر کردیتے اور حمد کومقدم کردیتے ایسا کیوں نہیں کیا۔

جواب اول : تسمیۃ سے مقصوداسم ذات کابیان ہے جس سے برکت واستعانت حاصل کرنا ہےاور حمد میں صفات کااثبات مقصود ہےاور یہ بات ظاہر ہے کہ ذات مقدم ہوتی ہے صفات پراس لئے تسمیہ کوحمد پرمقدم کیا۔

جواب ثانی : تسمیۃ اسمائے ثلاثہ پرمشتمل ہے جبکہ حمداسم واحد پرمشتمل ہےاسی وجہ سے حمد کومؤخر کیااور تسمیۃ کومقدم کیا۔

حمد کالغوی معنی تعریف کرنااور اصطلاحی معنی : ھو الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری سواء کان نعمة اوغیرھا کسی محمود کی ایسی صفت جمیل پرتعریف وتوصیف کرنا خواہ مقابلے میں انعام ہو یانہ ہواس تعریف پرسوال ہونگے۔

سوال : یہ تعریف حمدانسانی کوتوشامل ہے لیکن حمد باری یعنی باری تعالیٰ جوحمد کرتے ہیں اس کوتوشامل نہیں کیونکہ اس میں لسان کا ذکر ہےاور باری تعالیٰ اس سے مبریٰ اور منزہ ہیں۔

جواب اول : یہاں پرحمدانسانی کی تعریف بیان کی گئی ہے ناکہ حمد باری کی۔

جواب ثانی : لسان سے مرادقوت تکلم ہےاور باری تعالیٰ میں بھی قوت تکلم موجود ہے۔

سوال : جمیل کے ساتھ اختیاری کی قیدلگائی اس سے باری تعالیٰ کی صفات توداخل ہونگی کیونکہ وہ اختیار میں ہیں لیکن صفات ذاتیہ خارج ہوجائیں گی جیسے سمع ، بصر وغیرہ کیونکہ وہ باری تعالیٰ کے اختیار میں نہیں ورنہ صفات مخلوق ہوکر حادث بن جائیں گی؟

جواب اول : یہاں ذکرحمد کا ہے لیکن مرادمدح ہےاور مدح میں اختیار کی قیدنہیں ہے۔

جواب ثانی : صفات ذاتیہ غیراختیاریہ بمنزل اختیاریہ کے ہیں کیونکہ صفت کے اختیاری ہونے کامطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ صفات ایسی ذات کی ہوں وہ ذات ان کے صدور میں محتاج الی الغیر نہ ہواور بھی بہت سارے جوابات کتب میں موجود ہیں۔

فائدہ : مدح کی تعریف بھی حمدوالی ہے لیکن صفت کے ساتھ اختیاری ہوناضروری نہیں لہٰذا حمدت زید اعلی کرمه وعلمه کہناصحیح ہے لیکن حمدت زیدا علی حسنه کہنا صحیح نہیں ہے لیکن مدحت زیدا علی حسنه کہنا جائز ہے تو واضح ہوا کہ حمداور مدح میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہےاور اتصال بھی موجود ہے۔

شکر کی تعریف : ھو فعل ینبی عن تعظیم المنعم لکونہ منعمًا سواء کان باللسان او بالجنان او بالارکان۔

فائدہ : شکر دوقسم پر ہے شکرلغوی واصطلاحی'' شکرلغوی'' تو یہی تھا۔

شکراصطلاحی : صرف العبد جمیع ما انعم اللّٰہ بہ الی ما خلق لاجلہ کہ بندے کاجمیع منعمات باری تعالیٰ کوخرچ کردینا

ایسی طرف جس کے لئے باری تعالیٰ نے ان کی وضع کی ہو مثلاً باری تعالیٰ نے ہاتھوں کو پیدا کیا تا کہ عبادت میں مصروف رہیں زبان کو پیدا کیا تا کہ توصیف باری تعالیٰ میں مصروف رہے۔قلب کو پیدا کیا تا کہ معرفت الٰہی میں مصروف رہے اور ذکر الٰہی سے خالی نہ ہو۔شکر اصطلاحی میں جمیع اعضاء یعنی لسان، ارکان، جنان کا اجتماعی طور پر بیک وقت مصروف ہونا ہے اور حمد باری اور شکر لغوی تو فقط تعریف لسانی سے بھی محقق ہوسکتا ہے۔لہٰذا شکر اصطلاحی کل ہے۔لسان، ارکان جنان وغیرہ اس کے اجزاء ہیں شکر لغوی کلی ہے یہ تین اسکی جزئیات ہیں لسان وغیرہ لہٰذا انتفاء جزء انتفاء کل کو مستلزم ہوتا ہے لیکن انتفاء جزئی انتفاء کلی کو مستلزم نہیں ہوتا۔

فائدہ : حمد اور مدح کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے لیکن حمد اور مدح کی شکر کے ساتھ کیا نسبت ہے وہ یہ ہے کہ حمد اور مدح متعلق کے لحاظ سے عام ہے اور شرط کے لحاظ سے خاص ہیں یہ فقط لسان سے ہی ادا ہوتے ہیں اور شکر بالعکس ہے انکے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہوئی۔

حمد کا معنی :کل حمد من الازل الی الابد من ای حامد من الخالق او من مخلوقه مختص لله تعالیٰ اس میں تین تعمیمیں اور ایک تخصیص ہے۔

پہلی تعمیم : وہ الف لام سے حاصل ہوئی ہر قسم کی حمد۔

دوسری تعمیم : ازل سے ابد تک یہ جملہ اسمیہ سے حاصل ہوئی۔

تیسری تعمیم : من ای حامد کہ کوئی حمد کرنے والا ہو یہ تعمیم ترک حامد ترک فاعل سے حاصل ہوئی کیونکہ ''مختصر المعانی'' میں ضابطہ موجود ہے کہ ترک قید عموم کا فائدہ دیتی ہے اور ایک تخصیص ہے جو کہ لام سے حاصل ہوئی اور تخصیص کا ایک اور طریقہ بھی ہے وہ مختصر المعانی میں یہ قاعدہ لکھا ہے ان المعرف بلام الجنس ان جعل متبداءً فهو مقصورعلی الخبر سواء کان الخبر معرفة او نکرة وان جعل خبراً فهو مقصوراعلی المبتدا مختصر المعانی صفحہ نمبر ۱۸۷

سوال : جملہ اسمیہ کے بارے میں شیخ عبدالقاہر جرجانی نے لکھا ہے کہ یہ نفس ثبوت محمول للموضوع کا فائدہ دیتا ہے جسمیں دوام اور استمرار کا فائدہ نہیں ہوتا جیسے زید منطلق تو آپ نے دوام استمرار کا معنی کہاں سے نکال لیا۔

جواب : شیخ جرجانی نے جہاں وہ فائدہ لکھا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ جملہ اسمیہ ابتدأء اگر چہ دوام اور استمرار کا فائدہ نہیں دیتا لیکن جب جملہ فعلیہ سے عدول کر کے جملہ اسمیہ بنایا جائے تو پھر یقیناً دوام اور استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔اور یہاں پر بھی جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف عدول کیا گیا ہے۔

رب العالمین : **لفظ رب کی صیغوی تحقیق** : رب مصدر ہے باب نصر ینصر سے رب یرب ربًا بمعنی تربیت کرنا۔

علامہ جامی نے مختار الصحاح میں لکھا ہے کہ یہ تین باب مترادف ہیں ① مضاعف ثلاثی مجرد کا یہی ② باب تفعیل ربب یربب

تربیبا ③ ناقص یائی ربی یربی تینوں کا معنی تربیت کرنا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تینوں ایک شئ ہیں کیونکہ جو ناقص کا باب وہ بھی مضاعف میں اصل ثلاثی ہی تھا پھر متجانسین میں سے دوسرے کو حرف علت سے بدل دیا جیسے دسھا اصل میں دسس اور لم یتسنہ اصل لم یتسنن تھا حرف علت کو حذف کیا تو لم یتسنہ بن گیا اور بعد میں اسم فاعل کا صیغہ بنایا رابب الف کو تخفیف کی بناء پر حذف کردیا، یہ توجیہ نوادر الاصول میں موجود ہے اور بعض نے صفت مشبہ کا صیغہ بنایا ہے اصل میں ربب فعل بروزن حسن کی طرح ہے پھر ادغام کردیا تو رب ہو گیا۔

سوال : صفت مشبہ بنانا غلط ہے اس لئے کہ یہ تو باب متعدی ہے اور صفت مشبہ لازمی باب سے آتی ہے؟

جواب : اس باب نصر کو شرف لازمی کی طرف متعدی کرکے پھر صفت مشبہ سے ماخوذ کریں گے اور یاد رکھیں نصر کے علاوہ دوسرے ابواب متعدیہ کا عدول الی الابواب اللازمیہ بکثرت مستعمل ہے لیکن نصر کا رد شرف کی طرف قلیل ہے۔

سوال : مصدر کا صیغہ بنانا بھی غلط ہے کیونکہ یہ صفتؔ ہے لفظ اللہ کی اور قاعدہ ہے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے حالانکہ اس کا حمل موصوف پر نہیں ہوسکتا کیونکہ ضابطہ ہے کہ وصف کا حمل ذات پر جائز نہیں ہوتا؟

جواب : کہ یہ مُبَالِغَۃً مصدر کا حمل ذات پر جائز ہوتا ہے جیسے زید عدل القرآن ھدایۃ ۔

رب کا معنی : مجمع البحار والے نے لکھا ہے بمعنی مالک اور سید اور مربی اور مدبر اور مہتمم کے آتے ہیں اور تفسیر مدارک نے لکھا ہے الرب ھو الخالق ابتداءً والمربی غذاءً والغافر انتھاء ۔

رب کا معنی : تربیت کرنا اور تربیت کا معنی ہے تبلیغ الشئ الی کمالہ بحسب استعدادہ شیئاً فشیئا یعنی شی کو اس کے استعداد کے موافق آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا۔

فائدہ : بعض نے لکھا ہے لفظ رب کا اطلاق جبکہ بغیر اضافت کے ہو فقط باری تعالیٰ پر ہی ہوسکتا ہے غیر پر جائز نہیں اور اگر اضافت کے ساتھ ہو تو غیر اللہ پر بھی بولا جاسکتا ہے۔ جیسے فارجع الی ربك پارہ ۱۲۔ لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ اضافت کے ساتھ جبکہ اگر غیر ذوالعقول کی طرف ہو تو پھر غیر خدا پر جائز ہے جیسے رب المال ، رب السلم اگر ذوالعقول کی طرف اضافت ہو تو لغۃً اگرچہ صحیح ہے لیکن شرعاً اس میں قباحت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے لا یقل احد اطعم ربك او ربی اطعم ۔

العالمین: العالمین جمع ہے عالم کی عالم اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ اسم آلہ اس کو کہتے ہیں جو اس باب کے مصدر کے حصول کا ذریعہ اور آلہ ہو جیسے خاتم جو حصول ختم یعنی مہر لگانے کا ذریعہ ہو، قالب جو حصول قلب کا ذریعہ ہو تو لغوی معنی کے اعتبار سے عام ہوا جو بھی کائنات میں شئ آخر کے علم کے حصول کا ذریعہ بنے اس کو عالم کہیں گے لیکن اب عالم کا اطلاق جمیع ماسوا اللہ پر کہ ہے کیونکہ جمیع کائنات سے علم صانع حاصل ہوتا ہے۔

سوال : عالمین جمع کیوں لائے؟

جواب : ٹھیک ہے یہ کہ لفظ عالم تمام اجناس پر دال ہے معنی کے اعتبار سے لیکن مصنف نے یہاں پر یہ چاہا جس طرح یہ معنی کے اعتبار سے تمام اجناس پر دال ہے اس طرح لفظ کے اعتبار سے تمام اجناس پر دال ہو اس لئے جمع لے آئے۔

سوال : جب عالم جمیع ماسوا اللہ کو شامل تھا جمع لانے کی کیا ضرورت تھی؟۔

جواب اول : العالم مفرد لاتے تو یہ تو ہم ہو سکتا تھا کہ شاید باری تعالیٰ کسی مخصوص جنس کا رب ہے تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے جمع لایا گیا۔

جواب ثانی : اگر العالم مفرد معرف باللام لاتے تو جس طرح وہ شمول کا فائدہ دے سکتا ہے اسی طرح عہد کے لئے بھی محتمل تھا لہٰذا وہم باقی رہتا مفرد لانے سے جمع لانا بہتر ہے۔ نیز سجع بندی کا لحاظ بھی ہو گیا یا یوں جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ ٹھیک ہے لفظ عالم جمیع ماسوی اللہ کو شامل ہے لیکن عالم کے انواع متعدد تھے انواع متعدد کی طرف اشارہ کرنے کیلئے العالمین جمع لائی گئی ہے۔

جواب ثالث : لفظ عالم تمام اجناس پر دال ہے معنیٰ کے اعتبار سے اور مصنف نے یہ چاہا کہ جس طرح معنیٰ کے اعتبار سے تمام اجناس ہے۔ اسی طرح لفظ کے اعتبار سے بھی تمام اجناس پر دال ہو اس لئے العالمین جمع کا صیغہ لائے ہیں۔

فائدہ : رب العالمین لفظ رب کو مرفوع، منصوب، مجرور تینوں طرح پڑھنا جائز ہے مجرور ہونے کی صورت میں تین ترکیبیں ہو سکتی ہیں ① صفت ② بدل الکل ③ عطف بیان رب العالمین اگر صیغہ صفت کا بنا دیا جائے۔

سوال : یہ اضافت لفظی ہوگی جو کہ نہ مفید تعریف ہوتی ہے نہ مفید تخصیص تو لازم آئے گا نکرہ کا معرفہ کی صفت بننا جو ہرگز جائز نہیں؟۔

جواب : یہ قاعدہ آپ کا ان صفات کے بارے میں ہے جن کے اندر تجدد حدوث والا معنی ہو اور وہ صفات جن میں دوام استمرار والا معنی ہو تو ان کی اضافت مفید تعریف ہوتی ہے اور یہ بھی قانون یاد رکھیں باری تعالیٰ تمام کی تمام صفات میں دوام واستمرار والا معنی ہوا کرتا ہے منصوب ہونے کی صورت میں تین ترکیبیں ہو سکتی ہیں ① حال ② منادیٰ بحذف حرف ندا ③ منصوب علی المدح

مرفوع پڑھیں تو یہ خبر بنے گی مبتدا محذوف کی تو تقدیری عبارت ہوگی ھو رب العلمین۔

والعاقبۃ للمتقین : **عاقبت کا معنی** : انجام اور انجام خیر اور شر دونوں اس میں آجاتے ہیں اس لئے یہاں مضاف محذوف ہے خیر العاقبۃ۔

متقین : متقی کی جمع اس کی تفسیر قرآن میں سورۃ البقرۃ کے ابتدا میں موجود ہے الذین یومنون بالغیب الی آخرہ اور بعض

نے اس کا یہ معنی کیا ہے الذی یتقی الشرك و کسب الکبائر اور بعض نے یہ معنی کیا اذا قال قال للّٰہ و اذا سکت سکت للّٰہ اور بعض نے یہ تعریف کی الذی لا یری نفسه خیراً من احد ۔

سوال : یہ جملہ حمد وصلوۃ کے درمیان کیوں لائے؟

جواب : کلام سابق سے ایک وہم پیدا ہوتا تھا اس وہم کو دور کرنے کے لئے مصنف یہ جملہ لائے وہ وہم یہ تھا کہ جس طرح باری تعالیٰ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے تو تمام جہانوں کے واسطے خیر عاقبت ہی تو ہوسکتی ہے اور کیا ہوسکتا ہے تو اس وہم کو دور کردیا و العاقبة للمتقین اچھا انجام پرہیزگاروں کے واسطے ہے نیز یہ جملہ لاکر طلبا کو اور اساتذہ کرام کو عمل کی ترغیب اور شوق دلایا ہے کہ محض تعلیم و تعلم سے سعادت اور حسن عاقبت نہیں ہوسکتی بلکہ اسکے ساتھ ساتھ تقویٰ ضروری ہے۔

جس طرح رسول اللہ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ لو کان للعم شرف بدون التقویٰ لکان الشیطان علی منزلة اور یار رکھیں! ہرایک کے قرب کا ایک مدار ہوتا ہے اللہ کے قرب کا مدار وہ تقویٰ ہی ہے اس لئے فرمایا ان اکرمکم عند اللّٰه اتقاکم ۔

قوله : وَالصلوٰة علیٰ رسولهٖ محمّدوالهٖ واصحٰبهٖ اجمعین ۔

ترجمہ : اور رحمت کاملہ نازل ہو اس کے رسول یعنی حضرت محمد ﷺ پر اور اس کے تمام آل واصحاب پر۔

تشریح : لفظ صلوۃ اصل میں صلوۃ تھا واو کو بقانون قال الف سے بدل دیا لیکن واو کتابت میں باقی ہے اور الف کو واو کے اوپر لکھا جاتا ہے اس کے بارے میں صاحب اصول اکبری نے اصول لکھا ہے کہ صلوٰۃ ، زکوٰۃ ، مشکوٰۃ ، ربوٰ ان چاروں کے آخر میں واو لکھی جائے گی اور الف اس کے اوپر لکھا جائے گا کیونکہ ان کلمات کو تفخیم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یعنی واؤ کی طرف مائل کر کے ہاں اضافت کے وقت واو گر جاتی ہے الف ہی لکھا جاتا ہے جیسے قرآن میں ہے اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ...... الی اخرہ ۔

فائدہ : صلوۃ کے بارے میں اختلاف ہے یہ مشترک لفظی ہے یا مشترک معنوی ہے اس کے لئے "تنویر شرح نحومیر" دیکھیں۔

اس جملہ کا معنی افاضة الخیر من الرب المعبود نازلة علی نبیه المحمود ۔

سوال : حمد کے بعد تصلیہ کا ذکر کیوں کیا؟

جواب : صلوۃ وسلام دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہیں دلائل نقلیہ یہ ہیں کہ قرآن مجید میں ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا دوسرے مقام پر ہے قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی حدیث میں آتا ہے اذا ذکر تم اللّٰہ فاذکرونی معه اور ایک حدیث قدسی ورفعنا لك ذکرك کے تحت مفسرین نے لکھی ہے ذکرت حیث ذکرت

اور عقلاً اس لئے واجب ہے کہ آپ محسن ہیں انہیں کے ذریعے تو پہچان ہوئی ہے ذات باری تعالیٰ کی اور قاعدہ ہے کہ محسن کا شکریہ واجب ہوا کرتا ہے۔

نیز صلوۃ کے ذریعے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ تصنیف و تالیف مسلمانوں کی تالیفات میں سے ہے کیونکہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان صلوۃ وسلام کے ذریعے فرق ہوتا ہے بخلاف حمد کے وہ تو کافر بھی کرتے ہیں۔

محمد : لفظ محمد باب تفعیل سے اسم مفعول ہے اور باب تفعیل کا ایک خاصہ تکثیر بھی ہے تو بنظر اشتقاق اس کے معنی ہوئے وہ ذات جس کے فضائل محمودہ کثیر ہوں اور آپکے فضائل کا کیا کہنا ''بعد از خدا بزرگ توہی قصہ مختصر''۔

فاضل اسفرائنی نے لکھا ہے کہ لفظ حمد سے دو نام مبالغے کے واسطے مشتق ہوتے ہیں ایک نام محمد جو محمودیت کے مبالغے کے واسطے دوسرا احمد حامدیت کے مبالغے کے لئے۔

فائدہ : لفظ ''محمد'' کو مجرور پڑھا جائے تو دو ترکیبیں ہوں گی ① بدل ② عطف بیان۔ لیکن یاد رکھیں عطف بیان بنانا اولیٰ ہے اس لئے کہ بدل کی صورت میں مقصود بدل ہوا کرتا ہے مبدل منہ نہیں حالانکہ لفظ رسول جو مبدل منہ ہے اس میں زیادہ وصف ہے اس لئے عطف بیان کی صورت میں دونوں مقصود ہو جائیں گے اور مرفوع پڑھا جائے تو خبر بنے گی مبتدا محذوف کی اور منصوب پڑھا جائے تو حال بنایا جائے گا چونکہ قاعدہ ہے القاب کے بعد علم کا ذکر ہو تو تین ترکیبیں جائز ہوتی ہیں مرفوع، منصوب، مجرور (ضوابط نحویہ دیکھئے)

وآلہ یہاں پر دو بحثیں ہوتی ہیں ایک لفظ کے اعتبار سے دوسری معنی اور مصداق کے اعتبار سے۔

ال اسم جمع ہے سیبویہ کے نزدیک اصل میں اھل تھا ھا کو خلاف قانون حذف کیا جس پر دلیل اھیل ہے کیونکہ قاعدہ ہے: التصغیر والتکسیر یردان الشیئ الی اصلہ۔ اور امام کسائی فرماتے ہیں: کہ اس کا اصل اھل نہیں ہے اور اھیل جو دلیل دی ہے وہ اس کی تصغیر نہیں وہ اھل کی تصغیر ہے اس نے کہا میں نے خود سنا ہے ایک اہل عرب فصیح سے اس نے کہا اھل اھیل ۔ ال اویل ۔

فائدہ : یاد رکھیں آل اور اھل میں کئی طرح سے فرق کیا جاتا ہے۔

پہلا فرق : آل کا استعمال ذوالعقول کے لئے ہوتا ہے لہٰذا لفظ اللہ اور حق اور زماں مکان معانی محروف کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی یوں کہنا آل اللہ آل الحق وغیرہ جائز نہیں اور اھل کا استعمال ان سب میں ہو سکتا ہے۔

دوسرا فرق : آل کا استعمال ذوالعقول میں سے مذکر کے لئے ہے نہ مؤنث کیلئے اور اھل کا مذکر مؤنث دونوں کی طرف۔

تیسرا فرق : آل کا استعمال اشراف میں ہوتا ہے خواہ وہ دنیا کے اعتبار سے شرافت والے کیوں نہ ہوں جیسے آل نبی یا آل فرعون، فرعون کو بھی دینوی شرافت تو حاصل تھی اور بخلاف اھل کے جسکا استعمال اشراف اور غیر اشراف سب میں ہوتا ہے لہٰذا

اھل حجام وغیرہ کہنا بھی جائز ہے۔

چوتھا فرق : آل کی اضافت ضمیر کی طرف بھی جائز ہے لیکن اھل کی اضافت ضمیر کی طرف جائز نہیں یادرکھیں! آل کے معنی لغت کے اعتبار سے کنبہ کے ہیں لیکن آل نبی کے مصداق میں اختلاف ہے بعض نے متبعین مراد لئے ہیں بعض نے ازواج اور بنات کو شامل کیا ہے بعض نے اھل بیت کو۔اس وقت جو صحابہ کا عطف اس پر ہوگا یہ عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہوگا۔

اصحاب : محرم افندی کے حاشیے میں ہے کہ اصحاب جمع صحب کی ہے اور صحب جمع صاحب کی اور حاشیہ جمال الدین میں ہے اصحاب جمع صاحب کی ہے جیسے اشھاد جمع شاھد کی جب وہ جمع صحب کی ہو جیسے انھار جمع نھر کی ہے یا صحب کی جمع ہے جیسے انمار جمع نمر کی ہے۔

صحابی کی تعریف : صحابی رسول ﷺ اس شخص کو کہتے ہیں جس نے حالت ایمانی میں حضور ﷺ کی صحبت حاصل کی ہو اور اس ایمان پر وفات ہوئی ہو۔

اجمعین : یہ تاکید لفظی ہے جس سے روافض پر رد مقصود ہے۔

قولــــہ : اما بعد : اما کے بارے میں چند مذاہب ہیں سیبویہ کے نزدیک یہ مستقل کلمہ ہے کیونکہ یہ حرف ہے۔اور حرف میں اصل یہ ہے کہ کسی قسم کا تغیر نہ ہو اور خلیل کا مذہب یہ ہے کہ اصل میں یہ تھا مــا مــا چونکہ ہمزہ صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اس لئے مقدم کردیا اور پھر متحرک کردیا ام ما بن گیا ادغام کردیا تو اما ہوگیا۔بعض نے اس کا اصل ان نکالا ہے اور ما کو زائدہ بتایا ہے لیکن راجح مذہب سیبویہ کا ہے۔ اما بعد ، اما یہ دو معنوں کیلئے آتا ہے۔تفصیل کیلئے جبکہ متکلم نے پہلے اجمال سے کسی چیز کو بیان کردیا ہو تو اس وقت یہ اما تفصیلیہ ہوا کرتا ہے اور کبھی اما استینافیہ ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے کوئی چیز بیان نہ ہو جیسا کہ یہاں پر اما بعد اور خصوصا کتابوں کی ابتداء میں اما استینافیہ ہی ہوا کرتا ہے بعد مبنی بر ضم ہے۔

قولہ : فھٰذامختصرمضبوط فی النحو جمعت فیہ مھمات النحو علیٰ ترتیب الکافیۃ مبوبًا ومفصلًا بعبارۃ واضحۃ مع ایرادالامثلۃ فی جمیع مسائلھامن غیر تعرض للادلۃ والعلل لئلایشوش ذھن المبتدی عن فھم المسـائل وسمیتہ بھدایۃ النحورجاء ان یھدی اللّٰہ تعالیٰ بہ الطالبین ورتبتہ علی مقدمۃ وثلٰثۃ اقسام بتوفیق الملک العزیز العلّام ۔

ترجمہ: پس حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ مختصر کتاب ضبط کی گئی ہے علم نحو میں ۔جمع کیا ہے میں نے اس میں علم نحو کے مقصودی مسائل کو کافیہ کی ترتیب پر درانحالیکہ میں باب بنانے والا ہوں اور فصل بنانے والا ہوں ساتھ عبارت واضح کے سمیت لے آنے مثالوں کے اس کے عام مسائل میں بغیر چھیڑ چھاڑ کرنے دلائل اور علل کے تاکہ یہ کتاب نہ پریشان کرے ابتدائی طالب علم کے ذھن کو مسائل کے سمجھنے

سے اور نام رکھا ہے میں نے اس کتاب کا ھدایۃ النحو اس امید پر کہ ھدایت دے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے طلباء کو اور مرتب کیا ہے میں نے اس کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب ہے، بہت زیادہ علم والا ہے۔

تشریح : فهذا مختصر: فاء جزائیہ ہے۔

سوال : هذا اس کی وضع مشار الیہ محسوس مبصر کیلئے ہے جبکہ یہ کتاب غیر مبصر اور غیر محسوس ہے۔

جواب : کبھی کبھی غیر مبصر غیر محسوس کو مبصر محسوس کے درجہ میں رکھتے ہوئے اشارہ کر دیا جاتا ہے جیسے ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ بعض شارحین نے یہ جواب دیا کہ خطبہ الحاقیہ ہے۔ خطبہ الحاقیہ وہ ہوتا ہے جو کتاب لکھنے کے بعد لکھا جائے تو اب اسم اشارہ مشار الیہ یہ کتاب ہو جائے گی لیکن یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ کتاب کے لکھنے کے بعد جو محسوس اور مبصر خارج میں جو چیز موجود ہے فقط وہ نقوش ہیں نہ کہ الفاظ اور معانی کیونکہ الفاظ اور معانی کا وجود خارج میں نہیں لہٰذا وہی جواب درست ہے۔

مختصر، اختصار سے ماخوذ ہے جس کا معنی اداء المطالب الكثيرة بالفاظ قليلة اور چار قسم کی کتابیں ہوا کرتی ہیں ① مختصر ② مطول ③ فتاویٰ ④ رسالہ

رسالہ کہتے ہیں جو قلیل الفاظ قلیل المعانی ہے۔ فتاویٰ کہتے ہیں جو کثیر الالفاظ کثیر المعانی ہو۔ مختصر کہتے قلیل الالفاظ کثیر المعانی کو اور مطول کہتے ہیں جو کثیر الالفاظ قلیل المعانی ہو تو مصنف نے مختصر سے اشارہ کر دیا کہ یہ میری کتاب حشو اور تطویل سے محفوظ ہے۔ حشو اس کو کہتے ہیں جس میں زیادتی بلا فائدہ ہو اور تطویل وہ ہے جو اصل مراد پر زائد بلا فائدہ ہو اور اس کی زیادتی متعین نہ ہو۔ حشو میں زیادتی متعین ہوتی ہے۔

ترکیب : اس کی تھوڑی سی ترکیب سمجھ لیں هذا مبتداء مختصر مرفوع بالضمہ لفظاً موصوف مضبوط مرفوع بالضمہ لفظاً صفت اول في النحو متعلق کائن کے ہو کر ظرف مستقر یہ صفت ثانی جمعت فعل بافاعل فيه متعلق جمعت کے مهمات النحويه مضاف مضاف الیہ مفعول ہے جمعت کیلئے۔ علیٰ ترتيب الكافيه جمعت کے متعلق ہے اب معنی یہ ہوگا جمع کیا میں نے اس میں نحو کے مقاصد کو کافیہ کی ترتیب پر اس وقت کافیہ سے مراد وہ کتاب ہے جو کہ تصنیف ہے علامہ ابن حاجب کی اور یہ جملہ بن کر مختصر کی تیسری صفت بن جائے گی اور علی ترتيب الكافية کو ظرف مستقر بنا کر صفت رابع بھی بنایا جا سکتا ہے اور مختصر چاروں صفتوں سے ملکر خبر بنے گی هذا کی اور یہ جملہ جزاء بن جائے گا۔ جب کافیہ سے ایک کتاب مراد ہے۔

سوال : آپ نے کہا کہ کافیہ کی ترتیب پر ہے حالانکہ بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن میں کافیہ کی ترتیب نہیں ہے مثلاً تحذير اور ماأضمر عامله کو منادیٰ سے مؤخر کیا حالانکہ کافیہ میں منادیٰ مقدم ہے؟

جواب : کافیہ کی ترتیب سے مراد یہ ہے کہ جس طرح صاحب کافیہ نے مباحث اسم کو مقدم کیا اسی طرح یہاں پر بھی اور جس طرح

صاحب کافیہ نے بحث مرفوعات کوذکر کیا پھر منصوبات کو پھر مجرورات کو یہاں پر بھی ایسے ہے۔

سوال : بعض مسائل تو ایسے ہیں جو اس مختصر میں مذکور ہی نہیں جیسے مبتداء کا معنی شرط کو متضمن ہونا اسی طرح خبر کا صدارت کلام کو متضمن ہونا اور اسی طرح اسم عدد کی اضافت کا مسئلہ وغیرہ یہ تو اس کتاب میں موجود ہی نہیں؟

جواب : ترتیب جمیع مسائل کے اعتبار سے نہیں بلکہ اکثر مسائل کے اعتبار سے مراد ہے۔ اور مصنف نے ابتداًء طلباء کرام کو یہ اطلاع دے دی کہ یہ ہدایۃ النحو کافیہ کی ترتیب پر ہے جس سے مقصود ایک تو یہ ہے کہ جس طرح کافیہ عظیم الشان کتاب ہے اسی طرح یہ بھی بہت عمدہ کتاب ہوگی اس کو خوب یاد کیا جائے دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ اگر تم نے اس کتاب کو یاد کر لیا تو تمہارے لئے کافیہ سہل بن جائے گی۔

مبوباً و مفصلاً : یہ اسم فاعل کے صیغے بھی بنائے جاسکتے ہیں اور اسم مفعول کے صیغے بھی اسم فاعل کے ہوں تو پھر یہ حال بنیں گے جمعت کی ت ضمیر سے اور اگر اسم مفعول کے ہوں تو یہ حال بنیں گے فیہ کی ہ ضمیر سے اب معنی یہ ہوگا میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو کافیہ کی ترتیب پر جمع کیا درانحالیکہ وہ مقاصد باب باب اور فصل فصل کئے ہوئے ہیں اور اسم فاعل کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ میں نے جمع کیا درانحالیکہ یہ کہ باب باب کرنے والا ہوں اور فصل فصل کرنے والا ہوں بعبارۃ واضحۃ یہ جمعت کے متعلق ہے واضحۃ عبارۃ کی صفت ہے۔ عبارت واضحہ وہ عبارت ہوتی ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں ظاہر ہو یعنی اس کے معنی جلدی بسہولت بغیر دشواری کے سمجھ آجایا کرتے ہوں۔ اصل میں یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال : جب مصنف نے بتایا کہ یہ مختصر کافیہ کی ترتیب پر ہے تو فوری طور پر ذہن میں اشکال پیدا ہوا اچھا یہ اس جیسی مغلق بھی ہوگی مصنف نے جواب دیا نہیں نہیں مقاصد نحو کو عبارۃ واضحہ سے بیان کیا ہے نہ کہ عبارت مغلقہ کے ساتھ جیسا کہ کافیہ ہے؟

مع ایراد الامثلۃ: یہ ظرف واضحۃ کے متعلق ہوگا بعبارۃ واضحۃ مع ایرادالامثلۃ اور ایراد باب افعال کا مصدر ہے امثلہ مثال کی جمع ہے جیسے ائمۃ امام کی جمع ہے مثال اس شی کو کہتے ہیں جس کو قاعدہ کی وضاحت کیلئے لایا جائے اور ایک شاہد بھی ہوتا ہے۔ شاھد اسے کہتے ہیں کہ اپنی دیکھی ہوئی چیز کو دوسرے کے سامنے پیش کیا جائے قاعدہ کے اثبات کی غرض سے۔

فی جمع مسائلھا :

سوال : ھا ضمیر مرجع تو مختصر ہے جو کہ مذکر ہے تو راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوئی؟

جواب : یہ ضمیر راجع ہے مختصر کی طرف لیکن مختصر کافیہ کی طرف منسوب ہونے کے اعتبار سے مؤنث ہے اس پر سوال ہوگا کہ کافیہ کی تاء تو تانیث کیلئے نہیں وہ تو مبالغہ کیلئے ہے۔

جواب اول : لیکن تاء کی وضع اصل تانیث کیلئے اسی وجہ سے ہے اگر مبالغہ کی حالت میں بھی استعمال ہو تب بھی تانیث کا شبہ

موجود رہتا ہے۔ یہی وجہ تو ہے کہ لفظ علامہ کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ باری تعالیٰ جس طرح تانیث سے پاک ہیں اسی طرح شبہ تانیث سے بھی پاک ہیں۔

جواب ثانی : بعض نے جواب دیا کہ یہ ضمیر راجع کافیہ کی طرف ہے مختصر کی طرف نہیں اس لئے کہ مختصر کے مسائل بعینہٖ کافیہ کے مسائل ہیں لہٰذا مختصر کے مسائل یہ مثال لانا گویا کہ کافیہ کے مسائل لانے کیلئے مثال کو لانا ہے۔

جواب ثالث : یہ ضمیر مختصر کی طرف راجع ہے بتاویل رسالۃ۔

من غير تعرض للادلة و العلل : **تعرض** کا معنی ہوتا ہے اقدام علی الشیٔ یعنی کسی شیٔ کے درپے ہونا، آگے ہونا اور اعتراض کا معنی بھی یہی ہوا کرتا ہے۔

ادلۃ دلیل کی جمع ہے جیسے احنۃ جنین کی جمع ہے

دلیل کا لغوی معنی : راستہ بتانے والی۔

اصطلاحی معنی : وہ شیٔ جس کے جاننے سے دوسری چیز کا علم خود بخود لازم آجائے۔

علل علۃ کی جمع ہے جس کا لغوی معنی مؤثر ہے اور اصطلاحی معنی وہ شیٔ جس پر دوسری شیٔ کا وجود موقوف ہو۔

سوال : ادلۃ تو جمع قلت ہے حالانکہ یہاں تو مقام جمع کثرت کا تھا لہٰذا دلائل کا لفظ لانا چاہیے تھا؟

جواب : ٹھیک ہے یہ مقام جمع کثرت کا تھا لیکن کبھی کبھی جمع قلت کو جمع کثرت اور جمع کثرت کو جمع قلت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے یہاں بھی جمع قلت جمع کثرت کی جگہ پر مستعمل ہے۔

مصنفؒ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ میں نے اس مختصر کتاب میں مسائل کے لئے دلائل بیان نہیں کیے۔

سوال : ہمیں تو کچھ ایسے مسائل نظر آئے ہیں جنکے لئے دلائل بھی آگے موجود ہیں مصنف کا نفی کرنا کہ میں نے دلائل بیان نہیں کئے یہ درست نہیں؟

جواب : یہ نفی اغلب کے اعتبار سے ہے کہ عموماً مصنف نے اکثر مسائل کیلئے دلائل بیان نہیں کئے لیکن بعض مسائل کیلئے دلائل بیان کئے ہیں۔

لئلا يشوش ذهن المبتدی عن فهم المسائل : لئلا اصل میں لان لا تھا یرملون والے قانون سے لئلا بن گیا یشوش تشویش سے ہے بمعنی پریشان کرنا اور اس صیغہ میں دو احتمال ہیں مضارع معلوم کا صیغہ ہو یا مجہول کا اور معلوم کا صیغہ ہو تو ذهن المبتدی مفعول کا صیغہ بنے گا اور اگر مجہول کا صیغہ ہو تو ذهن المبتدی نائب فاعل بنے گا ذہن کہتے ہیں الذهن قوة موجود فی جنان الانسان ذہن وہ قوت ہے جو انسان کے دل میں ہوتی ہے جس میں معنی منقش ہوتے ہیں۔

مبتدی کالغوی معنی: شروع کرنے والا
اصطلاحی معنی: هو الذی شرع فی الجزء الاول مع قصد تحصیل باقی الاجزاء۔
مبتدی کی دوقسمیں ہیں ① مبتدی طبعی ② مبتدی اکتسابی
مبتدی طبعی: هو الذی یحصل المسائل بطبعه وفهمه۔
مبتدی اکتسابی: هو الذی یکتسبالمسائل من الغیر کالتلمیذ من الاستاذ اور یہاں پر مبتدی اکتسابی مراد ہے۔
مصنف نے هدایة النحو پڑھنے والے کومبتدی اس لئے کہا کہ یہ کتاب ابتدائی ہے ۔
المسائل الف لام یاتو عوض ہے مضاف الیہ کے پھر تقدیر عبارت ہوگی: مسائل المختصر یا پھر الف لام عہد خارجی کا ہے جس سے مراد مسائل مختصر ہیں اور یہ اللہ کا جولام ہے یہ متعلق ہے جمعت کے۔اگر یشوش معلوم کا صیغہ ہوتو معنی یہ ہوگا: کہ میرا ادلة اورعـــلـــل کا نہ لانا اس وجہ سے ہے تاکہ مبتدی کے ذہن کو پریشان نہ کردے کیونکہ مبتدی مسائل میں مشغول ہو پھر اس کے لئے دلائل علتوں میں مشغول ہوتو ایسا نہ ہو کہ نفس مسائل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور اگر مجہول کا صیغہ ہوتو معنی یہ ہوگا: کہ پریشان نہ کیا جائے مبتدی کے ذہن کو۔
سمیته هدایة النحو ، سمیٰ یسمی تسمیة بمعنی نام رکھنا
هدایة کامعنی ہے : اراة الطریق الموصل الی المطلوب ۔ دوسرامعنی : الایصال الی المطلوب اسکی تشریح شرح تہذیب کی شرح میں آئے گی انشاءاللہ اور لفظ هدآیة کی اضافت نحو کی طرف اضافت معنوی ہے اور مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے جیسے قیام الیل وغیرہ۔
سوال: سمیٰ یسمی یہ باب متعدی ہوتا ہے دومفعولوں کی طرف بغیر واسطے کے یہاں پر باء تعدیہ کیوں لائے؟
جواب: یہ باء زائدہ ہے۔
سوال: باء زائدہ ہونے کیلئے قانون یہ ہے یہ نفی اور استفہام کے تحت ہوتی ہے یہاں پر نہ نفی ہے اور نہ ہی استفہام تو آپ نے باء کوزائدہ کیسے کہہ دیا؟
جواب: آپکا قاعدہ بالکل درست ہے لیکن خلاف قانون شاذ کے درجہ میں ہے۔
رجـاء ان یهدی الله به الطالبین : مصنف وجہ تسمیہ بیان کرنا چاہتے ہیں: کہ میں نے اس کتاب کا نام هدایۃ النحو رکھا ہے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ میری اس کتاب کے ذریعہ طلباء کرام کو هدایت بخشے لہٰذا یہ رجـاء مفعول لہ ہے سمیت فعل کے لئے اور یہ کتاب ہدایت کامسبب ہے هدایت کتاب کا سبب ہے تو یہ تسمیة السبب باسم المسبب کے قبیل سے ہے۔

ورتبته علی مقدمة : میں نے اس مختصر کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر مرتب کیا ہے مصنفؒ نے اس عبارت سے کتاب کے اجزاء بتائے ہیں۔

ترتیب : لغت میں جعل کل شئ فی مرتبته شئ کو اس کے مرتبہ میں رکھنا اور اصطلاح میں کہتے ہیں جعل الاشیاء المتعددة من حیث یطلق علیها اسم الواحد چند اشیاء کو اس طرح سے رکھنا کہ ان پر ایک نام کا اطلاق کیا جا سکے۔

ثلثة اقسام : قسم اول میں اسم کی بحث ہے قسم ثانی میں فعل کی بحث ہے اور قسم ثالث حروف کی بحث ہے

بتوفیق الملك العزیز العلام یہ جار مجرور یا جمعت کے متعلق ہے یا سمیت کے اور ملك بمعنی بادشاہ اور عزیز بمعنی غالب العلام کا معنی جاننے والا توفیق کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا نیک مقصود کیلئے اسکے موافق اسباب پیدا کر دینا۔

قوله: اماالمقدمة ففی المبادی التی یجب تقدیمها لتوقف المسائل علیهاو فیهافصول ثلثة ۔

ترجمہ: لیکن بہرحال مقدمہ پس ان مبادیات میں ہے جن کی تقدیم واجب ہے واسطے موقوف ہونے مسائل کے ان مبادیات پر اور مقدمہ میں تین فصلیں ہیں۔

تشریح : اما المقدمة لفظ مقدمہ پر چند تحقیقیں ہیں ① صیغوی تحقیق یہ کون سا صیغہ ہے اس میں دو احتمال ہیں

پہلا احتمال : اسم فاعل کا صیغہ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ آگے کرنے والا۔

سوال : یہ مقدمہ آگے کرنے والا نہیں بلکہ آگے ہونے والا ہوتا ہے لہٰذا اسم فاعل کا صیغہ بنانا غلط ہے؟

جواب : مقدمہ باب تفعل کے اسم فاعل کے معنی میں ہے یعنی مقدمہ بمعنی متقدمہ کے ہے اب معنی ہوگا آگے ہونے والا۔

سوال : کیا باب تفعیل باب تفعل کے معنی میں آیا کرتا ہے؟

جواب اول : جی ہاں قرآن مجید میں ہے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا اس میں باب تفعل کیلئے مفعول مطلق باب تفعیل سے لایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ یہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں۔

جواب ثانی : اگر مقدمة اسم فاعل کا صیغہ ہی اپنے معنی میں ہو تب بھی معنی صحیح ہے اس لیے کہ یہ مقدمہ اپنے عالم کو جاہل سے آگے کرنے والا ہے یعنی جو شخص مقدمة کے بارے میں علم رکھتا ہے وہ آگے بڑھنے والا ہے کتاب کے سمجھنے میں اس شخص سے جو مقدمہ نہیں جانتا۔

دوسرا احتمال : اگر اسم مفعول کا صیغہ ہو تو معنی ہوگا آگے کیا ہوا اور یہ بھی چونکہ مقصود سے آگے کیا ہوا ہوتا ہے۔ علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ یہ خلف عن القول ہے یعنی سلف سے یہ قول منقول نہیں۔

② ماخذی تحقیق یعنی لفظ مقدمہ کا ماخذ کیا ہے یہ لفظ مقدمہ ماخوذ ہے مقدمة الجیش سے مقدمہ الجیش فوج کے ایسے

چھوٹے سے دستے کو کہتے ہیں جو فوج کے جانے سے پہلے کیمپ لگاتا ہے اور اس کیلئے تمام قسم کا بندوبست کرتا ہے تاکہ بعد میں آنے والی فوج کو کسی قسم کی دقت ومشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور یہاں پر مناسبت یہ ہے کہ جس طرح وہ چھوٹا دستہ آگے جا کر فوج کا انتظام کرتا ہے اسی طرح مقدمہ میں کچھ ایسے مسائل ذکر کر دیئے جاتے ہیں جس سے آنے والے مقصودی مضامین آسان ہو جاتے ہیں۔

مقدمہ العلم کہتے ہیں ان معانی مخصوصہ کو جن پر علم کے مسائل کا شروع کرنا علی وجہ البصیرۃ موقوف ہو۔

اور مقدمۃ الکتاب کلام کے ان ٹکڑوں کو کہتے ہیں جو مسائل سے پہلے لائے جائیں جن کا ان مسائل سے ربط ہو اور تعلق ہو اور مسائل کے سمجھنے میں وہ نفع بخش ہوں۔

ففی المبادی، مبادی یہ جمع ہے یعنی ابتدائی باتیں جو شروع میں بتائی جاتی ہیں اور اصطلاح میں وہ باتیں جن پر علم کے مسائل کا شروع کرنا موقوف ہو۔

سوال: مقدمۃ اور مبادی ایک چیز ہیں اور فی ظرفیت کیلئے ہے اس سے لازم آیا ظرفیت الشیء لنفسہ جو کہ باطل ہے؟

جواب: مقدمۃ سے مراد معانی مخصوصہ ہیں اور مبادی سے مراد الفاظ مخصوصہ ہیں۔

فصول جمع فصل کی اور ثلاث فصول کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں پہلی فصل میں علم النحو کی تعریف اور موضوع اور غرض وغایت ہے اور دوسری فصل میں علم النحو کا موضوع کلمہ کی تعریف اور اسکی تقسیم پھر ان اقسام کی تعریف اور اس کے لئے علامات اور تیسری فصل میں علم النحو کے دوسرے موضوع یعنی کلام کی تعریف اور اسکی تقسیم کا بیان ہے۔

سوال: فصول موصوف ثلاثہ صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ موصوف صفت میں مطابقت ہوتی ہے اور یہاں نہیں کیونکہ فصول تو جمع ہے اور ثلاثۃ مفرد ہے؟

جواب: آپکی بات ٹھیک ہے ثلاثۃ تو مفرد ہے لیکن معنی تو جمع ہے۔

قولہ: فصل: النحو علم باصول یعرف بھا احوال اواخر الکلم الثّلٰث من حیث الاعراب والبناء وکیفیۃ ترکیب بعضھا مع بعض

ترجمہ: نحو جاننا ہے ایسے چند قوانین کا جن کے ذریعے سے معلوم کئے جائیں تین کلموں کے آخر کے احوال باعتبار معرب اور مبنی ہونے کے اور ان میں سے بعض کلموں کو بعض کلموں کے ساتھ ملانے کا طریقہ۔

تشریح: فصل لغت میں معنی ہے کاٹنا اور جدا کرنا اور اصطلاح میں دو مختلف حکموں کے درمیان حائل کا ہونا۔

فائدہ: لفظ فصل میں دو احتمال ہیں ① معرب ② مبنی۔

مبنی اس وقت ہوگا جب اسے مفرد مانا جائے تو یہ مبنی بر سکون ہوگا اور مرکب ہو تو یہ مرفوع ہوکر خبر بنے گا مبتدا محذوف کی یعنی ھذا فصل یا منصوب ہوکر مفعول بہ ہوگا فعل محذوف کیلئے اعنی فصلًا ۔

مصنف علم النحو کی تعریف کرنا چاہتے ہیں نحو کے لغوی معنی چند ہیں۔

① قصد ② مقدار ③ قبیلہ ④ طرف ⑤ صرف ⑥ نوع ⑦ مثل ⑧ طریق ⑨ صیانت ⑩ فصاحت ⑪ میلان کرنا ⑫ پیروی کرنا ⑬ اعتماد کرنا ⑭ دور ہونا۔

تعریف یہ ہے کہ نحو ایسے قوانین کے جاننے کا نام ہے جنکے ذریعے تین کلموں کے آخر کے حالات پہچانے جاتے ہیں معرب ومبنی ہونے کے اعتبار سے اور نام ہے بعض کلموں کو بعض کلموں کے ساتھ مرکب کرنے کی کیفیت کو جاننے کا۔

فوائد قیود : علم یہ جنس ہے جو تمام کو شامل ہے یعرف بھا احوال یہ قید اول ہے اسکا فائدہ یہ ہے کہ اس سے وہ علوم نکل گئے جن سے کلمہ کی ذات معلوم ہوتی ہے جیسے علم صرف اور اسی طرح وہ علوم بھی خارج ہو جائیں گے جن کے ذریعے کلمے کے معنی معلوم ہوتے ہیں۔

اواخر الکلم الثلث : یہ قید ثانی اور فصل ثانی ہے جس سے وہ علم نکل جائے گا جس کے ذریعے کلمہ کے اول اور اوسط کے حالات معلوم ہوتے ہیں جیسے علم لغت اور اسی طرح وہ علم بھی خارج ہو جائے گا جس کے ذریعے احوال مکلفین معلوم ہوتے ہیں جیسے فقہ وغیرہ۔

من حیث الاعراب و البناء : یہ تیسری فصل اور قید ہے اس سے وہ علوم نکل جائیں گے جن کے ذریعے سے حالات تو معلوم ہوتے ہیں لیکن اعراب اور بنا کے اعتبار سے نہیں جیسے علم عروض۔

و کیفیة ترکیب بعضھا مع بعض: یہ فصل اور قید رابع ہے جس سے وہ علوم نکل جائیں گے جن کے ذریعے مفردات کی کیفیت معلوم ہو جیسے علم ہیئت وغیرہ۔

سوال : تعریف میں علم کا لفظ آیا ہے جس کے معنی جاننا اور اصطلاحی معنی حصول صورۃ الشیٔ فی العقل اور یہ تو موجود ذہنی ہے حالانکہ نحو تو قواعد ملفوظہ مکتوبہ کا نام ہے لہٰذا لفظ علم کا اطلاق اس نحو پر کرنا درست نہیں؟

جواب : کہ علم کا اطلاق تین معنی پر آتا ہے ① یہ جو آپ نے بیان کیا ہے ② قواعد مکتوبہ ملفوظہ ③ منقولہ یہاں پر علم کا اطلاق آخری دو معنوں پر ہے۔

سوال : بہت سارے مبتدی طلباء دیکھے ہیں جو علم نحو تو پڑھتے لیکن انکے تین کلموں کے آخر کے حالات معلوم نہیں ہوتے؟

جواب : تعریف میں بھا سے پہلے مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی یعرف باستحضارھا اور یہ بات ظاہر ہے جسکو

اصول مستحضر اور یاد ہو جائیں وہ یقیناً پہچان سکتا ہے اور حالات دریافت کر سکتا ہے۔

سوال : آپکی تعریف میں احوال کا لفظ آیا ہے اس سے آپکی مراد جمیع احوال ہیں یا بعض احوال اگر جمیع احوال کی معرفت مراد ہو تو کوئی نحوی نحوی نہیں رہے گا کیونکہ جمیع احوال کی معرفت اور تمام حالات کی شناخت تو کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی اور اگر بعض احوال مراد ہوں تو چند مسائل کو پہچاننے والا بھی اپنے آپ کو نحوی کہلائے گا تو بہر کیف اول صورت میں نحوی کا غیر نحوی ہونا لازم آتا ہے اور دوسری صورت میں غیر نحوی کا نحوی ہونا لازم آتا ہے؟

جواب : احوال سے مراد جمیع احوال ہیں لیکن معرفت سے مراد ملکہ استعداد ہے یعنی نحوی کو ایک ملکہ حاصل ہو جائے جس کے ذریعے جمیع احوال کی معرفت پر قادر ہو۔

قوله : والغرض منه صيانة الذهن عن الخطاء اللفظي في كلام العرب ۔

ترجمہ : اور غرض اس کی ذھن کو بچانا ہے ایسی لفظی غلطی سے جو واقع ہونے والی ہو کلام عرب میں۔

تشریح : مصنف علم نحو کی غرض بیان کرنا چاہتے ہیں علم نحو کی غرض یہ ہے کہ ذہن کو بچانا ہے لفظی غلطی سے کلام عرب میں۔

سوال : لفظی غلطی تو زبان سے ہوتی ہے ذھن سے نہیں ہوتی کیونکہ متلفظ زبان ہوتی ہے ذھن تو نہیں لہٰذا یوں کہنا چاہیے تھا صيانة اللسان عن الخطاء الخ ؟

جواب : لفظی غلطی ذھن سے ہوتی ہے اس لئے کہ حقیقت میں متلفظ ذہن ہوتا ہے اور زبان تو اسکے لئے مترجم ہے لہٰذا صيانة الذهن کہنا ہی صحیح ہوا۔

قوله : وموضوعه الكلمة والكلام

ترجمہ: اور علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

تشریح : **سوال** : ہر علم کا موضوع ایک ہوتا ہے یہاں پر علم نحو کے موضوع دو کیوں ہیں، جب موضوع دو ہیں تو یہ علم ایک نہیں ہوگا دو ہونگے کیونکہ قاعدہ ہے تعدد موضوع مستلزم ہوتا ہے تعدد علوم کو حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ علم نحو ایک علم ہے دو نہیں؟

جواب : تعدد کی دو قسمیں ہیں ① لفظی ② معنوی

تعدد معنوی : جیسے عاقل، بالغ۔

تعدد لفظی : جیسے قاعد جالس یہاں پر تعدد لفظی ہے تعدد معنوی نہیں کیونکہ معنی کے اعتبار سے دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ دونوں سے مراد وہ لفظ ہے جو معنی کیلئے موضوع ہو۔

آپ نے جو قاعدہ بیان کیا ہے کہ تعدد موضوع مستلزم ہے تعدد علوم کو وہ قاعدہ تعدد معنوی کیلئے ہے نہ لفظی کے لئے۔

سوال : کلمہ کوکلام پر کیوں مقدم کیا حالانکہ دونوں موضوع ہیں پھر کلام میں بنسبت کلمہ کے زیادہ فائدہ تھا اسی وجہ سے تو صاحب الفیہ نے کلام کوکلمہ پر مقدم کیا ہے؟

جواب : کلمہ جزء ہے اور کلام کل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جزء کل پر مقدم ہے بعنوان دیگر کلمہ مفرد ہے اور کلام مرکب اور یہ بات ظاہر ہے کہ مفرد مرکب پر مقدم ہوا کرتا ہے لہٰذا مصنف نے کلمہ کوکلام پر مقدم کر دیا۔

بحث کلمہ

فصل : الكلمة لفظ وضع لمعنًى مفردٍ مفردٌ

ترجمہ : کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

تشریح : اس دوسری فصل میں علم نحو کا موضوع کلمہ کی تعریف اور اسکی تقسیم اور اسکی علامات کا بیان ہے۔

کلمہ کی تعریف : کلمہ وہ لفظ ہے جو وضع کیا گیا ہو معنی مفرد کے لئے، اس تعریف میں چند کلمات ہیں

① الكلمة ② لفظ ③ وضع ④ معنی ⑤ مفرد ان پانچ کلمات کی مختصر تشریح کرتے ہیں۔ تفصیل مطلوب ہو تو کاشفہ دیکھیں۔

بحث الف لام : پہلا کلمہ الف لام ہے، الف لام کی نو قسمیں ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے کہ ابتداءً الف لام کی دو قسمیں ہیں

① الف لام اسمی ② الف لام حرفی

الف لام اسمی اسم فاعل اور مفعول پر داخل ہوتا ہے، الف لام حرفی دو قسم پر ہے زائدہ و غیر زائدہ پھر زائدہ کی چار قسمیں ہیں۔

① عوضی لازم جیسے اَللّٰه جو اصل میں الٰہ تھا ہمزہ کو حذف کر کے اسکی جگہ الف لام لائے پھر لام کو لام میں ادغام کر دیا تو اللہ ہو گیا

② عوضی غیر لازم جیسے الناس اصل میں اناس تھا ہمزہ کو حذف کر کے اسکے عوض الف لام لائے۔

③ غیر عوضی لازم جیسے النجم ، الصعق۔

④ غیر عوضی غیر لازم جیسے الحسن

الف لام حرفی غیر زائدہ کی چار قسمیں ہیں۔

① جنسی ② استغراقی ③ عہد خارجی ④ عہد ذہنی۔

وجہ حصر : یہ ہے کہ الف لام دو حال سے خالی نہیں کہ اسکے مدخول سے مراد حقیقت اور ماہیت ہوگی یا افراد، اگر حقیقت اور ماہیت

مراد ہوگی تو الف لام جنسی ہوگا جیسے الرجل خیر من المرأة اگر افراد مراد ہوں تو دو حال سے خالی نہیں تمام افراد مراد ہونگے یا بعض اگر تمام افراد مراد ہوں تو الف لام استغراقی ہوگا جیسے إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اور بعض افراد مراد ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ بعض افراد معین مراد ہونگے یا غیر معین اگر معین مراد ہوں تو الف لام عہد خارجی جیسے فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ اور اگر غیر معین مراد ہوں تو الف لام عہد ذہنی جیسے وَأَخَافُ أَنْ يَّأْكُلَهُ الذِّئْبُ ۔

سوال : الكلمة پر الف لام کونسا ہے جو بناؤ گے وہی غلط الف اسمی کا نہ ہونا تو واضح ہے کیونکہ الکلمة نہ اسم فاعل ہے اور نہ اسم مفعول ہے اور حرفی ہو کر زائدہ بھی نہیں بنایا جا سکتا ورنہ مبتدا کا نکرہ ہونا لازم آئے گا اور غیر زائدہ ہو کر جنسی، استغراقی، عہد خارجی، عہد ذہنی بھی نہیں بنایا جا سکتا جنسی اور استغراقی تو اس لئے نہیں بنایا جا سکتا آگے تاء وحدت کی ہے جو اسکے منافی ہے اور عہد خارجی بھی اس لئے نہیں بن سکتا کہ اس کے لئے معہود کا متعین ہونا ضروری ہے جبکہ کلمہ غیر معین ہے کیونکہ کلمہ نحوی بھی ہے اور منطقی بھی ہے لغوی بھی ہے اور اسی طرح عہد ذہنی کا بھی نہیں بن سکتا ورنہ نکرہ کا مبتدا ہونا لازم آئے گا۔

جواب : الف لام جنسی بن سکتا ہے باقی رہی یہ بات کہ اس میں تاء وحدت کی ہے جو اسکے مخالف ہے اسکا جواب یہ ہے کہ وحدت کی تین قسمیں ہیں ① وحدت جنسی جیسے الحیوان واحد ای جنس واحد ② وحدت نوعی جیسے الانسان واحد ای نوع واحده ③ وحدت شخصی جیسے زید واحد ای شخص واحد ان تین قسموں میں سے جنس کے جو مخالف و منافی ہے وہ وحدت شخصیہ ہے اور وہ یہاں مراد نہیں اگر الف لام عہد خارجی کا بنایا جائے تو بن سکتا ہے باقی رہی یہ بات کہ کلمہ تو غیر معین ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ معین ہے کیونکہ کلمہ جاری علی السنة النحاة کلمه نحوی ہی ہو سکتا ہے نہ کہ غیر۔

فائدہ : کلمہ میں اختلاف ہے کہ کلمہ مشتق ہے یا غیر مشتق۔ جمہور نحاۃ کا مسلک یہ ہے کہ کلمه کلام، کلم یہ کلمات مستقلہ ہیں نہ تو مشتق ہیں اور نہ مشتق منہ اسی طرح اس کے صیغے میں بھی اختلاف ہے جمہور کے نزدیک یہ جنس ہیں اور بعض کے نزدیک جمع ہے تفصیل کیلئے ''کاشفہ شرح کافیہ صفحہ 20,19 دیکھئے۔

اور عربی میں تاء کی چند قسمیں ہیں   شعر

تائے تانیث است تذکیر است وحدت ہم بدل
مصدریت و مبالغہ زائدہ شد ہم نقل

لفظ کا لغوی معنی: مطلقاً پھینکنا خواہ منہ سے ہو یا غیر منہ سے۔

اصطلاحی معنی : ما يتكلم به الانسان۔ لغوی اور اصطلاحی معنی کے درمیان نسبت عموم خصوص کی ہے۔

وضع اسکا لغوی معنی ہے رکھنا اور اصطلاحی معنی تخصیص الشئ بالشئ بحيث متى اطلق او احس الشئ الاول فهم منه

الشئ الثانی ۔

اطلاق کی مثال : جیسے زید کا نام لیتے ہیں تو زید کی ذات کا علم ذہن میں آجاتا ہے

احساس کی مثال : جیسے سڑکوں پر لگے ہوئے سرخ یا سبز اشاروں سے راستہ کھلنے اور بند ہو جانے کا علم ذہن میں آجاتا ہے۔

معنی کے لغوی معنی میں تین احتمال ہیں ① ظرف مکان کا صیغہ بنایا جائے تو معنی ہوگا جائے قصد ② مصدر میمی کا صیغہ ہو تو معنی ہوگا قصد کردن ③ اسم مفعول کا صیغہ ہو تو معنی ہوگا قصد کردہ شدہ اور یہاں تینوں احتمال جائز ہیں اسم مفعول کا صیغہ ہو تو اس کا اصل ہوگا معنوی تھا پھر تعلیل ہو کر باقی رہ گیا معنی اور مصدر میمی کی صورت میں حقیقی معنی مراد نہ ہوگا بلکہ مجازی مراد ہوگا کہ معنی المقصود کے ہوں گے۔

مفرد یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب افعال سے اور یہ چند چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے ① تثنیہ، جمع ② مضاف، شبہ مضاف ومرکب کے مقابلے میں آتا ہے۔

ترکیب : الكلمة مرفوع بالفتحہ لفظاً مبتدا اللفظ مرفوع بضمہ لفظاً موصوف وضع فعل ماضی مجہول ضمیر مستتر مرفوع محلاً نائب فاعل لام جارہ معنی مجرور بالکسرۃ لفظاً جار مجرور ملکر ظرف لغو متعلق ہے وضع کے، وضع فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت ہے لفظ کی، موصوف اپنی صفت سے ملکر خبر ہے الكلمة مبتدا کی، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مفرد کی تین ترکیبیں ہوسکتی ہیں اسکو مرفوع، پڑھا جائے تو یہ صفت ثانی بنے گی لفظ کی، منصوب پڑھا جائے تو حال ہوگا وضع کی ضمیر سے یا حال ہوگا معنی سے اگر مجرور ہو تو صفت ہوگی معنی کی مفرد کی۔ ان ترکیبوں پر سوالات وارد ہوتے ہیں۔

پہلی ترکیب : اس کو مرفوع پڑھنا غلط ہے اس لئے کہ اگر مرفوع پڑھا جائے تو لفظ کی صفت ثانی بنے گی اور ضابطہ ہے کہ جب ایک شئ کی دو صفتیں ہوں اور ان میں سے ایک مفرد اور ایک جملہ ہو تو مفرد والی صفت کو جملہ والی صفت پر مقدم کرتے ہیں یہاں ایسا نہیں کیا گیا؟

جواب ①: یہ قاعدہ کلی نہیں اکثری ہے قرآن میں ہے هٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ جس میں انزلنا یہ کتاب کی صفت اول ہے جو کہ جملہ ہے اور مبارك صفت ثانی ہے جو مفرد ہے تو ثابت ہوا کہ یہ قاعدہ کلی نہیں۔

جواب ②: مفرد کو مؤخر اور وضع کو مقدم کر کے طالب علم کو ایک فائدہ بتایا کہ ہر چیز کو پہلے صفت لگتی ہے وضع کی، پھر صفت لگتی ہے افراد ترکیب کی یعنی پہلے شئ کی وضع کی جاتی ہے، شئ بنائی جاتی ہے بعد میں وہ مفرد و مرکب کے ساتھ متصف ہوتی ہے اگر وضع کو مؤخر اور مفرد کو مقدم کرتے تو یہ خلاف مقصود لازم آتا۔

دوسری ترکیب : منصوب پڑھنا بھی غلط ہے کیونکہ منصوب پڑھا جائے تو یہ رسم الخط کے قاعدے کے خلاف بنے گا کیونکہ رسم الخطی

کا قاعدہ ہے کہ منصوب کے آخر میں الف لکھا جاتا ہے حالانکہ یہاں پر الف نہیں ہے۔

جواب: یہ قاعدہ اکثری ہے قرآن مجید میں اسکے خلاف موجود ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً۔

فائدہ: اس رسم الخطی قاعدے کے لئے چند شرطیں ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے نصب یقینی ہو اور یہاں پر نصب یقینی اور متعین نہیں بلکہ دو اور اعراب کا احتمال ہے لہٰذا الف نہیں لکھا گیا اور نہ ہی لانا چاہیے تھا۔

سوال: مفردًا منصوب ہونے کی صورت میں آپ نے کہا کہ وضع کی ضمیر سے حال ہے حالانکہ حال فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے اور وضع کی ضمیر تو نائب فاعل ہے؟

جواب: نائب فاعل اگرچہ فاعل حقیقی نہیں ہوتا لیکن فاعل حکمی تو ہے۔

سوال: ہم تسلیم کرتے ہیں وضع کی ضمیر سے حال بنانا درست ہے لیکن معنی سے حال بنانا جائز نہیں اس لئے کہ حال فاعل یا مفعول سے ہوتا ہے اور معنی نہ فاعل نہ مفعول؟

دوسرا سوال: معنی ذوالحال نکرہ ہے اور قاعدہ ہے کہ ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہوتا ہے حالانکہ یہاں حال مقدم نہیں لہٰذا معنی سے حال بنانا کسی صورت میں جائز نہیں؟

جواب: پہلے سوال کا جواب: کہ معنی اگرچہ حقیقتاً مفعول نہیں لیکن حکماً مفعول ہے۔

دوسرے سوال کا جواب: آپ نے جو قاعدہ بیان کیا یہ قاعدہ نامکمل ہے جہاں وہ قاعدہ ہے وہاں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اگر ذوالحال نکرہ مجرور ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب نہیں ہوتا تو یہاں پر بھی ذوالحال مجرور ہے۔

تیسری ترکیب: مجرور پر سوال یہ ہوتا ہے مفرد کو مجرور پڑھنا غلط ہے اس لئے کہ اس صورت میں معنی کی صفت بنتی ہے جس سے یہ وہم پیدا ہوگا کہ معنی کو اولاً صفت مفرد کی لگتی ہے پھر وضع کی کیوں کہ ضابطہ ہے جب کسی موصوف کی صفت پر حکم لگایا جائے تو صفت پہلے پائی جاتی ہے اور حکم بعد میں لگتا ہے جیسے جاء نی رجل عالم تو رجل عالم موصوف صفت پر مجیئت کا حکم ہے تو رجل میں علم والی صفت پہلے سے پائی جارہی ہے اور مجیئت والا حکم بعد میں اور یہاں پر بھی معنی مفرد موصوف بالصفت پر حکم ہوگا وضع کا تو اس قاعدہ کی بنا پر معنی کے اندر افراد ترکیب والی صفت پہلے پائی جائے گی اور وضع والا حکم بعد میں حالانکہ تم نے ابھی تصریح کی ہے ہر چیز کو پہلے صفت وضع کی لگتی ہے پھر افراد و ترکیب کی؟

جواب: یہاں مجاز بالمشارفت ہے یعنی جو صفت و حکم بعد میں لگنا تھا اسے پہلے لگا دیا جائے جیسے قرآن مجید میں ہے اَعْصِرُ خَمْرًا اور حدیث میں ہے من قتل قتیلاً فلہ سلبہ اور اسی طرح طالب علم کو مولوی کہہ دیا جائے یہ باعتبار مایؤل الیہ کے ہے یہاں پر بھی ایسے ہے کہ معنی کو جو بعد میں مفرد مرکب کی صفت لگنی تھی لیکن مجازاً پہلے لگا دی۔

سوال : الکلمۃ مبتدا مؤنث ہے اور لفظ خبر مذکر ہے حالانکہ مبتدا خبر کے درمیان تذکیر و تانیث کی مطابقت ضروری ہے جو یہاں موجود نہیں ہے؟

جواب : اس مطابقت کے لئے آٹھ شرطیں ہیں۔

① مبتدا خبر دونوں اسم ظاہر ہوں، **احترازی مثال** : ھی اسم وفعل و حرف ۔

② خبر مشتق ہو **احترازی مثال** : الکلمۃ لفظ ۔

③ خبر حامل لضمیر مبتدا ہو **احترازی مثال** : زینب ماہ وجور ممتنع ۔

④ خبر اسم تفضیل مستعمل بمن نہ ہو الصلوہ خیر من النوم ۔

⑤ خبر الفاظ مشترک بین المذکر والمؤنث نہ ہو **احترای مثال** : المراءۃ جریح وصبور۔

⑥ خبر الفاظ مختصہ بالمؤنث نہ ہو **احترازی مثال** : انت طالق، حائض ۔

⑦ خبر اسمائے متوغلہ فی الابہام میں سے نہ ہو اور اسمائے متوغلہان کو کہا جاتا ہے جو باوجود اضافت الی المعرفۃ ہونے کے معرفہ، نہیں ہو سکتے جیسے لفظ مثل، غیر، وشبہ، قبل، بعد ۔

⑧ خبر مبالغہ کا صیغہ بھی نہ ہو اب جواب کا حاصل یہ ہوا یہ کہ یہاں پھر دوسری اور تیسری شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ خبر لفظ مصدر ہے اور قاعدہ ہے المصدر کالخنثیٰ لا یذکر ولا یونث ۔

قولہ : وھی منحصرۃ فی ثلٰثۃ اقسام اسم وفعل وحرف

ترجمہ: اور وہ کلمہ تین قسموں میں بند ہے یعنی اسم اور فعل اور حرف میں۔

تشریح : مصنفؒ کلمہ کی تعریف کے بعد تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں ① اسم ② فعل ③ حرف۔

سوال : چونکہ ھی ضمیر کا مرجع لفظ کلمہ ہے یا مفہوم کلمہ جس کو بھی بناؤ وہی غلط ہے اگر لفظ کلمہ کو بناؤ تو الکلمۃ اسم ہے تو یہ اسم کی تقسیم ہو جائے گی کہ اسم کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل و حرف اور یہ انقسام الشئ الی نفسہ والی غیرہ ہے جو کہ باطل ہے اور اگر مفہوم کلمہ بناؤ گے تو تقسیم ٹھیک ہو گی لیکن راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہو گی؟

جواب : ہم ضمیر کا مرجع لفظ کلمہ کو بناتے ہیں اور تقسیم مفہوم کلمہ کی کرتے ہیں جیسے: جاء نی زید میں فعل کا اسناد لفظ زید کی طرف ہے لیکن مجیت ذات زید کے لئے ثابت ہے۔

فائدہ : اسم و فعل و حرف تین ترکیبیں جائز ہیں قاعدہ اگر پہلے متعدد چیزوں کا بیان ہوا اجمالی طور پر اور بعد میں اس کی تفصیل ہو تو وہاں تین ترکیبیں جائز ہیں۔ ضوابط نحویہ میں دیکھئے۔

یہاں پر بھی ثلثة اقسام متعدد کے بعد ان کا ذکر ہے ① ان کو مرفوع پڑھنا جائز ہے تقدیر عبارت ھی اسم و فعل و حرف ② ان کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے کہ مفعول بہ ہوں فعل محذوف کے اعنی اسمًا و فعلًا و حرفًا ③ مجرور پڑھنا بھی جائز ہے کہ یہ معطوفات ملکر بدل بنیں گے ثلاثة اقسام سے۔

سوال : اسم کو فعل پر اور فعل کو حرف پر کیوں مقدم کیا؟

جواب : اسم اپنے وجود اور افادہ میں مستقل ہے فعل اور حرف کا محتاج نہیں کیونکہ یہ مسند بھی ہوتا ہے اور مسند الیہ بھی اس لئے اسکو مقدم کر دیا اور فعل اپنے وجود اور افادہ میں اسم کا محتاج تھا اس لئے اسکو مؤخر کر دیا اور حرف اسم کا بھی محتاج ہے اور فعل کا بھی محتاج ہے کیونکہ یہ نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ اس لئے حرف کو دونوں مؤخر سے کر دیا۔

قولہ : **لانهااِماان لاتدل علیٰ معنی فی نفسها وهوالحرف اوتدل علی معنی فی نفسها ویقترن معناها باحد الازمنة الثلٰثة وهوالفعل اوتدل علی معنی فی نفسهاولم یقترن معناهابه وهوالاسم**

ترجمہ: اس لئے کہ تحقیق وہ کلمہ یانہیں دلالت کرے گا اپنے معنی پر بذاتِ خود اور وہ حرف ہے یا دلالت کرے گا اپنے معنی پر بذاتِ خود اور ملا ہوا ہوگا اس کا معنی تین زمانوں (ماضی، حال، مستقبل) میں سے کسی ایک کے ساتھ اور وہ فعل ہے یا دلالت کرے گا اپنے معنی پر بذاتِ خود اور نہیں ملا ہوا ہوگا اس کا معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اور وہ اسم ہے۔

تشریح : مصنفؒ اس عبارت میں وجہ حصر کی دلیل حصر بیان فرما رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں کہ وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہوگا یا نہیں اگر اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو تو وہ حرف ہے اگر اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کا معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن ہوگا یا نہیں اگر مقترن ہو تو وہ فعل ہوگا اور اگر اس کا معنی مستقل ہو اور تین زمانوں میں سے کسی کے ساتھ مقترن نہ ہو تو وہ اسم ہوگا۔

سوال : آپکی اس دلیل حصر کا مدار دلالت اور عدم دلالت ہے حالانکہ کلمہ کے مفہوم اور تعریف میں دلالت کا ذکر ہی نہیں لہٰذا یہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہ ہوئی؟

جواب : اگرچہ دلالت کا ذکر کلمہ کی تعریف میں صراحۃً نہیں لیکن ضمناً ہے اس لئے کہ اس میں وضع کا ذکر ہے اور وضع دلالت کو مستلزم ہے۔

سوال : فی نفسها کا کیا مطلب ہے؟

جواب : فی نفسها کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ باعتبار ذات کے اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی ضم ضمیمہ کا محتاج نہ ہو۔

سوال : آپ نے حرف کی تعریف میں دلالت کی نفی کر دی جس سے وضع کی بھی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ دلالت تو عام ہے اور وضع

خاص ہے اور قاعدہ ہے کہ عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جایا کرتی ہے لہٰذا جب وضع کی نفی ہوئی تو حرف مہمل بن جائے گا حالانکہ حرف کلمہ کی قسم ہونے کی وجہ سے موضوع ہے مہمل نہیں؟

جواب : ضابطہ ہے جب مقید بالقید پر نفی داخل ہو تو عموماً قید کی نفی ہوتی ہے یہاں پر لا تدل علی معنی فی نفسہا میں دلالت مقید ہے فی نفسہا کی قید کے ساتھ لہٰذا لا جب اس پر داخل ہوا تو مطلق دلالت کی نفی نہیں ہوگی بلکہ دلالت مقیدہ کی نفی ہوگی۔

سوال : تقسیم میں آپ نے حرف کو مؤخر کیا اور دلیل حصر میں اس کو کیوں مقدم کیا اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب : اسکی وجہ یہ ہے کہ تقسیم میں تو حرف کو مؤخر کر کے اسکا مرتبہ بیان کر دیا کہ یہ اسم وفعل سے کم درجے کا ہے اور تقسیم میں آخری کنارے پر اور وجہ حصر میں اول کنارے پر ذکر کر کے حرف کے لغوی معنی کی طرف اشارہ کیا کہ حرف کا لغوی معنی کنارہ ہے۔ بعض نے جواب دیا کہ حرف کی تعریف کیونکہ عدمی تھی اور عدم وجود سے مقدم ہوتا ہے اس لئے حرف کو مقدم کر دیا بعض نے جواب دیا کہ اختصار کے پیش نظر ایسا کیا گیا ہے۔

فائدہ : یاد رکھیں! جب حروف کو انکے اسماء کے ساتھ شمار کیا جائے مثلاً کہا جائے الباء و المیم و اللام وغیرہ تو انکو حروف ہجاء کہا جاتا ہے اور جب یہ حروف کسی کلمہ کی جز بنیں تو انکو حروف مبانی کہا جاتا ہے اور جب انکے کوئی معنی ہوں تو اس وقت انکو حروف معانی کہا جاتا ہے۔

قولہ : فحدالاسم کلمةٌ تدُلُّ علیٰ معنًی فی نفسها غیر مقترن باحدالازمنة الثلٰثةِ اعنی الماضی والحال والاستقبال کرجل وعلم

ترجمہ: پس تعریف اسم کی یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے ایسا معنی جو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو میری مراد زمانہ ماضی، حال اور استقبال ہے جیسے رجل اور علم۔

تشریح : مصنفؒ اسم کی تعریف بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اسم وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو حاصل ہونے والا اس کی ذات میں اور نہ ملا ہوا ہو تین زمانوں میں سے کسی ایک کی ساتھ۔

سوال : آپکی تعریف جامع بھی نہیں مانع بھی نہیں جامع تو اس لئے نہیں کہ اسماء افعال پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں زمانہ پایا جاتا ہے حالانکہ آپ نے تعریف میں یہ کہا کہ جس میں زمانہ نہ پایا جائے اور مانع اس لئے نہیں کہ افعال منسلخہ عسی، کاد، کرب وغیرہ پر یہ تعریف صادق آتی ہے کیونکہ ان میں عدم اقتران زمانہ پایا جاتا ہے جو کہ اسم کی تعریف میں شرط تھا۔

جواب : اقتران زمانہ کی شرط وضع اول کے اعتبار سے ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسماء افعال میں وضع اول کے اعتبار سے زمانہ

نہیں پایا جاتا لہٰذا یہ تعریف جامع ہوگئی اور افعال منسلخہ میں وضع اول کے اعتبار سے زمانہ پایا جاتا ہے لہٰذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع بھی ہوگی۔

سوال : آپکی تعریف پھر بھی جامع نہیں کیونکہ اسم فاعل واسم مفعول پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں اقتران زمانہ موجود ہے؟

جواب : عدم اقتران زمانہ باعتبار فہم کے شرط ہے یعنی لفظوں سے اقتران زمانہ نہ سمجھا جائے اور اسم فاعل اور اسم مفعول میں باعتبار فہم کے عدم اقتران زمانہ ہے یعنی زمانہ نہیں البتہ خارجی طور پر زمانہ ہوگا۔

سوال : پھر بھی آپکی تعریف جامع نہیں جیسے الیوم، الامس، غدا ان میں باعتبار فہم کے زمانہ پایا جاتا ہے؟

جواب : ان اسماء میں باعتبار معنی اور فہم کے زمانہ قطعاً نہیں پایا جاتا آپکو جو زمانہ نظر آرہا ہے وہ ان الفاظ کا معنی ہے۔

سوال : آپکی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ فعل مضارع پر یہ تعریف صادق آتی ہے کیونکہ ان میں ایک نہیں بلکہ دو زمانے پائے جاتے ہیں جبکہ آپ نے ایک زمانے کی نفی کی ہے؟

جواب اول: ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ فعل مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں کیونکہ استعمال میں بیک وقت ایک ہی زمانہ پایا جاسکتا ہے۔

جواب ثانی : اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب ایک زمانے کے پائے جانے سے وہ کلمہ اسم کی تعریف سے نکل جاتا ہے تو دو زمانے پائے جانے سے بطریق اولی نکل جائے گا۔

سوال : آپکی تعریف جامع نہیں فوق، تحت، قدام، خلف وغیرہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ جب تک ان کا مضاف الیہ مذکور نہیں ہوتا اس وقت تک ان کی اپنے معنی پر دلالت نہیں ہوا کرتی لہٰذا یہ دلالت میں ضم ضمیمہ کے محتاج ہیں حالانکہ آپ نے کہا کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں اسم محتاج نہیں ہوتا ہے؟

جواب : یہ اسماء وضع کے اعتبار سے مستقل بالمفہوم ہیں ہاں البتہ باعتبار استعمال کے مستقل نہیں لہٰذا اعتبار وضع کا ہوا کرتا ہے استعمال کا نہیں۔

اعنی الماضی والحال والاستقبال یہ تین زمانوں کا بیان ہوگیا کہ وہ تین زمانے ایک ماضی ہے ما تقدم جو گزر گیا ہے اور دوسرا زمانہ حال ہے ما انت فیہ فی زمان التکلم اور تیسرا زمانہ استقبال ہے جو ما تاخر عن الحال ہوتا ہے اور اسم کی دو مثالیں دیں ایک رجل ایک علم کی ایک مثال جامد اور ایک مصدر کی ہے۔

قولہ : وعلامتہ صحۃ الاخبار عنہ نحو زید قائم

ترجمہ: اور اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو جیسے زید قائم۔

تشریح : مصنفؒ اسم کی تعریف بیان کرنے کے بعد اسم کی علامات وخواص بیان کرر ہے ہیں کیونکہ تعریف سے شی کا وجود ذہنی معلوم ہوتا ہے اور علامات اور خواص سے وجود خارجی معلوم ہوتا ہے اس لئے علامات کا بیان کرنا چاہتے ہیں۔

علامت : بمعنی نشانی اور خواص خاصہ کی جمع ہے مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ شئ کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس میں پایا جائے غیر میں نہ پایا جائے۔

پہلی علامت :صحۃ الاخبار عنہ جس سے خبر دینا صحیح ہو یعنی محکوم علیہ ہونا اور مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے۔جیسے زید قائم میں زید مسند الیہ ہے۔

سوال : محکوم علیہ اور مخبر عنہ اور مسند الیہ کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : مسند الیہ اور محکوم علیہ ذات ہوا کرتا ہے اور ذات نہیں ہوتا مگر اسم لہٰذا اسکو اسم کا خاصہ بنایا۔

سوال : وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا اس میں لَا تُفْسِدُوْا یہ جملہ نائب فاعل مسند الیہ محکوم علیہ واقع ہو رہا ہے حالانکہ یہ اسم نہیں؟

جواب : اسم سے مراد عام ہے کہ اسم حقیقی ہو یا اسم تاویلی ہو یا اسم حکمی ہو۔

(ضوابط نحویہ)

قولہ : والاضافۃ نحو غلام زیدٍ

ترجمہ : اور مضاف ہونا جیسے غلام زید۔

تشریح : **دوسرا خاصہ** : اسم کا اضافت ہے جیسے غلام زید۔

سوال : اضافت کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : اضافت فائدہ دیتی ہے تعریف یا تخصیص یا تخفیف کا اور یہ تعریف وتخصیص وتخفیف نہیں پائی جاتی مگر اسم میں لہٰذا اس کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

قولہ :ودخول لام التعریف کالرجل

ترجمہ : اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل۔

تشریح : **تیسرا خاصہ**: اسم کا لام تعریف کا ہے۔

سوال : لام تعریف کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب : لام تعریف کا وضع کیا گیا ہے معنی مستقل مطابقی پر دلالت کرنے کے لئے اور معنی مستقل معین مطابقی نہیں پایا جاتا مگر اسم

میں لہٰذا اسکو اسم کا خاصہ بنادیا۔

اور حرف میں تو معنی مستقل ہے ہی نہیں اور فعل میں اگر چہ معنی مستقل ہوا کرتا ہے لیکن مطابقی نہیں بلکہ تضمنی ہوتا ہے یعنی فعل باعتبار معنی مصدری کے مستقل ہے لیکن باعتبار مجموعہ امور ثلاثہ کے مطابقی نہیں۔

سوال : تم نے کہا لام اسم کا خاصہ ہے حالانکہ لام تو حرف پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے لقد اور اسی طرح لام فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے لیضرب لیضربن ؟

جواب : مطلق لام اسم کا خاصہ نہیں بلکہ لام تعریف کا اسم کا خاصہ ہے۔

سوال : لام تعریف کا نہیں ہوتا بلکہ الف لام تعریف کا ہوا کرتا ہے تم نے فقط لام کو تعریف کا کیوں کہا ہے؟

جواب : یہاں پر تین مذھب ہیں امام سیبویہ، امام خلیل، امام ابو العباس مبرد کا۔ خلیل کے نزدیک الف لام دونوں کا مجموعہ تعریف کا ہے اور ابو العباس کا مذھب یہ ہے کہ فقط ہمزہ تعریف کا ہے لام کو ہمزہ استفہام اور ہمزہ تعریف میں فرق کرنے کے لئے لایا گیا ہے اور سیبویہ کا مذھب یہ ہے فقط لام تعریف کا ہوا کرتا ہے ہمزہ وصلی ابتدا میں سکون کی وجہ سے لایا گیا ہے چونکہ راجح مذھب سیبویہ کا تھا اسی لئے مصنف نے لام تعریف کا کہا الف لام تعریف کا نہیں کہا۔ تفصیل کے لئے کاشفہ صفحہ 40 دیکھیں۔

قولہ : والجر والتنوین نحو بزید

ترجمہ : اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے زید ۔

تشریح : چوتھا خاصہ : علامت اسم کی جر ہے جیسے بزید ۔

سوال : جر کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب : جر اثر ہے حرف جار کا اور حرف جار چونکہ مختص تھا اسم کے ساتھ اس کے اثر جر کو بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا تا کہ نہ لازم آئے اثر کا پایا جانا بغیر مؤثر کے۔

سوال : ہم دکھاتے ہیں کہ اثر بغیر مؤثر کے پایا جاتا ہے جیسے ان کا اثر نصب ہے اور ان فعل کے ساتھ خاص ہے لیکن اس کا اثر نصب وہ اسم میں بھی آجاتا ہے جیسے ان زید قائم ؟

جواب : اثر کی دو قسمیں ہیں ① جس کا مؤثر اور عامل ایک نوع ہو جیسے کہ جر کیلئے حروف جارہ ہیں ان میں اثر بغیر مؤثر کے نہیں پایا جاتا ② جس کا عامل اور مؤثر متعدد ہوں جیسے نصب اس کا عامل فعل بھی ہے حروف ناصبہ وغیرہ بھی ہے تو وہ اثر یہاں پر اختصاص نہیں ہوتا کہ یہ نصب اسم پر بھی آسکتی ہے فعل کے ساتھ بھی آسکتی ہے۔

پانچواں خاصہ : تنوین ہے جیسے بزید۔

سوال : تنوین کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : تنوین کی پانچ قسمیں ہیں

تناوین پنج اند اے پر عرض
تمکن تنکر ترنم تقابل عوض

ان پانچ تنوین میں سے چار اسم کا خاصہ ہے اور ایک قسم تنوین ترنم یہ عام ہے ان چار کی وجہ تخصیص یہ ہے

① تنوین تمکن : منصرف وغیر منصرف کے درمیان فرق کرتی ہے اور منصرف وغیر منصرف ہونا اسم کا خاصہ تھا تو اس کو بھی اسم کا خاصہ بنادیا۔

② تنوین تنکیر : یہ تعریف وتنکیر کے درمیان فرق کرتی تھی اور چونکہ تعریف وتنکیر اسم کے ساتھ خاص تھی اس لئے اس کو بھی اسم کے ساتھ خاص کردیا۔

③ تنوین عوض : یہ مضاف الیہ کے عوض ہوتی ہے اور اضافت چونکہ اسم کے ساتھ خاص تھی اس لئے اس کو بھی اسم کے ساتھ خاص کردیا۔

④ تنوین تقابل : یہ نون جمع سالم کے مقابلے میں تھی اور وہ نون اسم کے ساتھ خاص تھا تو اس کے مقابل کو بھی اسم کے ساتھ خاص کردیا۔

قولہ : والتثنية والجمع والنعت والتصغير والنداء فان كل هٰذه خواص الاسم

ترجمہ : اور تثنیہ ہونا اور جمع ہونا اور صفت ہونا اور مصغر ہونا اور منادی ہونا پس تحقیق یہ سب علامات اسم کے خاصے ہیں۔

تشریح : ساتواں خاصہ : تثنیہ وجمع ہے جیسے مسلمان مسلمون ۔

سوال : تثنیہ اور جمع کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : تثنیہ اور جمع مستلزم ہے تعدد کو اور تعدد نہیں پایا جاتا مگر اسم میں لہٰذا تثنیہ اور جمع کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

آٹھواں خاصہ : نعت اور صفت ہے جیسے رجل عالم ۔

سوال : نعت اور صفت کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : صفت یہ زیادتی معنی کے لئے آتی ہے اور زیادتی والا معنی نہیں پائی جاتی مگر اسم میں تو اس کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

نواں خاصہ : تصغیر ہے جیسے رجیل ۔

سوال : تصغیر کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : تصغیر یہ دلالت کرتی ہے قلت اور حقارت، یا محبت یا عظمت حاصل کرنے کے لئے یہ معانی نہیں پائے جاتے مگر اسم میں لہٰذا تصغیر کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

دسواں خاصہ : ندا ہے مراد منادیٰ

سوال : منادیٰ کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : منادیٰ اثر ہے حرف ندا کا اور حرف ندا چونکہ اسم کا خاصہ تھا تو منادیٰ کو بھی اسم کا خاصہ بنادیا۔

سوال : تم نے دس خواص اسم کے بتائے حالانکہ بہت سے اسماء ایسے ہیں جن میں بعض خاصے پائے جاتے ہیں اور بعض نہیں پائے جاتے جیسے زید یہ اسم تو ہے لیکن اس پر الف لام بھی نہیں تصغیر وغیرہ بھی نہیں ہے حالانکہ خاصہ وہ ہوتا ہے جو شئی میں پایا جائے غیر میں نہ پایا جائے؟

جواب : خاصہ دو قسم پر ہے ① خاصہ شاملہ ② خاصہ غیر شاملہ۔

خاصہ شاملہ : وہ ہوتا ہے جو کہ ذوالخاصہ کے تمام افراد میں پایا جائے جیسے ضحك بالقوہ انسان کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے۔

خاصہ غیر شاملہ : جو ذوالخاصہ کے بعض افراد میں پایا جائے بعض میں نہ پایا جائے جیسے ضحك بالفعل یہ بعض انسان کے بعض افراد میں پایا جاتا ہے بعض میں نہیں پایا جاتا تو یہاں پر خاصہ سے مراد خاصہ غیر شاملہ ہے۔

قولہ : **ومعنى الاخبار عنه ان يكون محكوما عليه لكونه فاعلا او مفعولا او مبتدأ**

ترجمہ: اور معنی اخبار عنہ کا یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ ہو سکے بوجہ ہونے اس کے فاعل یا مفعول مالم یسمہ فاعلہ یا مبتداء۔

تشریح : یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : اسم کی پہلی علامت کو مصنف نے اخبار عنہ سے تعبیر کیا جس سے یہ وہم پڑتا ہے کہ اخبار عنہ سے مراد اسم کا مبتدا ہوتا ہے جس سے یہ وہم ہوا کہ شاید مبتدا کے علاوہ فاعل نائب فاعل وغیرہ کوئی چیز مخبر عنہ نہیں ہو سکتی؟

جواب : مصنفؒ نے اس وہم کو دور کر دیا کہ اخبار عنہ سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ محکوم علیہ مبتدا اور فاعل بھی ہوا کرتا ہے اور مفعول مالم یسم فاعلہ بھی ہوا کرتا ہے۔

نیز اس وہم کو بھی دور کر دیا کہ اخبار عنہ تو جملہ خبریہ کے ساتھ خاص ہے تو مطلب یہ نکلے گا کہ جملہ انشائیہ میں فاعل نائب فاعل کا کوئی اسم ہونا ضروری نہیں تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے فاندفع الاشکال۔

قولہ : **ويسمّٰى اسما لسموه على قسيميه لا لكونه وسمًا على المعنى**

ترجمہ: اور نام رکھا جاتا ہے اس اسم کا بوجہ بلند ہونے اس کے اپنے دونوں قسیموں پر نہ اس وجہ سے کہ وہ علامت ہے اپنے معنی پر۔

تشریح : مصنفؒ اسم کی وجہ تسمیہ بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں بصریین اور کوفین کا اس کے مادہ اشتقاق میں اختلاف ہے۔
بصرین کا مذھب : اس کا اصل سمو تھا واو کو حذف کر دیا سین کے اعراب کو میم کی طرف منتقل کر دیا ابتدا میں سکون کی وجہ سے ہمزہ وصلی لایا گیا۔
بصریین کی دلیل : اسم کی تصغیر سمی آئی ہے اور جمع مکسر اسماء ہے اور ضابطہ ہے التصاغیر و التکاسیر تردان الاشیاء الی اصولھا اگر اصل وسم ہوتا تو اس کی تصغیر وسیم اور جمع مکسر او سام ہوتا۔
وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ اسم کا معنی بلند ہونا ہے اور چونکہ یہ اسم بھی اپنے دونوں قسموں یعنی فعل وحرف پر بلند ہوتا ہے کیونکہ یہ مسند اور مسند الیہ دونوں ہوتا ہے جس سے کلام مرکب ہوتی ہے اس لئے اس کا نام اسم رکھ دیا۔
کوفین کا مذھب: اسم اصل میں وسم تھا واو کو حذف کر کے اس کے بدلے ہمزہ وصلی لایا گیا وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ وسم کا معنی ہوتا ہے نشانی چونکہ اسم بھی اپنے معنی پر علامت ونشانی ہوتا ہے اس لئے اس کا نام اسم رکھ دیا گیا ہے لیکن بصریین کا مذھب راجح تھا اس لئے مصنف نے لا لکونہ وسما علی المعنی سے کوفین کے مذھب کو رد کر دیا۔

قولہ : وحدالفعل کلمة تدل علی معنی فی نفسھادلالة مقترنة بزمان ذلك المعنی کضرب ، یضرب ، اضرب

ترجمہ: اور فعل کی تعریف، فعل وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو ہونے والا ہو اس کی ذات میں ایسی دلالت جو ملی ہو اس معنی کے زمانہ کے ساتھ جیسے ضرب ، یضرب ، اضرب ۔
تشریح : اسم کی تعریف اور خواص بیان کرنے کے بعد مصنفؒ فعل کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔
سوال : فعل کی یہ تعریف جامع بھی نہیں مانع بھی نہیں جامع اس لئے نہیں کہ افعال منسلخہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں زمانہ نہیں پایا جاتا اور مانع اس لئے نہیں کہ اسمائے افعال پر صادق آتی ہے؟
جواب : گزر چکا ہے۔
سوال : یہ تعریف جامع نہیں کہ فعل مضارع پر صادق نہیں آتی کیونکہ فعل مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں حال واستقبال حالانکہ آپ نے فعل کی تعریف میں کہا کہ ایک زمانے کے ساتھ اقتران ہو۔
جواب : مضارع کے بارے میں اختلاف ہے جس میں تین مذھب ہیں۔
مذھب اول : مضارع کی وضع فقط زمانہ استقبال کے لئے ہے اور حال میں استعمال مجازی ہے۔
مذھب ثانی : مضارع کی وضع حال کے لئے ہے اور زمانہ استقبال میں استعمال مجازی ہے۔

مذھب ثالث : مضارع کی وضع دونوں زمانوں کے لئے اب یہ اعتراض اسی مذھب پر وارد ہوتا ہے نہ کہ پہلے دو مذاہب پر جس کا جواب یہ ہے۔

جواب : مضارع کے اندر دونوں زمانے بیک وقت نہیں پائے جاتے بلکہ علی سبیل البدلیت پائے جاتے ہیں لہٰذا زمانہ بالفعل ایک ہی موجود ہوگا تو ہماری تعریف جامع ہوئی۔

قولہ :وعلامته ان یصح الاخبار به لاعنه

ترجمہ: اور علامت اس کی یہ ہے کہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو نہ کہ اس سے۔

تشریح : مصنفؒ فعل کی علامات بیان کرنا چاہتے ہیں یاد رکھیں علامت اسم جنس ہے جو کہ اپنے تمام افراد کو شامل ہے اسی وجہ سے جمع لانے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے علامت کہا ہے علامات نہیں کہا۔

پہلی علامت : صحة الاخبار به جس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو۔

سوال : یہ مخبر بہ ، محکوم بہ ، مسند بہ ، فعل کی علامت کیوں بنایا گیا؟

جواب : کہ فعل حدث وعرض ہوتا ہے اور احداث اعراض مسند ہوتے ہیں اس لئے اس کو اس کا خاصہ بنا دیا۔

سوال : اسم بھی مسند ، محکوم بہ ، مخبر بہ ہوا کرتا ہے تو یہ فعل کا خاصہ کیسے بنتا ہے؟

جواب : صحة الاخبار به دو قسم پر ہے ① کہ وہ مخبر بہ کی صلاحیت رکھتے ہوئے مخبر عنہ کی صلاحیت بھی رکھتا ہو یعنی اس میں مسند اور مسند الیہ دونوں کی صلاحیت ہو ② مخبر بہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو لیکن مخبر عنہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ پہلے معنی کے اعتبار سے اسم کا خاصہ اور دوسری قسم کے اعتبار سے فعل کا خاصہ ہے۔

قولہ : ودخول قد والسین وسوف والجزم

ترجمہ: اور داخل ہونا قد اور سین اور سوف اور جزم کا۔

تشریح : **دوسری علامت** فعل کی قد ہے جیسے قد افلح۔

سوال : قد کو فعل کی علامت کیوں بنایا گیا ہے؟

جواب : قد وضع کیا گیا ہے ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے جیسے قد رکب الامیر من قبیل هذا اور اس طرح قد وضع کیا گیا ہے تحقیق وتقلیل کے لئے اور یہ معنی نہیں پائے جاتے مگر فعل میں لہٰذا انکو فعل کا خاصہ بنا دیا۔

تیسری علامت : سین۔ جیسے سیعلمون

چوتھی علامت : سوف جیسے سوف یعلمون۔

سوال : سین اور سوف کو فعل کی علامت کیوں بنایا؟

جواب : سین سوف یہ وضع کیا گیا ہے زمانہ استقبال کے لئے اور زمانہ نہیں پایا جاتا تھا مگر فعل میں اس لئے اس کو فعل کا خاصہ بنا دیا۔

پانچویں علامت : جزم ہے یہ فعل کا خاصہ ہے جیسے لم یضرب ۔

سوال : جزم کو فعل کا خاصہ کیوں بنایا گیا؟

جواب : جزم اثر ہے جوازم کا اور جوازم نہیں پائے جاتے مگر فعل میں اس لئے ان کا اثر جو جزم ہے انکو بھی فعل کے ساتھ خاص کر دیا تا کہ نہ لازم آئے اثر کا پایا جانا بغیر مؤثر کے۔

سوال : یہ جوازم فعل کے ساتھ کیوں مختص ہیں؟

جواب : لم اور لما یہ تو فعل کی نفی کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور لام امر طلب فعل کے لئے اور لا نہی ترک فعل کے لئے اور ان کی وضع ہے تعلیق شیٔ کے لئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نہیں پائے جاتے تھے مگر فعل میں تو ان جوازم کو فعل کے ساتھ مختص کر دیا۔

قولہ : والتصریف الی الماضی والمضارع

ترجمہ: اور ماضی اور مضارع کی طرف پھیرنا۔

تشریح : چھٹی علامت : تعریف ماضی اور مضارع ہے۔

سوال : تصریف الی الماضی والمضارع کو فعل کا خاصہ کیوں بنا دیا؟

جواب : ماضی اور مضارع کی طرف فعل کا یہ انقسام نہیں ہوتا مگر زمانہ کے اعتبار سے اور زمانہ نہیں پایا جاتا مگر فعل میں لہٰذا ان کو فعل کا خاصہ بنا دیا۔

قولہ : وکونہ امرا او نهیا

ترجمہ: اور امر یا نہی ہونا۔

تشریح : ساتویں علامت : امر ہونا جیسے اضرب ۔

آٹھویں علامت : نہی ہونا جیسے لا تضرب ۔

سوال : امر اور نہی کو فعل کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : امر اور نہی وضع کئے گئے ہیں طلب کے لئے اور طلب نہیں پائی جاتی مگر فعل میں۔

سوال : مصنف نے یوں کیوں نہیں کہا الی امر و نہی اور یوں تعبیر کیوں اختیار کی کونہ امرًا او نهيًا ؟

جواب : مصنف نے مذاھب ثلاثۃ کی رعایت رکھی ہے کہ فعل کی اقسام میں اختلاف ہے تین مذھب ہیں۔

پہلا مذھب : فعل کی دو قسمیں ماضی اور مضارع امر و نہی یہ مضارع سے مشتق ہیں۔

دوسرا مذھب : فعل کی تین قسمیں ہیں ماضی مضارع و امر۔

تیسرا مذھب : فعل کی چار قسمیں ہیں ماضی مضارع امر و نہی۔

قولہ : واتصال الضمائر البارزۃ المرفوعۃ نحو ضربتُ

ترجمہ: اور متصل ہونا ضمائر بارزہ مرفوعہ کا جیسے ضربت ۔

تشریح : نویں علامت : ضمائر بارزہ مرفوعہ کا متصل ہونا جیسے ضربت ضربت ضربت ۔

سوال : ان کو فعل کا خاصہ کیوں بنایا گیا؟

جواب : ضمائر بارزہ مرفوعہ یہ فاعل کی علامت ہوتی ہیں اور فاعل نہیں ہوتا مگر فعل کے لئے لہٰذا اس کو بھی فعل کا خاصہ بنادیا۔

قولہ : وتاء التانیث الساکنۃ نحو ضربتْ

ترجمہ: اور تائے تانیث ساکنہ کا متصل ہونا جیسے ضربتْ ۔

تشریح : دسویں علامت : تائے تانیث ساکنہ جیسے ضربتْ۔

سوال : تاء تانیث ساکنہ کو فعل کی علامت کیوں بنایا؟

جواب : تاء متحرکہ اسم کی علامت تھی تو تاء ساکنہ کو فعل کی علامت بنادیا۔

سوال : معاملہ برعکس کر لیتے تاء متحرکہ فعل اور تاء ساکنہ اسم کو دے دیتے ؟

جواب : اسم خفیف تھا اور فعل ثقیل اور قاعدہ ہے کہ ثقل تقاضہ کرتا ہے خفت کا اس لئے فعل کی علامت تائے تانیث ساکن کو بنادیا کیونکہ وہ خفیف ہے اور اسم کی علامت تائے متحرکہ کو بنادیا کیوں کہ وہ ثقیل ہے۔

قولہ : ونونَی التاکید فان کل ھٰذہٖ خواص الفعل

ترجمہ: اور تاکید کے دونون (یعنی نون ثقیلہ اور خفیفہ کا متصل ہونا) پس تحقیق یہ سب علامتیں فعل کے خاصے ہیں۔

تشریح : گیارہویں علامت : نون تاکید ہے۔

سوال : نون تاکید کی دونوں نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کو فعل کی علامت کیوں بنایا؟

جواب اول : نون ثقیلہ اور نون خفیفہ طلب کی تاکید کیلئے آتے ہیں اور طلب نہیں پائی جاتی مگر فعل میں لہٰذا ان کو فعل کا خاصہ بنادیا۔

جواب دوم : تائے تانیث ساکنہ فاعل کی تانیث پر دلالت کرتی ہے اور فاعل نہیں ہوتا مگر فعل کے لئے اس لئے اس کو فعل کی

علامت قرار دیا۔

سوال : فاعل تو اسم فاعل اور صفت مشبہ وغیرہ کا بھی ہوا کرتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ فاعل صرف فعل کا ہوا کرتا ہے یہ صحیح نہیں؟

جواب : اسم فاعل اور مفعول وصفت مشبہ وغیرہ وہ فروع ہیں انکو عاریۃً فاعل دیا گیا ہے۔

سوال : بہرحال صفات کے لئے بھی فاعل تو ثابت ہوگا تو انکی تانیث پر دلالت کرنے کے لئے کون سا حرف ہے۔

جواب : وہاں تاء تانیث متحرکہ لاحق ہوا کرتی ہے جیسے ضاربة وغیرہ۔

قولہ: ومعنی الاخبار بہ ان یکون محکومًا بہ۔

ترجمہ : اور معنی اخبار بہ کا یہ ہے کہ وہ فعل محکوم بہ ہو۔ یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : بعض افعال ایسے ہیں جن کا مخبر بہ ہونا صحیح نہیں جیسے امر نهی وغیرہ کیونکہ یہ افعال تو انشاء ہیں؟

جواب : اخبار به کا معنی محکوم بہ ہے اب یہ اخبار بہ جملہ خبریہ وانشائیہ دونوں کو شامل ہوگا کیونکہ خواہ فعل خبری ہو یا انشائی دونوں محکوم بہ ہوا کرتے ہیں۔

قولہ : ویسمّٰی فعلاباسم اصله وھو المصدر لان المصدر ھو فعل الفاعل حقیقة

ترجمہ: اور نام رکھا جاتا ہے اس فعل کا فعل اپنے اصل کے نام کے ساتھ اور وہ اصل مصدر ہے کیونکہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہے۔

تشریح : اس عبارت میں مصنف فعل کی وجہ تسمیہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ فعل کا اصطلاحی نام اس کے اصل یعنی مصدر کے نام سے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ فعل اصل میں مصدر کا نام تھا۔

باقی رہا مصدر کا نام فعل کیوں تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں فاعل کا فعل مصدر ہی ہوا کرتا ہے جیسے ضرب زید میں زید فاعل کا فعل ضرب کا مصدر ہے۔ یاد رکھیں! مصنف کے قول فعل الفاعل میں فعل سے مراد فعل لغوی ہے بعنوان دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ایک فعل لغوی ہے جو کہ معنی مصدری کو کہا جاتا ہے اور ایک فعل اصطلاحی ہے جو تین چیزوں سے مرکب ہوتا ہے۔

① معنی مصدری سے ② سے زمانے سے ③ نسبت الی الفاعل سے اور چونکہ فعل اصطلاحی متضمن ہے فعل لغوی کے معنے کو یہ تسمية المتضمن باسم المتضمن کے قبیل سے ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے۔ کہ فعل اصطلاحی کل ہے اور لغوی جز ہے تو تسمية الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے اور مصنف کی طرز کے مطابق یوں کہا جائے گا کہ یہ تسمية الفرع باسم الاصل کے قبیل سے ہے۔

قولہ : وحد الحرف کلمة لاتدل علی معنی فی نفسها بل تدل علی معنی فی غیرها نحو من فان معناها

الابتداء وهي لاتدل عليه الابعد ذكر ما منه الابتداء كالبصرة والكوفة مثلا تقول سرت من البصرة الى الكوفة

ترجمہ : اور تعریف حرف کی، حرف وہ کلمہ ہے جو نہ دلالت کرے اپنے معنی پر بذاتِ خود بلکہ اپنے معنی پر اپنے غیر کے ساتھ مل کر۔ جیسے من پس بے شک معنی اس کا ہے ابتداء خاص اور وہ لفظ من اس ابتدائے خاص پر دلالت نہیں کرتا مگر بعد ذکر کرنے اس چیز کے جس سے ابتداء ہو مثل بصرہ اور کوفہ کے۔ مثلاً تو کہے سرت من البصرة الى الكوفة۔

تشریح : مصنف فعل کی تعریف اور اس کی علامات کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد حرف کی تعریف بیان کر رہے ہیں کہ حرف وہ کلمہ ہے جو نہ دلالت کرے ایسے معنے پر جو اسکی ذات میں حاصل ہو اس کے غیر کے اعتبار میں۔

سوال : حرف جب اپنے معنے پر دلالت نہیں کرتا تو ایسے معنی پر کیسے دلالت کر سکتا ہے جو اس کے غیر میں ہو کیونکہ جو شئ اپنی حفاظت نہ کر سکے تو وہ غیر کیلئے کیسے محافظ بن سکتی ہے؟

جواب : یہاں فی معنی اعتبار کے ہے جیسے قاعدہ ہے الدار فی نفسها حکمها کذا یہاں پر فی اعتبار کے معنی میں ہے مطلب یہ ہوگا کہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنی ذات کے اعتبار سے دلالت نہ کرے بلکہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنے غیر کے اعتبار سے دلالت کرے یعنی اپنے معنے پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کے انضمام کی طرف محتاج ہو۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں یہ اسماء اضافیہ یعنی وہ اسماء جن کے مفہوم کا تصور موقوف ہوتا ہے دوسرے امر کے تصور پر جیسے فوق، تحت، اب و غیر یعنی اسماء ستہ یہ بھی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کے محتاج ہوا کرتے ہیں؟

جواب : ہماری مراد دلالت سے دلالت باعتبار اصل وضع کے ہے اور بات ظاہر ہے یہ اسماء لازم الاضافہ اب ابن وغیرہ۔ اور اسمائے اشارہ وغیرہ یہ سب استعمال میں محتاج ہیں لیکن وضع کے اعتبار سے سب کے سب مستقل بالفہوم ہیں۔ فاندفع الاشکال۔

نحو من فان معناها ...... مثلا تقول سرت من البصرة الى الكوفة مصنف حرف کی مثال پیش کرنا چاہتے ہیں جیسے حروف میں سے ایک حرف من ہے اس کی وضع ابتداء والے معنے کے لئے ہے لیکن یہ حرف اس ابتدا خاص والے معنے پر دلالت نہیں کرتا جب تک کہ اس کے ساتھ دوسرا کلمہ جس سے ابتدا ہو رہی ہو وہ ذکر نہ کیا جائے مثلاً بصرہ ہے کوفہ ہے جیسے کہا جاتا ہے سرت من البصرة الى الكوفة اور جب مِن کے ساتھ البصرة کہا اب اس من نے اپنے ابتدا خاص والے معنے پر دلالت کی ہے۔

یاد رکھیں! ابتدا دو قسم پر ہے ایک ابتداء مطلق دوسری ابتدء امقید اول ابتدء اکلی ہے عام ہے دوئم ابتدء امقید یہ جزئی ہے اور خاص ہے ابتداء اول جو ہے وہ معنی ہے لفظ ''ابتدء'' کا اور چونکہ لفظ ابتدء اسم ہے تو یہ ابتدا مطلق مستقل بالمفہوم ہے اور ابتداء خاص ابتدا

مقید یہ معنی حرف کا اس لئے یہ غیر مستقل بالمفہوم ہے اسی وجہ سے مصنف نے الابتداء کو معرف باللام لاکر اشارہ کر دیا یہاں ابتدا سے مراد ابتدا خاص ابتدا جزئی ہے۔

قولہ : وعلامته ان لایصح الاخبار عنه ولا به وان لایقبل علامات الاسماء ولاعلامات الافعال

ترجمہ: اور علامت اس حرف کی یہ ہے کہ نہ صحیح ہو اس کا مخبر عنہ ہونا اور نہ ہی مخبر بہ ہونا اور یہ کہ نہ قبول کرے اسم وفعل کی علامات کو۔

تشریح : مصنفؒ حرف کی علامت بیان کرنا چاہتے ہیں اسکی پہلی علامت یہ ہے کہ نہ اس سے خبر دینا صحیح ہوتا ہے نہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہوتا ہے یعنی حرف نہ محکوم علیه ہوتا ہے نہ محکوم به اس لئے کہ دونوں مستقل بالمفہوم ہوا کرتے ہیں اور حرف چونکہ مستقل بالمفہوم نہیں رکھتا اسی لئے حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ ہوتا ہے اور دوسری علامت یہ بیان کی کہ یہ اسماء اور افعال کی علامت کو قبول نہیں کرتا اس لئے کہ ان کے اندر علامتوں کا تقاضا ہی نہیں لہذا جب تقاضا ہی نہیں تو یہ اسم اور فعل کی علامتوں کو قبول بھی نہیں کرے گا۔

سوال : مصنف کا ان لا یصح کے بعد ان لا یقبل ذکر کرنا غلط ہے کیونکہ ان لا یصح ان لا یقبل کو شامل ہے؟

جواب : یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔

قولہ : وللحرف فی کلام العرب فوائد کالربط بین الاسمین نحو زید فی الدار او الفعلین نحو اُرید ان تضرب او اسم وفعل کضربت بالخشبة او الجملتین نحو ان جاء نی زید اکرمته وغیر ذٰلك من الفوائد التی تعرفها فی القسم الثالث ان شاء اللّٰه تعالیٰ ۔

ترجمہ: اور حرف کے کلام عرب میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً دو اسموں میں ربط دینا جیسے زید فی الدار یا دو فعلوں میں جیسے ارید ان تضرب یا اسم اور فعل میں جیسے ضربت بالخشبة یا دو فعلوں میں جیسے ان جاء نی زید اکرمته اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں جن کو تو معلوم کرے گا قسم ثالث میں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح : یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جب حرف نہ مسند اور نہ مسند الیه واقع ہوتا ہے نہ اسم کی علامتوں کو قبول کرتا ہے نہ فعل کی علامتوں کو قبول کرتا ہے تو اس کا کلام عرب میں ذکر کرنا بیکار ہے؟

جواب : حروف کے لئے کلام عرب میں بہت سارے فوائد ہیں لہذا اس سے بحث کرنا بے فائدہ نہیں ہوگا اور فوائد میں سے یہ فائدہ ہے کہ یہ دو اسموں کے درمیان ربط دیتا ہے جیسے زید فی الدار اگر فی حرف یہاں نہ ہوتا تو زید الدار کا کوئی معنی نہ بن سکتا تھا اسی طرح دو فعلوں کے درمیان اسم اور فعل کے درمیان، دو جملوں کے درمیان یہ ربط دیتا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی فوائد ہیں جن

کی تفصیل القسم الثالث حروف کی بحث میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولہ : ویسمّی حرفالوقوعہٖ فی الکلام حرفاای طرفا

ترجمہ: اورنام رکھا جاتا ہے اس کا حرف بسبب واقع ہونے اس کے کلام میں ایک طرف۔

تشریح : حرف کی وجہ تسمیہ کا بیان کہ حرف کو حرف کیوں کہتے ہیں حرف کا معنی ہوتا ہے طرف اور کنارہ چونکہ یہ بھی کلام میں طرف اور کنارہ پرواقع ہوتا ہے اس لئے اسے حرف کہا جاتا ہے

قولہ : اذلیس مقصودبالذات مثل المسندوالمسندالیہ

ترجمہ: اس لئے کہ یہ حرف نہیں ہوتا مقصود بالذات مثل مسند اور مسند الیہ کے۔

تشریح : یہ عبارت سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال : آپ نے کہا حرف یہ طرف کلام میں واقع ہوتا ہے حالانکہ یہ وسط کلام میں بھی واقع ہوتا ہے جیسے زید فی الدار ؟

جواب : یہاں طرف سے مراد اسم اور فعل کی طرف مقابل ہے یعنی جس طرح اسم وفعل مقصود بالذات ہوتے ہیں یعنی مسند اور مسند الیہ ہوتے ہیں یہ ان کے طرف مقابل ہے یعنی یہ مسند اور مسند الیہ واقع نہیں ہوتا۔

بحث کلام

فصل:الکلام لفظٌ تضمن کلمتَیْنِ بِالْاِسْنَادِ

ترجمہ: کلام وہ لفظ ہے جو متضمن ہو دو کلموں کو ساتھ اسناد کے۔

تشریح : مصنف نحو کا موضوع کلمے کی تعریف اور اس کے اقسام اور علامات کے بیان کرنے کے بعد اب نحو کا دوسرا موضوع کلام کی تعریف اور تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں اس فصل میں کلام کی تعریف یہ ہے کہ کلام وہ لفظ ہے جو متضمن ہو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ یعنی ایک کلمہ مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو۔

سوال : یہ آپکی تعریف غلط ہے اس لئے کہ یہاں اتحاد المتضمِّن والمتضمَّن کی خرابی لازم آتی ہے حالانکہ متضمن اور ہوتا ہے متضمن اور ہوتا ہے جیسے لوٹا ے میں پانی ہو تو لوٹا متضمن اور پانی متضمن ہے اور یہاں پر زید قائم کلام بھی ہے جو کہ متضمن ہے اور یہ دو کلمے بھی ہے جو کہ متضمن ہے؟

جواب : حیثیت کے اعتبار سے فرق ہے اجتماعی حیثیت سے متضمن ہے اور انفرادی حیثیت سے متضمن ہے اور قاعدہ ہے کہ حیثیت بدل جائے تو حکم بھی بدل جاتا ہے۔

سوال : آپکی تعریف جامع نہیں کہ یہ اضرب اور لا تضرب پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ ایک کلمہ ہے دو کلمے نہیں حالانکہ یہ کلام ہے بالاتفاق؟

جواب : اس میں دوسرا کلمہ ضمیر مستتر ہے۔

سوال : پھر بھی یہ تعریف جامع نہیں زید قائم ابوہ اور زید قام ابوہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں تو چار کلمے موجود ہیں؟

جواب : ہم نے اقل درجہ بیان کیا ہے کہ کلام کے لئے کم سے کم دو کلمے ہونا ضروری ہے زیادہ کی ہم نے بالکل نفی نہیں کی لہٰذا ہماری تعریف جامع ہوگئی۔

سوال : یہ تعریف دو جملوں پر صادق آتی ہے جیسے ان جاء نی زید ااکرمتہ کیونکہ وہ بھی ایک ہی کلام ہے؟

جواب : صادق آتی ہے تو آنے دو کیونکہ کلام تو فقط جزاء ہے اور شرط تو اس کے لئے محض قید ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قیودات کلام سے خارج ہوا کرتے ہیں۔

سوال : یہ تعرف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ غلام زید پر صادق آتی ہے کہ غلام زید اس میں بھی دو کلمے موجود ہیں؟

جواب : بالاسناد کی قید سے یہ خارج ہو جاتا ہے اس لئے کہ دو کلمے ایسے ہوں کہ ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو۔

سوال : بالاسناد کی بجائے بالاخبار کہہ دیتے تب بھی یہ مقصد حل ہو جاتا؟

جواب اول : اخبار کا استعمال ان اسناد میں ہوتا ہے جو جملہ خبریہ میں ہوں جملہ انشائیہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

جواب ثانی : اخبار خاص ہے جملہ خبر کے ساتھ اور اسناد عام ہے جملہ خبریہ پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ پر بھی اور یہاں چونکہ اسناد سے مراد عام تھا جو کہ جملہ خبریہ و انشائیہ دونوں کو شامل ہو اس لئے اخبار کا لفظ نہیں لائے اسناد کا لفظ لے آئے۔

یاد رکھیں! بالاسناد ظرف لغو ہے تضمن کے لئے یا باعتبار موصوف محذوف کے مفعول مطلق ہے تقدیری عبارت یوں ہوگی۔

قولہ : والاسنادنسبة احدى الكلمتين الى الاخرى بحيث تفيدالمخاطب فائدة تامة يصح السكوت عليها نحو زيد قائم وقام زيد ويسمى جملة

ترجمہ : اور اسناد نسبت کرنا ہے دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اس طرح کہ فائدہ دے مخاطب کو مکمل فائدہ کہ صحیح ہو چپ کرنا اس مقام پر جیسے زیدقائم یا قام زید اور نام رکھا جاتا ہے اس کلام کا جملہ بھی۔

تشریح : کیونکہ کلام کی تعریف میں اسناد کا لفظ مذکور تھا اس لئے مصنف اسناد کی تعریف کرنا چاہتے ہیں

اسناد کا لغوی معنی : نسبت کرنا، ایک شئ کو دوسری شئ سے ربط دینا

اصطلاحی معنی : کہ دو کلموں میں سے ایک کلمہ کی دوسرے کلمہ کی طرف نسبت کرنا اس طرح سے کہ وہ نسبت مخاطب کو پورا فائدہ دے

پس جس پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے۔

سوال : ضرب زید اس میں مسند و مسند الیہ دونوں مذکور ہیں لیکن مخاطب کو سننے کے باوجود مفعول وغیرہ کا انتظار باقی رہتا ہے تو فائدہ تامہ حاصل نہ ہوا؟

جواب : فائدہ تامہ سے مراد یہ ہے کہ مخاطب کو نفس مقصود اصلی کے سمجھنے میں کسی اور چیز کا انتظار نہ ہو بخلاف مفعول وغیرہ کہ وہ مقصود اصلی نہیں ہے۔

یصح السکوت علیھا یہ عبارت اسناد کی تعریف میں داخل نہیں بلکہ اسکے فائدہ تامہ کی تفسیر ہے کہ فائدہ تامہ سے مراد یہ ہے کہ جس پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے یعنی اگر متکلم اتنی بات کر کے خاموش ہو جائے تو مخاطب کو مقصود اصلی کو سمجھنے کیلئے کسی اور چیز کا انتظار نہ کرنا پڑے جیسے زید قائم ہے یہ جملہ اسمیہ کی مثال ہے اور قام زید یہ جملہ فعلیہ کی مثال ہے۔

قولہ : فعلم ان الکلام لایحصل الامن اسمین نحوزید قائم ویسمی جملۃ اسمیۃ اومن فعل واسم نحو قام زید ویسمی جملۃ فعلیۃ

ترجمہ : پس معلوم ہوا کہ بے شک کلام نہیں حاصل ہوتی مگر دو اسموں سے جیسے زید قائم اور نام رکھا جاتا ہے اس کلام کا جملہ اسمیہ یا فعل اور اسم سے جیسے قام زید اور نام رکھا جاتا ہے اس کلام کا جملہ فعلیہ۔

تشریح : تقدیر عبارت یوں ہے اذا کان الاسناد ماخوذًا فی تعریف الکلام فعلم ان الکلام الی آخرہ یعنی جب تعریف کلام میں اسناد معتبر ہے اور اسناد مسند الیہ اور مسند کے بغیر نہیں پائی جاتی تو معلوم ہوا کلام ہمیشہ یا تو دو اسموں سے مرکب ہوگی جیسے زید قائم جس کو جملہ اسمیہ کہا جاتا ہے۔

جملہ اسمیہ کی تعریف : جملہ اسمیہ وہ ہے جس کی دو مقصودی جزؤں میں سے پہلی جز اسم ہو یا وہ کلام فعل اور اسم سے مرکب ہوگی جیسے قام زید اس کو جملہ فعلیہ کا کہا جاتا ہے۔

جملہ فعلیہ کی تعریف : جس کے دو جزء مقصودی میں سے پہلی جز فعل ہو

الحاصل : اس عبارت میں مصنف نے کلام کی تقسیم بیان کی ہے کہ کلام کی دو قسمیں ہیں جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ۔

قولہ : اذلایوجد المسند والمسند الیہ معًا فی غیرھماولابدم للکلام منھما

ترجمہ: اس لئے کہ نہیں پائے جاتے مسند اور مسند الیہ دونوں ایک ساتھ ان دو صورتوں کے علاوہ حالانکہ کلام کے لئے ان دونوں (مسند اور مسند الیہ) کا ہونا ضروری ہے۔

تشریح : یہ کلام کی تقسیم کے لئے دلیل اور علت کا بیان ہے کہ کلام کو دو قسموں میں کیوں بند کیا گیا ہے اس کی علت اور دلیل یہ ہے

کہ کلام بنتی ہے مسند اور مسند الیہ سے اور یہ دونوں اکٹھے نہیں پائے جاتے مگر انہی دو صورتوں میں کہ دو اسم ہوں یا فعل اور اسم۔

سوال : کلمہ کی تقسیم میں کلمہ حصر ذکر نہیں کیا اور یہاں کلام کی تقسیم میں کلمہ حصر کا ذکر کیوں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : کلمہ کا انحصار اقسام ثلثہ میں حصر عقلی تھا کہ عقلاً کوئی اور احتمال نہیں تھا اور جب کہ کلام کا دو قسموں میں انحصار یہ حصر عقلی نہیں تھا بلکہ چار اور احتمال بھی تھے اس لئے یہاں ضرورت تھی کلمہ حصر لانے کی تب مصنف نے کلمہ حصر کو ذکر کیا ہے۔

قولہ : فان قیل قدنوقض بالنداء نحو یازید

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ بے شک کلام کا دو صورتوں میں حصر کرنا ٹوٹ گیا نداء کے ساتھ جیسے یازید

مصنف ایک سوال نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں۔

قلنا حرف النداء قائم مقام ادعو واطلب وھو الفعل فلانقض علیہ

ترجمہ: ہم کہیں گے کہ حرف نداء قائم مقام ادعو اور اطلب کے ہے اور انمیں سے ہر ایک فعل ہے پس نہیں ہے نقض اس دعویٰ پر۔

تشریح : سوال : یا زید کلام ہے جو اسم اور حرف سے مرکب ہے لہٰذا اب آپ کا حصر کرنا کہ کلام کی فقط دو قسمیں ہیں یہ درست نہیں؟

جواب : ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یا زید کلام ہے لیکن یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حرف اور اسم سے مرکب ہے بلکہ فعل اور اسم سے مرکب ہے لہٰذا حصر کرنا کلام کا دو قسموں میں بالکل درست ہوا۔

قولہ : واذافرغنامن المقدمۃ فلنشرع فی الاقسام الثلثۃ واللّٰہ الموفق والمعین

ترجمہ : اور جب ہم فارغ ہوئے مقدمہ سے پس چاہئے کہ ہم شروع ہو جائیں اقسام ثلثہ میں اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے اور مدد کرنے والا ہے۔

قسم اول

القسم الاول فی الاسم وقد مر تعریفه وهوینقسم الی المعرب والمبنی فلنذکراحکامه فی بابین وخاتمة الباب الاول فی الاسم المعرب وفیه مقدمة وثلٰثة مقاصد وخاتمة اما المقدمة ففیهافصول

ترجمہ : پہلی قسم اسم میں ہے اوراس کی تعریف گزرچکی ہے اوروہ اسم تقسیم ہوتا ہے معرب اورمبنی کی طرف پس چاہئے کہ ہم ذکر کریں اس اسم کے احکام دوبابوں میں اورایک خاتمہ میں، پہلا باب اسم معرب میں ہے اوراس میں ایک مقدمہ اورتین مقصداور ایک خاتمہ ہےلیکن مقدمہ پس اس میں چند فصلیں ہیں۔

اقسام ثلاثہ میں سے پہلی قسم اسم اوردوسری قسم فعل کے بیان میں آئے گی اورتیسری قسم حرف کے بیان میں ہوگی تو یہاں سے قسم اول کابیان ہے۔

سوال : اسم کی مباحث کوفعل اورحرف کی مباحث پرکیوں مقدم کیا گیا؟

جواب اول : ماقبل میں ہم یہ بتاچکے ہیں کہ اسم اصل ہے بہ نسبت فعل اورحرف کے کیونکہ یہ عمدہ ہےاورعمدہ کیوں ہےاس لئے کہ یہ اپنے وجودمیں اوراسی طرح کلام کے بننے میں غیرکامحتاج نہیں۔

جواب ثانی : اسم کی مباحث مقاصد ثلاثہ پرمشتمل ہےمرفوعات اورمنصوبات اورمجرورات اس لئے مصنف نے اسم کی مباحث کو مقدم کیا ہے۔

وقدمر تعریفه و هو ینقسم الی المعرب والمبنی یہ سوال مقدرکاجواب ہے۔

سوال : مصنف نے اسم کی تقسیم شروع کی حالانکہ اولاً شیٔ کی تعریف ہوتی ہے پھرتقسیم ہوتی ہے۔

جواب : اسم کی تعریف گزرچکی ہےاسم کی دوقسمیں ہیں معرب ومبنی۔

وجہ حصر: اسم دوحال سے خالی نہیں مفردہوگایامرکب مفردہوتومبنی جیسے زید مرکب ہوتودوحال سے خالی نہیں مرکب مع العامل ہوگایامع غیرعامل ہوگااگرمرکب مع غیرالعامل ہوتوپھربھی'' مبنی''ہوگاجیسے غلام زید میں غلام مبنی ہے۔

اوراگرمرکب ہوعامل کے ساتھ ہوتوپھردوحال سے خالی نہیں مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہوگایانہیں اگرمبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہوتوپھربھی مبنی ہوگاجیسے قام ھذا اوراگرمبنی الاصل کے مشابہ نہ ہواورعامل کے ساتھ مرکب ہوتومعرب ہوگا۔

فائدہ : مطلق معرب کی وجہ حصریوں ہوگی کلمہ تین حال سے خالی نہیں اسم ہوگایافعل ہوگایاحرف۔اگرحرف ہوتوتمام کےتمام مبنی ہوں گےاوراگرفعل ہوتوپھرتین حال سے خالی نہیں ماضی ہوگایامضارع ہوگایاامر۔اگرماضی اورامرحاضرمعلوم ہوتومبنی ہوگااور

اگرفعل مضارع ہوتو پھر دو حال سے خالی نہیں نون تاکید یانون جمع مؤنث اس میں ہوگا یانہیں اگرنون تاکید یانون جمع مؤنث موجود ہوتو مبنی ہوگا اور اگرفعل مضارع ان سے خالی ہوتو معرب ہوگا اور اگراسم ہوتو اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وجہ تسمیہ معرب ومبنی : مبنی کی وجہ تسمیۃ یہ ہے کہ مبنی بناء اسے ہے اس کا معنی ہے قرار پکڑنا تبدیل نہ ہونا کیونکہ اسم مبنی بھی ایک حرکت پر مضبوط ہوجاتا ہے کسی عامل سے اس کا آخر نہیں بدلتا اس لئے اسے **مبنی** کہتے ہیں۔

معرب کی وجہ تسمیہ دو طرح کی ہے: ① معرب اعرب یعرب اعرابا سے ہے اعراب کا معنی ہوتا ہے ظاہر کرنا اور یہ صیغہ چونکہ ظرف کا ہے معنی ہوگا ظاہر کرنے کی جگہ کیونکہ اس پر اعراب ظاہر ہوتا ہے اور اس لئے اسے معرب کہا جاتا ہے۔

② کہ یہ عرب یعرب سے ہے جس کا معنی ہوتا ہے فساد کا ہونا اس کو باب افعال پر لے گئے تو ہمزہ اس میں سلب کا آیا ہے تو معنیٰ ہوگیا فساد کا نہ ہونا کیونکہ اعراب کی وجہ سے معرب پر جو معنی کے فساد کا اشتباہ تھا وہ ختم ہوجاتا ہے اسی لئے اس کو معرب کہا جاتا ہے۔

فلنذ کرہ فیبا بین و خاتمہ مصنف یہ بتارہے ہیں کہ معرب کے احکام کو دو بابوں میں اور ایک خاتمہ میں بیان کیا جائے گا۔

بحث اسم معرب

الباب الاول فی الاسم المعرب ---- مقاصد و خاتمۃ

پہلا باب میں اسم معرب کی بحث ہوگی جس کے اجزاء یہ ہوں گے اس میں ایک مقدمہ ہوگا اور تین مقاصد ہوں گے اور ایک خاتمہ۔

سوال : معرب کو مبنی پر کیوں مقدم کیا گیا ہے ؟

جواب اول : معرب کے افراد زیادہ ہے بنسبت مبنی کے افراد کے اور قاعدہ ہے العزۃ للتکاثر اسی وجہ سے معرب کو مبنی پر مقدم کردیا۔

جواب دوم : معرب میں چونکہ اعراب لفظی وتقدیری دونوں ہوتے ہیں اور مبنی میں فقط اعراب محلی ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اعراب لفظی وتقدیری دونوں اصل ہیں اعراب محلی سے لہٰذا معرب اصل کا محل ہوا تو وہ بھی اصل بنا اور اصل غیر اصل پر مقدم ہوا کرتا ہے اس لئے مصنف نے معرب کو مبنی پر مقدم کردیا۔

جواب ثالث : معرب کی مباحث بہ نسبت مبنی کے مباحث کے اشرف اور اہم تھیں کیونکہ نحو کی مباحث میں اہم مباحث مرفوعات، منصوبات ومجرورات کی ہیں اسی لئے مصنف نے معرب کو مبنی پر مقدم کردیا۔

اما المقدمۃ ففیہا فصول مصنف مقدمہ کے اجزاء بتارہے ہیں کہ اس کے چار اجزاء وہ چار فصلیں ہیں۔ فصل اول اسم

معرب کی تعریف میں فصل ثانی اسم معرب کا حکم فصل ثالث اسم معرب کے اقسام یا اسم معرب کے باعتبار اعراب کے اقسام کا بیان ہے۔فصل رابع اسم منصرف غیر منصرف کی مباحث میں ہے۔

فصل : فی تعریف الاسم المعرب وھو کل اسم رُکب مع غیرہٖ ولایشبہ مبنی الاصل اعنی الحرف والامر الحاضر والماضی نحو زید فی قام زید لا زید وحدہ لعدم الترکیب ولاھٰؤلاء فی قام ھٰؤلاء لوجود الشبۃ ویسمّٰی متمکناً

ترجمہ : فصل اسم معرب کی تعریف میں، اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو مرکب ہو اپنے غیر کے ساتھ اور نہ مشابہ ہو مبنی اصل کے مراد لیتا ہوں میں حرف اور امر حاضر اور ماضی جیسے زید ، قام زید میں نہ کہ اکیلا زید بوجہ مرکب نہ ہونے کے اور نہ ھٰؤلاء ، قام ھٰؤلاء میں بوجہ مشابہ ہونے کے اور نام رکھا جاتا ہے اس معرب کا متمکن بھی۔

تشریح : مصنف اسم معرب کی تعریف کرنا چاہتے ہیں معرب ہر وہ اسم ہے جو مرکب ہو اپنے عامل کے ساتھ اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔

سوال : مناطقہ نے لکھا ہے کہ لفظ کل کا تعریف میں استعمال کرنا جائز نہیں؟

جواب : یہاں پر مناطقہ کی اصطلاح مراد نہیں بلکہ نحو کی اصطلاح مراد ہے اور نحو کی اصطلاح کے اندر لفظ کل تعریف میں ذکر کیا جاتا ہے جس سے مقصود تعریف کی جامعیت ہوا کرتی ہے۔

سوال : یہ آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں غلام زید پر صادق آتی ہے کہ لفظ غلام غیر کے ساتھ مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں حالانکہ یہ معرب نہیں مبنی ہے؟

جواب : غیر سے مراد یہاں عامل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ غلام زید میں لفظ غلام اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہیں۔

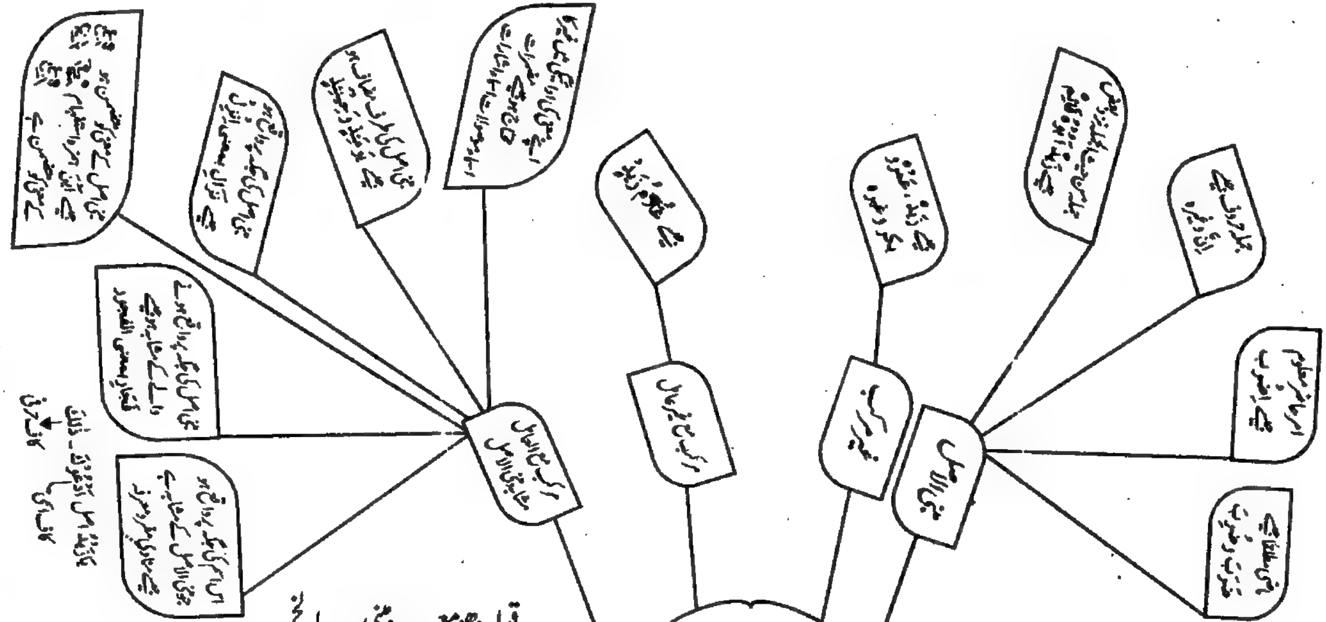
سوال : پھر یہ تعریف جامع نہیں رہے گی جب غیر سے مراد عامل لیا جائے کہ معرب کی تعریف سے مبتدا اور خبر نکل جائے گی کیونکہ انکا عامل لفظوں میں ہوتا ہی نہیں؟

جواب : عامل سے مراد عام ہے خواہ لفظی ہو یا معنوی اور مبتدا خبر کا عامل اگر چہ لفظی نہیں ہوتا لیکن معنوی ہوا کرتا ہے۔

سوال : آپ کی تعریف پھر بھی جامع نہیں کہ غیر منصرف پر صادق نہیں آتی کیونکہ غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے اور فعل مبنی الاصل ہے؟

جواب : ہماری مراد مشابہت سے مناسبت مؤثرہ ہے جبکہ غیر منصرف کے اندر مشابہت ضعیفہ ہے۔

فائدہ : مناسبت مؤثرہ کی سات قسمیں ہیں۔





قولہ وهو معرب ومبنی......الخ

اسم

- غیر مرکب — جیسے زَیْدٌ (مبنی)
- مرکب مع غیر عامل — غُلَامُ زَیْدٍ (مبنی)
- مرکب مع العامل مشابہ مبنی الاصل — جَاءَنِیْ هٰؤُلَاءِ (مبنی)
- مرکب مع العامل غیر مشابہ بمبنی الاصل — جَاءَنِیْ زَیْدٌ (معرب)

دلیل حصر: اسم دو حال سے خالی نہیں مرکب ہوگا یا غیر مرکب اگر غیر مرکب ہو تو مبنی ہوگا اور اگر مرکب ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مرکب مع العامل ہوگا یا غیر عامل اگر مع غیر عامل ہو تو بھی مبنی ہوگا اور اگر مرکب مع العامل ہو تو پھر بھی دو حال سے خالی نہ ہوگا مبنی اصل کے مشابہ ہوگا یا نہ ہوگا اگر ہو تو بھی مبنی۔ اگر نہ ہو تو معرب ہوگا امثلہ نقشہ میں دیکھیے۔

قسم اول : کوئی اسم مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو جیسے این ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے اسی طرح لا رجل فی الدار میں من حرف جار کو متضمن ہے اصل تھا لا من رجل فی الدار ۔

قسم ثانی : کسی اسم کی بنا تین حرفوں سے کم پر ہو جیسے مبنی الاصل میں سے بعض حروف کی بناء تین حرف سے کم پر ہوتی ہے جیسے من یہ من کے مشابہ ہے۔

قسم ثالث : کہ کوئی اسم قرینے کا محتاج ہو جس طرح مبنی لاصل میں سے حروف قرینے کے محتاج ہوتے ہیں جیسے اسم موصول صلہ کا اور اسماء اشارہ مشار الیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

قسم رابع : کوئی اسم مبنی الاصل کی جگہ پر واقع ہو جیسے نزال کہ انزل کی جگہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

قسم خامس : کہ کوئی اسم کسی ایسے اسم کا ہم وزن ہو جو مبنی الاصل کی جگہ پر ہو جیسے فجار، حضار، تمار یہ نزال کے ہم وزن ہیں اور نزال مبنی الاصل کی جگہ پر واقع ہے۔

قسم سادس : کہ کوئی اسم مبنی الاصل کا ہم شکل ہو جیسے کاف اسمی کاف حرفی کے ہم شکل ہے جس طرح کذالک کا جو کاف ہے یہ حرفی ہے اگر یہ کاف اسمی ہوتا تو اس کی جگہ کبھی تو اسم ظاہر بھی استعمال ہو سکتا حالانکہ اس کی جگہ کبھی بھی اسم ظاہر استعمال نہیں ہو سکتا۔

قسم سابع : کوئی اسم کسی ایسے اسم کی جگہ پر واقع ہو جو مبنی الاصل کا ہم شکل ہو جیسے یازید کے اس میں زید کاف اسمی کی جگہ پر ہے اور کاف اسمی کاف حرفی کے ہم شکل ہے۔

اعنی الحرف والامر والحاضر والماضی مصنف مبنی الاصل کی اقسام بتا رہے ہیں کہ مبنی الاصل تین چیزوں کو کہتے ہیں۔ تمام حروف اور فعل امر حاضر معلوم اور فعل ماضی معلوم و مجہول اگرچہ اس میں اور مذاہب بھی تھے لیکن راجح یہی مذہب تھا اس لئے مصنف نے اسے بیان کیا۔

نحو زید فی قام زید ...... او یسمی متمکنا معرب کی تعریف سے دو شرطیں معلوم ہوئیں ایک شرط وجودی اور ایک شرط سلبی پہلی شرط وجودی وہ یہ ہے کہ وہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو اور دوسری شرط جو سلبی ہے وہ یہ ہے کہ مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو لہذا قام زید میں زید کے اندر دو شرطیں موجود ہیں کہ عامل سے مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں لہذا زید معرب ہوگا قام زید میں۔

اگر اکیلا زید ہو تو مبنی ہوگا کیونکہ پہلی شرط وہ موجود نہیں اسی طرح قام ھولاء میں ھولاء معرب نہیں مبنی ہے اس لئے کہ اس میں دوسری شرط موجود نہیں کہ ہم نے کہا کہ مبنی الاصل کا مشابہ نہ ہو اور یہ مبنی اصل کے مشابہ ہے اور معرب کا دوسرا نام اسم متمکن ہے۔

وجہ تسمیہ : متمکن یہ باب تفعل کا اسم فاعل ہے اس کا لغوی معنی ہے جائے دھندہ کیونکہ اسم معرب اعراب کو جگہ دیتا ہے اسی وجہ سے اس کو اسم متمکن کہا جاتا ہے۔

فصل : حكمه ان يختلف اخرهٗ باختلا ف العوامل اختلافا لفظيا نحو جاء ني زيدٌ ورأيت زيدًا ومررت بزيدٍ او تقديريا نحو جاء ني موسٰى ورأيت موسٰى ومررت بموسٰى

ترجمہ: حکم اسم معرب کا یہ ہے کہ مختلف ہو اس کا آخر بسبب مختلف ہونے عوامل کے اختلاف لفظی جیسے جاء نی زید ......الخ یا تقدیری جیسے جاء نی موسیٰ ......الخ

تشریح : مصنف اس دوسری فصل میں چند چیزوں کو بیان فرما رہے ہیں ① معرب کا حکم ② اعراب کی تعریف ③ اعراب کی اقسام ④ عامل کی تعریف ⑤ محل اعراب ⑥ معرب کے اقسام تو اس عبارت میں مصنف نے معرب کا حکم بیان فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عامل کے بدلنے سے اس کا آخر بدل جائے عام ازیں کہ اختلاف لفظی ہو جیسے جاء نی زید الی آخرہ یا اختلاف تقدیری ہو جیسے جاء نی موسیٰ الی آخرہ۔

یاد رکھیں! اختلاف میں دو تعمیمیں ہیں پہلی تعیم اختلاف ذاتی ہو یا صفتی اختلاف ذاتی سے مراد یہ ہے کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے اس کو اعراب الحرف کہتے ہیں اور اختلاف صفتی یہ ہے کہ ایک حرکت دوسری حرکت سے بدل جائے اور اس کو اعراب بالحرکت کہتے ہیں۔ پھر اختلاف ذاتی اور صفتی میں تعیم ہے اختلاف لفظی یا اختلاف تقدیری ہو۔ تو چار صورتیں بن گئی۔

① اختلاف ذاتی لفظی جیسے : جاء نی ابوك ورئیت اباك ومررت بابیك ۔

② اختلاف ذاتی تقدیری جیسے : جاء نی مسلمی ورئیت مسلمی و مررت بمسلمی ۔

③ اختلاف صفتی لفظی جیسے : جاء نی زید الی آخرہ ۔

④ اختلاف صفتی تقدیری جیسے : جاء نی موسی ورئیت موسیٰ و مررت بموسٰی ۔

سوال : حکم کے چند معنے آتی ہیں لیکن یہاں پر بمعنی اثر کے ہیں تو اب اثر کی اضافت ہے ضمیر کی طرف اور ضمیر راجع ہے معرب کی طرف تو اثر کی نسبت ہوئی معرب کی طرف حالانکہ اثر کی نسبت تو مؤثر اور عامل کی طرف کرنا چاہیئے تھی نہ کہ معرب کی طرف؟

جواب : آپکی بات درست ہے لیکن اثر کی نسبت جو معرب کی طرف کی گئی ہے یہ ادنی ملابست کی وجہ سے ہے وہ یہ کہ چونکہ وہ اثر ظاہر معرب پر ہی ہوا کرتا تھا اسی لئے کہہ دیا یہ اثر ہی معرب کا ہے۔

سوال : آپ نے کہا عامل کے بدلنے سے معرب کا آخر بدل جاتا ہے ہم دِکھاتے ہیں کہ عامل بدل رہا ہے معرب کا آخر نہیں بدل رہا جیسے ضربت زیدًا ، ان زیدًا اور انی ضارب زیدًا پہلی مثال میں زید کے لئے عامل فعل دوسری میں حرف اور تیسری

میں شبہ فعل اسم ہے لیکن زید کا آخر مختلف نہیں ہوا وہ منصوب ہے؟

جواب : اختلاف عامل سے مراد عامل کی ذات کا اختلاف نہیں بلکہ عمل کا اختلاف مراد ہے اوران مثالوں میں عامل کی ذات تو بیشک مختلف ہے لیکن عمل سب کا ایک زید کے لئے ہے جو کہ نصب ہے۔

سوال : آپ نے حکم میں العوامل کا لفظ جمع لائے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین فرد پر ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کم سے کم تین عامل داخل ہوں تب معرب کا آخر بدلے گا حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے؟

جواب : العوامل جمع پر الف لام جنس کا داخل ہے اور قاعدہ ہے کہ جس جمع پر جب الف لام جنس کا داخل ہو تو جمعیت والا معنی باطل ہو جاتا ہے لہٰذا العوامل سے ایک عامل مراد ہے۔

سوال : جب العوامل جمع سے ایک عامل مراد ہے تو پھر جمع کا صیغہ لانے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب : بات طالب علم کو بتانے کے لئے کہ عامل ایک نہیں بلکہ عوامل بہت ہیں اسی وجہ سے جمع کثرۃ کا صیغہ لائے۔

قولہ : الاعراب مابہٖ یختلف آخر المعرب کالضمۃ والفتحۃ والکسرۃ والواو والالف والیاء

ترجمہ: اعراب وہ ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر تبدیل ہو جائے مثل ضمہ، فتحہ، کسرہ اور واؤ الف یاء کے ۔

تشریح : مصنف دوسری بات بیان کر رہے ہیں یعنی اعراب کی تعریف اعراب وہ ہے جس کے ذریعے معرب کا آخر مختلف ہو جائے۔

سوال : یہ اعراب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ عامل اور اسناد اور معنی مقتضی للاعراب پر صادق آتی ہے کیونکہ ان کی وجہ سے معرب کا آخر مختلف ہوتا ہے؟

جواب اول : ما سے مراد حروف اور حرکات ہیں اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ اعراب حرکات اور حروف کا نام ہے جن کے ذریعے معرب کا آخر تبدیل ہو جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ عامل اور اسناد اور معنی مقتضی للاعراب حروف و حرکات نہیں ہیں۔

جواب ثانی : بہ کی جو باء ہے یہ باء سببیت کی ہے جس سے مراد سبب کامل اور سبب قریب ہے کیونکہ قاعدہ ہے المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل اور یہ بات ظاہر ہے کہ سبب کامل اور سبب قریب وہ اعراب ہی ہے لہٰذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوئی۔

کالضمۃ والفتحۃ والکسرۃ والواو والالف والیاء اعراب کی دو قسمیں ہیں اعراب بالحرکت جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ اور اعراب بالحرف جیسے الف واؤ اور یاء۔

قولہ : واعراب الاسم علی ثلثۃ انواع رفع ونصب وجر

ترجمہ: اوراعراب اسم کا تین قسم پر ہے رفع نصب جر۔

تشریح: مصنف تیسری بات بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اسم کے اعراب کی اقسام بتانا چاہتے ہیں کہ اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں رفع ،نصب وجر۔

سوال: مصنف انواع کا لفظ لائے اقسام کا لفظ کیوں نہیں لائے اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: انواع کا لفظ لا کر اشارہ کر دیا کہ رفع ونصب وجر یہ ایک نوع کلی ہے اواس کے تحت کئی افراد ہیں رفع کے تین فرد ہیں ① ضمہ کے ساتھ ② رفع الف کے ساتھ ③ رفع واو کے ساتھ اور نصب بھی ایک نوع کلی ہے جس کے تحت چار فرد ہیں ① نصب فتحہ کے ساتھ ② نصب کسرہ کے ساتھ ③ نصب الف کے ساتھ ④ نصب یاء کے ساتھ اور جر بھی ایک نوع کلی ہے جس کے تحت تین فرد ہیں ① جر کسرہ کے ساتھ ② جر فتحہ کے ساتھ ③ جر یا کے ساتھ۔

سوال: اعراب کی ایک اور قسم جزم بھی ہے اس کو مصنف نے کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب: جزم تو فعل کا اعراب ہے اور یہاں پر مصنف اسم کے اعراب بیان کر رہے ہیں نہ کہ فعل کے۔

فائدہ: معرب کی حرکات کے القاب رفع ،نصب، جر ہے اور مبنی کی حرکات کے القاب ضم، فتح کسر ہے اور مشترک القاب ضمہ، فتحہ اور کسرہ۔

قولہ: والعامل ما به رفع اونصب اوجر

ترجمہ: اور عامل وہ ہے جس کے سبب رفع یا نصب یا جر آئے۔

تشریح: مصنف چوتھی بات بیان کرنا چاہتے ہیں یعنی عامل کی تعریف عامل کا لغوی معنی عمل کرنے والا اور تعریف یہ کہ عامل وہ ہے کہ جس کی وجہ سے رفع نصب جر آئے جیسے جاء نی زیدٌ میں زید پر رفع جاء کی وجہ سے آیا ہے اور رأیت زیدًا میں زیدًا پر نصب رأیت کی وجہ سے اور مررت بزید میں زید پر جر حرف جار کی وجہ سے۔

سوال: عامل کی یہ تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ عوامل فعل پر صادق نہیں آتی جیسے لم اور لما وغیرہ کیونکہ ان کی وجہ سے تو جزم آتی ہے نہ کہ رفع، نصب ، جر؟

جواب: یہاں پر اسم کی بحث چل رہی ہے لہٰذا عامل اسم کی تعریف ہے نہ کہ مطلق عامل کی۔

قولہ: ومحل الاعراب من الاسم هوالحرف الاخير مثال الكل نحوقام زيدٌ فقام عامل وزيد معرب والضمة اعراب والدّال محل الاعراب

ترجمہ: اور محل اعراب اسم میں سے وہ آخری حرف ہے سب کی مثال قام زید ہے قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ

اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔

تشریح : مصنف پانچویں بات بیان کرنا چاہتے کہ اسم کا محل اعراب آخر کا حرف ہوتا ہے نہ پہلا حرف اور نہ درمیان والا۔

سوال : محل اعراب آخری حرف کو ہی کیوں بنایا گیا ہے؟

جواب : اعراب بمنزل صفت کے ہے اور قاعدہ ہے کہ موصوف کے بعد صفت آیا کرتی ہے لہٰذا اعراب معرب کے بعد آئے گا اسی وجہ سے محل اعراب آخری حرف کو بنایا ہے۔

سوال : مسلمون اور مسلمان انکا آخری حرف تو نون ہے لیکن محل اعراب نون سے پہلے والا حرف ہے؟

جواب : یہ نون حرف آخر نہیں بلکہ یہ نون تو مفرد کی حرکت اور تنوین کے عوض ہے اور آخری حرف نون سے پہلے والا حرف ہے لہٰذا محل اعراب آخری حرف ہوا اسی وہم کو دور کرنے کیلئے مصنف هو الحرف الاخير کو ضمیر فصل جو حصر کے لئے ہے لائے ہیں۔

مثال الكل نحو قام زيد ...... محل الاعراب اب سب کی مثال اکٹھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قام زید میں قام عامل اور زید معرب ہے اور اس پر جو ضمہ ہے وہ اعراب ہے زید کی دال محل اعراب ہے۔

قوله : واعلم ان لايعرب فی كلام العرب الّاالاسم المتمكن والفعل المضارع وسيجئ حكمه فی القسم الثانی ان شاء الله تعالیٰ۔

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک شان یہ ہے کہ نہیں ہے معرب کلام عرب میں مگر اسم متمکن اور فعل مضارع اور عنقریب آئے گا اس فعل مضارع کا حکم دوسری قسم میں ان شاءاللہ تعالیٰ۔

تشریح : چھٹی بات مصنف بیان کرنا چاہتے ہیں کہ معرب کی دو قسمیں ہیں

① اسم متمکن بشرطیکہ جب ترکیب میں واقعہ ہو اگر اکیلا اسم متمکن کھڑا ہے جیسے زید ،عمر، بکر تو پھر مبنی ہوگا معرب نہیں۔

② فعل مضارع ہے بشرطیکہ نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو اگر فعل مضارع میں نون تاکید کا آگیا یا نون جمع مؤنث کا آگیا جیسے يضربن اور ليضربن تو پھر فعل مضارع مبنی ہوگا معرب ہرگز نہیں ہوگا اور فعل مضارع کا حکم یہاں پر نہیں ہوگا کیونکہ یہاں پر مباحث اسم کا بیان ہے اس کا بیان قسم ثانی میں انشاءاللہ تعالیٰ آئے گا کیونکہ قسم ثانی مباحث فعل میں ہے۔

فائدہ : مصنف کی عادت حسنہ ہے کہ وہ طلباء کرام کو کسی خاص کلام کی طرف شوق دلانے کے لئے یا کسی خاص امر کی طرف متوجہ اور متنبہ کرنے کے لئے اعلم جیسے الفاظ لایا کرتے ہیں اور یہاں پر چونکہ قواعد کلیہ کا بیان تھا اس لئے لفظ اعلم مناسب تھا لفظ معرفت کا نہیں اس لئے اعرف کا لفظ نہیں لائے نیز ان امور کلیہ سے مقصود درایت تھی نہ قرأت اس لئے مصنف نہ افهم کا لفظ لائے نہ اقرء کا لفظ لائے ہیں۔

بحث اقسام اعراب

فصل : فی اصناف اعراب الاسم وھی تسعۃ اصناف الاول اَن یّکون الرفع بالضمۃ والنصب بالفتحۃ والجر بالکسرۃ ویختص بالمفرد المنصرف الصحیح وھوعند النحاۃ ما لایکون فی آخرہٖ حرف علّۃ کزید وبالجاری مجرٰی الصحیح وھوما یکون فی آخرہٖ واو اَو یاء ماقبلھا ساکن کد لوٍ وظبیٍ وبالجمع المسکرالمنصرف کرجال تقول جاء نی زید ودلوٌ وظبیٌ ورجالٌ ورأیت زیدا ودلوا وظبیا ورِجالًا ومررتُ بزیدٍ ودلوٍ وظبیٍ ورجالٍ

ترجمہ : یہ فصل اسم معرب کے اعراب کی اقسام میں ہےاوروہ نو(۹)قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ ہورفع ساتھ ضمہ کےاورنصب ساتھ فتحہ کےاور جر ساتھ کسرہ کےاور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ مفرد منصرف صحیح کےاور وہ نحویوں کے ہاں یہ ہے کہ نہ ہواس کے آخر میں حرف علت جیسے زید اور ساتھ جاری مجریٰ صحیح کےاوروہ یہ ہے کہ ہواس کے آخر میں واؤیایاء جن کا ماقبل ساکن ہوجیسے دلو ظبی اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے رجال کہے گا تو جاء نی زیدو دلووظبی و رجال ......الخ

تشریح : مصنف اس تیسری فصل میں اسم کی اعراب کی اقسام بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اعراب کی نوقسمیں ہیں اور جن کو یہ اعراب دینا ہے اسماء متمکن ان اسمائے متمکنہ کی سولہ قسمیں ہیں۔

اعراب کی پہلی قسم : رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب کی پہلی قسم اسمائے متمکنہ کی تین قسموں کو دیا گیا ہے① مفرد منصرف صحیح ② مفرد منصرف جاری مجریٰ صحیح ③ جمع مکسر منصرف کی مثال : جاء نی زید ودلو وظبی و رجال الی آخرہ۔

فائدہ: صحیح کے بارے میں صرفیوں اور نحویوں کی اصطلاح: نحویوں کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو یعنی ناقص کو خارج کرتے ہیں لہٰذا مفرد منصرف صحیح میں مھموز، مضاعف، مثال اجوف وغیرہ داخل ہوں گے ان کا یہی اعراب ہوگا اور جاری مجریٰ صحیح وہ ہے جس کے آخر میں واؤیایاء ہو لیکن ماقبل ساکن ہو جیسے دلو وظبی۔

سوال : یہ پہلی قسم اعراب کا ان تین قسموں کیوں دیا گیا ہے؟

جواب : یہ تینوں قسم اپنے غیر کے اعتبار سے اصل تھے اور اعراب بالحرکت بھی اصل تھا اس لئے اصل کو اصل والا اعراب دے دیا گیا ہے تو اس میں کون سا ظلم ہوا باقی رہی یہ بات یہ تین اسم اپنے غیر کے اعتبار سے کیسے اصل ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ مفرد تثنیہ جمع کے مقابلے میں اصل ہے اور منصرف غیر منصرف کے مقابلے میں اور صحیح غیر صحیح کے مقابلے میں اصل ہے اور جاری مجریٰ صحیح غیر

صحیح کے مقابلے میں اصل اس طرح جمع مکسر یہ جمع سالم کے مقابلے میں اصل ہے۔

سوال : آپ نے کہا اعراب بالحرکت اصل ہے اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟

جواب : ہمارے پاس چند دلائل ہیں۔

دلیل اول : اعراب بالحرف پیدا ہوتا ہے اعراب بالحرکت سے اس طرح کہ واو ضمہ سے اور الف فتحہ سے اور یا کسرہ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ ان کو ذرا لمبا کیا جائے۔

دلیل ثانی : اعراب بالحرف عوض ہے اور اعراب الحرکت معوض ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ معوض اصل ہوتا ہے اور عوض فرع ہوتی ہے والتفصیل فی الکاشفہ۔

سوال : آپ نے جمع مکسر کو اصل قرار دیا ہے جمع سالم سے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : جمع میں اصل یہ ہے کہ اس کا مفرد سے تغایر ہونا چاہیے اور وہ تغایر تام جمع مکسر میں پایا جاتا ہے نہ کہ جمع سالم میں۔

سوال : جمع کے ساتھ مکسر کی صفت لانا غلط ہے کیونکہ معنی یہ ہوگا جمع مکسر ہے ایسی جمع جو ٹوٹی ہوئی ہے حالانکہ رجال جمع تو صحیح سالم ہے ٹوٹی ہوئی نہیں ہے۔

جواب اول : مکسر کا لغوی معنی مراد نہیں بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہے کہ وہ جمع جس میں واحد کی بنا سالم نہ رہی ہو۔

جواب ثانی : یہ مکسر جمع کی صفت، صفت بحال متعلقہ ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی الجمع المکسر واحدہ۔

سوال : اسماء ستہ مکبرہ بھی تو مفرد تھے ان کو یہ اعراب کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب : مفرد سے مراد وہ مفرد ہے جو لفظاً اور معنًی دونوں لحاظ سے مفرد ہو اور اسماء ستہ مکبرہ لفظ کے لحاظ سے مفرد ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے تثنیہ ہیں۔

قولہ : **الثانی ان یکون الرفع بالضمة والنصب والجر بالکسرة ویختص بالجمع المؤنث السالم تقول ھن مسلماتٌ ورأیت مسلماتٍ ومررت بمسلماتٍ**

ترجمہ : دوسری قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ ضمہ کے اور نصب اور جر ساتھ کسرہ کے اور یہ اعراب مختص کیا گیا ہے ساتھ جمع مؤنث سالم کے تو کہے گا ھن مسلماتٌ ورأیت مسلماتٍ ومررت بمسلماتٍ

تشریح : **اعراب کی دوسری قسم** : حالت رفع ضمہ کیساتھ حالت نصب وجر کسرہ کے ساتھ اور یہ دوسری قسم اعراب کی اسماء متمکنہ کی چوتھی قسم جمع مؤنث سالم کو دی گئی ہے جیسے ھن مسلمات۔

سوال : جمع مؤنث سالم میں نصب کو جر کے تابع کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : جمع مؤنث سالم فرع ہے جمع مذکر سالم کی چونکہ جمع مذکر سالم میں بھی نصب جر کے تابع تھی ، اسی لئے جمع مؤنث سالم میں بھی نصب کو جر کے تابع کر دیا تا کہ فرع کی زیادتی اصل پر لازم نہ آئے۔

سوال : زیادتی تو پھر بھی لازم آرہی کیونکہ جمع مؤنث سالم کا اعراب بالحرکت ہے اور جمع مذکر سالم کا اعراب بالحرف ہے ابھی آپ نے بتایا کہ اعراب بالحرکت اصل ہے اور اعراب بالحرف فرع ہے؟

جواب : اعراب بالحرکت مطلقاً اصل نہیں اسی طرح اعراب بالحرف مطلقاً فرع بھی نہیں بلکہ مفرد میں اعراب بالحرکت اصل ہے اور جمع میں اعراب بالحرف اصل ہے لہٰذا فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئی۔

سوال : جب جمع مؤنث سالم فرع ہے جمع مذکر سالم کی تو فرع کو اصل پر کیوں مقدم کیا ہے؟

جواب : مصنف یہاں پر اسماء متمکن کا اعتبار نہیں کر رہے بلکہ اعراب کا اعتبار کیا ہے اور چونکہ اولاً اعراب بالحرکت کا بیان تھا تو اس لئے مصنف نے جمع مؤنث سالم کو مقدم کر دیا۔

سوال : یہ اعراب جامع بھی نہیں مانع بھی نہیں جامع اس لئے نہیں کہ ثبون ، قلون ، ارضون جمع مؤنث سالم ہیں لیکن ان کا یہ اعراب نہیں اور مانع اس لئے نہیں کہ منصوبات ، مرفوعات ، مجرورات، عرفات یہ جمع مؤنث سالم نہیں پھر بھی ان کو یہ اعراب دے دیا گیا ہے؟

جواب : جمع مؤنث سالم سے مراد جمع اصطلاحی ہے کہ ہر وہ جمع جس کے آخر میں الف تا زائدہ ہو لہٰذا ثبون قلون ارضون یہ نکل جائیں گے اور مرفوعات اور منصوبات اور اسی طرح عرفات بھی داخل ہو جائیں گے کیونکہ یہ عرفۃ کی جمع ہے اب بے شک میدان کا نام ہی کیوں نہیں رکھ دیا گیا۔

قولہ : الثالث ان یکون الرفع بالضمة والنصب والجر بالفتحة ویختص بغیر المنصرف کعمر تقول جاء نی عمرُ ورأیت عمرَ ومررتُ بعمرَ

ترجمہ : تیسری قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ ضمہ کے اور نصب اور جر ساتھ فتحہ کے اور یہ مختص کیا گیا ہے ساتھ غیر منصرف کے جیسے عمر کہے گا تو جاء نی عمرُ ورأیت عمرَ ومررت بعمرَ

تشریح : اعراب کی تیسری قسم : رفع ضمہ کے ساتھ نصب و جر فتحہ کے ساتھ اور یہ تیسری قسم کا اعراب اسمائے متمکنہ کی پانچویں قسم غیر منصرف کو دیا گیا ہے جیسے جاء نی عمر الی آخرہ۔

سوال : غیر منصرف میں جر کو فتحہ کے تابع کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : غیر منصرف کی مشابہت ہے فعل کے ساتھ اور چونکہ فعل پر کسرہ نہیں آتی اسی وجہ سے غیر منصرف پر بھی کسرہ نہیں آتی لہٰذا

جر کونصب کے تابع کیا۔

سوال : جب غیر منصرف فرع تھی منصرف کی تو اس کا اعراب بھی فرعی اعراب بالحرف ہونا چاہیے تھا؟

جواب : ہم بتا چکے ہیں کہ تین حالتوں میں دو اعراب دیئے جانے یہ فرع ہوتا ہے اصل نہیں لہٰذا فرع کو فرع والا اعراب دے دیا گیا۔

سوال : جمع مؤنث سالم و غیر منصرف دونوں فرع تھے تو جمع مؤنث کو مقدم کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب : جمع مؤنث اور غیر منصرف دونوں کی مخالفت مفرد کے ساتھ تھی لیکن جمع مؤنث سالم کے اندر مخالفت فقط ایک چیز میں تھی کہ نصب کا نہ آنا بخلاف غیر منصرف کے اس کی مخالفت زیادہ ہے کیونکہ اس کی مخالفت دو وجہ میں ہے کسرہ کے نہ آنے میں اور تنوین کے نہ آنے میں۔

قولہ : الرابع ان یکون الرفع بالواو والنصب بالالف والجر بالیاء ویختص بالاسماء الستة مکبرة موحدة مضافة الیٰ غیرياء المتکلم وهی اخوك وابوك وهنوك وحموك وفوك وذو مال تقول جاء نی اخوك ورأیت اخاك ومررت باخیك وكذاالبواقی۔

ترجمہ : چوتھی قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ واؤ کے اور نصب ساتھ الف کے اور جر ساتھ یاء کے اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ اسماء ستہ مکبرہ کے درانحالیکہ وہ مکبر ہوں واحد ہوں مضاف ہوں طرف غیر یائے متکلم کے اور وہ یہ ہیں اخوك وابوك وهنوك وحموك وفوك وذو مال کہے گا تو جاء نی اخوك ورأیت اخاك ومررت باخیك اور اسی طرح باقی۔

اس سے پہلے اعراب بالحرکت تھے اب یہاں سے اعراب بالحرف شروع ہو رہا ہے۔ پہلی تین قسمیں اعراب بالحرکت تھیں اور الرابع سے اعراب بالحرف شروع ہو گیا۔

تشریح : اعراب کی چوتھی قسم : رفع واو کہ ساتھ نصب الف اور جر یا کے ساتھ یہ چوتھا قسم اسمائے متمکنہ کی چھٹی قسم اسماء ستہ مکبرہ کو دیا گیا ہے لیکن اسمائے ستہ مکبرہ کو یہ اعراب دینے کے لئے چار شرطیں ہیں۔

① یہ اسمائے ستہ مکبر ہوں اگر مصغرہ ہوں تو ان کو اعراب جاری مجریٰ صحیح والا اعراب دیا جائے گا جیسے جاء نی ابی ورأیت ابی الیٰ آخره۔

② یہ اسمائے ستہ مکبرہ موحدہ ہوں اگر تثنیہ جمع ہوں تو انکو اعراب تثنیہ جمع والا دیا جائے گا جیسے جاء نی ابوان الی آخره۔

③ کہ مضاف ہوں اگر مضاف نہ ہوں تو انکو مفرد منصرف والا اعراب دیا جائے گا جیسے جاء نی اب ورأیت ابا ومررت باب۔

④ مضاف بھی ہوں طرف غیر یاء متکلم کے اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو ان کو غلامی والا اعراب دیا جائے گا جیسے جاء ابی ورأیت ابی ومررت بابی ۔

سوال : اسمائے ستہ مکبرہ کو یہ اعراب بالحرف کیوں دیا گیا ہے حالانکہ یہ اسماء اصل ہیں انکو اصل والا اعراب دینا چاہیے تھا؟

جواب اول : اعراب بالحرکت کے لئے شرط یہ تھی کہ اس کے قبول کرنے کی صلاحیت ہو اور چونکہ ان کے آخر میں حرف علت ہے اس لئے اعراب بالحرکت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں تب ان کو اعراب بالحرف فرعی دیا گیا ہے۔

جواب ثانی : مفرد اور تثنیہ اور جمع میں منافرت شدیدہ اور وحشت تامہ پائی جاتی تھی اس لئے نحویوں نے سوچا کہ ان میں صلح کرا دی جائے اس لئے ان اسمائے مفردہ کو تثنیہ جمع والا اعراب دے دیا گیا۔

سوال : اس اعراب کے لئے چھ عدد کی کیا خصوصیت ہے کہ یہ اعراب پانچ یا سات اسماء کو کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب : تثنیہ اور جمع کی تین تین حالتیں تھیں تو چھ حالتوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے چھ کے عدد کا انتخاب کیا گیا ہے۔

سوال : اگر چھ کا عدد تم نے منتخب کرنا تھا تو ان چھ کو کیوں منتخب کیا گیا ہے؟

جواب اول : ان چھ اسموں کے علاوہ کلام عرب میں اور کوئی اسم نہیں تھا کہ جس کے آخر میں حرف علت ہو اور وہ اعراب بالحرف کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

جواب ثانی : کہ ان چھ اسموں کو تثنیہ جمع کے ساتھ زیادہ مشابہت تھی کیونکہ تثنیہ جمع کے اندر جس طرح تعدد ہوتا ہے ان میں بھی نوعی تعدد ہے مثلاً ابوك سے باپ اور بیٹا دونوں سمجھے جاتے ہیں وغیرہ۔

سوال : آپ نے کہا ان چھ اسموں کے علاوہ اور کوئی ایسے اسم نہیں ہم دیکھاتے ہیں کہ ید اور دم اصل میں یدو اور دمو تھے ان کے آخر میں حرف علت بھی ہے ان دو کو منتخب کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب : ان دو اسموں میں بے شک حرف علت تھا لیکن ایسا محذوف ہو چکا ہے کہ کبھی واپس نہیں آسکتا تو اسے نسیا منسیا کہا جاتا ہے۔

قوله : والخامس ان یکون الرفع بالالف والنصب والجر بالیاء المفتوح ماقبلها ویختص بالمثنّٰی وکِلَا مضافا الی مضمر واثنان واثنتان تقول جاء نی الرجلان کِلاهما واثنان واثنتان وأیت الرجلین وکلیهما واثنین واثنتین ومررت بالرجلین وکلیهما واثنین واثنتین

ترجمہ : پانچویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ الف کے اور نصب اور جر ساتھ یاء کے ایسی یاء کہ مفتوح ہو ماقبل اس کا اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ تثنیہ اور کــلا کے درانحالیکہ وہ کــلا مضاف ہو طرف ضمیر کے اور ساتھ اثنان اور اثنتان کے کہے گا تو

جاء نی الرجلان کِلاھما و اثنان و اثنتان ......الخ

تشریح : اعراب کی پانچویں قسم : رفع الف کے ساتھ اورنصب وجر یا ماقبل مفتوح کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی تین قسموں کو دیا گیا ہے۔ساتویں قسم تثنیہ حقیقی جیسے رجلان اور آٹھویں قسم تثنیہ معنوی جیسے کلا کلتا اور نویں قسم تثنیہ صوری جیسے اثنان و اثنتان

یادرکھیں ! تثنیہ حقیقی کے لئے تین شرطیں ہیں ① تثنیہ والا معنی ہو ② تثنیہ والا وزن ③ اس کے مادہ سے اس کا مفرد بھی آتا ہو جیسے رجلان اور تثنیہ صوری کے لئے دو شرطیں ہیں ① تثنیہ والا معنی ② تثنیہ والا وزن بھی ہو جیسے اثنان اثنتان ۔ اور تثنیہ معنوی کے لئے ایک شرط ہے کہ معنی تثنیہ والا ہو جیسے کلا کلتا ۔

سوال : آپ نے کلا کو ذکر کیا ہے حالانکہ یہ اعراب جس طرح کلا کا ہے اس طرح کلتا کا بھی ہے؟

جواب : کلا اصل ہے اور کلتا فرع ہے اور قاعدہ ہے کہ اصل کے بیان سے فرع کا بیان خود بخود ہو جاتا ہے۔

سوال : پھر تو اسی طرح اثنان اصل تھا اور اثنتان فرع تھا تو ان دونوں کو کیوں ذکر کیا؟

جواب : ان دونوں کو ذکر کر کے مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ان کی تذکیر و تانیث باقی اسماء کی طرح ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء کے ہوں گے جیسے اثنان اور مؤنث کے لئے تا کے ساتھ جیسے اثنتان دوسرے اسمائے عدد کی طرح ان کا استعمال نہیں۔

سوال : تثنیہ صوری اور حقیقی کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی لیکن تثنیہ معنوی کے لئے اضافت الی الضمیر کی شرط کیوں لگائی ؟

جواب : تثنیہ حقیقی اور تثنیہ صوری کیلئے صرف ایک ہی اعراب متعین تھا اس لئے کوئی شرط نہیں لگائی بخلاف تثنیہ معنوی کے اس کے دو طرح کے اعراب تھے اگر اضافت الی اسم الظاھر ہو تو اس کا اعراب بالحرکت ہوا کرتا ہے اور اگر اضافت الی الضمیر ہو تو اس کا اعراب بالحرف ہوا کرتا ہے تو اس لئے اعراب دینے کے لئے یہ شرط لگادی۔

فائدہ : یادرکھیں! اس میں دو اعتبار تھے لفظا مفرد اور معنی تثنیہ ہم نے دونوں کا لحاظ کیا ہے اس طرح کہ جب اسکی اضافت اسم ظاہر کی طرف ہو تو اس کو ہم اعراب بالحرکت دیتے ہیں کیونکہ اسم ظاہر بھی اصل ہے اور اعراب بالحرکت بھی اصل ہے تو اصل کو اصل اعراب دیا جاتا ہے اور جب ان کی اضافت ضمیر کی طرف ہو تو معنی کا لحاظ کر کے اعراب بالحرف دیتے ہیں کیونکہ ضمیر فرع ہے اور اعراب بالحرف بھی فرع ہے۔

قولہ : السادس ان یکون الرفع بالواؤ المضموم ماقبلھا والنصب والجر بالیاء المکسور ماقبلھا ویختص بجمع المذکر السالم نحو مسلمون واُولوا وعشرون مع اخواتھا تقول جاء نی مسلمون وعشرون واُولو مال

ورأيت مسلمين وعشرين واولي مال ومررت بمسلمين وعشرين واُولي مال

ترجمہ : چھٹی قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ واؤ کے ایسی واؤ کہ مضموم ہو ماقبل اس کا اور نصب اور جر ساتھ یاء کے ایسی یاء کہ مکسور ہو ماقبل اس کا اور یہ اعراب مختص کیا گیا ہے ساتھ جمع مذکر سالم کے جیسے مسلمون اور اُولو اور ساتھ عشرون کے اور سمیت اس کے متشابہات کے کہے گا توجاء نی مسلمون وعشرون واُلومال ......الخ

تشریح : اعراب کی چھٹی قسم : رفع واو ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب وجر یا ماقبل مکسور کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی تین قسموں کو دیا گیا ہے ① دسویں قسم جمع مذکر سالم جیسے مسلمون ② گیارہویں قسم یعنی جمع معنوی کو جیسے اولو ③ بارھویں قسم جمع صوری جیسے عشرون تاتسعون ۔

سوال : یہ اعراب جامع نہیں کیوں کہ مرفوعات، منصوبات ، مجرورات پر صادق نہیں آتا حالانکہ یہ جمع مذکر سالم ہیں اور مانع بھی نہیں کیونکہ قلون، ثبون ،ارضون پر صادق آتا ہے حالانکہ جمع مؤنث سالم ہیں؟

جواب : ضابطہ ہے کہ کبھی ذکر تو علم کا ہوتا ہے لیکن مراد سے اس سے وصف مشہور ہوتی ہے جیسے لکل فرعون موسیٰ کے اندر فرعون سے مراد مبطل ہے اور موسیٰ سے مراد محق ہے یہاں پر بھی جمع مذکر سالم سے اصطلاحی جمع مراد ہے ہر وہ جمع جس کے آخر میں واو نون ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

سوال : جمع معنوی کو جمع صوری پر مقدم کیوں کیا؟

جواب : ماقبل میں گزر چکا ہے۔

سوال : آپ نے کہا عشرون جمع صوری ہے حالانکہ اس کے مادہ سے اس کا مفرد آتا ہے عشرۃ اس کو جمع حقیقی کہنا چاہیے؟

جواب : جمع کا اطلاق کم سے کم تین افراد پر ہوتا ہے اب عشر تین شمار کیا جائے تو تیس بن جائیں گے اور عشرون کا معنی تیس بن جائے گا جو کہ بالکل غلط ہے۔

سوال : تثنیہ جمع کو یہ اعراب فرعی کیوں دیا گیا ہے اصلی کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب : تثنیہ جمع بھی فرع تھے اس لئے ان کو فرعی اعراب دیا گیا۔

سوال : اگر تم نے ان کو اعراب بالحرف دینا ہی تھا تو کم سے کم تینوں حالتوں میں تین اعراب دے دیتے آپ نے تین اعراب کیوں نہیں دیئے؟

جواب : ہمارے پاس اعراب بالحرف تین تھے اب تثنیہ کو بھی دینا تھا اور جمع کو بھی اور اس کی دوصورتیں تھیں یا تو دونوں کو دے دیتے تو ایک دوسرے کا آپس میں التباس لازم آتا اگر ایک کو دے دیتے تو دوسرا محروم ہو جاتا اس لئے ہم نے انصاف کیا ہے کہ

اعراب بالحرف کو تقسیم کردیا حالت رفعی میں ''تثنیہ'' کو الف دے دیا اور ''جمع'' کو واو دے دی باقی رہ گئی یاء وہ نصب اور جر دونوں حالتوں میں تثنیہ اور جمع کو دے دی البتہ فرق کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے کہ تثنیہ کے اندر یاء کے ماقبل کو مفتوح کردیا گیا ہے اور جمع کے اندر یاء کے ماقبل کو مکسور کردیا گیا ہے۔

سوال : اس کی کیا وجہ ہے کہ حالت رفعی میں تثنیہ کو الف اور جمع کو واو دیا اس کے برعکس کر لیتے؟

جواب : ہم نے اسم کے تقسیم فعل کو دیکھا تو فعل کے تثنیہ میں الف ضمیر فاعل کا ہوتا ہے اور جمع میں واو ضمیر فاعل تو ہم اسم کے تثنیہ وجمع کو فعل کے تثنیہ جمع کے ساتھ تشبیہ دینے کے لئے ہم نے ایسا ہی کیا کہ تثنیہ کو الف دے دیا اور جمع کو واو دے دی۔

سوال : ابھی تک ہم نے تقسیم اعراب میں یہ دیکھا ہے کہ نصب کو جر کے اور جر کو نصب کے تابع کیا گیا ہے لیکن رفع کو کسی کے تابع نہیں کیا گیا اور نہ ہی رفع کے تابع کسی کو کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : رفع عمدہ ہے اور نصب وجر فضلہ ہے تو عمدہ اور فضلہ تابع ومتبوع بن نہیں سکتے بخلاف نصب وجر کے دونوں فضلہ تھے اس لئے ان دونوں کو ہم تابع متبوع بناتے رہے اور بناتے رہیں گے۔

قولہ : واعلم ان نون التثنية مكسورة ابدا ونون جمع السلامة مفتوحة ابدا وكلاهما تسقطان عند الاضافة تقول جاء نى غلامازيدٍ و مسلمومصرٍ

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ بے شک نون تثنیہ کا مکسور ہوتا ہے ہمیشہ اور نون جمع سالم کو مفتوح ہوتا ہے ہمیشہ اور یہ دونوں گر جاتے ہیں وقت اضافت کے۔ کہے گا تو جاء نى غلامازيدٍ و مسلمومصرٍ۔

تشریح : اس عبارت میں دو قاعدوں کا بیان ہے قاعدہ اولی کہ نون تثنیہ کا ہمیشہ مکسور ہوگا یعنی تینوں حالتوں میں اور نون جمع سالم مؤنث کا ہمیشہ مفتوح ہوگا۔

سوال : کیا وجہ ہے کہ نون تثنیہ کا ہمیشہ مکسور اور نون جمع کا ہمیشہ مفتوح کیوں ہوتا ہے؟

جواب : تثنیہ کا نون قائم مقام ہے نون تنوین کے اور تنوین حرف ساکن ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ الساكن اذا حرك حرك بالكسر اس لئے ہم نے نون تثنیہ کو مکسور کردیا اور نون جمع کو مفتوح اس لئے کردیا کہ جمع ثقیل تھا باعتبار معنے کے اور قاعدہ ہے الثقل يقتضى الخفة اور اخف الحرکات فتحہ تھی اس لئے نون جمع سالم کو ہمیشہ کے لئے مفتوح کردیا۔

قولہ : السابع ان يكون الرفع بتقدير الضمة والنصب بتقدير الفتحة والجر بتقدير الكسرة ويختص بالمقصورة وهو مافى آخرهِ الف مقصورة كعصا وبالمضاف الى ياء المتكلم غير جمع المذكر السالم كغلامى تقول هٰذا عصا وغلامى ورأيت عصا وغلامى ومررت بعصا وغلامى

ترجمہ: ساتویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ تقدیری ضمہ کے اور نصب ساتھ تقدیری فتحہ کے اور جر ساتھ تقدیری کسرہ کے اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ اسم مقصورہ کے اور اسم مقصورہ وہ اسم ہے کہ ہو اس کے آخر میں الف مقصورہ جیسے عصا اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ اس اسم کے جو مضاف ہو طرف یاء متکلم کے علاوہ غیر جمع مذکر سالم کے جیسے غلامی ۔ کہے گا تو هذا عصا وغلامی ورأیت عصا وغلامی ومررت بعصا وغلامی ۔

تشریح : مصنف اعراب لفظی کے بیان کرنے کے بعد اعراب تقدیری کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس کی تین قسمیں ہیں اور اسمائے متمکنہ کی باقی چار قسمیں رہ گئیں ہیں۔

اعراب کی ساتویں قسم : رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جر تقدیر کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی دو قسموں کو دیا گیا ہے ① اسم مقصور اور اسم مقصورہ اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصی ② غیر جمع مذکر سالم مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جیسے غلامی۔

سوال : ان دو قسموں کو اعراب تقدیری کیوں دیا گیا ہے اس کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : اسم مقصور کے آخر میں الف مقصورہ ہوتا ہے اب اس کو اعراب دینے کی دو صورتیں ہیں یا تو الف کو حذف کر دیا جائے یا باقی رکھا جائے اگر الف کو باقی رکھا جائے تو الف اعراب کو بالکل قبول کرتا ہی نہیں اور اگر الف کو حذف کر دیا جائے تو محل اعراب آخری حرف ہوتا ہے وہ باقی نہیں رہے گا اور غیر جمع مذکر سالم مضاف ہو یاء متکلم کی طرف اس کو اعراب تقدیری اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے آخر میں یاء موجود ہے جو ماقبل میں کسرہ ہی کو چاہتی ہے اور کسرہ یاء کی مناسبت سے آچکا ہے تو محل اعراب یہی یاء کا ما قبل تھا جس پر کسرہ آچکا ہے لہٰذا جب اعراب لفظی نہیں دیا جا سکتا اعراب تقدیری دیا گیا ہے۔

قوله : الثامن ان يكون الرفع بتقدير الضمة والجر بتقدير الكسرة والنصب بالفتحة لفظا ويختص بالمنقوص وهو مافى آخره ياء ما قبلها مكسور كالقاضى تقول جاء نى القاضى ورأيت القاضى ومررت بالقاضى

ترجمہ : آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع ساتھ تقدیری ضمہ کے اور جر ساتھ تقدیری کسرہ اور نصب ساتھ فتحہ درانحالیکہ وہ فتحہ لفظی ہو اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ اسم منقوص کے اور اسم منقوص وہ اسم ہے کہ ہو اس کے آخر میں ایسی یاء جس کا ما قبل مکسور ہو جیسے القاضی کہے گا تو جاء نی القاضی ورأیت القاضی ومررت بالقاضی ۔

تشریح : **اعراب کی آٹھویں قسم** : اعراب کی آٹھویں قسم اسمائے متمکنہ کی پندرھویں قسم اسم منقوص کو دیا گیا ہے۔

سوال : اسکو یہ اعراب دو حالتوں میں تقدیری دیا گیا ہے اور ایک حالت نصب میں اعراب لفظی کیوں دیا گیا؟

جواب : چونکہ اسم منقوص کے آخر میں یاء ہے اور یاء پر کسرہ وضمہ ثقیل تھا اس لئے ان دونوں حالتوں میں اعراب تقدیری دیا گیا ہے اور چونکہ یاء پر فتحہ کا آنا ثقیل نہیں تھا اس لئے حالت فتحہ میں اعراب لفظی دے دیا گیا۔

قوله : التاسع ان يكون الرفع بتقدير الواو والنصب والجر بالياء لفظا ويختص بجمع المذكر السالم مضافا الى ياء المتكلم تقول جاء نى مسلمى تقديره مسلموى اجتمعت الواو والياء والاولى منهما ساكنة فقلبت الواو ياءً وادغمت الياء فى الياء وابدلت الضمة بالكسرة لمناسبة الياء فصار مسلمىّ ورأيت مسلمىَّ ومررت بمسلمىَّ ۔

ترجمہ : نویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ تقدیری واؤ کے اور نصب اور جر ساتھ یاء کے درانحالیکہ وہ یاء لفظی ہو اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ جمع مذکر سالم کے درانحالیکہ وہ مضاف ہو طرف یاء متکلم کے ۔ کہے گا تو جاء نی مسلمی اصل اس کی مسلموی تھی جمع ہو گئیں واؤ اور یاء اور پہلی ان دونوں میں سے ساکن تھی پس تبدیل کیا گیا واؤ کو یاء سے اور ادغام کیا گیا یاء کو یاء میں اور بدل دیا گیا ضمہ کو ساتھ کسرہ کے واسطے مناسبت یاء کے پس ہو گیا مسلمیّ اور رأيت مسلمىّ اور مررت بمسلمىّ ۔

تشریح : اعراب کی نویں قسم : یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی سولہویں قسم جمع مذکر سالم جو مضاف ہو یاء متکلم کی طرف اس کو دیا گیا ہے۔

سوال : جمع مذکر سالم مضاف الی یاء متکلم کو یہ اعراب کیوں دیا گیا یعنی رفع تو تقدیر واو کے ساتھ اور نصب و جر یا لفظی کے ساتھ؟

جواب : آپ نے ماقبل میں پڑھ لیا ہے کہ جمع مذکر سالم کا اعراب رفع واو کے ساتھ اور نصب و جر یا کے ساتھ ہوتا ہے اور چونکہ جمع مذکر سالم کی یاء متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے واو یا سے بدل ہو چکی ہے اور باقی نہیں رہی تو اعراب رفع کی حالت میں واو کی تقدیر کے ساتھ دیا گیا ہے اور نصب و جر کی حالت میں چونکہ یاء موجود ہے یعنی ادغام کے بعد یاء باقی ہے اسی لئے حالت نصب اور جر میں اعراب لفظی دیا گیا ہے۔

بحث غیر منصرف

فصل : الاسم المعرب على نوعين منصرف وهومالیس فيه سببان اوواحدٌ يقوم مقامهما من الاسباب التسعة كزيد ويسمى الاسم المتمكن وحكمه ان يدخله الحركات الثلاث مع التنوين تقول جاء نى زيد ورأيت زيدا ومررت بزيدٍ وغيرمنصرف وهوما فيه سببان اوواحد منها يقوم مقامهما والاسباب التسعة هى العدل والوصف والتانيث والمعرفة والعجمة والجمع والتركيب والالف والنون الزائدتان ووزن الفعل وحكمه ان لايدخله الكسرة والتنوين ويكون فى موضع الجرمفتوحا ابدا تقول جاء نى احمدُ ورأيت احمدَ ومررت باحمدَ

ترجمہ : اسم معرب دوقسم پر ہے (ایک ان میں سے) منصرف اوروہ وہ اسم ہے کہ نہ ہوں اس میں دوسبب یاایک سبب جوقائم مقام ہودو کے نواسباب میں سے جیسے زید اورنام رکھاجاتاہے اس کااسم متمکن اورحکم اس کا یہ ہے کہ داخل ہوتی ہیں اس پرتینوں حرکتیں سمیت تنوین کے۔ کہے گاتوجاء نی زید......الخ اور (دوسراان میں سے) غیرمنصرف ہے وہ وہ اسم ہے کہ اس میں دو سبب ہوں یاایک ان نومیں سے جوقائم مقام دو کے ہواوروہ نواسباب یہ ہیں عدل اوروصف اورتانیث اورمعرفۃ اورعجمۃ اورجمع اور ترکیب اورالف اورنون زائدتان اوروزن فعل اورحکم اس (اسم غیرمنصرف) کا یہ ہے کہ نہیں داخل ہوتااس پرکسرہ اورتنوین اورہوتا ہے جرکے موقع پرمفتوح ہمیشہ کہے گاتوجاء نی احمدُ ورأیت احمدَ ومررت باحمدَ۔

تشریح : مصنف مقدمہ کی اس چوتھی فصل میں اسم معرب کی دوقسمیں بتارہے ہیں کہ اسم معرب دوقسم پر ہے منصرف وغیر منصرف۔

منصرف کی تعریف : وہ اسم معرب ہے جس میں منع صرف کے نوسببوں میں سے نہ تو دوسبب پائے جائیں نہ ہی ایک سبب قائم مقام دوسببوں کے پایاجائے اوراس کادوسرانام اسم متمکن بھی ہے متمکن بمعنی قوی کیونکہ یہ منصرف بھی تینوں حرکتوں اورتنوین کوقبول کرتاہے اس وجہ سے قوی ہوا اسی مناسبت کی وجہ سے اس کانام اسم متمکن رکھاگیاہے۔

سوال : منصرف کوغیرمنصرف پرکیوں مقدم کیاگیاہے؟

جواب : اصل اسماء میں منصرف ہوتاہے توجب منصرف اصل تھاتواسی وجہ سے منصرف کوغیرمنصرف پرمقدم کیاگیاہے۔

سوال : تعریف تووجودی ہوتی ہے یہاں پرعدمی چیز سے کیوں تعریف کی گئی ہے؟

جواب : تعریف سے مقصودکبھی توتصویرہوتی ہے یعنی غیرحاصل صورت کوحاصل کرنااوریہ ذاتیات کے اعتبار سے ہواکرتاہے

اور کبھی تعریف سے مقصود تمیز ہوتی ہے یعنی کسی چیز کو اس کے ماسوائے سے جدا کرنا۔ اور یہاں پر چونکہ امر ثانی مقصود تھا اسی وجہ سے آپکا اعتراض مندفع ہو جائے گا۔

سوال : ضربت میں دو سبب موجود ہیں وزن فعل اور تانیث لیکن یہ غیر منصرف نہیں؟

جواب : ہماری بحث اسم میں چل رہی جبکہ یہ فعل کی مثال ہے۔

سوال : پھر بھی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں حضار ، تمار پر صادق آتی ہے اس میں دو علتیں موجود ہیں علیمت و تانیث حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں؟

جواب : ہماری مراد اسم سے اسم معرب ہے جبکہ حضار ،،تمار یہ مبنی ہیں۔

سوال : قائمة اور ضاربة میں دو سبب موجود ہیں تانیث اور وصف اور ہے بھی اسم معرب لیکن پھر بھی غیر منصرف نہیں؟

جواب : سببان سے مراد سببان مؤثران ہیں کہ دو سبب مؤثر ہوں جبکہ یہ مؤثر نہیں ہیں۔

سوال : یہ تعریف نوح اور هود پر صادق آتی ہے کیونکہ اسم معرب بھی ہے اور اس میں دو سبب عجمہ اور علیمت موجود ہیں اور یہ مؤثر بھی ہیں اور یہ اسم معرب بھی ہیں لیکن یہ منصرف ہیں؟

جواب : یہاں ایک اور قید ہے مع استجماع شرائطها کہ ان اسباب کے مؤثر بننے کی جو شرائط ہیں وہ بھی موجود ہوں وہ یہاں موجود نہیں۔

سوال : آپ نے غیر منصرف کے حکم میں بیان کیا کہ اس پر کسرہ تنوین نہیں آتی حالانکہ بہت ساری مثالیں ہیں جہاں پر کسرہ و تنوین غیر منصرف داخل ہے جیسا کہ شعر ہے حضرت شافعیؒ کے امام اعظمؒ کی مدح میں۔

اعد ذكر نعمان لنا ان ذكره

هو المسك ما كررته يتضوع

اس میں نعمان غیر منصرف ہے علیمت اور الف نون زائدتان کی وجہ سے لیکن اس پر کسرہ و تنوین دونوں داخل ہیں اور قرآن مجید میں ہے سَلَاسِلًا و اغلالا میں سلاسلا پر تنوین داخل ہے؟

جواب : ضرورت شعری اور کلام میں تناسب اور مناسبت پیدا کرنے کے لئے غیر منصرف پر کسرہ و تنوین آسکتی ہے۔

فائدہ: منصرف کی دو قسمیں ہیں ① حقیقی ② جعلی

منصرف حقیقی کی تعریف گزر چکی ہے اور منصرف جعلی کے اسباب پانچ ہیں ① ضرورت شعری جیسے ماقبل میں شعر گزر چکا ہے۔ ② تناسب بين الكلمتين جیسے سلاسلا ③ تنکیر بعد علیمت جیسے لکل فرعون موسیٰ ④ الف لام کا دخول جیسے

وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدْ ⑤ غیرمنصرف کی اضافت کرنے سے جیسے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔

قولہ : اماالعدل فھوتغیر اللفظ من صیغتہ الاصلیة الی صیغة اُخریٰ تحقیقااو رتقدیراً

ترجمہ: لیکن عدل پس وہ تبدیل ہونا ہے لفظ کا اپنی اصل شکل سے دوسری شکل کی طرف تحقیقا یا تقدیرا

تشریح : اب مصنفؒ اسباب منع صرف کی تفصیل شروع فرمارہے ہیں سب سے پہلے عدل کو مقدم کیا۔

سوال : عدل کو باقی اسباب پر کیوں مقدم کیا؟

جواب : عدل کیونکہ سبب بنتا تھا بغیر کسی شرط کے اور باقی اسباب سبب بنتے تھے شرط کے ساتھ اسی وجہ سے عدل کو مقدم کیا۔

سوال : مصنف نے عدل کی تعریف کی باقی اسباب کی نہیں کی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : عدل کی تعریف چونکہ غیر معروف وغیر مشہور تھی جبکہ باقی اسباب کی تعریف معروف ومشہور تھی اس لئے مصنف نے اس کی تعریف کو ذکر کیا اور باقی اسباب کی تعریف کو ترک کر دیا۔

عدل کی تعریف : عدل کا لغوی معنی پھیرنا ہے لیکن یہاں عدل بمعنی معدول ہے پھیرا ہوا تبدیل شدہ۔

اصطلاحی معنی وتعریف : تبدیل ہونا اسم کا اپنی اصل شکل سے دوسری شکل کی طرف۔

سوال : یہ تعریف اسمائے مشتقہ پر صادق آتی ہے جیسے ضارب ، مضروب اپنی اصل شکل ضرب سے تبدیل ہوچکے ہیں حالانکہ ان میں عدل نہیں؟

جواب : ہم نے کہا صرف صورت بدلے معنی نہ بدلے اور مشتقات کے اندر معنی بدل چکا ہے۔

سوال : پھر بھی یہ تعریف درست نہیں ید اور دم پر صادق آتی ہے کیونکہ وہ اپنی شکل وصورت بدل چکے ہیں کیونکہ ان کا اصل یدو اور دمو تھا حالانکہ ان میں عدل نہیں پایا جاتا؟

جواب : تغیر سے مراد فقط صورت کا تغیر ہے مادہ کا تغیر مراد نہیں اور اس میں تو مادہ تبدیل ہو چکا ہے۔

سوال : یہ تعریف پھر بھی دخول غیر سے مانع نہیں کہ مقول ، مرمی یعنی مغیرات قیاسیہ پر صادق آتی ہے کہ وہ بھی اپنی اصل شکل سے بدل چکے ہیں؟

جواب : تغیر سے مراد تغیر غیر قیاسی ہے یعنی اسم اپنی اصل شکل سے تبدیل ہوا ہو بغیر قانون صرفی کے اور یہاں قاعدہ قانون صرفی سے تبدیل ہے تو اب ان شرائط سے عدل کی تعریف یوں ہوجائے گی تحویل الاسم من حالة الی حالة اخری مع بقاء المادة الاصلیة والمعنیٰ الاصلی بلا قانون صرفی۔

عدل کی دوقسمیں ہیں ① تحقیقی ② تقدیری

عدل تحقیقی : مایوجد فیه دلیل علی وجود الاصل سوامنع صرف، عدل تحقیقی وہ ہے جس کے اصل پر اور معدول عنہ پر غیر منصرف کے علاوہ دلیل موجود ہو۔

عدل تقدیری: عدل تقدیری مالم یوجد فیہ دلیل علی وجود الاصل عدل تقدیری وہ ہے جس کے اصل اور معدول عنہ پر غیر منصرف کے علاوہ دلیل موجود نہ ہو۔

عدل تقدیری کی مثال : عمر، زفر یہ غیر منصرف ہیں اس لئے کہ دو سبب موجود ہیں عدل وعلم اور یہ مثالیں عدل تقدیری کی ہیں کیونکہ ان کے اصل پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی دلیل موجود نہیں اس لئے کہ کلام عرب میں عمر و زفر کو غیر منصرف پڑھا جا رہا ہے نحویوں نے سوچا کہ سبب تو ایک علمیت والا ہے دوسرا سبب نہیں حالانکہ غیر منصرف کے لئے دو سبب کا ہونا ضروری ہے تو انہوں نے اس میں عدل کو فرض کر لیا کہ عمر کا اصل عامر اور زفر کا اصل زافر اس کو غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ اس کے اصل پر کوئی دلیل موجود نہیں۔

عدل تحقیقی کی مثال : ثلاث و مثلث یہ غیر منصرف ہیں اس لئے کہ دو سبب موجود ہیں وصف وعدل اور ان میں عدل تحقیقی ہے کیونکہ ان کے اصل پر غیر منصرف پڑھنے پر دلیل موجود ہے کہ انکا اصل ثلاثہ و ثلاثۃ اور مثلث کا اصل بھی ثلاثۃ ثلاثۃ ہے دلیل یہ ہے کہ اس کا معنی ہے تین، تین اور مثلث کا معنی بھی ہے تین، تین جب ان کے معنی میں تکرار ہے تو لفظ میں بھی تکرار ہوگا کیونکہ قاعدہ ہے تکرار معنی دلالت کرتا ہے تکرار لفظ پر لہٰذا یہ عدل تحقیقی کی مثالیں ہوئیں۔

اخر یہ بھی غیر منصرف ہے اس لئے کہ دو سبب موجود ہیں عدل اور وصف اور یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے کیونکہ اس کے اصل پر بھی غیر منصرف کے علاوہ دلیل موجود ہے وہ یہ ہے کہ اخر مؤنث ہے اخریٰ کا اور اخریٰ مؤنث ہے اٰخر کی آخر اسم تفصیل ہے اور اسم تفصیل کا استعمال تین طریقوں سے ہے ① الف لام کے ساتھ ② من کے ساتھ ③ اضافت کے ساتھ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں کسی ایک طریقے کے ساتھ مستعمل نہیں تو یہ معدول ہے الاخر سے یا اخر من سے۔

سوال : اضافت سے تم نے معدول کیوں نہیں بنایا؟

جواب : اضافت سے معدول بنایا جائے تو مضاف الیہ کو حذف ماننا پڑے گا اور مضاف الیہ کے حذف کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ جب مضاف الیہ حذف کیا جائے تو اس کے عوض تین امور میں سے ایک امر ضرور ہوگا ① یا تو مضاف پر تنوین لائی جاتی ہے مضاف الیہ کے عوض جیسے حینئذ یومئذ ② مضاف مبنی برضمہ کر دیا جاتا ہے جیسے قبل بعد ③ مضاف کا تکرار کر دیا جاتا ہے جیسے یاتیم تیم عدی

وجمع یہ بھی غیر منصرف ہے اس لئے کہ دو سبب موجود ہیں عدل اور وصف اور یہ بھی عدل تحقیقی کی مثال ہے کیونکہ اس کے اصل پر

غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ دلیل موجود نہیں کہ اصل جمع یا جماعیٰ یا جمعوات ہے یہ اس سے معدول ہو چکا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ جمع جمع ہے جمعاء کی جمعاء فعلاء کے وزن پر ہے اور فعلا کی دو قسمیں ہیں ① اسمی ② صفتی فعلاء وصفی کی جمع فعل کے وزن پر آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حمر آتی ہے۔ فعلاء اسمی کی جمع فعالیٰ یا فعلوات آیا کرتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحاری یا صحروات آیا کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نہ فعل کے وزن پر ہے نہ فعالیٰ نہ فعلوات کے وزن پر لہذا یہ اسی میں سے کسی سے معدول ہے۔

قولہ : ولایجتمع مع وزن الفعل اصلا ویجتمع مع العلمیۃ کعمروزفرومع الوصف کثُلاث ومَثْلث واُخَرَ وجُمَعَ

ترجمہ: اور (عدل) نہیں جمع ہوتا سمیت وزن فعل کے بالکل اور جمع ہوتا ہے ساتھ علیت کے جیسے عمر اور زفر اور ساتھ وصف کے جیسے ثلاث اور مثلث اور اخر اور جمع۔

تشریح : یہاں سے ضابطے کا بیان ہے کہ عدل وزن فعل کے ساتھ ہر گز جمع نہیں ہوسکتا۔

سوال : عدل وزن فعل کے ساتھ جمع کیوں نہیں ہوسکتا؟

جواب : اوزان عدل صرف چھ ہیں اور وزن فعل ان چھ وزنوں میں سے کسی پر نہیں آیا کرتا۔ اور وہ چھ وزن یہ ہیں ① فعال جیسے ثلاث ② مفعل جیسے مثلث ③ فعل جیسے عمر اخر ④ فعل جیسے امس ⑤ فعل جیسے سحر ⑥ فعال جیسے قتام۔

قولہ : اما الوصف فلایجتمع مع العلمیۃ اصلًا وشرطہ ان یکون وصفا فی اصل الوضع فاسود وارقم غیر منصرف وان صار اِسمَین للُحیۃ لاصالتھما فی الوصفیۃ

ترجمہ: لیکن وصف پس نہیں جمع ہوتی ساتھ علیت کے بالکل اور شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ وصف اصل وضع میں پس اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں اگر چہ ہو چکے ہیں نام سانپ کے بسبب اصل ہونے ان کے وصفیت میں۔

دوسرا سبب وصف : وصف کا لغوی معنی تعریف کرنا اور اصطلاح میں دو معنے کے لئے آتی ہے

① وصف ایسا تابع ہے جو اپنے متبوع کے معنے پر دلالت کرے جیسے جاء نی رجل عالم۔

② وصف جس کی دلالت ایسی ذات مبہم پر ہو جس میں کسی صفت کا لحاظ کیا گیا ہو۔ جیسے احمر پہلی قسم معرفہ ونکرہ دونوں ہوسکتی ہے اور دوسری قسم صرف نکرہ ہوسکتی ہے اور یہاں پر وصف سے مراد معنی ثانی ہے۔

سوال : مصنف نے قاعدہ بیان کیا کہ وصف علم کے ساتھ ہر گز جمع نہیں ہوسکتی اس کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : وصف کی دلالت ہوتی ہے ذات مبہم پر اور علم کی دلالت ہوتی ہے ذات معین پر اور یہ بات ظاہر ہے کہ تعین اور ابہام میں

تضاداور منافات ہےاور جن چیزوں کے درمیان تضاداور منافات ہو وہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

شرطہ ان یکون وصفا وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وصف اصلی وضعی ہو یعنی وصف کی دو قسمیں ہیں ① وصف اصلی ② وصف عارضی

وصف اصلی وضعی : جس کو واضع نے وصف ہی کے لئے وضع کیا ہو جیسے اسود اور ارقم یہ غیر منصرف ہیں اس لئے کہ اس میں دو سب موجود ہیں وصف اور وزن فعل۔

وان صارا اسمین للحیة لاصالتهما فی الوصفیة یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : کہ اسود، ارقم تو سانپوں کے نام ہو چکے ہیں آپ نے اس میں وصفیت کا کیسے اعتبار کیا ہے؟

جواب : اعتبار اصل اور وضع کا ہوا کرتا ہے استعمال کا نہیں اور چونکہ ان دونوں کی وضع وصفیت والے معنے کے لئے ہے لہٰذا ہم اس میں وصفیت کا اعتبار کر کے غیر منصرف پڑھیں گے۔

قولہ : **وَاَربعٌ فی مررتُ بنسوةٍ اربعٍ منصرف مع انه صفة ووزن الفعل لعدم الاصالة فی الوصفية**

ترجمہ : اور اربع، مررت بنسوۃ اربع میں یہ منصرف ہے باوجود اس کے کہ یہ وصف اور وزن فعل ہے بوجہ نہ ہونے اصل کے وصفیت میں۔

تشریح : یہ احترازی مثال کا بیان ہے کہ مررت بنسوة اربع میں لفظ اربع منصرف ہے حالانکہ دو سبب موجود ہیں صفت بھی ہے اور وزن فعل بھی لیکن چونکہ وصف کے لئے شرط تھی کہ وصف اصلی وضعی ہو اور اس میں وصف عارضی ہے وصف اصلی نہیں کیونکہ لفظ اربع اسمائے عدد میں سے ہے جن کی وضع مراتب معینہ کے لئے ہوا کرتی ہے نہ کہ وصف کے لئے۔

قولہ : **اماالتانيث بالتاء فشرطه ان يكون علمًا كطلحةَ**

ترجمہ: لیکن تانیث بالتاء پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ علم جیسے طلحة ۔

تشریح : اسباب منع صرف میں سے تیسرا سبب تانیث ہے تانیث کی چار قسمیں ہیں ① تانیث بالتاء جس کو تانیث لفظی بھی کہا جاتا ہے ② تانیث معنوی ③ تانیث بالف مقصورہ ④ تانیث بالف ممدودہ

سب سے پہلے مصنف تانیث بالتاء تانیث لفظی کو بیان کرنا چاہتے ہیں تانیث لفظی کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ علم ہو۔

سوال : آپ نے تانیث لفظی کے لئے شرط لگائی کہ علمیت ہو حالانکہ ظلمته اس میں تانیث لفظی موجود ہے علمیت نہیں؟

جواب : علمیت کی شرط تانیث لفظی کے موجود ہونے کے لئے نہیں بلکہ تانیث لفظی کا غیر منصرف کے سبب اور مؤثر بننے کے لئے

شرط ہے۔

اسی طرح یادرکھیں کہ شرط جو بھی اسباب کے لئے آرہی ہے وہ ان اسباب کے موجود ہونے کے لئے نہیں بلکہ ان اسباب کے مؤثر اور سبب بننے کے لئے ہوگی۔

سوال : تانیث لفظی کے لئے علمیت کی شرط کیوں لگائی ہے؟

جواب : تانیث لفظی عارضی چیز ہےاور عارضی چیز محل زوال میں ہوتی ہے تو علمیت کی وجہ سے تانیث لازم ہوجائے گی کیونکہ قاعدہ ہے الاعلام لاتتغیر بقدر الامکان کہ علم حتیٰ الامکان تغیر تصرف سے محفوظ ہوتے ہیں مثال طلحۃ یہ غیر منصرف ہے اس لئے کہ دوسبب موجود ہیں علمیت وتانیث لفظی۔

قوله : وكذلك المعنوى ثم المعنوى ان كان ثُلا ثياساكن الاوسط غيراعجمى يجوزصرفه وتركه لاجل الخفة ووجود السببين كهند والايجب منعه كزينب وسقروماهَ وجورَ۔

ترجمہ: اوراسی طرح معنوی ہے پھر معنوی اگر ہوثلاثی ساکن الاوسط غیراعجمی جائز ہے اس کا انصراف (منصرف کرنا) اورترک انصراف (غیر منصرف کرنا) بسبب خفت کےاور بوجہ موجود ہونے دوسببوں کے جیسے ھند اوراگر (ثلاثی ساکن الاوسط غیرعجمی نہیں) تو واجب ہےاس کا منع صرف جیسے زینب اورسقراور ماہ اور جور۔

تشریح : تانیث کی دوسری قسم تانیث معنوی کے غیر مصرف کے سبب بننے کے لئے دوشرطوں کا بیان ① علمیت ② احد الامور الثلاثہ یعنی تین امور میں سے کوئی امر پایا جائے ① زائد علی الثلثۃ جیسے زینب ② ثلاثی متحرکہ الاوسط ہو جیسے سقر ③ عجمہ ہوجیسے ماہ وجور یہ ساری مثالیں غیر منصرف ہیں کیونکہ دوسبب موجود ہیں علمیت اورتانیث معنوی اوراگر علمیت والی شرط پائی جائے دوسری شرط نہ پائی جائے یعنی تانیث معنوی والاکلمہ زائد علی الثلث نہ ہو بلکہ ثلاثی ہو پھر ثلاثی متحرک الا وسط نہ ہوساکن الاوسط ہواور عجمہ نہ ہوغیر عجمہ ہوتواس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے لاجل الخفۃ کیونکہ وہ کلمہ خفیف ہے جبکہ غیر منصرف ثقل کی وجہ سے پڑھا جاتا ہےاور غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ دوسبب موجود ہیں خلاصہ یہ نکلا کہ تانیث معنوی کا غیر منصرف کا جوازی طور پرسبب بننے کے لئے ایک شرط ہے علمیت اور وجوبی طور پرسبب بننے کے لئے دوشرطیں ① علمیت ② احد الاموالثلاثہ۔

سوال : تم نے تانیث معنوی کے لئے یہ دوشرطیں کیوں لگائی ہیں؟

جواب : علمیت کی شرط کی علت تو آپ نے پڑھ لی ہےاور دوسری شرط احد الامور الثلثۃ یہ شرط اس لئے لگائی کہ جو کلمہ مؤنث معنوی ہواور یہ تینوں امور نہ پائے جائیں تو اس میں کمال درجے کی خفت ہوا کرتی ہے جیسے ھند حالانکہ غیر منصرف کے

سبب بننے کیلئے ثقل وقوت ضروری ہوتی ہے تو ان امور ثلاثہ سے ثقل وقوت پیدا ہو جائے گی اس لئے یہ دوسری شرط لگائی احد الامور الثلثة کی۔

قولہ : والتانيث بالالف المقصورة كحبلىٰ والممدودة كحمراء ممتنع صرفهما البتة لان الالف قائم مقام السببين التانيث ولزومه

ترجمہ: اور تانیث ساتھ الف مقصورہ کے جیسے حبلی (حاملہ عورت) اور ساتھ الف ممدودہ کے جیسے حمراء (سرخ عورت) ممتنع ہے منصرف ہونا ان دونوں کا یقیناً اس لئے کہ الف قائم مقام ہے دو سببوں کے ایک تانیث اور دوسرا اس (تانیث) کا لازم ہونا۔

تشریح : تانیث کی تیسری قسم تانیث بالف مقصورہ جیسے حبلیٰ چوتھی قسم تانیث بالف ممدودہ جیسے حمراء یہ ہمیشہ غیر منصرف ہوں گے ان کے سبب بننے کے لئے کوئی شرط نہیں اور یاد رکھیں کہ تانیث بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ یہ ایک ہی سبب قائم مقام دو سبب کے ہوا کرتے ہیں۔ الف مقصورہ یہ تانیث بالف یہ ایک سبب قائم مقام دو سبب کے اس لئے ہے کہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ میں خوبی ہے جس کلمہ پر آجائیں اس کلمہ کو لازم ہو جاتے ہیں خواہ وقف کی حالت ہو یا غیر وقف کی حالت اس کے ساتھ ہی رہتے ہیں جیسے حبلیٰ اور حمراء ہیں بخلاف تاء تانیث کے کہ وہ وقف کی حالت میں ھا بن جاتی ہے جیسے ضاربة سے ضاربہ تو گویا کہ اس میں دو سبب ہو گئے ایک تانیث دوسرا لزوم تانیث اسی وجہ سے یہ دو سببوں کے قائم مقام ہوا کرتا ہے۔

قولہ : اماالمعرفة فلا يعتبر فى منع الصرف منها الّا العلميّة وتجتمع مع غير الوصف

ترجمہ: لیکن معرفہ پس نہیں اعتبار کیا گیا منع صرف میں اس (معرفہ) سے مگر علمیت اور جمع ہو جاتا ہے ساتھ غیر وصف کے۔

اسباب منع صرف میں سے چوتھا سبب معرفۃ ہے۔

تشریح : **سوال** : معرفہ تو ذات ہے حالانکہ یہ تمام اسباب اوصاف ہوتے ہیں نہ کہ ذات تو اس کو غیر منصرف کا سبب کیسے بنایا جا سکتا ہے؟

جواب : معرفہ مصدر ہے بمعنی تعریف لہٰذا وصف بن کر اس کا سبب بننا بھی درست ہو گیا معرفہ کی اقسام سات ہیں لیکن ان میں سے غیر منصرف کا سبب فقط علم ہے یا یوں کہو کہ معرفہ کا سبب بننے کے لئے شرط ہے کہ علم ہو۔

سوال : معرفہ کی باقی چھ قسمیں غیر منصرف کا سبب کیوں نہیں بنتی ؟

جواب : اسمائے مضمرات، اشارات وموصولات یہ تینوں مبنی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو مبنی ہو وہ معرب غیر منصرف کا سبب ہرگز بن سکتا نہیں ہے کیونکہ ایک ضد دوسری ضد کے لئے سبب نہیں بن سکتی اور معرف باللام اور بالاضافت ہو تو غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیتے ہیں وہ غیر منصرف کا سبب کیسے بن سکتے ہیں۔ باقی رہا منادیٰ تو اس کو نحات نے معرف

باللام کے تحت داخل کیا ہے۔

وتجتمعع غیر الوصف یہ علم تمام اسباب کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے سوائے وصف کے اس کی علت ہم نے ماقبل میں بیان کردی۔

قولہ : اماالعجمة فشرطهاان تكون عَلَمًا في العجمة وزائدة على ثلاثة احرف كابراهيم او ثلاثيا متحرك الاوسط كشَتَرَ فلجام منصرف لعدم العلمية ونوحٌ منصرف لسكون الاوسط

ترجمہ : لیکن عجمہ پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہووہ علم (لغت) عجمی میں اور زائد ہو تین حرفوں پر جیسے ابراهیم یا تین حرفی متحرک الاوسط ہو جیسے شَتَرَ پس لجام منصرف ہے واسطے نہ ہونے علمیت کے اور نوح بھی منصرف واسطے ساکن ہونے اوسط کے۔

تشریح : عجمہ کا لغوی معنی ہے کند زبان ہونا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ لفظ ان الفاظ میں سے ہونا جس کو غیر عرب نے وضع کیا ہو عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں ① علمیت ② احد الامرین یعنی کلمہ وہ عجمہ زائد علی الثلث ہو جیسے ابراهیم یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر۔

سوال : عجمہ میں علمیت کی شرط کیوں لگائی؟

جواب : عرب کی یہ عادت ہے جس لفظ کا تلفظ دشوار سمجھتے ہیں اس میں تغیر تصرف کر دیتے ہیں لہٰذا جب عجمی لفظ عربی کی طرف منتقل ہوا یہ بھی ثقیل تھا اس میں بھی انہیں تغیر و تصرف کرنا تھا تو ان کے تغیر و تصرف سے محفوظ رکھنے کے لئے علمیت کی شرط لگادی تاکہ ثقل باقی رہے۔ ثقل کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جاتا ہے۔

سوال : قالون عجمی زبان میں علم نہیں تھا کیونکہ یہ لغت روم زبان میں ہر عمدہ چیز کو کہا جاتا ہے لیکن جب یہ عربی کی طرف منتقل ہوا تو یہ قاری کا نام بن گیا کیونکہ اس کی قرآت بہت عمدہ ہوتی تھی تو اس کو منصرف ہونا چاہیے تھا لیکن یہ غیر منصرف ہے؟

جواب : عجمہ میں علمیت سے مراد عام ہے خواہ حقیقتاً عجمہ میں علم ہو یا حکماً علم ہو

حقیقتاً کی مثال : ابراهیم۔

حکماً کی مثال : قالون اور حکماً عجمہ میں علم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لغت عجمیہ میں اگرچہ علم نہیں تھا لیکن جب عربیت کی طرف منتقل ہوا تو بغیر تغیر و تصرف کے وہ علم رکھ دیا گیا تو جس طرح وہ علم حقیقی تغیر و تصرف سے محفوظ تھا اسی طرح یہ بھی محفوظ ہوا ثقل باقی رہا جس کی تفصیل یہ ہے کہ عجمہ میں علم ہونے کی تین صورتیں ہیں

① عجمہ میں ہی علم ہو اور بعد از انتقال بھی علم ہو جیسے ابراهیم۔

② عجمہ میں علم تو نہ ہو لیکن بعد از انتقال الی العرب بغیر تغیر و تصرف کے علم ہو گیا جیسے قالون۔ ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ غیر منصرف

کا سبب بنیں گے۔

④ نہ عجمہ میں علم ہو اور نہ وقت انتقال علم ہو بلکہ تغیر وتصرف کے بعد علم رکھ دیا جائے تو یہ منصرف ہوگا۔

فلِجام منصرف لعدم العلمية ونوحٌ منصرف لسكون الاوسط یہ دو احترازی مثالیں فلجام یہ پہلی شرط کی احترازی مثال ہے لجام یہ منصرف ہے اس لئے کہ اس میں پہلی شرط علمیت والی نہیں پائی جاتی اور نوح منصرف ہے اس لئے کہ اس میں دوسری شرط کلمہ زائد علی الثلث ہو ثلاثی متحرک الاوسط ہو وہ نہیں پائی جاتی کیونکہ یہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔

قوله : اماالجمع فشرطه ان يكون على صيغة منتهى الجموع وهو ان يكون بعد الف الجمع حرفان كمساجد اوحرف مشدد مثل دوابّ اوثلاثة احرف اوسطهاساكن غيرقابل للهاء كمصابيح فصياقلة وفرازنة منصرف لقبولهماالهاء

ترجمہ : لیکن جمع پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور وہ یہ ہے کہ الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دواب یا ایسے تین حرف ہوں کہ درمیانی ان کا ساکن ہو درانحالیکہ وہ نہ قبول کرنے والا ہو ھاء کو جیسے مصابیح پس صیاقلة اور فرازنة منصرف ہیں واسطے قبول کرنے ان دونوں کے ہاء کو۔

تشریح : مصنف اسباب منع صرف میں سے چھٹا سبب جمع بیان کر رہے ہیں جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں ① کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور جمع منتہی الجموع کے کل وزن تین ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے دو حرف مفتوح اس کے بعد الف جمع اس کے بعد ایک حرف ہو تو مشدد جیسے دواب اگر دو ہوں تو پہلا مکسور دوسرا حسب عمل جیسے مساجد اگر تین ہوں تو پہلا مکسور دوسرا ساکن اور تیسرا حسب عامل ہوگا جیسے مصابیح۔

یاد رکھیں ! جمع کی دو قسمیں ① جمع الجمع حقیقی ② جمع الجمع تقدیری

جمع جمع حقیقی : وہ جو جمع کی جمع لائی گئی ہو جیسے اکالب جمع ہے اکلب کی اور اکلب جمع ہے کلب کی اور اسی طرح اناعیم جمع ہے انعام کی اور انعم جمع ہے نعم کی اور جمع الجمع تقدیری کا مطلب جمع کی جمع نہ لائی گئی ہو لیکن منتہی الجموع کے وزن پر ہو جس طرح مساجد جمع ہے مسجد کے جو کہ مفرد سے لائی گئی ہے لیکن اکالب کے وزن پر ہے اور مصابیح مصباح کی جمع ہے جو کہ مفرد سے لائی گئی ہے لیکن اناعیم کے وزن پر ہے اس کو بھی جمع منتہی الجموع و جمع اقصیٰ کہا جاتا ہے۔

سوال : تم نے جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے جمع منتہی الجموع کی شرط کیوں لگائی ہے؟

جواب : تا کہ جمع تغیر وتبدل سے محفوظ ہو کیونکہ جمع منتہی الجموع کے بعد اور جمع نہیں بن سکتی اسی وجہ سے اس کو جمع اقصیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے شرط لگائی۔

سوال : آپ نے کہا کہ جمع منتہی الجموع کے بعداور جمع نہیں بنائی جاسکتی ہم دیکھاتے ہیں جس طرح حدیث میں ہے ان کـن صواحبات یوسف اس میں صواحبات یہ جمع لائی گئی ہے صواحب کی حالانکہ صواحب تو جمع منتہی الجموع ہے؟

جواب : یہاں پر جمع تکسیر کی نفی کی گئی ہے کہ جمع تکسیر جمع اقصیٰ کے بعد نہیں لائی جاسکتی اور آپ نے جومثال پیش کی وہ جمع سالم کی ہے اس کی ہم نے نفی نہیں کی۔

سوال : آپ نے جمع منتہی الجموع کے دوہی وزن بتائے جن میں فواعل اور فعالل خارج ہوجاتے ہے جس طرح ضوارب اور جعافر حالانکہ وہ بھی منتہی الجموع میں داخل ہیں؟

جواب : وزن تین قسم پر ہے وزن صرفی ،وزن عروضی، وزن صوری۔

وزن صرفی : کہ وزن اور موزون میں تعداد حروف اور حرکات وسکنات کا لحاظ کیا گیا ہواور اصلی اور زائد کا لحاظ بھی ہو جیسے مساجد بروزن مفاعل۔

وزن صوری کا مطلب یہ کہ وزن اور موزون میں تعداد حروف وسکنات اور حرکات کا لحاظ ہولیکن اصلی اورزائد کا لحاظ نہ کیا گیا ہو جیسے ضوارب بروزن مفاعل۔

وزن عروضی کا مطلب یہ کہ وزن اور موزون تعداد حروف حرکات وسکنات کا لحاظ کیا گیا ہواور نمونہ حرکات کا لحاظ کیا گیا ہولیکن اس بات کا لحاظ نہ ہوکہ اصلی کے مقابلے میں اصلی ہو جیسے ضارب بروزن فعول اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں وزن صوری مراد ہے۔

لہٰذا اکـالب کاوزن باعتبار وزن صوری کے مفاعل اور انـاعیم کاوزن مفاعیل ہوگا دوسری شرط کہ ایسی تاء کوقبول نہ کرے جو وقف کی حالت میں ھا بن جائے۔

سوال : یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب : جو جمع ایسی تاء کے ساتھ آئے جو وقف کی وجہ سے ھـا بن جائے تواس جمعیت میں ضعف آجاتا ہے کیونکہ وہ مفرد کے ہم وزن ہوجایا کرتی ہے جیسے فرازنۃ منصرف ہے کیونکہ اس میں تاء موجود ہے جو وقف میں ھا بن جایا کرتی ہے۔

قولـه : **وهـوايـضا قائم مقام السببين الجمعيّة ولزومها وامتناع ان يجمع مرّة اخرىٰ جمع التكسير فكانه جمع مرتين**

ترجمہ : اوروہ بھی قائم مقام ہے دوسببوں کے ایک ان میں سے جمعیت ہے اوردوسرا اس (جمعیت) کالازم ہونا اور ممتنع ہے کہ جمع بنائی جائی دوسری مرتبہ جمع مکسر پس گویا کہ یہ جمع بنائی گئی ہے دومرتبہ۔

مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں تانیث بالف کی طرح جمع بھی قائم مقام دوسببوں کے ہے ایک سبب تو اس میں جمعیت ہے دوسرا سبب اسکا لزوم جمعیت ہے کہ اس کے بعد دوسری جمع مکسر نہیں بنائی جاسکتی کہ گویا کہ دو سبب یہ ہوگی ایک جمعیت مطلقہ دوسرا ایسی جمع کے وزن پر ہونا جس کے بعد پھر جمع تکسیر نہیں لائی جاسکتی تو یہ جمع دوسبب کے قائم مقام ہوگی۔

قولہ : اما التركيب فشرطه ان يكون عَلما بلا اضافة ولا اسناد كبعلبك فعبد الله منصرف ومعديكرب غير منصرف وشاب قرناها مبنیٌّ

ترجمہ: لیکن ترکیب پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ علم بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے جیسے بعلبك پس عبداللہ منصرف ہے اور معدیکرب غیر منصرف ہے اور شاب قرناها مبنی ہے ۔

تشریح : ساتواں سبب ترکیب : ترکیب کا لغوی معنی ہے مرکب کرنا اور اصطلاحی معنی دوکلموں کو ایک کلمہ بنانا اس طور پر کہ ان دو جزؤں میں سے کوئی جزء حرف نہ ہو اور ان دونوں کلموں کا حکم ایک ہو۔ ترکیب کا غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دوشرطیں ہیں پہلی شرط علمیت ہے دوسری شرط کہ مرکب اضافی اور مرکب اسنادی نہ ہو۔

سوال : یہ دوشرطیں کیوں لگائیں؟

جواب : علمیت کی شرط کی وجہ کئی مرتبہ بتا چکے ہیں کہ ترکیب عارضی چیز ہے اس کو تغیر وتصرف سے محفوظ رکھنے کے لئے علمیت کی شرط لگادی ہے باقی دوسری شرط مرکب اضافی نہ مرکب اسنادی نہ ہو۔ مرکب اضافی کی نفی کی وجہ یہ ہے کہ اضافت غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیتی ہے تو یہ سبب کس طرح بن سکتی ہے اور مرکب اسنادی کی نفی اس لئے کی جو علم مشتمل ہو اسناد پر وہ مبنی ہوا کرتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مبنی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا جیسے مرکب اضافی کی مثال عبداللہ یہ منصرف اور مرکب اسنادی کی مثال شاب قرناها تھا یہ ایک عورت کا نام ہے جسکی دونوں گیسو سفید ہوگئے تھے معنی سفید ہونا اور قرناها یہ تثنیہ قرن بمعنی گیسو کے ہے۔

سوال : جس طرح مرکب اضافی واسنادی سبب نہیں بنتا اس طرح مرکب توصیفی اور مرکب بنائی اور مرکب صوتی بھی سبب نہیں بن سکتے ان کی بھی نفی کرنی چاہیے تھی ان کی نفی کیوں نہیں کی؟

جواب : مرکب توصیفی کی نفی مرکب اضافی کے تحت ہوگئی ہے کیونکہ جس طرح مرکب اضافی کی دوسری جزء اول کے لئے قید ہے اس طرح مرکب توصیفی کے اندر جز ثانی اول کے لئے قید ہے اور مرکب بنائی اور صوتی کی نفی مرکب اسنادی کے ضمن میں ہوگئی ہے کہ وہ جس طرح مرکب اسنادی مبنی ہونے کی وجہ سے سبب نہیں بن سکتی اسی طرح مرکب بنائی اور مرکب صوتی بھی مبنی ہونے کی وجہ سے سبب نہیں بن سکتے اس لئے مصنف نے صراحت نہیں کی مثل بعلبك یہ غیر منصرف ہے اس میں دوسبب موجود ہیں ایک علمیت

دوسرا مرکب منع صرف۔

قولہ : اما الالف والنون الزائدتان ان کانتا فی اسم فشرطه ان یکون عَلما کَعمران وعثمان فسعدان اسم نبت منصرف لعدم العلمیة وان کانتا فی صفة فشرطه ان لایکون مؤنثه علی فُعْلانة کسکران فندمان منصرف لوجود نَدْمانة

ترجمہ: لیکن الف اور نون زائدتان اگر ہوں یہ دونوں اسم میں پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ علم جیسے عمران اور عثمان پس سعدان جو ایک بوٹی کا نام ہے منصرف ہے واسطے نہ ہونے علیت کے اور اگر ہوں یہ دونوں صفت میں پس شرط اس کی یہ ہے کہ نہ ہو اس صفت کی مؤنث فعلانة کے وزن پر جیسے سکران پس ندمان منصرف ہے واسطے موجود ہونے ندمانة کے۔

تشریح : آٹھواں سبب الف نون زائدتان: الف نون زائدتان کی دوصورتیں ہیں۔

پہلی صورت : الف نون زائدتان اسم میں ہو اس کے لئے شرط علیت ہے جیسے عمران و عثمان اس میں دوسبب موجود ہیں علم، والف نون زائدتان **احترازی مثال** سعدان یہ منصرف ہے کیونکہ اس میں علیت والی شرط موجود نہیں۔

سوال : الف نون زائدتان کے لئے علیت کی شرط کیوں لگائی؟

جواب : کہ الف نون زائدتان کلمے کے آخر میں ہوتے ہیں اور کلمہ کا آخر تغیر کے لئے محل ہوتا ہے تو علیت کی شرط لگا کر ان کی زیادتی کو کلمہ کے ساتھ لازم کر دیا تا کہ کلمہ تغیر سے محفوظ ہو جائے۔

سوال : الف نون زائدتان کی طرف ان کانتا میں تثنیہ کی ضمیر لوٹائی اور شرطہ میں واحد کی ضمیر لوٹائی اس میں کیا نقطہ ہے؟

جواب : مصنف نے ایک نکتہ بتادیا کہ اولاً تثنیہ کی ضمیر لوٹا کر بتادیا کہ الف نون زائدتان دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں پھر واحد کی ضمیر لوٹا کر بتادیا کہ یہ دونوں چیزیں سبب ایک بنتی ہیں نہ کہ دو۔

وان کانتا فی صفة فشرطه ان لایکون مؤنثه علی فُعلانة کسکران فندمان منصرف لوجود نَدمانة الف نون زائدتان کی دوسری صورت کہ الف نون زائدتان صفت میں ہو تو اسکی مؤنث فعلانة کے وزن پر ہو جیسے سکران یہ غیر منصرف ہے اسمیں دوسبب موجود ہیں صفت اور الف نون زائدتان۔ **احترازی مثال** ندمان یہ منصرف ہے کیونکہ شرط موجود نہیں ہم نے کہا اس کی مؤنث فعلانة کے وزن پر نہ ہو اور ندمان کی مؤنث فعلانة کے وزن پر ندمانة آتی ہے۔

سوال : صفت کا اسم کے ساتھ تقابل کرنا بھی غلط ہے کیونکہ صفت بھی تو اسم ہوا کرتی ہے؟

جواب : اسم تین چیزوں کے مقابلے میں آیا کرتا ہے ① فعل اور حرف کے مقابلہ میں ② کنیت اور لقب، تخلص کے مقابلہ میں ③ صفت کے مقابلے میں۔ یہاں پر اسم سے مراد وہ اسم ہے جو صفت کے مقابلے میں ہو۔

فائدہ: ندمان جو منصرف ہے وہ بمعنی ندیم کے ہے اگر ندمان بمعنی نادم (پشیمان) ہو تو یہ بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث ندمانۃ نہیں آتی اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں! حسان جب حسن بمعنی خوبی سے لیا جاوے تو منصرف ہوگا بروزن فعال اگر حسن سے لیا جائے تو غیر منصرف ہوگا بروزن فعلان۔

قولہ : اما وزن الفعل فشرطه ان یختص بالفعل ولا یوجد فی الاسم الّا منقولا عن الفعل کشمَّر وضرَب وان لم یختص به فیجب ان یکون فی اوله احدی حروف المضارعة ولا یدخله الهاء کاحمد ویشکر وتغلب ونرجس فَیَعْمَلٌ منصرف لقبولها الهاء کقولهم ناقة یعملة

ترجمہ : لیکن وزن فعل پس شرط اس کی یہ ہے کہ وہ مختص کیا گیا ہو ساتھ فعل کے اور نہ پایا جائے اسم میں مگر نقل کیا ہوا فعل سے جیسے شمر اور ضرب اور اگر مختص نہ کیا گیا ہو ساتھ فعل کے تو پھر ضروری ہے کہ ہو اس کے شروع میں ایک حرف حروف مضارع کا اور نہ داخل ہو اس کے آخر میں ھاء جیسے احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس پس یعمل منصرف ہے واسطے قبول کرنے اس کے ھاء کو جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے ناقۃ یعملۃ۔

تشریح : وزن فعل کا غیر منصرف بننے کیلئے احد الامرین شرط ہے۔

امر اول اختصاص الوزن بالفعل ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو۔

لا یوجد فی الاسم الا منقولا عن الفعل سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : اختصاص الوزن بالفعل سے کیا مراد ہے کہ وہ وزن اسم میں پایا جائے گا کہ نہیں اگر پایا جائے گا تو فعل کے ساتھ کیسے مختص ہوا اور اگر نہ پایا جائے تو وہ غیر منصرف کیسے بن سکتا ہے؟

جواب : اختصاص الوزن بالفعل سے مراد باعتبار وضع کے ہے تو وضع کے اعتبار سے فعل کے ساتھ مختص ہو پھر فعل سے نقل ہو کر اسم میں پایا جائے جیسے شمر اور ضرب۔ شمر، تشمیر سے بمعنی سمیٹنا اولاً یہ فعل تھا بعد میں نقل کر کے اسم میں پایا گیا۔

وان لم یختص بہ سے ناقۃ یعملۃ تک : اس عبارت میں شرط کے امر ثانی کا بیان ہے کہ اگر وہ وزن فعل کیساتھ مختص نہ ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس اسم کے شروع میں حروف مضارعت میں سے کوئی حرف ہو اور تاء کو قبول نہ کرے جو وقف کی حالت میں ھا بن جائے جیسے احمد یشکر **احترازی مثال** : یعمل منصرف ہے کیونکہ اس میں شرط نہیں پائی جاتی یہ تا کو قبول کرتا ہے جو وقف کی حالت میں ھا بن جاتی ہے جیسے عربوں کا قول ہے ناقۃ یعملۃ۔

سوال : اس امر ثانی اور دوسری صورت کے لئے یہ شرط کیوں لگائی کہ اس کے شروع میں حروف مضارعت میں سے کوئی حروف ہو اور تاء کو قبول نہ کرے؟

جواب : تا کہ فعل کے ساتھ اس کی مشابہت ہوجائے اور تاء کی شرط اس لئے لگائی کہ تا متحرک اسم کا خاصہ ہے جس کی وجہ سے اسمیت والی جہت قوی ہوجائیگی اور مشابہت ضعیف ہوجائے گی اور جب مشابہت کم ہوجائیگی تو اس کو غیر منصرف کیسے پڑھا جاسکتا ہے۔

سوال : وزن فعل کو غیر منصرف کا سبب کیوں بنایا گیا ہے؟

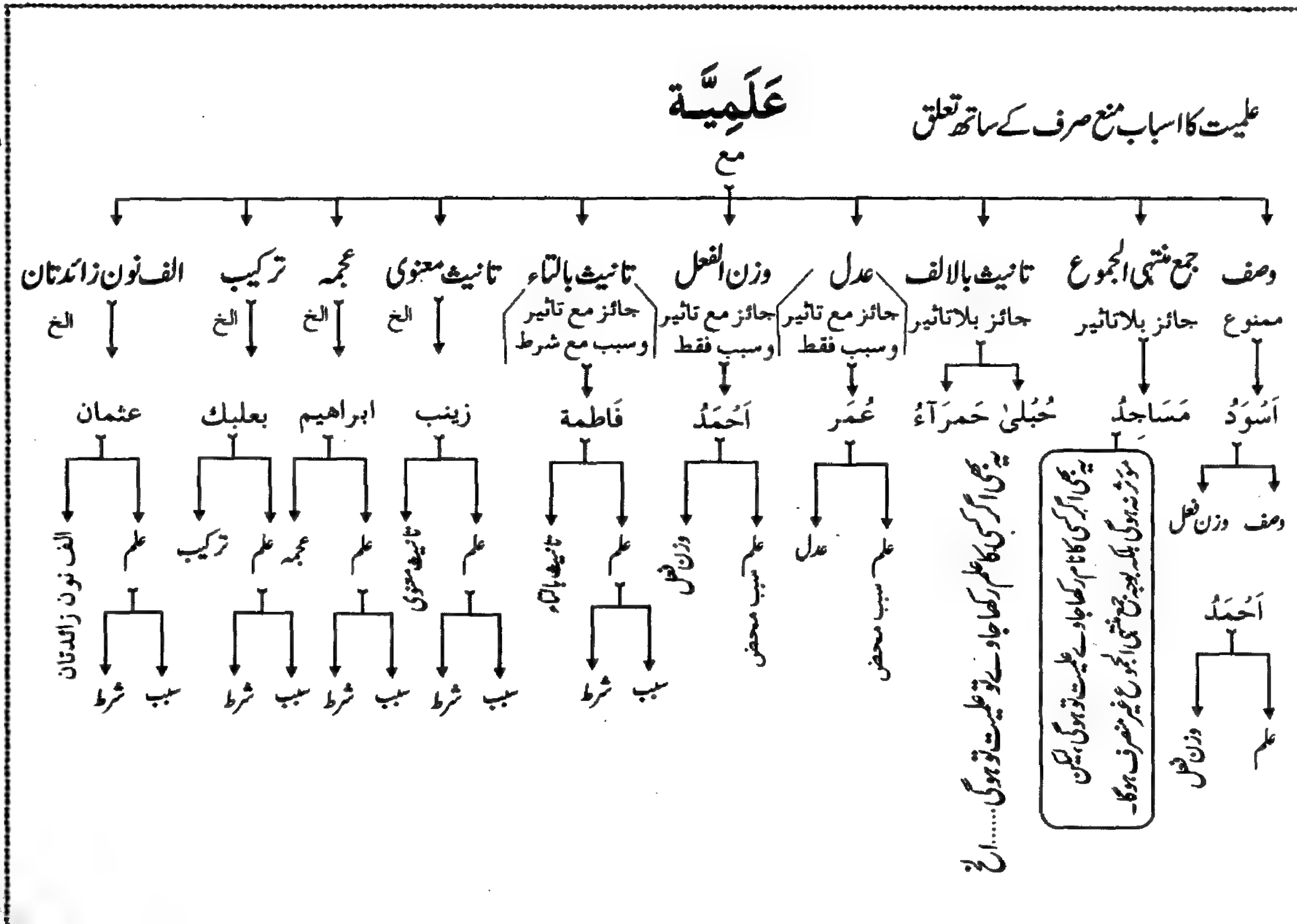
جواب : جب فعل کا وزن اسم میں آئے گا تو ثقیل ہوگا تو ثقل کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

قولہ : **واعلم ان کل ماشُرط فیہ العلمیّۃ وھو المؤنث بالتاء والمعنوی والعجمۃ والترکیب والاسم الذی فیہ الالف والنون الزّائدتان اولم یُشترط فیہ ذٰلک واجتمع مع سببٍ واحدٍ فقط وھو العلم المعدول ووزن الفعل اذانُکّرصُرف امّا فی القسم الاول فلبقاء الاسم بلاسبب واما فی الثانی فلبقائہ علی سبب واحد تقول جاء نی طلحۃ وطلحۃ آخر وقام عمر وعمر آخر وضرب احمد واحمد آخر**

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک ہر وہ اسم (غیر منصرف) کہ شرط کی گئی ہو اس میں علمیت اور وہ ہے مؤنث ساتھ تاء کے اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم جس میں الف اور نون زائدتان ہوں یا وہ اسم (غیر منصرف) کہ نہیں شرط کی گئی اس میں علمیت لیکن جمع ہوجاتی ہے ایک سبب کے ساتھ فقط اور وہ ہے علم معدول اور وزن فعل جب اس کو نکرہ کیا جائے گا تو منصرف ہوجائے گا لیکن پہلی قسم میں پس واسطے باقی رہنے اسم کے بغیر سبب کے اور لیکن دوسری قسم میں پس واسطے باقی رہنے اس کے ایک سبب پر کہے گا تو جاء نی طلحۃ وطلحۃ آخر (آیا میرے پاس طلحہ اور ایک دوسرا طلحہ) وقام عمر وعمر آخر (کھڑا ہوا عمر اور ایک دوسرا عمر) وضرب احمد واحمد آخر (مارا احمد نے اور ایک دوسرے احمد نے)۔

تشریح : ایک ضابطہ کا بیان ہے جس میں مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کس وجہ سے ان اسباب کی تاثیر ختم ہوسکتی ہے جس سے پہلے فائدہ جان لیں۔

فائدہ : غیر منصرف کے اسباب ثمانیہ دو حال سے خالی نہیں کہ علمیت کے ساتھ جمع ہونگے یا نہیں اگر جمع نہ ہوں تو وہ ایک سبب ہے وصف اگر علمیت کے ساتھ جمع ہوسکتے ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ علمیت جمع ہوکر سبب بنے گی یا نہیں اگر سبب نہ بنے تو وہ دو سبب ہیں ① جمع منتہی الجموع ② تانیث بالالف اور اگر جمع ہو بطور سبب ہونے کے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو فقط سببیت کے طور پر جمع ہوگا یا سببیت اور شرطیت دونوں اعتبار سے جمع ہوگا اگر سبب اور شرط دونوں اعتبار سے جمع ہوں تو ایسے اسباب چار ہیں ① تانیث لفظی معنوی ② عجمہ ③ ترکیب ④ الف نون زائدتان اسمی اور جو اسباب محض بطور سببیت جمع ہو تو وہ سبب دو ہیں ① عدل ② وزن فعل اور یہ ضابطہ دو آخری قسم کے لئے ہے۔


علمیت کا اسباب منع صرف کے ساتھ تعلق
عَلَمِيَّة
مع
وصف
ممنوع
اَسْوَدُ
وصف
وزن فعل
اَحْمَدُ
علم
وزن فعل
جمع منتہی الجموع
جائز بلاتاثیر
مَسَاجِدُ
یہ بھی اگر کسی کا نام رکھا جاوے علیت تو ہوگی لیکن
موثر نہ ہوگی بلکہ بوجہ جمع منتہی الجموع غیر منصرف ہوگا۔
تانیث بالالف
جائز بلاتاثیر
حُبْلٰی حَمرَآءُ
یہ بھی اگر کسی کا علم رکھا جاوے تو علیت تو ہوگی......الخ
عدل
جائز مع تاثیر
وسبب فقط
عُمَر
علم
سبب محض
عدل
وزن الفعل
جائز مع تاثیر
وسبب فقط
اَحْمَدُ
علم
سبب محض
وزن فعل
تانیث بالتاء
جائز مع تاثیر
وسبب مع شرط
فَاطمة
علم
سبب
شرط
تانیث بالتاء
تانیث معنوی
الخ
زینب
علم
سبب
شرط
تانیث معنوی
عجمہ
الخ
ابراهیم
علم
سبب
شرط
عجمہ
ترکیب
الخ
بعلبك
علم
سبب
شرط
ترکیب
الف نون زائدتان
الخ
عثمان
علم
سبب
شرط
الف نون زائدتان

اب جس کا حاصل یہ ہے علم کا جمع ہونا اسباب منع صرف کے ساتھ بطور سبب ہونے کے اس کی دو قسمیں ہونگی۔

قسم اول : کہ اگر علم ان چار اسباب میں سے کسی سبب کے ساتھ جمع ہو جس میں سبب بھی ہو شرط بھی ہے اگر ایسے اسم غیر منصرف سے علیت زائل ہو جائے تو اسکو منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ علیت کے بغیر کے کوئی سبب باقی نہیں رہا کہ ایک سبب تو علیت تھا جو زائل ہو گیا اور دوسرا سبب تانیث معنوی یا عجمہ وغیرہ تو وہ اگر چہ موجود ہے لیکن ان کے سبب ہونے کے لئے علیت شرط تھی جب شرط ختم ہو گئی تو وہ سبب نہ رہے گا لہٰذا ایسا اسم بلا سبب ہونے کی وجہ سے منصرف پڑھا جائے گا۔

قسم دوم : وہ جس میں اسباب کے ساتھ علیت بطور سبب ہونے کے جمع ہوتی ہے لیکن شرط نہیں اگر کسی ایسے غیر منصرف سے علیت زائل ہو جائے تو اس کو بھی منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ اس میں فقط ایک سبب باقی ہے۔

قسم اول کی مثال : جیسے طلحہ جب علم کا اعتبار کیا جائے تو غیر منصرف ہوگا اس میں دو سبب ہیں ① تانیث معنوی ② علم لیکن جب اس کو نکرہ اعتبار کیا جائے گا تو اس کو منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ اس میں دو سبب تھے ایک علیت دوسرا تانیث معنوی جب علیت زائل ہو گئی نکرہ اعتبار کریں گے اور دوسرا سبب جو تانیث معنوی تھا وہ اگر چہ موجود ہے لیکن سبب نہ رہے گا اس لئے سبب کے لئے شرط تو علیت تھی جو کہ زائل ہو گئی ہے۔

دوسری قسم کی مثال : جیسے عمر ہے جب اس میں علیت کا اعتبار کیا جائے گا غیر منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ دونوں سبب ہیں۔ ① عدل ② علیت۔ لیکن جب علیت کا اعتبار ختم کر دیا جائے اسے نکرہ سمجھا جائے تو یہ منصرف ہو جائے گا کیوں کہ اسمیں ایک ہی سبب باقی رہا ہے جو کہ عدل ہے۔

فائدہ : علم کو نکرہ بنانے کے دو طریقے ہیں ① علم سے مراد کوئی فرد غیر معین لیا جائے مثلاً زید ایک جماعت کا نام ہو اور اس سے مراد بغیر تعین کے کوئی ایک فرد مراد لیا جائے تو یہ اسم نکرہ ہو جائے گا ② علم سے مراد وصف مشہور مراد لی جائے جیسے لکل فرعون موسیٰ۔

قولہ : وکل مالا ینصرف اذا اُضیف او دخلہ اللام فدخلہ الکسرۃ نحو مررت باحمدِ کم وبالاحمدِ

ترجمہ: اور وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب اس کی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل ہو جائے پس داخل ہوگا اس پر کسرہ جیسے مررت باحمدِ کم وبالاحمدِ۔

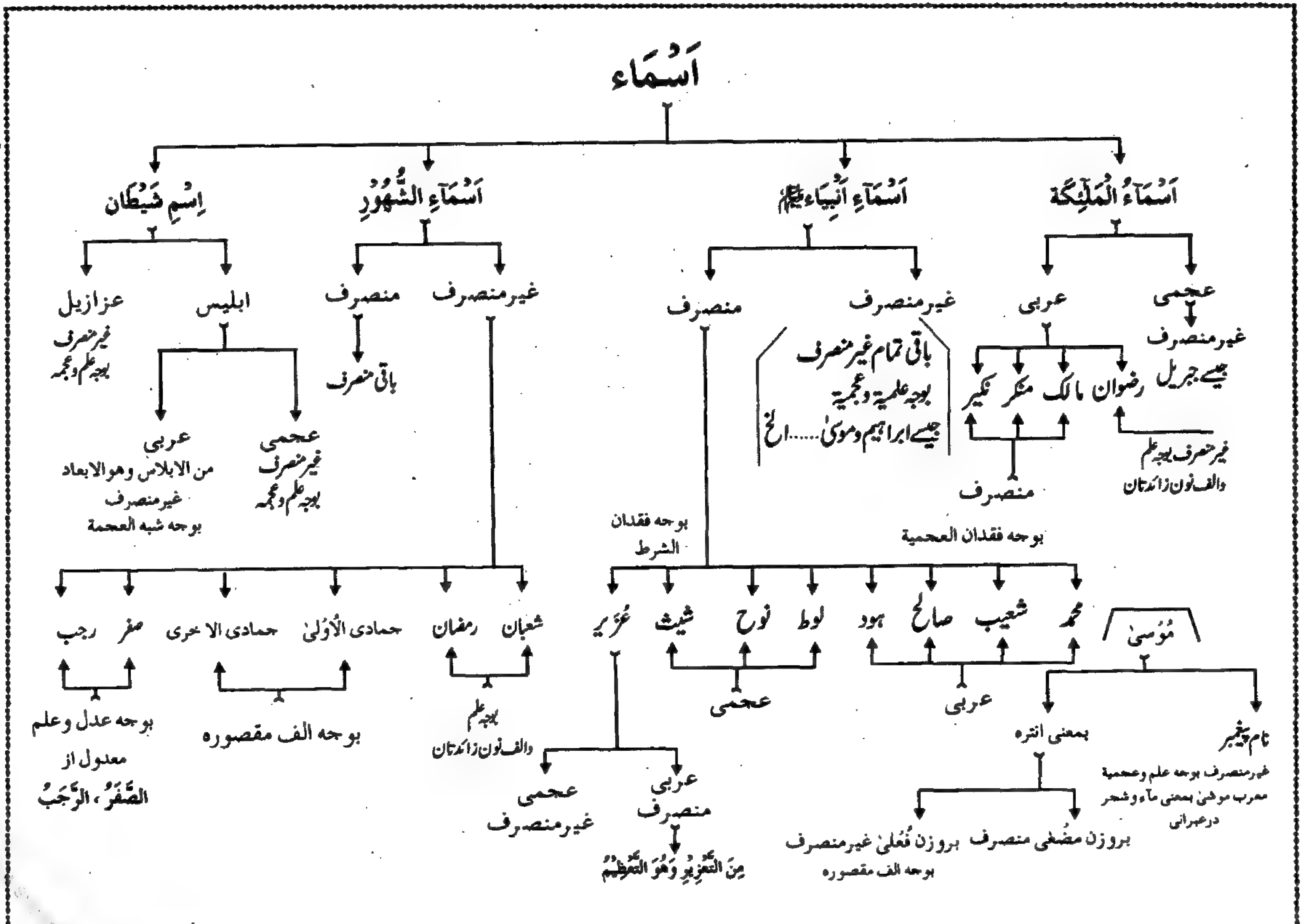
تشریح : **ضابطہ** : غیر منصرف کی جب اضافت ہو جائے دوسرے اسم کی طرف یا اس پر الف لام داخل ہو جائے تو اس پر کسرہ پڑھی جائے گی جیسے مررت باحمد کم احمد کی اضافت ہو گئی تو احمد غیر منصرف پر کسرہ پڑھی جائے گی۔ اس طرح بالاحمد احمد غیر منصرف تھا الف لام کے داخل ہونے کی وجہ سے اس پر کسرہ پڑھی جا رہی ہے۔

سوال : اضافت اورالف لام کے دخول کی وجہ سے غیر منصرف پر کسرہ کیوں پڑھی جاتی ہے؟

جواب : غیر منصرف پہ کسرہ کا نہ آنا یہ فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا جب اس غیر منصرف پر الف لام داخل ہو جائے یا اضافت ہو جائے تو اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہو جائے گی اس لئے الف لام اور اضافت اسم کی عظیم خواص میں سے ہے۔

سوال : اسناد اور حرف جار کا دخول بھی اسم کی عظیم خواص میں سے ہیں اس کی کیا وجہ ہے کہ لام اور اضافت کی وجہ سے تو کسرہ داخل ہو جاتی ہے لیکن حرف جار اور اسناد کی وجہ سے کسرہ داخل نہیں ہوتی ؟

جواب : الف لام اور اضافت میں تاثیر لفظی اور معنوی دونوں ہیں اسی وجہ سے وہ اسم کے اعظم واقوی خواص میں سے ہے۔ بخلاف دوسری علامتوں کے کہ وہ اس درجہ میں نہیں ہے۔ واللّٰہ اعلم علمہ اتم واحکم ۔


اَسْمَاء
اَسْمَاءُ الْمَلٰئِکَۃ
اَسْمَاءِ اَنْبِیَاء علیہم السلام
اَسْمَاءِ الشُّهُوْرِ
اِسْمِ شَیْطَان
عجمی
غیرمنصرف
جیسے جبریل
عربی
رضوان مالک منکر نکیر
غیرمنصرف بوجہ علم والف نون زائدتان
منصرف
غیرمنصرف
باقی تمام غیرمنصرف
بوجہ علمیۃ وعجمیۃ
جیسے ابراہیم وموسیٰ......الخ
منصرف
بوجہ فقدان العجمیۃ
بوجہ فقدان الشرط
محمد شعیب صالح ہود لوط نوح شیث عُزَیر
عربی
عجمی
مُوْسیٰ
نام پیغمبر
غیرمنصرف بوجہ علم وعجمیۃ
معرب موشیٰ بمعنی ماء وشجر
درعبرانی
بمعنی انترہ
بروزن مُضْعًی منصرف
بروزن فُعْلیٰ غیرمنصرف
بوجہ الف مقصورہ
عربی
منصرف
مِنَ التَّعْزِیْرِ وَهُوَ التَّعْظِیْمُ
عجمی
غیرمنصرف
غیرمنصرف
منصرف
باقی منصرف
شعبان رمضان
بوجہ علم
والف نون زائدتان
حمادی الأولیٰ حمادی الاخری
بوجہ الف مقصورہ
صفر رجب
بوجہ عدل وعلم
معدول از
الصَّفَرُ، الرَّجَبُ
ابلیس
عجمی
غیرمنصرف
بوجہ علم وعجمہ
عربی
من الابلاس وهوالابعاد
غیرمنصرف
بوجہ شبہ العجمة
عزازیل
غیرمنصرف
بوجہ علم وعجمہ

المقصد الاول فی المرفوعات

مقصداول مرفوعات میں

تشریح : مصنفؒ مقدمہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مقاصد ثلاثہ میں سے مقصد اول مرفوعات کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

سوال : لفظ مقصد میں دو احتمال ہیں یہ ظرف کا صیغہ ہو یا مصدر میمی کا یہ دونوں معنی غلط ہیں۔ظرف کا صیغہ بنائیں تو معنی ہوگا (جائے قصد) اور مصدر کا صیغہ بنائیں تو معنی ہوگا (قصد کرنا) اور یہ دونوں معنےٰ یہاں نہیں بن سکتے ؟

جواب : ہم یہ قاعدہ آپ کو ماقبل میں بتا چکے ہیں کہ جب ظرف اور مصدر میمی کا حقیقی معنی درست نہ ہو تو یہ اس مفعول کے معنی میں ہوا کرتے ہیں یہاں بھی المقصد ظرف یا مصدر میمی کا صیغہ اسم مفعول المقصود کے معنی میں ہے۔

سوال : مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب : یہ مرفوعات غالبا مسند الیہ پر مشتمل ہوا کرتا ہے اور چونکہ مسند الیہ کلام میں عمدہ ہے تو عمدہ کی رعایت کرتے ہوئے مصنفؒ نے مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کر دیا۔

سوال : مرفوعات مرفوعة کی جمع ہے یا مرفوع کی جو بناؤ وہی غلط ہے؟

اگر مرفوع واحد مرکز کی جمع بناؤ تو یہ اس لئے غلط ہے کہ الف تا کے ساتھ جمع تو مؤنث کی آیا کرتی ہے اور اگر مرفوعة واحدہ مؤنثہ کی جمع بناؤ تو تب بھی یہ غلط ہے اس لئے کہ پھر موصوف کی صفت سے مطابقت نہیں رہے گی کہ اس کا موصوف مذکر ہے الاسماء المرفوعات ۔

جواب : مرفوعات جمع واحد مذکر مرفوع کی ہے باقی رہا یہ سوال کہ اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ کیوں آئی ہے اس کا جواب یہ ہے نحویوں نے قاعدہ بنایا ہے کہ مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع ہمیشہ الف تاء کے ساتھ آیا کرتی ہے جیسے قرآن مجید میں آتا ہے: اَلْاَیَّامِ الْخَالِیَه تو خالیات خال کی جمع ہے۔

قوله : الاسماء المرفوعات ثمانية اقسام الفاعل ومفعول مالم يسم فاعله والمبتداء والخبر وخبرانّ واخواتها واسم كان واخواتها ما ولاالمشبهتين بليس وخبرلاالتى لنفى الجنس

ترجمہ : اسمائے مرفوعہ آٹھ قسمیں ہیں فاعل اور مفعول مالم یسمہ فاعلہ اور مبتداء اور خبر اور خبرانّ اور اس کے متشابہات کی اور اسم کان اور اس کے متشابہات کا اور ما اور لا مشبہتین بلیس کا اور خبر لانفی جنس کی۔

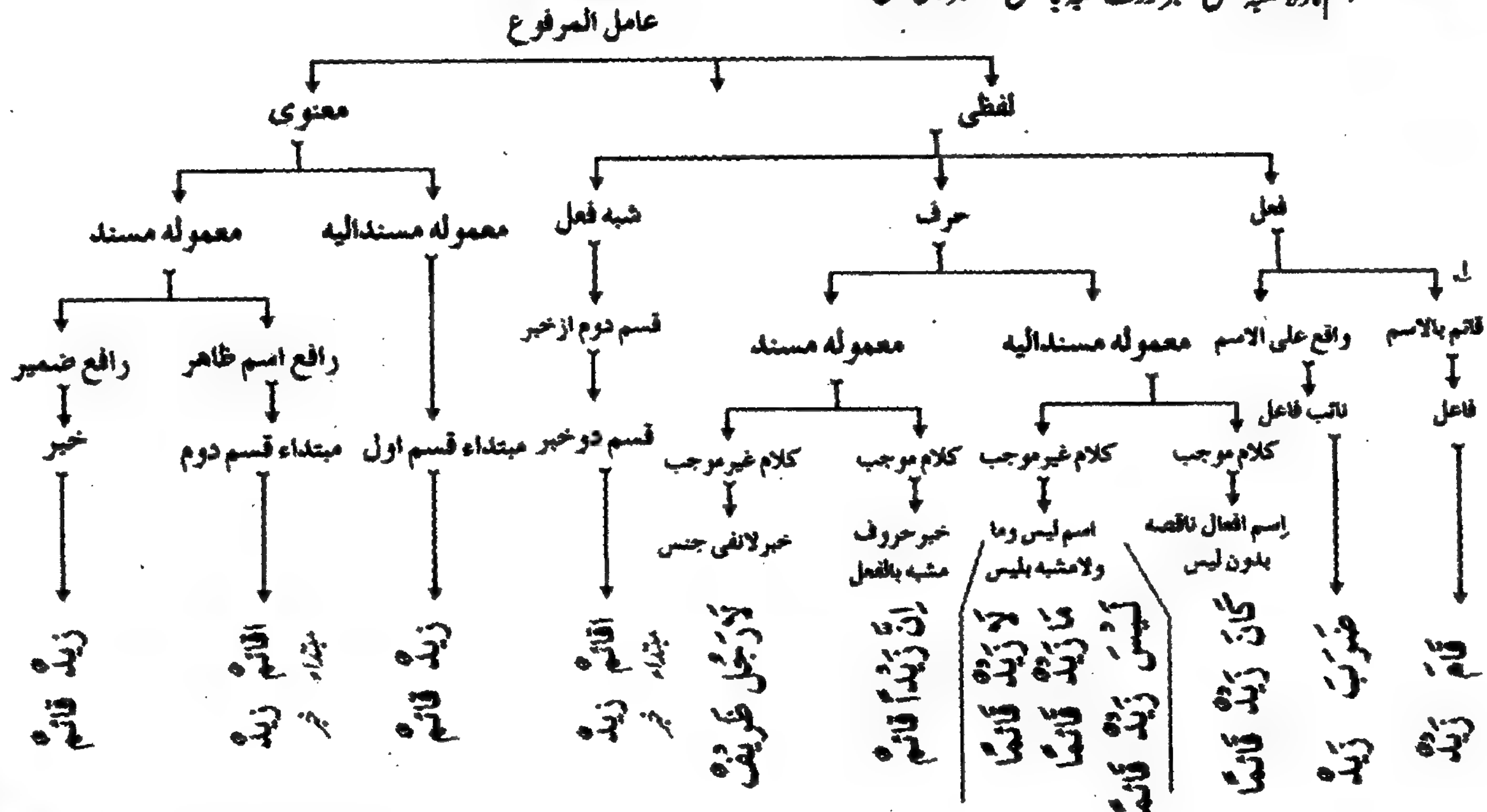
تشریح : مصنفؒ مرفوعات کی اقسام بتانا چاہتے ہیں کہ مرفوعات کی ''آٹھ قسمیں'' ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہیں۔

المرفوعات ہشت ہستند

① فاعل ② نائب فاعل ③ مبتداء ④ خبر ⑤ اسم افعال ناقصہ ⑥ اسم ماولامشبہ بلیس ⑦ خبر حروف مشبہ بالفعل ⑧ خبر لائے نفی جنس

تَحْقِیْق اشتمالی

بلیل حجر



۱ سوال: مرفوعات ہشت نوع ہستند چرا شمار کردہ اید؟ جواب: مبتداء۔ سوال: افعال ناقصہ را چرا حرف شمار کردید حالانکہ افعال اند؟ جواب: باعتبار لفظ فعل اند لیکن باعتبار معنی حرف اند۔

مرفوعات ثمانیہ کی وجہ حصر : اسم مرفوع دو حال سے خالی نہیں اس کا عامل لفظی ہوگا یا معنوی اگر معنوی ہو تو دو حال سے خالی نہیں معمول مسند الیہ ہوگا یا مسند اگر مسند الیہ ہو تو مبتدا اور اگر مسند ہے تو خبر۔ اگر عامل لفظی ہو تو تین حال سے خالی نہیں عامل فعل ہوگا یا شبہ فعل یا حرف۔ اگر فعل یا شبہ فعل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں قائم بالمعمول ہوگا یا واقع علی المعمول ہوگا اول ہو تو فاعل ثانی ہو تو نائب فاعل اور اگر عامل حرف ہو تو معمول دو حال سے خالی نہیں مسند الیہ ہوگا یا مسند اگر مسند الیہ ہوگا تو پھر دو حال سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں اول ہو تو یہ افعال ناقصہ کا اسم ہے اور ثانی ہو تو یہ ماو لا المشبهتین بليس کا اسم ہے۔ اگر مسند ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں اور اگر موجب میں ہو تو حروف مشبہ بالفعل کی خبر ہے اور اگر کلام غیر موجب میں ہو تو یہ لانفی جنس کی خبر ہے۔

بحث فاعل

سوال : مرفوعات میں سے فاعل کو مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب : جمہور نحات کے نزدیک مرفوعات میں سے اصل فاعل ہے باقی رہی یہ بات کہ فاعل کیوں اصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ فعلیہ کی جزء ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں میں سے اصل ہے۔ لہٰذا اس کی جزء بھی اصل ہوگی جو قاعدہ کے مطابق اصل کی جزء اصل ہوا کرتی ہے باقی رہی یہ بات کہ جملہ فعلیہ تمام جملوں میں سے اصل کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے ہر جملہ کی غرض ہوتی ہے مخاطب اور سامع کو فائدہ پہنچانا اور جملہ اسمیہ کی نسبت جملہ فعلیہ میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جملہ فعلیہ کے اندر چند چیزیں زائد ہوتی ہیں۔ زمان، مفعول، حال وغیرہ لہٰذا جب فاعل تمام مرفوعات میں سے اصل ہے تو اس لئے اس کو مقدم کر دیا۔

فصل : الفاعل كل اسم قبله فعل او صفة اسند اليه على معنى انه قام به لا وقع عليه نحو قام زيد وزيد ضارب ابوه عمرًا وما ضرب زيد عمرًا

ترجمہ: فاعل ہر وہ اسم ہے کہ پہلے اس سے فعل ہو یا صیغہ صفت (اس فعل یا صیغہ صفت) کا اسناد کیا گیا ہو اس کی طرف اس معنی پر کہ بے شک وہ (فعل یا صیغہ صفت کا) قائم ہو ساتھ اس کے نہ کہ واقع ہو اس پر جیسے قام زيد اور زيد ضارب ابوه عمروا اور ماضرب زيد عمرا

تشریح : فاعل کی تعریف : فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو جس کا اسناد اس اسم کی طرف اس طرح ہو کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو نہ یہ کہ وہ اس پر واقع ہو۔ جس طرح قام زيد میں فعل لازمی کی نسبت ہے زید کی طرف اور دوسری مثال شبہ فعل کی ہے اور تیسری مثال فعل متعدی کی ہے۔

سوال : آپ نے کہا فاعل اسم ہوتا ہے حالانکہ یسر المرء ما ذھب اللیالی فاعل ہے اسم نہیں؟

جواب : یہ ہے کہ اسم سے مراد عام ہے خواہ حقیقی ہو یا تاویلی ہو۔

سوال : آپ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ مات زید و طال عمرو پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ فعل کا فاعل کے ساتھ قیام سے مراد صدور ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ موت کا صدور زید سے اور طوالت کا صدور عمرو سے نہیں ہوا؟

جواب : یہ کہ قیام الفعل بالفاعل سے مراد یہ ہے کہ صیغہ معلوم کا ہو نہ کہ مجہول کا۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ فاعل کے توابع پر صادق آتی ہے۔ جیسے جاء نی زید و عمرو ۔

جواب : اسناد اور نسبت سے مراد نسبت بالاصالت ہے اور عمرو کی طرف جو نسبت ہے وہ بالتبع ہے بالاصالت نہیں۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کریم من یکرمك میں من پر صادق آرہی ہے جو کہ فاعل ہیں؟

جواب : اور فعل، شبہ فعل کی تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی ہے اور کریم کی جو تقدیم ہے من پر یہ وجوبی نہیں جوازی ہے۔

قولہ : وکل فعل لابد لہ من فاعل مرفوع مظھر کذھب زید اومضمر بارز کضربتُ زیدا اومستتر کزید ذھب

ترجمہ : اور ہر فعل ضروری ہے اس کے لئے فاعل مرفوع مظہر جیسے ذھب زید یا مضمر جیسے ضربت زید یا مستتر جیسے زید ذھب اس عبارت سے لے کر فصل تک مصنفؒ فاعل کے بارے میں آٹھ ضوابط بیان کرنا چاہتے ہیں اس عبارت میں پہلے ضابطے کا بیان ہے۔

تشریح : ضابطہ اولیٰ : جس کا حاصل یہ کہ ہر فعل خواہ لازمی ہو یا متعدی اس کے لئے فاعل مرفوع کا ہونا ضروری ہے۔

فاعل کی دو قسمیں ہیں ① فاعل اسم ظاہر جیسے ذھب زید ② فاعل اسم ضمیر پھر فاعل اسم ضمیر کی دو قسمیں ہیں۔ فاعل اسم ضمیر بارز جیسے ضربت میں ت ضمیر فاعل ہے ضمیر مستتر جیسے زید ذھب میں ذھب کے اندر ضمیر فاعل مستتر ہے۔

سوال : اس ضابطہ کی کیا دلیل ہے یعنی ہر فعل کے لئے فاعل کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : ہر فعل عرض ہوتا ہے اور ہر عرض کے لئے اس چیز کا ہونا ضروری ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہو اس وجہ سے ہر فعل کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے۔

قولہ : وان کان الفعل متعدّ یا کان لہ مفعول بہ ایضا نحو ضرب زید عمروا

ترجمہ : اور اگر ہو فعل متعدی ہوگا اس کے لئے مفعول بہ بھی جیسے ضرب زید عمرا ۔

تشریح : ضابطہ ثانیہ : اگر فعل متعدی ہو جس طرح اس کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کے لئے مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جیسے ضرب زید عمروا۔

سوال: اس ضابطے کے لئے یعنی فعل متعدی کے لئے مفعول بہ کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: جس طرح فعل کا سمجھنا فاعل پر موقوف تھا اسی طرح فعل متعدی کا سمجھنا مفعول بہ پر بھی موقوف ہے لہٰذا فعل متعدی کے لئے فاعل کی طرح مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے بخلاف فعل لازمی کے کہ اس کا تعقل اور تفہم فاعل پر تو موقوف ہوتا ہے لیکن مفعول بہ پر نہیں جیسے قام زید اسی وجہ سے فعل لازمی کے لئے مفعول بہ ہرگز نہیں ہوا کرتا۔

قولہ: وان کان الفاعل مظہرا وُحّد الفعل ابدًا نحو ضرب زید و ضرب الزیدان و ضرب الزیدون وان کان مضمرا وُحّدَ لواحد نحو زید ضرب وثُنّی للمُثنی نحو الزیدان ضربا وجُمع للجمع نحو الزیدون ضربوا

ترجمہ: اور اگر ہو فاعل مظہر (اسم ظاہر) واحد لایا جائے گا فعل ہمیشہ جیسے ضرب زید اور ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون اور اگر ہو فاعل مضمر (اسم ضمیر) تو فعل واحد لایا جائے گا واسطے واحد کے جیسے زید ضرب فعل تثنیہ لایا جائے گا واسطے فاعل تثنیہ کے الزیدان ضربا اور فعل جمع لایا جائے گا واسطے فاعل جمع کے جیسے الزیدون ضربوا۔

تشریح: ضابطہ ثالثہ: اس عبارت میں ضابطہ ثالثہ کا بیان ہے کہ فعل کو واحد تثنیہ اور جمع کہاں لایا جائے گا جس کا حاصل یہ ہے اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لانا واجب ہے خواہ فاعل واحد یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے ضرب زید، ضرب الزیدان، ضرب الزیدون اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل کو فاعل کے مطابق لایا جائے گا یعنی اگر فاعل واحد ہو تو فعل بھی واحد جیسے زید ضرب اگر فاعل تثنیہ ہو تو فعل بھی تثنیہ جیسے الزیدان ضربا اور اگر فاعل جمع ہے تو فعل کو بھی جمع لایا جائے گا جیسے الزیدون ضربوا۔

سوال: اس ضابطہ کی دلیل کیا ہے؟

جواب: فعل کو تثنیہ اور جمع اس غرض سے لایا جاتا ہے کہ وہ فاعل کی حالت بتائے کہ یہ تثنیہ ہے یا جمع جب فاعل اسم ظاہر ہوگا تو اس کی حالت تثنیہ اور جمع کی اس سے ظاہر ہوگی تو وہاں پر فعل کو تثنیہ جمع لانے کی ضرورت نہیں بخلاف اس کے کہ جب فاعل اسم ضمیر ہو تو وہاں پر فعل کو تثنیہ یا جمع لایا جائے گا تا کہ فاعل کی حالت پر دلالت کرے کہ اس کا فاعل واحد ہے یا تثنیہ ہے یا جمع ہے۔

سوال: یہ ضابطہ آپکا درست نہیں اس لئے کہ قرآن مجید ہی موجود ہے وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ الذین ظلموا یہ فاعل اسم ظاہر ہے لیکن اس کے باوجود فعل اسروا جمع لایا گیا ہے۔ اسی طرح بعض مثالیں اور بھی ملتی ہیں جیسے قاما الزیدان اس طرح قمن النساء جس سے آپ کا یہ قاعدہ اور ضابطہ ٹوٹ چکا ہے؟

جواب: الذین ظلموا یہ اسم ظاہر فاعل نہیں بلکہ یہ ضمیر فاعل سے بدل ہے اور باقی مثالوں میں بھی اس طرح کی تاویل کردی جائے گی۔

قولــه : وان كـان الـفـاعل مؤنثا حقيقيا وهو ما بازائه ذكرمن الحيوان أنّث الفعل ابدا ان لم تفصل بين الـفـعـل والـفـاعـل نحو قامت هند وان فصلت فلك الخيار فى التذكيروالتانيث نحوضرب اليوم هندٌ وان شـئـت قلت ضربت اليوم هند وكذٰلك فى المؤنث الغيرالحقيقى نحو طلعت الشمس وان شئت قلت طلع الشمس هٰذا اذا كان الفعل مسندا الى المظهر وان كان مسندا الى المضمر اُنث ابدا نحوالشمس طلعت وجمع التكسيـر كالمؤنث الغيرالحقيقى تقول قام الرجال وان شئت قلت قامت الرجال والرجال قامت ويجوز فيه الرجال قاموا

ترجمہ : اوراگر ہوفاعل مؤنث حقیقی اوروہ (وہ فاعل ہے) کہ مقابلہ اس کے مذکر ہوحیوان میں سے تو مؤنث لایا جائے گا فعل ہمیشہ اگر نہ لائے تو فاصلہ درمیان فعل اور فاعل کے جیسے قـامـت هـنـد اوراگرتو فاصلہ لائے پس واسطے تیرے اختیار ہے مذکر اور مؤنث لانے میں جیسے ضـرب الیوم هـنـد اوراگرتو چاہے تو کہہ ضـربـت الیوم هـنـد اوراسی طرح مؤنث غیرحقیقی میں جیسے طلعت الشمس اوراگرتو چاہے تو کہہ طلع الشمس یہ اس وقت ہے جب ہوفعل مسند اسم ظاہر کی طرف اوراگر ہومسند اسم ضمیر کی طرف تو مؤنث لایا جائے گا ہمیشہ جیسے الشـمـس طلعت اورجمع مکسر مثل مؤنث غیرحقیقی کے ہے کہے تو قـام الـرجال اوراگر چاہے تو کہہ قامت الرجال اورالرجال قامت اور جائز ہے اس میں الرجال قاموا۔

تشریح : ضابطہ رابعہ: جوکہ فعل کی تذکیروتانیث کے بارے میں ہے مصنفؒ نے فاعل کی تین قسمیں بنائی ہیں ① فاعل مؤنث حقیقی ② فاعل مؤنث غیرحقیقی ③ فاعل جمع مکسر

مؤنث حقیقی کی تعریف : وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے نرموجود ہوجیسے امرأة اور ناقة ۔

مؤنث غیرحقیقی کی تعریف : وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکرموجود نہ ہوجیسے شمس وظلمت۔

وان کـان الفاعل سے وان شـئـت قلت ضربت الیوم هند تک فاعل مؤنث حقیقی کا بیان ہے جس کی دوصورتیں ہیں کہ فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ ہوگا یا نہیں۔

پہلی صورت : اگرفاصلہ نہ ہوتو فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے قامت هند، هند فاعل مؤنث حقیقی ہے یہاں پر فعل کو مؤنث لانا واجب ہے۔

دوسری صورت : اگرفاعل مؤنث حقیقی ہواورفعل فاعل کے درمیان فاصلہ ہوتو فعل کی تذکیروتانیث میں اختیار ہے، فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے جیسے ضرب الیوم هند اورفعل کو مؤنث لانا بھی جائز ہے جیسے ضربت الیوم هند

یادرکھیں! کہ فاعل مؤنث حقیقی میں تعمیم ہے کہ فاعل مؤنث حقیقی اسم ظاہر ہو یا فاعل مؤنث حقیقی اسم ضمیر ہو۔

فعل کی تذکیر وتانیث کے قواعد کے لئے نقشہ

فاعل

- **فاعل مؤنث حقیقی**
  - **بغیر فاصلہ کے**: اس کا حکم یہ ہے کہ فعل میں علامت تانیث لانا واجب ہے
    جیسے قامت هند
  - **مفصول ہو**: اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کی تذکیر وتانیث دونوں جائز ہیں
    جیسے قامت اليوم هند ، قام اليوم هند
- **فاعل جمع مکسر**
  - **اسم ظاہر**: اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کی تذکیر وتانیث میں اختیار وجواز ہے
    قال الرجال قالت الرجال
  - **اسم ضمیر**
    - **عقلاء کی جمع**: اس کا حکم یہ ہے کہ دو امر میں سے ایک کا لانا واجب ہے
      ① فعل میں علامت تانیث کی تاء لائی جائے جب کہ فاعل کو بتاویل جماعت کیا جائے الرجال قامت
      ② یا واؤ جمع کی لائی جائے جیسے الرجال قاموا
    - **غیر عقلاء کی جمع**: اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں بھی دو امر میں سے ایک کا لانا واجب ہے
      ① تاء ② نون جمع مؤنث جیسے الايام مضت ، الام مضين
- **فاعل مؤنث غیر حقیقی**
  - **اسم ظاہر**: اس کا حکم فاعل مؤنث حقیقی مفصول والا ہے
    یعنی فعل کی تذکیر وتانیث دونوں جائز ہے طلع الشمس ، طلعت الشمس
  - **اسم ضمیر**: اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کو مؤنث لانا واجب ہے
    الشمس طلعت

سوال : نعم ھند اس میں فاعل مؤنث حقیقی ہے اور فاصلہ بھی نہیں لیکن پھر بھی فعل کو مذکر لایا گیا ہے تو آپ کا ضابطہ کہاں گیا؟

جواب : یہاں پر ایک شرط پہلی صورت کیلئے مقدر ہے کہ فعل متصرف ہو اور آپ کی پیش کردہ مثال میں نعم فعل غیر متصرف ہے۔

سوال : اتی النعجۃ اس میں فاعل مؤنث حقیقی بغیر فاصلے کے ہے اور فعل بھی متصرف ہے لیکن اس کے باوجود مذکر لایا گیا ہے؟

جواب : یہاں پر ایک اور شرط بھی محذوف ہے کہ فاعل جنس انسان میں سے ہو اور النعجۃ یہ انسانوں میں سے نہیں۔

خلاصہ: یہ ہوا کہ فاعل مؤنث حقیقی کیلئے فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جو کہ مشروط ہے تین شرطوں کے ساتھ۔

شرط① فعل متصرف ہو **شرط②** فاعل انسانوں میں سے ہو **شرط③** فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔

سوال : اس ضابطہ کی دلیل کیا ہے؟

جواب : اس ضابطہ کی دلیل یہ ہے کہ فاعل مؤنث قوی ہے جس کی تانیث اثر کرتی ہے فعل میں تب جا کر فعل کو مؤنث لانا واجب ہوتا ہے اور جب فاصلہ آجائے تو فاصلے کی وجہ سے فاعل کی تانیث فعل میں سرایت نہیں کرتی۔

وکذالک فی المؤنث ...... فاعل مؤنث غیر حقیقی کے لئے فعل کی تذکیر تانیث کا بیان

فاعل مؤنث غیر حقیقی کی بھی دو صورتیں ہیں

پہلی صورت : فاعل مؤنث غیر حقیقی اسم ظاہر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کی تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں جیسے طلع الشمس طلعت الشمس۔

دوسری صورت : اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی اسم ہو تو فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے الشمس طلعت۔

سوال : اس ضابطہ کی دلیل کیا ہے؟

جواب : فاعل مؤنث غیر حقیقی کی دو حیثیتیں ہیں ① لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہے ② معنی کے اعتبار سے مذکر ہے دونوں حیثیتوں کا اعتبار کرتے ہوئے فعل کو مذکر و مؤنث لانا جائز ہے تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے لیکن اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی اسم ضمیر ہو تو پھر فعل کو مؤنث لانا واجب ہے تاکہ راجع مرجع میں مطابقت ہو جائے۔

وجمع التکسیر کالمؤنث ...... فاعل کی تیسری قسم فاعل جمع مکسر کا حکم بتانا چاہتے ہیں فاعل جمع مکسر کی بھی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : فاعل جمع مکسر اسم ظاہر ہو اس کا حکم مؤنث غیر حقیقی والا ہے یعنی فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے اور مؤنث لانا بھی جائز ہے جیسے قام الرجال وقامت الرجال۔

دوسری صورت : فاعل جمع مکسر اسم ضمیر ہو تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر وہ جمع مکسر عقلاء کی جمع ہے تو دو امر میں سے ایک کا لانا ضروری ہو جاتا ہے یا فعل کے ساتھ تا لائی جائے یا واو جمع لائی جائے جیسے الرجال قامت یا الرجال قاموا اور اگر جمع مکسر غیر عقلاء

کی جمع ہے تو اس میں تاء ساکنہ واحدہ یا نون جمع مؤنث کا لانا ضروری ہوتا ہے جیسے الایام مضت الایام مضین ۔

سوال : فاعل جمع مکسر کی پہلی صورت کی دلیل کیا ہے؟

جواب : فاعل جمع مکسر جماعت کی تاویل میں ہوسکتا ہے تو یہ لفظ کے اعتبار سے مؤنث اور معنی کے اعتبار سے مذکر تو دونوں کا اعتبار کرتے ہوئے مذکر ومؤنث پڑھنا جائز ہے۔

سوال : فاعل جمع مذکر سالم کا صیغہ ہو تو اس کے فعل کو مؤنث لانا کیوں واجب ہے جیسے قرآن مجید میں آتا ہے **اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓ اِسْرَآئِیْلَ** ؟

جواب : کہ جمع مذکر سالم جماعت کی تاویل میں نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں مذکر کی علامت موجود ہے جو کہ واو ہے اور یہی وجہ ہے کہ جمع مذکر سالم کی اضافت اسمائے عدد کی طرف بھی جائز نہیں ہوتی۔

قولہ: ویجب تقدیم الفاعل علی المفعول اذا کانا مقصورین وخفت اللبس نحو ضرب موسٰی عیسٰی ویجوز تقدیم المفعول علی الفاعل ان لم تخف اللبس نحو اکل الکمثرٰی یحیٰی وضرب عمرًا زیدٌ

ترجمہ : اور ضروری ہے مقدم کرنا فاعل کا مفعول پر جب ہوں دونوں اسم مقصور اور خوف ہو تجھے التباس کا جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ اور جائز ہے مقدم کرنا مفعول کا فاعل پر اگر خوف نہ ہو تجھے التباس کا جیسے اکل الکمثرٰی یحییٰ وضرب عمرًا زیدٌ۔

تشریح : ضابطہ خامسہ : فاعل کا اصل درجہ اور مرتبہ یہ ہے کہ فعل کے تمام معمولات میں سے مقدم ہو کیونکہ یہ فاعل فعل کی لفظاً بھی جزء ہے اور معنیً بھی لیکن اگر کوئی مانع موجود نہ ہو تو پھر مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا بھی جائز ہے مانع یہ ہے کہ جب فاعل اور مفعول پر اعراب لفظوں میں موجود نہ ہو اور فاعل اور مفعول کی تعین پر قرینہ بھی موجود نہ ہو تو وہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے تاکہ التباس لازم نہ آئے جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ یہاں اعراب لفظوں میں نہیں ہے اور قرینہ بھی موجود نہیں ہے یہ دونوں اسم مقصور ہیں اس لئے فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے اور اگر اعراب لفظوں میں موجود ہو یا تعیین پر قرینہ موجود ہو تو پھر تقدیم جائز ہے جیسے ضرب عمرا زید یہاں پر اعراب موجود ہے لہٰذا مفعول کو فاعل پر مقدم کیا گیا ہے اور اکل الکمثریٰ یحیی اس میں قرینہ موجود ہے فاعل مفعول کی تعیین پر اس لئے کہ فاعل یحیی تو بن سکتا ہے کمثریٰ نہیں یہاں پر بھی مفعول کی تقدیم فاعل پر کی گئی ہے۔

قولہ :ویجوز حذف الفعل حیث کانت قرینۃٌ نحو زیدٌ فی جواب مَن قال مَن ضرب

ترجمہ:اور جائز ہے حذف کرنا فعل کا جہاں موجود ہو قرینہ جیسے زید جواب میں اس شخص کے جو کہے من ضرب ۔

تشریح : ضابطہ سادسہ : کا بیان ہے کہ اگر قرینہ موجود ہو تو فعل کا حذف کرنا جائز ہے جیسے کسی شخص نے کہا من ضرب اس

کے جواب میں کہا جائے زید، زید فاعل ہے جس کا فعل حذف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ضرب زید جس پر قرینہ یہ ہے کہ جب سوالیہ کلام جملہ ہے تو جوابیہ کلام بھی جملہ ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ یہ مفرد ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں فعل محذوف ہے۔

سوال : ہوسکتا ہے کہ زید مبتدا ہو اور اس کے لئے قام خبر محذوف ہو؟

جواب : اس صورت میں جملہ کا محذوف ماننا لازم آئے گا اور قاعدہ ہے کہ حذف القلۃ اولی من حذف الکثرۃ ۔

قولہ : وکذا یجوز حذف الفعل و الفاعل معًا کنعم فی جواب مَن قال اقام زید

ترجمہ: اور اسی طرح جائز ہے حذف کرنا فعل اور فاعل (دونوں کا) ایک ساتھ جیسے نعم جواب میں اس شخص کے جو کہے اقام زید (کیا زید کھڑا ہے)۔

تشریح : ضابطہ سابعہ: کہ اگر قرینہ موجود ہو تو فعل اور فاعل دونوں کا اکٹھے حذف کرنا جائز ہے جیسے کوئی شخص سوال کرے اقام زید تو اس کے جواب میں کہا جائے گا نعم جس کے بعد فعل فاعل قام زید محذوف ہے۔

سوال : اس پر کیا قرینہ ہے کہ نعم کے بعد جملہ فعلیہ محذوف ہے جملہ اسمیہ زید قام کیوں محذوف نہیں؟

جواب : اس پر قرینہ سوالیہ کلام ہے کہ جب سوالیہ کلام جملہ فعلیہ ہے تو جوابیہ کلام بھی جملہ فعلیہ ہونا چاہیے کیونکہ جب تک کوئی مانع نہ ہو تو مطابقت اولی ہوا کرتی ہے۔

قولہ : وقد یحذف الفاعل ویقام المفعول مقامہ اذا کان الفعل مجھولًا نحو ضرب زیدٌ وھو القسم الثانی من المرفوعات

ترجمہ : اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے فاعل اور کھڑا کیا جاتا ہے مفعول کو اس کی جگہ جب ہو فعل مجہول جیسے ضُرِب زیدٌ (مارا گیا زید) اور وہ قسم ثانی ہے مرفوعات کی۔

تشریح : ضابطہ ثامنہ : کبھی فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کے قائم مقام ٹھہرا دیا جاتا ہے اور یہ اس وقت جائز ہے جبکہ صیغہ فعل مجہول کا ہو جیسے ضرب زید اس میں زید مفعول ہے جو فاعل کے قائم مقام ہے اور اس کو نائب فاعل کہتے ہیں تو کل تین صورتیں ہو جائیں گی۔ ① فقط فعل کا حذف اس کو اول نمبر پر بیان کیا گیا ہے ② فاعل اور مفعول دونوں کا حذف اس کو دوسرے نمبر پر بیان کیا ③ فقط فاعل کا حذف یہ بغیر قائم مقام کے جائز نہیں اس کو تیسرے نمبر پر بیان کیا گیا۔

فائدہ : فقط فاعل کا حذف پانچ مقامات کے علاوہ کسی مقام پر جائز نہیں ① ما قام الا زید جیسی ترکیب میں ② مصدر میں اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ③ فعل تعجب میں جیسے اَسْمِعْ بِھِمْ وَاَبْصِرْ ④ فعل مجہول میں جیسے اِ ⑤ تنازع الفعلین

بحث تنازع الفعلین

فصل: اذا تنازع الفعلان فی اسم ظاهر بعدھما ای اراد کل واحد من الفعلین ان یعمل فی ذٰلك الاسم فھٰذا انما یکون علی اربعة اقسام الاول ان یتنازعا فی الفاعلیة فقط نحوضربنی واکرمنی زید الثانی ان یتنازعا فی المفعولیة نحوضربت واکرمت زیدًا الثالث ان یتنازعا فی الفاعلیة والمفعولیة ویقتضی الاول الفاعل والثانی المفعول نحوضربنی واکرمت زیدًا الرابع عکسه نحوضربت واکرمنی زید

ترجمہ : جس وقت جھگڑا کریں دوفعل ایسے اسم ظاہر میں جوان دونوں کے بعد ہو یعنی ارادہ کرے ہرایک ان دونوں فعلوں میں سے کہ وہ عمل کرے اس اسم میں پس یہ تنازع سوائے اس کے نہیں کہ چارقسم پر ہے اول یہ کہ تنازع کریں گے فاعل ہونے میں فقط جیسے ضربنی واکرمنی زید دوسرا یہ کہ تنازع کریں گے مفعول ہونے میں جیسے ضربت واکرمت زیدًا تیسرا یہ کہ تنازع کریں گے فاعل اورمفعول ہونے میں تقاضا کرے گا پہلا فاعل کا اوردوسرامفعول کا جیسے ضربنی واکرمت زیدًا چوتھا اس کے برعکس ہے جیسے ضربت واکرمنی زید ۔

تشریح : فاعل غیرمتنازع فیہ کے احکامات سے فارغ ہونے کے بعد اب فاعل متنازع فیہ کو بیان کیا گیا ہے اوراس فصل میں تنازع الفعلین کا مسئلہ بیان کیا جارہا ہے جس میں پانچ درجات کا بیان ہوگا۔

درجہ اولیٰ تعریف تنازع **درجہ ثانیہ** تصویرتنازع **درجہ ثالثہ** اختلاف درجوازوعدم جواز **درجہ رابع** اختلاف درردواختیارو عدم اختیار **درجہ خامسہ** درطرق قطع تنازع ،اس عبارت میں

درجہ اولیٰ: یعنی تعریف تنازع کا بیان ہے جب تنازع کریں دوفعل ایسے اسم ظاہر میں جوان کے بعدواقع ہو یعنی اس اسم میں عمل کرنے کا دوفعلوں میں سے ہرایک فعل یہ تقاضا کرے۔

سوال : تنازع جھگڑا کرنا یہ ذی روح چیز کا کام ہے جبکہ یہ دوفعل غیرذی روح چیز ہیں توانکا تنازع کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب : یہاں تنازع کا لغوی معنی مرادنہیں اصطلاحی معنی مراد ہے یعنی دوفعلوں کے بعدواقع ہونے والے اسم ظاہر میں دونوں کے لئے علی سبیل البدلیت معمول بننے کی صلاحیت ہو۔

سوال : تنازع بایں معنی شبہ فعل میں موجود ہے جیسے زید ضارب ومکرم بکرا توپھرفعل کی کیوں تخصیص کی؟

جواب: فعل سے مرادعامل ہے۔

سوال : پھرالعاملان کہہ دیتے ؟

جواب : عمل کرنے میں چونکہ فعل اصل تھا اس لئے اس کو ذکر کیا ہے۔

سوال : تنازع تو دو فعل سے زیادہ میں بھی ہوا کرتا ہے جیسے حدیث میں ہے: تسبحون وتکبرون وتحمدون دبر کل صلوۃ ثلاثاً وثلاثین تو دو کی تخصیص تم نے کیوں کی ہے؟

جواب : دو فعلوں کا ذکر کرنا حصر کے لئے نہیں بلکہ اقل درجہ کا بیان ہے کہ تنازع کے لئے کم سے کم دو فعلوں کا ہونا ضروری ہے۔

سوال : اسم ظاہر کی تخصیص کی کیا وجہ ہے کیا اسم ضمیر میں تنازع نہیں ہوسکتا؟

جواب : ضمیر متصل میں تو تنازع ممکن نہیں اس لئے اسم ظاہر کی قید لگادی۔

سوال : بعد هما کی قید کیوں لگائی کیا اسم ظاہر شروع میں ہو یا درمیان میں تو تنازع نہیں ہوسکتا؟

جواب : جی ہاں اسم ظاہر اگر دونوں پر مقدم ہو یا دونوں کے درمیان ہو تو تنازع نہیں ہوسکے گا کیونکہ وہ فعل اول کا معمول ہوگا۔

قوله : واعلم ان فی جمیع هٰذه الاقسام یجوز اِعمال الفعل الاول واعمال الفعل الثانی خلافا للفرّاء فی الصورة الاولیٰ والثالثة ان اُعمل الثانی ودلیله لزوم احد الامرین امّا حذف الفاعل او الاضمار قبل الذکر وکلاهما محظوران

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک شان یہ ہے کہ ان تمام اقسام میں جائز ہے عمل دینا فعل اول کو اور عمل دینا فعل ثانی کو اختلاف ہے فراء کا صورت پہلی میں اور تیسری میں اگر عمل دیا جائے دوسرے کو اور دلیل اس کی لازم آنا ہے ایک چیز کا دو میں سے یا فاعل کو حذف کرنا یا اضمار قبل الذکر اور وہ دونوں ناجائز ہیں۔

تشریح : درجہ ثانیہ : تصویر تنازع اور تقسیم تنازع کی چار صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : دونوں فعل فاعلیت کا تقاضا کریں۔

دوسری صورت : دونوں فعل مفعولیت کا تقاضا کریں۔

تیسری صورت : فعل اول فاعلیت کا تقاضا کرے اور فعل ثانی مفعولیت کا تقاضا کرے۔

چوتھی صورت : فعل اول مفعولیت اور فعل ثانی فاعلیت کا تقاضا کرے۔

درجہ ثالثہ : کا بیان ہے جو اختلاف جواز وعدم جواز کے بارے میں ہے جمہور نحاۃ کے نزدیک ان چاروں صورتوں میں پہلے فعل کو عمل دینا بھی جائز ہے اور دوسرے فعل کو عمل دینا بھی جائز ہے علی سبیل البدلیة

لیکن فراء نحوی کے نزدیک پہلی اور دوسری صورت میں دوسرے فعل کو عمل دینا ناجائز ہے اس کی دلیل کہ پہلی صورت اور تیسری صورت میں عمل دوسرے فعل کو دیا جائے تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی یا اضمار قبل الذکر یا حذف فاعل۔ اس لئے

پہلی اور تیسری صورت میں پہلے فعل کو عمل دیا جائے گا۔ دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں۔

جمہور نحاۃ کا جواب : جمہور نحاۃ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ پہلی اور تیسری صورت میں دوسرے فعل کو عمل دیں گے اور پہلے فعل کے لئے ضمیر کریں گے باقی رہا آپ کا سوال کہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے تو اس کا جواب یہ کہ اضمار قبل الذکر فاعل میں لازم آتا ہے اور فاعل چونکہ عمدہ ہے اور قاعدہ ہے کہ اضمار قبل الذکر عمدہ کا جائز ہوتا ہے۔

قوله: وهٰذا في الجواز وَاما الاختيار ففيه خلاف البصريين فانهم يختارون إعمال الفعل الثاني اعتبارًا للقرب والجوار والكوفيون إعمال الفعل الاول مراعاة للتقديم والاستحقاق

ترجمہ : اور یہ اختلاف جواز میں لیکن پسندیدہ، پس اس میں بصریوں کا اختلاف ہے پس وہ (بصری حضرات) پسند کرتے عمل دینا فعل ثانی کو قرب اور پڑوس کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفی حضرات پسند کرتے عمل دینا فعل اول کو تقدیم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے۔

تشریح : درجہ رابعہ : کا بیان ہے کہ بصریین اور کوفین کا اس بات میں اتفاق تھا کہ چاروں صورتوں میں علی سبیل البدلیۃ دونوں فعلوں کو عمل دینا جائز ہے لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ پہلے فعل کو عمل دینا مختار ہے یا دوسرے فعل کو۔

بصریین کا مذہب : دوسرے فعل کو عمل دینا مختار ہے بصریین کی دلیل اول

دلیل نقلی : جو قرآن مجید میں ہے آتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا اور هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ ۔

① **دلیل عقلی** : اگر فعل اول کو عمل دیا جائے تو عامل اور معمول میں اجنبی کا فاصلہ لازم آئے گا۔

② **دلیل عقلی** : الحق للقرب والجوار اور قریب چونکہ دوسرا فعل ہے اس لئے دوسرے فعل کو عمل دینا مختار ہے۔

کوفیین کا مذہب : پہلے فعل کو عمل دینا مختار ہے۔

اس کی عقلی دلیل الاول فـالاول کیونکہ فعل اول پہلے ہے اس لئے اس کو عمل دینا مختار ہے اور چونکہ راجح مذہب بصریین کا تھا اس لئے مصنفؒ ان کے مذہب کو مقدم کر دیا۔

قولـه : فان اعملت الثاني فانظر ان كان الفعل الاول يقتضي الفاعل اضمرته في الاول كما تقول في المتوافقَين ضربني واكرمني زيدٌ وضرباني واكرمني الزيدان وضربوني واكرمني الزيدون وفي المتخالفَين ضربني واكرمت زيدًا وضرباني واكرمت الزيدَيْنِ وضربوني واكرمت الزيدِيْنَ

ترجمہ: پس اگر عمل دے تو ثانی کو کو پس دیکھ اگر فعل اول تقاضا کرتا ہے فاعل کا تو ضمیر لائے گا تو اس کی اول میں جیسا کہ کہے گا تو متوافقین میں ضربني واكرمني زيد ....

تشریح : بصریین کے مذہب پر قطع تنازع کی تفصیل ہے جس کی تین صورتیں بنتی ہیں۔

پہلی صورت : اگر دونوں فعل فاعلیت کا تقاضا کریں یا فعل اول فاعلیت کا تقاضا کرے تو عمل ہر حال میں دوسرے فعل کو دیں گے اور پہلے فعل کے لئے فاعل کی ضمیر کر دیں گے کیونکہ قطع تنازع کے تین طریقے تھے ① حذف ② اظہار ③ اضمار
حذف تو اس لئے نہیں کر سکتے کہ فاعل کا حذف بغیر قائم مقام ناجائز ہے اور اظہار بھی نہیں کر سکتے کیونکہ تکرار لازم آئے گا جو کہ قبیح ہے لہٰذا اضمار ہی متعین ہوا کہ باقی رہا یہ کہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عمدہ میں جائز ہے۔

متوافقین کی مثال : ضربني واكرمني زيد

متخالفین کی مثال : ضربني واكرمت زيد

قوله: وان كان الفعل الاول يقتضي المفعول ولم يكن الفعلان مِن افعال القلوب حذفتَ المفعول من الفعل الاول كما تقول في المتوافِقِينَ ضربت واكرمت زيدًا وضربت واكرمت الزيدَينِ وضربت واكرمت الزيْدِينَ وفي المتخالفَينِ ضربت واكرمني زيدٌ وضربت واكرمني الزيدان وضربت واكرمني الزيد ون

ترجمہ : اور اگر فعل اول تقاضا کرے مفعول کا اور نہ ہوں دونوں فعل افعال قلوب میں سے تو حذف کر تو مفعول کو فعل اول سے جیسے کہ تو کہے گا متوافقین میں ضربت واكرمت زيدًا ......الخ اور متخالفین میں ضربت واكرمني زيد......الخ

تشریح : دوسری صورت : اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دو فعل جھگڑا کرنے والے افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو ہر حال میں عمل دوسرے فعل کو دیں گے۔ خواہ متوافقین کی صورت میں ہو یا متخالفین کی اور پہلے فعل کے لئے مفعول کو محذوف مانیں گے دلیل قطع تنازع کے تین طریقے تھے حذف، اظہار، اضمار
اضمار تو اس لئے نہیں کر سکتے کہ اس سے اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اور اظہار بھی نہیں کر سکتے کہ تکرار لازم آئے گا جو کہ قبیح ہے لہٰذا حذف ہی متعین ہوا اور مفعول کا حذف یہ فضلہ کا حذف ہے جو کہ جائز ہے۔

متوافقین کی مثال : ضربت واكرمت زيداً

متخالفین کی مثال : ضربت واكرمني زيد

قوله: وان كان الفعلان من افعال القلوب يجب اظهار المفعول لِلْفعل الاول كماتقول حسبني منطلقًا وحسبتُ زيدًا منطلقًا اذ لايجوز حذف المفعول من افعال القلوب واضمار المفعول قبل الذكر هٰذا هو مذهب البصرين

ترجمہ : اور اگر ہوں دونوں فعل افعال قلوب میں سے تو واجب ہے فعل اول کے مفعول کو ظاہر کرنا جیسا کہ کہے گا تو حسبنی منطلقًا وحسبتُ زیدًا منطلقًا اس لئے کہ نہیں جائز حذف کرنا مفعول کا افعال قلوب میں سے اور ضمیر کرنا مفعول کا پہلے ذکر کرنے اس (مفعول) کے یہ مذہب ہے بصریوں کا۔

تشریح : تیسری صورت : کہ پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دو جھگڑا کرے والے فعل افعال قلوب میں سے ہوں وہ تو عمل دوسرے فعل کو دیں گے اور پہلے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر کریں گے دلیل قطع تنازع کے تین طریقے تھے حذف، اظہار، اضمار حذف کرنا تو اس لئے غلط ہے کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف کرنا جائز نہیں ہوتا اور اضمار بھی نہیں کر سکتے کہ اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آئے گا یہ بھی جائز نہیں لہذا متعین ہوا اظہار تو پہلے کے لئے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے حسبنی منطلقا وحسبت زیداً منطلقا۔

قولہ : واما ان اعملت الفعل الاول على مذهب الكوفيين فانظران كان الفعل الثانی يقتضی الفاعل اضمرت الفاعل فی الفعل الثانی كما تقول فی المتوافقَين ضربنی واكرمنی زيدٌ وضربنی واكرمانی الزيدان وضربنی واكرمونی الزيد ون وفی المتخالفَين ضربت واكرمنی زيدًا وضربت واكرمانی الزّيدَيْن وضربت واكرمونی الزيدِيْنَ

ترجمہ : اور اگر عمل دے تو فعل اول کو کوفیوں کے مذہب پر پس دیکھ تو اگر دوسرا فعل تقاضا کرتا ہے فاعل کا تو ضمیر لائے گا تو فاعل کی دوسرے فعل میں جیسا کہ کہے گا تو متوافقین میں ضربنی واكرمنی زيد......الخ

قولہ : وان كان الفعل الثانی يقتضی المفعول ولم يكن الفعلان من افعال القلوب جاز فيه الوجهان حذف المفعول والاضمار والثانی هو المختار ليكون الملفوظ مطابقا للمراد اما الحذف فكما تقول فی المتوافقين ضربت واكرمت زيدًا وضربت واكرمت الزيدَ ينِ وضربت واكرمت الزيْد ين وفی المتخالفَيْنِ ضربنی واكرمت زيدٌ وضربنی واكرمت الزيدانِ وضربنی واكرمت الزيدون

ترجمہ : اور اگر فعل ثانی تقاضا کرے مفعول کا اور نہ ہوں دونوں فعل افعال قلوب میں سے تو جائز ہیں اس میں دو وجہیں حذف کرنا مفعول کا اور ضمیر لانا اور دوسری صورت ہی مختار ہے تا کہ ہو جائے ملفوظ مطابق مقصود کے لیکن حذف جیسا کہ تو کہے متوافقین میں ضربت واكرمت زيدًا ......الخ

واما الاضمار فكما تقول فی المتوافقين ضربت واكرمته زيدًا وضربت واكرمتهما الزيدَ ين وضربت واكرمتهم الزيدِينَ وفی المتخالفين ضربنی واكرمته زيدٌ وضربنی واكرمتهما الزيدانِ وضربنی واكرمتهم

الزید ون

ترجمہ : اور لیکن ضمیر کا لانا جیسا کہ تو کہے گا متوافقین میں ضربت واکرمتہ زیدا ......الخ اور متخالفین میں ضربنی واکرمتہ زید ......الخ

واما اذا کان الفعلان من افعال القلوب فلابُدَّ مِن اظہار المفعول کما تقول حسبنی وحسبتھما منطلقَین الزیدَانِ منطلقًا وذٰلک لانَّ حسبنی وحسبتھما تنازعا فی منطلقا واعملت الاول وھوحسبنی واظہرت المفعولَ فی الثانی فان حذفت منطلقَین وقلت حسبنی وحسبتھما الزیدان منطلقا یلزم الاقتصار علی احد المفعولین فی افعال القلوب وھوغیر جائز وان اضمرت فلا یخلوا من ان تضمر مفردًا وتقول حسبنی وحسبتھما اِیّاہ الزیدان منطلقًا وحینئذٍ لایکون المفعول الثانی مطابقًا للمفعول الاول وھو ھُما فی قولک حسبتھما ولایجوز ذٰلک او ان تضمرمثنی وتقول حسبنی وحسبتھما ایاھما الزیدان منطلقًا وحینئذٍ یلزم عودُ الضمیر المثنی الی اللفظ المفرد وھومنطلقا الذی وقع فیہ التنازع وھٰذا ایضالایجوز واذا لم یجز الحذف والاضمار کماعرفت وجب الاظہار

ترجمہ : اور لیکن جب دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو پس ضروری ہے ظاہر کرنا مفعول کا جیسا کہ کہے گا تو حسبنی وحسبتھما منطلقین الزیدان منطلقا اور یہ اس لئے کہ حسبنی اور حسبتھما نے جھگڑا کیا منطلقا میں اور تو نے عمل دیا اول کو اور وہ حسبنی ہے اور تو نے ظاہر کیا مفعول کو ثانی میں پس اگر حذف کرے تو منطلقین کو اور کہے تو حسبنی وحسبتھما الزیدان منطلقا تو لازم آتا ہے اکتفاء کرنا دو مفعولوں میں سے ایک پر افعال قلوب میں اور یہ نا جائز ہے اور اگر ضمیر لائے تو پس نہیں خالی اس بات سے کہ ضمیر لائے گا تو مفرد کی اور کہے گا تو حسبنی وحسبتھما ایاہ الزیدان منطلقا اور اس وقت نہیں ہوگا مفعول ثانی مطابق مفعول اول کے اور وہ ھما ہے تیرے قول حسبتھما میں اور یہ جائز نہیں اور یا ضمیر لائے گا تو تثنیہ کی اور تو کہے گا حسبنی وحسبتھما ایاھما الزیدان منطلقا اور اس وقت لازم آئے گا لوٹنا ضمیر تثنیہ کا مفرد لفظ کی طرف اور وہ منطلقا ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے اور یہ بھی جائز نہیں اور جب نا جائز ہے حذف کرنا اور ضمیر لانا جیسا کہ تو نے معلوم کر لیا تو واجب ہے ظاہر کرنا۔

تشریح : قطع تنازع کی تفصیل علی مذھب الکوفیین کا بیان ہے یہاں پر بھی ماقبل کی طرح تین صورتیں بنیں گی کہ عمل ہر حال میں پہلے فعل کو دیا جائے گا اور دوسرے فعل کیلئے انتظام کیا جائے گا۔

پہلی صورت : کہ دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کرے خواہ متوافقین کی صورت ہو یا متخالفین دوسرے فعل کے لئے ضمیر کی جائے گی

متوافقین کی مثال : ضربنی واکرمنی زید

متخالفین کی مثال : ضربت واکرمنی زید

دوسری صورت : دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دو فعل جھگڑا کرنے والے افعال قلوب سے نہ ہوں تو عمل ہر حال میں پہلے فعل کو دیا جائے گا اور دوسرے فعل کیلئے مفعول۔

تیسری صورت : کہ دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور وہ دو فعل جھگڑا کرنے والے افعال قلوب میں سے ہوں تو عمل پہلے فعل کو دیا جائے۔ اور دوسرے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہوگا دلیل قطع تنازع کے تین طریقے تھے حذف، اظہار، اضمار حذف تو اس لئے ناجائز ہے کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں دوسرا طریقہ اضمار یہ بھی جائز نہیں اس لئے کہ ضمیر مفرد کی کریں گے یا تثنیہ کی اگر ضمیر مفرد کی کریں تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں مطابقت نہ ہوگی اگرچہ راجع مرجع میں مطابقت ہوگی اور اگر ضمیر تثنیہ کی کریں تو راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوگی اس لئے کہ مرجع مفرد ہے اور راجع ضمیر تثنیہ کی ہے باقی رہا ایک طریقہ اظہار کا وہ ہی متعین ہوا۔

بحث مفعول مالم یسم فاعلہ

فصل : مفعول ما لم یسم فاعله وهو كل مفعول حُذف فاعله واُقيم هو مقامه نحو ضُرب زيدٌ وحكمه في توحيد فعله وتثنيته وجمعه وتذكيره وتانيثه على قياس ما عرفت في الفاعل

ترجمہ : مفعول اس فعل یا شبہ فعل کا جس کا فاعل ذکر نہ کیا گیا اور وہ ہر وہ مفعول ہے کہ اُس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور اس کو اس کے قائم مقام کھڑا کیا گیا ہو جیسے ضرب زید اور اس کا حکم اس کے فعل کے مفرد تثنیہ جمع مذکر مؤنث لانے میں اوپر قیاس کرنے اس چیز کے ہے جو آپ پہچان چکے ہیں فاعل میں۔

تشریح : مصنفؒ مرفوعات کی پہلی قسم فاعل سے فارغ ہونے کے بعد مرفوعات کی دوسری قسم کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ مفعول جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور اس کے مفعول کو اسکی جگہ ٹھہرایا گیا ہو۔

سوال : آپکی عبارت میں تضاد ہے لم یسم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فاعل ہوتا ہی نہیں اور لفظ حذف سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہوتا تو ہے لیکن اس کو حذف کیا جاتا ہے؟

جواب : یہاں لم یسم بمعنی لم یذکر کے ہے۔

سوال : مفعول کو فاعل کی جگہ کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے اس لئے کہ فاعل اور مفعول میں بڑا فرق ہے کہ فاعل پر رفع اور مفعول پر

نصب اور اسی طرح فاعل میں قیام کا اعتبار ہوتا ہے اور مفعول میں وقوع کا؟

جواب : ہم مانتے ہیں کہ فاعل مفعول میں فرق ہوتا ہے لیکن فاعل کی جگہ مفعول کا واقع ہونا صرف اس اعتبار سے ہے کہ جو اسناد فاعل کی طرف تھی وہ مفعول کی طرف کردی جائے یہ بات ظاہر ہے کہ جب اسناد مفعول کی طرف ہوگی تو رفع بھی اس پر ہوگا۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ انبت الربیع البقل میں الربیع پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ اصل میں تھا انبت اللّٰہ البقل فی الربیع لفظ اللہ جو فاعل تھا اس کو حذف کر کے اس کی جگہ مفعول کو ٹھہرا دیا گیا حالانکہ الربیع فاعل ہے لیکن نائب فاعل نہیں؟

جواب : ہماری مراد فاعل سے فاعل حقیقی نہیں بلکہ فاعل نحوی مراد ہے لہٰذا اس اعتبار سے ربیع فاعل بنے گا نائب فاعل نہیں۔

سوال : فاعلہ کی ہ ضمیر راجع ہے مفعول کی طرف جس کا مطلب یہ ہوا کہ فاعل مفعول کا ہوتا ہے حالانکہ فاعل فعل کا ہوتا ہے اس لئے فعل کی طرف نسبت کرنی چاہیے تھی؟

جواب : ادنی ملابست اور تعلق کی بناء پر فاعل کی نسبت مفعول کی طرف کردی اس لئے فاعل کا فعل مفعول پر واقع ہوا کرتا ہے۔

سوال : اقیم کے بعد ھو ضمیر منفصل کیوں لائے ہو حالانکہ ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید اس وقت لائی جاتی ہے جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی شی کا عطف ڈالا جائے اور یہاں پر تو ضمیر مستتر پر کسی چیز کا عطف نہیں ڈالا گیا تو ضمیر منفصل سے تاکید کیوں لائی گئی ہے؟

جواب : ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ اس لئے لائے تاکہ دو خرابیوں سے بچا جا سکے

پہلی خرابی : یہ تھی کہ اگر ھو ضمیر منفصل نہ لاتے تو کوئی طالب علم یہ سمجھ سکتا تھا کہ مقامہ اقیم کا نائب فاعل ہے حالانکہ نائب فاعل اس میں ضمیر مستتر ہے۔

دوسری خرابی : یہ بھی ہوسکتی تھی کہ اقیم کی ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے اس لئے کہ وہ قریب ہے اور ضابطہ ہے قریب کو چھوڑ کر بعید کی طرف ضمیر کو راجع نہیں کرنا چاہیے حالانکہ ان دونوں صورتوں میں کلام کا معنی غلط بنتا تھا اس لئے ضمیر منفصل سے تاکید لائی گئی ہے تاکہ ان دونوں وہموں کا ازالہ ہو جائے۔

وحکمہ فی توحید فعلہ

مفعول مالم یسم فاعلہ : چونکہ فاعل کا نائب ہے اسی وجہ سے اس کے فعل کے واحد، تثنیہ اور جمع کے لئے وہی ضابطہ ہے جو کہ فاعل کے لئے تھا یعنی نائب فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا اگر نائب فاعل اسم ضمیر ہو تو پھر فعل نائب فاعل کے مطابق لایا جائے گا اور اسی طرح نائب فاعل کے فعل کی تذکیر و تانیث بھی اسی قانون پر مبنی ہے جو قانون آپ فاعل کی مباحث میں پڑھ

چکے ہیں وہاں پر فاعل کی تین قسمیں تھیں یہاں پر نائب فاعل کی بھی تین قسمیں ہیں ① نائب فاعل مؤنث حقیقی ② نائب فاعل مؤنث غیر حقیقی ③ نائب فاعل جمع مکسر الی آخرہ۔

بحث المبتداء والخبر

فصل: المبتداءُ والخبر هُما اسمان مجردان عن العوامل للفظية احدهما مسندٌ اليه ويسمى المبتداء والثانى مسندٌ به ويسمى الخبر نحوزيدٌ قائمٌ والعامل فيهما معنويٌّ وهوالابتداء

ترجمہ : مبتداءاور خبر وہ دوایسے اسم ہیں جو خالی ہوں عوامل لفظیہ سے ایک ان میں سے مسند الیہ ہوتا ہےاور نام رکھا جاتا ہے اس کا مبتداءاور دوسرا مسند بہ ہوتا اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر جیسے زید قائم اور عامل ان دونوں میں معنوی ہےاور وہ ابتداء ہے۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں مرفوعات کی تیسری قسم مبتدا اور چوتھی قسم خبر کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مبتدا خبر کی تعریف : مبتدا خبر وہ دو اسم ہیں جو خالی ہوں عوامل لفظیہ سے ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے جو کہ مبتدا ہوتا ہے اور دوسرا اسم مسند ہوتا ہے جو کہ خبر ہوا کرتا ہے جیسے زید قائم اور مبتدا اور خبر دونوں کا عامل معنوی ہوا کرتا ہے وھو الابتدء اور وہ عامل معنوی ابتدا ہے یعنی کلام کے شروع میں ہونا۔

سوال : مرفوعات کی ان دو قسم مبتدا خبر کو ایک فصل میں کیوں ذکر کیا جبکہ باقی اقسام کو علیحدہ علیحدہ فصل میں ذکر کیا اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب : اس کی دو وجہ ہیں

پہلی وجہ : یہ ہے کہ مبتدا خبر ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں کہ مبتدا خبر کے بغیر اور خبر مبتدا کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

دوسری وجہ : یہ ہے کہ دونوں عامل میں شریک ہیں اس لئے کہ ان دونوں کا عامل معنوی ہوتا ہے۔

سوال : آپ نے کہا مبتدا خبر عامل لفظی سے مجرد ہوتے ہیں اور مجرد تجرید سے ہے جس کا معنی ہے خالی کرنا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ مبتدا خبر کا عامل لفظی پہلے موجود ہوتا ہے پھر اس سے اس کو خالی کیا جاتا ہے حالانکہ مبتدا خبر کا عامل لفظی سرے سے ہوتا ہی نہیں؟

جواب : یہاں تجرید بمعنی عدم کے ہے یہ ذکر الخاص و ارادۃ العام کے قبیل سے ہے۔

سوال : بحسبك الله اس میں حسب مبتدا ہے لیکن عامل لفظی اس پر داخل ہے؟

جواب : عامل سے مراد وہ عامل ہے جو مؤثر فی المعنی ہو نہ کہ زائدہ اور آپ کی پیش کردہ مثال میں عامل لفظی موجود ہے لیکن یہ

زائدہ ہے معنی میں اثر نہیں کرتا۔

سوال : آپ العوامل جمع کا لفظ لائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مبتدا تین یا تین سے زائد عاملوں سے خالی ہوا کرتا ہے ایک یا دو عامل داخل ہوں تو کوئی حرج نہیں؟

جواب : جمع پر الف لام جنسی داخل ہو تو جمعیت کا معنی باطل ہو جاتا ہے یہاں پر الف لام جنسی ہے۔

سوال : سوال کا حاصل یہ ہوا کہ تجرید یہ عدمی چیز ہے اور عدمی چیز مؤثر اور عامل نہیں بن سکتی؟

جواب : عوامل اثر کی علامت ہوتے ہیں نہ کہ مؤثر کیونکہ مؤثر تو متکلم ہوتا ہے۔

فائدہ : مبتدا خبر کے عامل کے بارے میں اختلاف ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کا عامل معنوی ہوتا ہے بعض کے نزدیک مبتدا کا عامل معنوی ہے لیکن خبر کا عامل مبتدا ہوا کرتا ہے اور بعض کے نزدیک مبتدا عامل ہے خبر میں اور خبر عامل ہے مبتدا میں۔

قولہ : واصل المبتداء ان یکون معرفة واصل الخبر ان یکون نکرة

ترجمہ : اور اصل مبتداء میں یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور اصل خبر میں یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔

تشریح : مبتدا اور خبر کی اصل بتا رہے ہیں

ضابطہ : مطلب یہ ہے کہ مبتدا کی اصل یعنی وہ حالت مناسبہ جس پر مبتدا کا ہونا مناسب ہے وہ یہ ہے کہ مبتدا معرفہ ہو اس لئے کہ مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک محکوم علیہ متعین اور معلوم نہ ہو تو اس پر حکم نہیں لگایا جا سکتا اور خبر کی اصل یعنی وہ حالت مناسبہ جس پر خبر کو ہونا چاہے وہ نکرہ ہے کیونکہ خبر محکوم بہ ہوا کرتی ہے اور محکوم بہ میں اصل نکرہ ہونا ہے۔

قولہ : والنکرة اذا وصفت جاز ان تقع مبتداء نحو قولہ تعالیٰ وَلَعَبْدٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وکذا اذا تخصصت بوجه آخر نحو اَرجلٌ في الدّار اَمْ امراةٌ وما احَدٌ خير منك وشرٌّ اَهَرَّ ذَا نابٍ وفي الدّارِ رجلٌ وسلامٌ عليك

ترجمہ: اور نکرہ جب اس کی صفت لائی جائے تو جائز ہے کہ ہو جائے مبتداء جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَلَعَبْدٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور اسی طرح جب نکرہ مخصص کیا جائے کسی اور وجہ سے جیسے اَرجلٌ فی الدّار اَمْ امراةٌ ......الخ

تشریح : اس عبارت میں مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نکرہ بھی مبتدا واقع ہو سکتا ہے لیکن جب کہ اس میں تخصیص پیدا ہو جائے اور وجوہ تخصیص مصنفؒ نے چھ بیان کئے ہیں اور وجوہ تخصیص میں سے۔

پہلی وجہ تخصیص : یہ ہے کہ نکرہ میں تخصیص ہو صفت کی وجہ سے اور صفت میں تعمیم ہے کہ خواہ مذکور ہو جیسے ولعبد مومن خیر من مشرك اس میں عبد نکرہ مخصصہ ہے جس میں تخصیص مومن کی صفت کی وجہ سے ہے یا صفت مقدر ہو جیسے الثمن منوان

بدرهم ، منوان نکرہ مبتدا واقع ہو رہا ہے جس میں تخصیص صفت مقدر کی وجہ سے یا معناً جیسے تصغیر میں رجیل قائم معنی ہوتا ہے رجل صغیر ۔

دوسری وجہ تخصیص : کہ نکرہ اس ہمزہ کے بعد جو ام متصلہ کے ساتھ واقع ہو رہا ہو جیسے ارجل فی الدار ام امرأة اس میں رجل اور امرأة نکرہ مخصصہ ہے جس میں تخصیص متکلم کے علم کی وجہ سے ہے کیونکہ متکلم جانتا ہے کہ اس گھر میں ان دو میں سے ایک ضرور ہے وہ ہمزہ اور ام کے ذریعے اس کی تعیین حاصل کرنا چاہتا ہے۔

تیسری وجہ تخصیص : کہ نکرہ تحت النفی واقع ہو جیسے ما احد خیر منك اس میں احد نکرہ مخصصہ مبتداء ہے جس میں تخصیص عموم والے معنے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

لیکن یاد رکھیں! نکرہ کی تخصیص تحت النفی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہر وہ نکرہ جس میں عموم مقصود ہو خواہ وہ مقام اثبات میں ہو یا مقام نفی میں تو وہ نکرہ مخصصہ ہو کر مبتدا بن سکتا ہے جیسے تمرة خیر من جرادة ۔

چوتھی وجہ تخصیص : کہ یہ وہ نکرہ جس میں کسی صفت مقدرہ کی وجہ سے تخصیص آگئی ہو جیسے شر اهر ذاناب۔

پانچویں وجہ تخصیص : یہ ہے کہ نکرہ پر خبر مقدم ہو جائے جیسے فی الدار رجل ۔

چھٹی وجہ تخصیص : یہ ہے کہ ہر وہ نکرہ جو متکلم کی طرف نسبت کرنے سے خاص ہو جائے جیسے سلام علیك اس میں سلام نکرہ مخصصہ مبتدا واقع ہو رہا ہے جس میں تخصیص آئی ہے متکلم کی طرف نسبت کرنے سے یہ سلام علیك اصل میں جملہ فعلیہ تھا پھر جملہ فعلیہ سے عدول کر کے جملہ اسمیہ بنایا گیا جس طرح جملہ فعلیہ میں متکلم کی طرف نسبت تھی اسی طرح جملہ اسمیہ میں بھی متکلم کی طرف نسبت ہوگی اس کا اصل تھا سلمت سلاماً علیك پھر جس طرح کہ ان افعال کو حذف کر کے مصادر کو ان جگہ ٹھہرا دیا جاتا ہے دوام و استمرار کے معنی کو حاصل کرنے کے لئے یہاں پر بھی ایسے کیا گیا ہے۔

قولــه : وان کان احدالاسمین معرفة والآخرنکرة فاجعل المعرفة مبتداء والنکرة خبرا البتة کما مرَّ وان کانا معرفتین فاجعل ایهما شئت مبتداء والاخر خیرا نحو اللّٰه الٰهنا ومحمد نبینا وآدم ابونا

ترجمہ : اور اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ تو پس بنا تو معرفہ کو مبتداء اور نکرہ کو خبر یقیناً جیسا کہ اوپر گزرا اور اگر دونوں معرفہ ہوں پس بنا تو ان دونوں میں سے جس کو چاہے مبتداء اور دوسرے کو خبر جیسے اللّٰه الٰهنا ومحمد نبینا وآدم ابونا ۔

اور اگر دونوں معرفے ہوں اور دونوں تخصیص میں برابر ہوں تو جس کو بھی مبتدا بنانا چاہو اس کو مقدم کر کے مبتدا بنا دیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے اندر مبتدا ہونے کی صلاحیت ہے اور دوسرے کو خبر بنا دیا جائے۔

تشریح : سوال : مصنفؒ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دو معرفے ہوں تو ان دونوں میں سے جس اسم کو چاہو مبتدا بناؤ اور

آپ نے یہ شرط لگادی کہ جس کو مبتدا بنانا چاہو اس کو مقدم کر کے مبتدا بناؤ اس کی کیا وجہ ہے؟
جواب : عبارت کا مطلب صحیح نہیں بن سکتا اس لئے کہ یہ اپنی جگہ ضابطہ مسلم ہے کہ اگر مبتدا خبر دونوں معرفہ ہوں تو مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے اسی لئے یہ شرط لگادی کہ جس کو بھی مبتدا بنانا چاہو اسی کو مقدم کر کے مبتدا بنادیا جائے یعنی بشرط تقدیمه ۔

قوله : وقد يكون الخبر جملة اسمية نحو زيدٌ ابوهُ قائمٌ اوفعلية نحو زيدٌ قام ابوهُ اَو شرطية نحو زيدٌ ان جاء ني فاكرمته اوظرفية نحو زيدٌ خلفك عمرٌو فى الدار

ترجمہ : اور کبھی کبھی ہوتی ہے خبر جملہ اسمیہ جیسے زید ابوہ قائم یا فعلیہ جیسے زید قام ابوہ یا شرطیہ جیسے زیدٌ ان جاء نی فاکرمته یا ظرفیہ جیسے زیدٌ خلفك عمرٌو فى الدار ۔

تشریح : مبتداء خبر کے احکامات چل رہے تھے ایک حکم خبر کا یہ ہے کہ جس طرح مبتدا کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اسی طرح مبتدا کی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اس لیے جس طرح مبتدا پر مفرد سے حکم لگایا جاسکتا ہے اسی طرح جملہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے لیکن لفظ قد لا کر اشارہ کر دیا خبر میں اصل مفرد ہونا ہے کیونکہ خبر میں اصل یہ ہے کہ اس کا ربط اور تعلق ہو مبتدا کے ساتھ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ ربط مفرد میں ہوسکتا ہے جملہ میں نہیں کیونکہ جملہ خود ہی کامل اور تام ہوتا ہے جس میں دوسرے اسم کی احتیاج بالکل نہیں ہوتی بعنوان دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ خبر کا اصل مفرد ہونا اس لئے ہے کہ اس کا تعلق اور ربط ہوتا ہے بلا واسطہ مبتداء کے ساتھ بخلاف جملہ کہ اس کے ربط کے لئے ضمیر اور عائد کی ضرورت ہوتی ہے۔

جملہ خبریہ کی چار قسمیں ہیں: ① جملہ اسمیہ ② جملہ ظرفیہ ③ جملہ فعلیہ ④ جملہ شرطیہ، یہ چاروں قسم مبتدا کی خبر واقع ہوسکتے ہیں۔

① جملہ اسمیہ خبر واقع ہو جیسے : زید ابوہ قائم ۔

② جملہ فعلیہ خبر واقع ہو جیسے : زید قام ابوہ ۔

③ جملہ شرطیہ خبر واقع ہو جیسے : زید ان جاء نی اکرمته۔

④ جملہ ظرفیہ خبر واقع ہو جیسے : زیدخلفك وعمروفى الدار۔

قولــه : والظرف متعلق بجملة عند الاكثر وهى استقرمثلا تقول زيدٌ فى الدّار تقديرهٗ زيدُ نِ اسْتقر فى الدار

ترجمہ : اور ظرف متعلق ہوتی ہے ساتھ جملہ کے اکثر کے ہاں اور وہ جملہ استقر ہے مثلاً آپ کہیں گے زیدٌ فی الدار اس کی اصل ہے زیدُ نِ اسْتقر فى الدار یعنی زید ثابت ہے (مستقر ہے) دار میں۔

تشریح : خبر جب ظرف ہو خواہ ظرف زمان ہو جیسے القیام لیلۃ القدر یا ظرف مکان جیسے زید امامك یا جار مجرور جیسے زید فی الدار تو اکثر یعنی بصریین کا مذہب یہ ہے کہ جملہ فعلیہ کو مقدر مانتے ہیں اور بعض نحوی شبہ فعل کو محذوف مانتے ہیں۔

مذہب اول کی دلیل : یہ ہے کہ ظرف معمول ہوتا ہے جس کے لئے عامل کی ضرورت ہے اور عمل میں اصل چونکہ فعل ہوتا ہے لہٰذا جب عامل کو مقدر ماننا ہے تو عامل اصل یعنی فعل کو مقدر ماننا چاہیے۔

دوسرے مذہب کی دلیل : یہ ہے کہ یہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل مفرد ہونا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شبہ فعل کو مقدر ماننے کی صورت میں تو خبر مفرد ہو سکتی ہے اور جملہ فعلیہ ہونے کی صورت میں نہیں لیکن راجح پہلا مذہب ہے وجہ ترجیح یہ ہے کہ قول اول کی دلیل باعتبار معمولیت ظرف کے ہے۔

اور قول ثانی کی دلیل باعتبار خبریت ظرف کے ہے اور چونکہ معمولیت اصل ہے جو کسی حال میں جدا نہیں ہو سکتی بخلاف خبریت کے یہ عارضی چیز ہے جو کہ جدا ہو جاتی ہے لہٰذا راجح پہلا قول ہوا۔

قولہ : ولابد فی الجملۃ من ضمیر یعود الی المبتداء کالھاء فی مامر

ترجمہ : اور ضروری ہے جملہ میں ایسی ضمیر جو لوٹے مبتداء کی طرف جیسے ھو ضمیر اسی مثال میں جو گزر چکی ہے۔

تشریح : سوال : مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ ضمیر کی جگہ عائد کا لفظ لاتے جس طرح صاحب کافیہ نے کیا ہے تاکہ یہ عائد کی تمام قسموں کو شامل ہو جاتا؟

جواب : کیونکہ عائد میں سے ضمیر اصل تھی اس لئے اس کو ذکر کر دیا۔

سوال : خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : جملہ کامل اور تام ہونے کی وجہ سے مستقل ہوتا ہے کسی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تو اس کا مبتدا کے ساتھ تعلق جوڑنے کے لئے عائد کا لانا ضروری ہے اور عائد کی چند قسمیں ہیں۔

① ضمیر جیسا کہ مثالوں میں سے گزر چکا ہے۔

② الف لام جیسے : نعم الرجل ابو بکرؓ

③ اسم ظاہر کا ضمیر کی جگہ ہونا جیسے : اَلْحَاقَّۃُ مَا الْحَاقَّۃُ ۔

④ خبر مفسر ہو جیسے : قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد ۔

⑤ اسم اشارہ جیسے : وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْر ۔

⑥ خبر کا مبتدا کے عین ہونا جیسے حدیث افضل ما قلتہ انا والنبیون من قبلی لا الہ الا اللہ تو عائد کی یہ چھ قسمیں ہوئیں۔

قولہ: ویجوز حذفہ عند وجود قرینۃ نحو السَّمنُ منوانِ بد رھم والبُرُّ الکر بستین د رھمًا

ترجمہ: اور جائز ہے حذف کرنا اس ضمیر کا بوقت موجود ہونے قرینہ کے جیسے السَّمنُ منوانِ بد رھم اور والبُرُّ الکر بستین درھمًا۔

تشریح: اگر قرینہ موجود ہو تو ضمیر رابط کا حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے السمن منوان بد رھم البر الکر بستین د رھما میں منہ رابط محذوف ہے جس پر قرینہ یہ ہے کہ بائع اس وقت گیہوں کا نرخ بتا رہا ہے نہ کہ کسی اور چیز کا۔

قولہ: وقد یتقدم الخبر علی المبتداء نحو فی الدار زید ویجوز للمبتداء الواحد اخبارٌ کثیرۃٌ نحو زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ

ترجمہ: اور کبھی کبھی مقدم ہو جاتی ہے خبر مبتداء پر جیسے فی الدار زید اور جائز ہیں ایک مبتداء کے لئے بہت سی خبریں جیسے زید عالم فاضل عاقل وغیرہ۔

تشریح: مبتدا خبر کے احکامات میں سے ایک حکم یہ ہے کہ کبھی کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کیا جاتا ہے جیسے فی الدار زید میں اور یہاں لفظ قد تقلیل کے لئے لا کر یہ مسئلہ بتا دیا کہ خبر میں اصل یہ ہے کہ مبتدا سے مؤخر ہو اور مبتدا میں اصل یہ ہے کہ مبتدا مقدم ہو اور خبر کا تقدم دو قسم پر ہے ① جائز ② واجب

اگر مبتدا نکرہ ہو تو اس وقت خبر کا تقدم واجب ہوتا ہے اور اگر معرفہ ہو تو خبر کا تقدم جائز ہوتا ہے۔

ویجوز للمبتدأ الواحد اخباراً کثیرۃ

ایک مبتداء کے لئے اخبار متعدد ہو سکتی ہیں اس لئے کہ محکوم علیہ پر متعدد حکم لگائے جا سکتے ہیں جس میں عقلی طور پر چار احتمال ہیں۔

① تعدد المبتداء مع تعدد الخبر یہ صورت بہت ہی پائی جاتی ہے اس لئے اس سے بحث کرنا مقصود ہی نہیں۔

② توحد المبتدا مع توحد الخبر اس صورت کی بحث اب تک چلی آئی ہے۔

③ تعدد المبتدا مع توحد الخبر یہ صورت محض عقلی ہے خارج میں نہیں پائی جاتی۔

④ توحد المبتدا مع تعدد الخبر۔

اس مقام میں اسی صورت کا بیان ہے اس کی پھر تین صورتیں ہیں

① تعدد بحسب اللفظ والمعنی جمیعا یہ صورت پائی جاتی ہے۔

② تعدد بحسب اللفظ ہو فقط یعنی جس میں الفاظ متعدد ہوں معنی ایک ہو یہ صورت بھی پائی جاتی ہے۔

③ تعدد بحسب المعنی فقط یعنی معنی کے اندر تعدد لفظ ایک ہو یہ صورت نہیں پائی جاتی۔

قوله وقد يتعدد الخبر ...... الخ كافيه

تعميم اول

- تعدد الخبر
  - مع تعدد المخبر عنه — درین صورت عطف واجب شد
    - لفظًا: مثل زيدٌ وعمرٌو عالمٌ وجاهلٌ
    - معنًى: مثل هُمَا عالمٌ وجاهلٌ
  - بدون تعدد المخبر عنه
    - جائز: وقتیکه معنی بدون تعدد تمام شد
      - عطف اولىٰ: زَيْدٌ عَالِمٌ وَّشَاعِرٌ
      - ترکِ جائز: زَيْدٌ عَالِمٌ شَاعِرٌ
    - واجب: وقتیکه نباشد
      - عطف جائز: اَلْخلُّ حُلْوٌّ وَّحَامِضٌ
      - ترکِ اولىٰ: اَلْخلُّ حُلْوٌّ حَامِضٌ

تعميم دوم

- تعدد خبر
  - متفق الجنس
    - دراسم
      - در یک مرتبه
        - مع عطف: زَيْدٌ عَالِمٌ وَّشَاعِرٌ
        - بدون عطف: زَيْدٌ عَالِمٌ شَاعِرٌ
      - در بسیار مرتبه
        - مع عطف: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ
        - بدون عطف: وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ
    - درفعل
      - در یک مرتبه
        - مع عطف: زَيْدًا اَكَلَ وَشَرِبَ
        - بدون عطف: زَيْدًا اَكَلَ شَرِبَ
      - در بسیار مرتبه
        - مع عطف: زَيْدًا اَكَلَ وَشَرِبَ كَتَبَ
        - بدون عطف: زَيْدًا اَكَلَ شَرِبَ كَتَبَ
  - مختلف الجنس: فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى

پہلی دوصورتوں کی پھردودوصورتیں ہیں

① حرف عطف کے ذریعے۔

② بغیرعطف کے ذریعے جیسے زید عالم عاقل فاضل وھذا حلو حامض اس جگہ اس صورت کوذکرکیا جوحرف عطف کے بغیرہو باقی کوذکرکرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

قولہ : واعلم ان لهم قسما آخرمن المبتداء ليس مسندًا اليه وهو صفة وقعت بعد حرف النفی نحو ما قائمٌ زيدٌ او بعد حرف الاستفهام نحو اقائم زيد بشرط ان ترفع تلك الصفة اسمًاظاهرًا نحوما قائم نِ الزَّيدان واقائم ن الزيدان بخلاف ما قائمان الزيدان

ترجمہ : اورجان لیجئے بے شک ان نحویوں کے لئے ایک اورقسم ہے مبتداء کی وہ نہیں ہوتا مسندالیہ اوروہ وہ صیغہ صفت ہے جو واقع ہوحرف نفی کے بعدجیسے ما قائم زید یا حرف استفہام کے بعدجیسے اقائم زید شرط یہ ہے کہ رفع دے یہ صیغہ صفت اسم ظاہرکوجیسے ما قائم الزیدان یا اقائم الزیدان بخلاف ما قائمان الزیدان کے۔

تشریح : مبتدا کی قسم ثانی کو بیان کرر ہے ہیں مبتدا کی قسم اول جو ہمیشہ مسندالیہ ہوتا ہے لیکن مبتدا کی قسم ثانی جومسند ہوتا ہے اس کی تعریف وہ صیغہ صفت کا جوحرف نفی یاحرف استفہام کے بعدواقع ہوبشرطیکہ اسم ظاہرکورفع دینے والا ہو۔

حرف نفی کے بعدکی مثال : ماقائم الزیدان ۔

حرف استفہام کے بعدکی مثال : اقائم الزیدان ۔

ان میں قائم صیغہ صفت کا اپنے بعدوالے اسم ظاہرکورفع دے رہا ہے جوکہ مسندالیہ ہے اورفاعل ہے۔

سوال : ہوسکتا ہے کہ قائم خبرمقدم ہواور الزیدان مبتدامؤخر ہو؟

جواب : یہ ترکیب ہرگزنہیں ہوسکتی کیونکہ اس صورت میں قائم کے اندرضمیرواحدکاراجع ہونالازم آئے گا الزیدان تثنیہ کی طرف جوکہ قطعاً جائزنہیں۔

سوال : آپ نے صیغہ صفت کے مبتداہونے کے لئے شرط لگائی ہے کہ اسم ظاہرکورفع دینے والا ہوحالانکہ اَرَاغِبٌ اَنْتَ میں راغب صیغہ صفت کا اسم ضمیرکورفع دے رہا ہے؟

جواب : اسم ظاہرسے مرادیہ ہے کہ ضمیرمستترنہ ہو باقی رہی ضمیربارزوہ اسی میں سے داخل ہے۔

فائدہ : صیغہ صفت جوحرف نفی اورحرف استفہام کے بعدواقع ہوتا ہے اس کے بعداسم ظاہرہواس میں تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : صیغہ صفت اپنے مابعدوالے اسم ظاہرکے مطابق نہ ہوجیسے ما قائم الزیدان ما قائم الزیدون پہلی صورت کا حکم

یہ ہے کہ صیغہ صفت کا مبتدا ہونا واجب ہے۔

دوسری صورت : کہ صیغہ صفت اپنے مابعد والے اسم ظاہر کے مطابق ہو مفرد ہونے میں جیسے اقائم زید ما قائم زید اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں دونوں صورتیں جائز ہیں صیغہ صفت کو اسم ظاہر میں رفع دینے کا لحاظ کیا جائے گا تو صیغہ صفت کو مبتدا بنایا جائے گا اور اگر ضمیر میں رافع ہونے کا لحاظ کیا جائے گا تو خبر بنایا جائے گا۔

تیسری صورت : کہ صیغہ صفت اپنے مابعد والے اسم ظاہر کے موافق اور مطابق ہو تثنیہ جمع ہونے میں اس تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا خبر ہونا متعین اور واجب ہے اور مابعد والا اسم مبتدا ہوگا ہمیشہ جیسے اقائمان الزیدان ما قائمون الزیدون اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شرط لگائی تھی صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے اور اس صورت میں صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا اس لئے اگر اسم ظاہر کو رفع دیتا تو صیغہ صفت واحد ہی لایا جاتا جیسا کہ قاعدہ فاعل کی بحث میں گزر چکا ہے۔

بحث خبر اِنَّ واخواتھا

فصل: خبرإنَّ واخواتها وهي اَنَّ وكَاَنَّ و لٰكِنَّ وَ لَيْتَ وَلَعلَّ فهٰذِهِ الحُروف تدخل على المبتداء والخبر فتنصب المبتداء ويسمّٰى اسم اِنَّ وترفع الخبر ويسمّٰى خبرإنَّ

ترجمہ : خبر اِنَّ اور اس کے متشابہات کی اور اَنَّ و کَاَنَّ ......الخ ہیں پس یہ حروف داخل ہوتے ہیں مبتداء اور خبر پر پس نصب دیتے ہیں مبتداء کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا اسم اِنَّ کا اور رفع دیتے ہیں خبر کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر اِنَّ کی۔

قوله : فخبرإنَّ هو المسند بعد دخولها نحو إنَّ زيدًا قائم وحكمه في كونهٖ مفردًا اوجملة اومعرفة او نكرة كحكم خبرالمبتداء ولايجوز تقديم اخبارها على اسمائها اِلّا اذا كان ظرفًا نحو اِنَّ في الدار زيدًا لمجال التوسع في الظروف

ترجمہ : پس خبر اِنَّ کی وہ ہے جو مسند ہو (اِنَّ) کے داخل ہونے کے بعد جیسے اِنَّ زیدًا قائمٌ اور حکم اس خبر کا اس کے مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ ہونے میں مثل حکم خبر مبتداء کے ہے اور نہیں ہے جائز مقدم کرنا ان کی خبروں کو ان کے اسموں پر مگر جس وقت ہو وہ خبر ظرف جیسے اِنَّ فی الدّار زیدًا بوجہ توسع فی الظروف کے۔

تشریح : مصنف مبتدا اور خبر کے بیان کے بعد مرفوعات کی پانچویں قسم حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو بیان کر رہے ہیں یہ حروف مشبہ بالفعل مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جن کا عمل یہ ہوتا ہے کہ مبتدا کو نصب دیتے ہیں اور اسکو ان کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اسکو خبر کہا جاتا ہے۔

فائدہ : ان حروف کی مشابہت ہے فعل کے ساتھ چار چیزوں میں

① صیغۃً مشابہت ہے جیسے: ان فر کی طرح الی آخرہ ۔

② صورت میں جس طرح فعل ثلاثی ہوتا ہے رباعی ہوتا ہے یہ حروف مشبہ بالفعل بھی ایسے ہوتے ہیں اِنَّ ، اَنَّ ، کَاَنَّ ، لیت ، لکن یہ ثلاثی مجرد ہیں اور لعل رباعی مجرد ہے۔

③ معناً ان کا معنی فعل کی طرح ہوتا ہے جیسے ان ان حققت کے معنی میں اور لکن استدرکت کے معنی میں لعل ترجیت کے معنی میں اور لیت تمنیت کے معنی میں کان تشبہت کے معنی میں۔

④ عملاً مشابہت ہے جس طرح فعل متعدی ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں البتہ فعل کا عمل اصلی اور ان کا عمل فرعی ہے تو عمل اصلی اور عمل فرعی میں فرق کرنے کے لئے فعل پہلے اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب اور یہ حروف پہلے کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں۔

فخبر ان هو المسند بعد دخولها نحو ان زيداً قائم حرف مشبہ بالفعل کی خبر کی تعریف ان کی خبر مسند ہوتی ہے بعد داخل ہونے ان حروف کے۔

سوال : یہ تعریف تو بالکل غلط ہے کسی پر صادق نہیں آتی جیسے ان زید قائم ،قائم پر تمام حروف مشبہ بالفعل داخل نہیں بلکہ ایک داخل ہے اور آپ نے یہ کہا کہ ان تمام حروف کے داخل ہونے کے بعد وہ خبر مسند ہوتی ہے؟

جواب : هذه الحروف سے پہلے مضاف لفظ احد محذوف ہے اب معنی یہ ہوگا کہ حروف مشبہ بالفعل میں سے کسی ایک حرف کے داخل ہونے کے بعد وہ مسند ہوتی ہے۔

سوال : اخوات جمع ہے اخت کی جس کا معنی ہوتا ہے بہن یہ تو ذوی العقول کے لئے ہوتی ہے جب کہ یہ حروف مشبہ بالفعل ذوی العقول میں سے نہیں تو اخوات کا لفظ کیوں لائے؟

جواب : یہاں پر اخوات بمعنی امثال اور مشابہت کے ہے اور چونکہ حروف بتاویل کلمہ مؤنث ہوا کرتے ہیں اس لئے یہاں اخوات جمع مؤنث لائے جمع مذکر اخوۃ نہیں لائے۔

وحكمه فى كونه مفردا اور حملة او معرفه او نكرة

حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مفرد اور جملہ ہونے میں اور اسی طرح معرفہ ونکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کی طرح ہے یعنی جس طرح مبتدا کی خبر معرفہ اور نکرہ وغیرہ ہوتی ہے اسی طرح ان حروف کی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اور مفرد بھی معرفہ بھی ہوتی ہے اور نکرہ بھی پھر جملہ کی صورت جس طرح مبتدا کی خبر جملہ اسمیہ بھی ہوتی ہے اور جملہ فعلیہ بھی اور جملہ شرطیہ بھی اور جملہ ظرفیہ بھی تو اسی طرح اسی کی

خبر بھی اور جس طرح خبر کے جملہ ہونے کی صورت میں عائد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کی خبر جملہ ہو تو اس میں بھی عائد کا ہونا ضروری ہے۔ جس طرح مبتدا کی خبر واحد اور متعدد بھی ہو سکتی ہے مثبت بھی اور منفی بھی اسی طرح ان حروف کی خبر بھی۔

ولا یجوز تقدیم اخبارها علی اسمائها

یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جب حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے تو جس طرح مبتدا کی خبر کا مبتدا پر مقدم ہونا جائز ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا بھی اسم پر مقدم ہونا جائز ہونا چاہیے تھا حالانکہ یہ جائز نہیں؟

جواب: حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا مقدم ہونا اس لئے ناجائز ہے کہ یہ حروف عامل ہونے میں ضعیف ہیں اور عامل ضعیف اپنی ترتیب سے عمل کرتا ہے جب ترتیب بدل جائے تو عامل ضعیف کا عمل باطل ہو جاتا ہے نیز عمل اصلی اور عمل فرعی میں فرق بھی ختم ہو جائے گا اس لئے قاعدہ بنا دیا کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر اس کے اسم پر ہرگز مقدم نہیں ہو سکتی۔

الا اذا کان ظرفا یہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے یعنی حروف مشبہ بالفعل کی خبر مقدم ہونا جائز نہیں مگر جس وقت خبر ظرف ہو تو پھر جائز ہے **یاد رکھیں!** اگر اسم معرفہ ہو تو پھر خبر کا مقدم ہونا جائز ہوگا جیسے ان فی الدار زیدًا اور اگر اسم نکرہ ہو تو پھر تقدیم واجب ہوگی جیسے ان من البیان لسحرا۔

بحث اسم کان واخواتها

فصل: اسم کان واخواتها وهی صار واصبح وامسیٰ واضحیٰ وظلّ وباتَ وراح واض وعاد وغدا ومازال ومابرح وما فتیٰ وما انفك ومادام ولیس فهٰذه الافعال تدخل ایضا علی المبتداء والخبر فترفع المبتداء ویسمّٰی اسم کان وتنصب الخبر ویسمّٰی خبر کان

ترجمہ : کان اور اس کے متشابہات کا اسم اور وہ متشابہات صار اصبح ......الخ ہیں پس یہ افعال بھی داخل ہوتے ہیں مبتداء اور خبر پر پس رفع دیتے ہیں مبتداء کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا اسم کان کا وغیرہ۔ اور نصب دیتے ہیں خبر کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر کان کی وغیرہ۔

تشریح : مرفوعات کی چھٹی قسم کا بیان ہے: جو کہ کان وغیرہ کا اسم ہے۔

قولہ : فاسم کان هو المسند الیه بعد دخولها نحو کان زیدٌ قائمًا ویجوز فی الکلّ تقدیم اخبارها علی اسمائها نحو کان قائمًازیدٌ وعلی نفس الافعال ایضا فی التسعة الاول قائمًا کان زیدٌ ولایجوز ذٰلك فی

مافی اولہٖ ما فلا یقال قائمًا مازال زیدٌ وفی لیس خلافٌ وباقی الکلام فی ھٰذہ الافعال یجیُٔ فی القسم الثانی انشاء اللّٰہ تعالیٰ

ترجمہ : پس اسم کان کا وہ ہے جومسندالیہ ہواس کے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زید قائما اور جائز ہے سب میں ان کی خبروں کومقدم کرنا ان کے اسموں پر جیسے کان قائما زید اور خود ان کے افعال پر بھی اول نو(۹) افعال میں جیسے قائما کان زید اورنہیں جائز یہ بات ان افعال میں جن کے شروع میں ما ہے پس نہیں کہا جائے گا قائما مازال زید اور لیس میں اختلاف ہے اور باقی کلام ان افعال میں قسم ثانی میں آئے گی ان شاءاللہ۔

تشریح : کان اوراس کے اخوات کے اسم کی تعریف : یعنی افعال ناقصہ کے اسم کی تعریف، افعال ناقصہ کا اسم وہ ہے جوان کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہو جیسے کان زید قائمًا ، زید کان کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہےاور کان کا اسم ہےاور قائم خبر ہے۔

یہاں پر بھی یہ سوال ہوگا کہ آپ کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام افعال ناقصہ کے داخل ہونے کے بعد وہ اسم مرفوع ہوگا اور مسندالیہ ہوگا حالانکہ یہ تعریف بالکل غلط ہے اسلئے تمام افعال ناقصہ ایک اسم پر داخل نہیں ہوتے جیسے کان زید قائمًا لہٰذا یہ تعریف تو کسی پر صادق نہیں آئے گی؟

جواب : دخول سے پہلے لفظ احد مضاف محذوف ہے مطلب یہ کہ ان افعال ناقصہ میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہوتا ہے۔

ویجوز فی الکل تقدیم اخبارھا ...... کان قائماً زید۔

ضابطہ : اس عبارت میں ضابطہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام افعال ناقصہ میں یہ جائز ہے کہ ان کی خبر کو ان کے اسماء پر مقدم کیا جائے جس طرح کان قائما زید، قائما خبر تھی جو زید اسم پر مقدم کی گئی ہے۔

سوال : اس کی کیا وجہ ہے حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا تو اسم پر مقدم ہونا جائز نہیں لیکن افعال ناقصہ کی خبر کا افعال ناقصہ کے اسم پر مقدم ہونا جائز ہے؟

جواب : حروف مشبہ بالفعل چونکہ عامل ضعیف ہیں وہ ترتیب کے بدلنے کے بعد عمل نہیں کرسکتے بخلاف افعال ناقصہ کے کہ یہ عامل قوی ہیں کہ اگر ترتیب بدل بھی جائے پھر بھی ان کا عمل باقی رہتا ہے۔

وعلی نفس الافعال ایضا...... قائما ما زال زید۔

ضابطہ : افعال ناقصہ کی خبر کو خود افعال ناقصہ پر مقدم کرنا جائز ہے یا نہیں اسکی تفصیل ہے کہ ان افعال ناقصہ کی اس اعتبار سے

تین قسمیں بنتی ہیں۔

پہلی قسم : گیارہ افعال ایسے ہیں جن کی خبر کا خود افعال ناقصہ پر مقدم ہونا جائز ہے وہ کان سے لے کر غدا تک، اس جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ عامل چونکہ افعال ہیں اور افعال کا عامل ہونا اصل قوی ہے لہٰذا مقدم ہوں یا مؤخر ہر صورت میں یہ عمل کرتے رہتے ہیں اور مانع بھی موجود نہیں ہے لہٰذا ان گیارہ افعال کی خبر کو خود افعال ناقصہ پر مقدم کرنا جائز ہے

یاد رکھیں! التسعة الاول یہ کاتب کی غلطی ہے کیونکہ نو افعال نہیں بنتے گیارہ افعال بنتے ہیں۔

دوسری قسم : وہ افعال جن کے شروع میں ما موجود ہو خواہ وہ ما مصدریہ ہو یا نافیہ ان کی خبر کو ان افعال پر مقدم کرنا جائز نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ نفی کے بعد جو معمول ہو اس کو نفی پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوتا اور اسی طرح یہ بھی ضابطہ ہے کہ مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں، یاد رکھیں ما مصدریہ ما دام میں ہے باقیوں میں جو ما ہے وہ ما نافیہ ہے۔

تیسری قسم : وہ لیس ہے اس کی تقدیم کے بارے میں اختلاف ہے بعض نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ ان کی خبر کو لیس پر مقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی خبر بھی نفی کے ماتحت ہے اور قاعدہ ہے کہ نفی کے مابعد کا نفی پر مقدم ہونا جائز نہیں ہوتا اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ لیس کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ فعلیت کی وجہ سے تھا جس طرح دوسرے افعال کے منصوب کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہوتا ہے اس طرح لیس کی خبر کو بھی لیس پر مقدم کرنا جائز ہے۔ اور افعال ناقصہ کے متعلق جو مباحث باقی رہ گئی ہیں وہ انشاء اللہ قسم ثانی افعال کی مباحث میں آئیں گی۔

فائدہ : افعال ناقصہ کے اسم میں دو جہتیں ہیں پہلی جہت اسناد کو دیکھا جائے تو یہ فاعل بنتا ہے کیونکہ فعل کا اس طرف اسناد کیا گیا ہے دوسری جہت حقیقت کو دیکھا جائے تو یہ فاعل ہرگز نہیں بن سکتا کیونکہ بظاہر اس کی طرف فعل کا اسناد ہے لیکن یہ اسناد مقصود نہیں بلکہ اسناد سے مقصود ہے وہ اسناد معنی مصدری کی طرف ہے جو خبر میں موجود ہے اسی وجہ سے تو ان افعال کا نام افعال ناقصہ رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اگر جہت اول جہت اسناد کا اعتبار کیا جائے تو یہ مرفوعات کوئی علیحدہ قسم نہیں بنتی بلکہ یہ فاعل ہی بنے گی اور دوسری جہت کا اعتبار کیا جائے یعنی حقیقت کا اعتبار کیا جائے تو یہ مرفوعات کی ایک مستقل قسم بنتی ہے لہٰذا علامہ ابن حاجب نے اس کو فاعل بھی شمار کرتے ہوئے یعنی جہت اسناد کا لحاظ کرتے ہوئے مرفوعات کی مستقل قسم نہیں بنایا بلکہ فاعل میں داخل کیا اور مصنف نے حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو مستقل قسم بنا کر علیحدہ شمار کیا ہے۔

اسم ما ولا المشبهتين بليس

فصل : اسم ما ولا المشبهتين بليس وهو المسند اليه بعد دخولهما نحو مازيد قائما ولارجل افضل منك ويختص لابالنكرة ويعم ما بالمعرفة والنكرة

ترجمہ : ما ولامشبهتان بليس کا اسم اور وہ اسم ہے جو مسند الیہ ہوان کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زيد قائما ولارحل افضل منك اور لا مختص ہے نکرہ کے ساتھ اور ما شامل ہے معرفہ اور نکرہ کو۔

تشریح : مرفوعات میں سے ساتویں قسم کا بیان : کہ وہ ساتویں قسم ماولا مشبهتين بليس کا اسم ہے ما اور لا کو ليس کے ساتھ دو باتوں میں مشابہت ہے معنے میں کہ جس طرح ليس کا معنی نفی والا ہے اس طرح ان کا معنی نفی والا ہے۔

② عملا مشابہت ہے جس طرح ليس مبتدا خبر پر داخل ہوتو مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اسی طرح ما اور لا بھی مبتدا خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

تعریف : ما اور لا مشبهتين بليس کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے بعد داخل ہونے ان میں سے کسی ایک کے جیسے ما زيد قائما زيد ''ما'' کا اسم ہے اور قائما خبر ہے اور لا رحل افضل منك میں رحل ''لا '' کا اسم ہے اور مسند الیہ ہے۔

ويختص لا بالنكرة ويعم ما بالمعرفة والنكرة مصنفؒ ما اور لا میں فرق بتانا چاہتے ہیں

پہلا فرق : کہ لا نکرہ کے ساتھ خاص ہے یعنی لا کا عمل فقط نکرہ ہی میں ہوگا معرفہ میں نہیں اور ما عام ہے نکرہ اور معرفہ دونوں کو شامل ہے یعنی ما کا اسم نکرہ بھی ہوسکتا اور معرفہ بھی۔

سوال : اس فرق کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : ما کی مشابہت ليس کے ساتھ قوی ہے کہ جس طرح ليس نفی حال کے لئے آتا ہے اس طرح ما بھی نفی حال کے لئے آتی ہے اور بخلاف لا کے کہ اس کی مشابہت ضعیف ہے اس لئے کہ یہ مطلق نفی کے لئے آتا ہے نیز دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ ما اور ليس کی خبر پر باز ائدہ آتی ہے لیکن لا کی خبر پر ہرگز نہیں آتی۔

سوال : ما لا مشبهتان کا عمل ليس کی مشابہت کی وجہ سے تھا لہٰذا ان کا عمل فرعی ہوا تو عمل اصلی اور عمل فرعی میں برابری لازم آرہی ہے؟

جواب : جو ممنوع اور ناجائز ہے وہ عمل فرعی کی عمل اصلی پر زیادتی اور برابری ممنوع نہیں البتہ غیر مستحسن ہے اور غیر مستحسن کا ارتکاب ایک مجبوری کی وجہ سے ہے کہ اگر حروف ما لا مشبهتان بليس کو عمل فرعی دیا جاتا تو اس کا التباس ہو جاتا حروف مشبہ

بالفعل کے ساتھ اس ضرورت کی وجہ سے ہم نے ان کو عمل فرعی ہی دے دیا جو عمل اصلی والا ہے کیونکہ قاعدہ ہے الضروریات تبیح المحذورات۔

خبر لا التی لنفی الجنس

فصل: خبر لا لنفی الجنس وهو المسند بعد دخولها نحو لا رجل قائمٌ

ترجمہ: لائے نفی جنس کی خبر اور وہ وہ اسم ہے جو مسند ہو اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا رجل قائم۔

تشریح: آٹھویں قسم مرفوعات: کی لائے نفی جنس کی خبر ہے لائے نفی جنس کا عمل حروف مشبہ بالفعل کی مشابہت کی وجہ سے ہے کہ جس طرح وہ تاکید اثبات کے لئے آتے ہیں اسی طرح یہ تاکید نفی کے لئے ہیں تو یہ حمل النظیر علی النظیر کے قبیل سے ہوگا۔

تعریف: لائے نفی جنس کی خبر اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے۔

سوال: یہ مثال ممثل کے مطابق نہیں اس لئے ممثل یہ تھا کہ لا جنس کی نفی کرتا اور آپ نے جو مثال دی ہے اس میں جنس رجولیت کی نفی نہیں بلکہ اس کی صفت قیام کی نفی ہے؟

جواب: یہاں پر نفی کے بعد مضاف محذوف ہے لنفی صفة الجنس کہ لا جنس کی صفت کی نفی کے لئے آتا ہے نہ کہ ذات جنس کی نفی کے لئے۔

سوال: پھر تو لا مشبه بلیس اور لا نفی جنس میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا؟

جواب: دو اعتبار سے فرق ہے

① عمل کے اعتبار سے جو کہ واضح ہے۔

② معنی کے اعتبار سے وہ یہ ہے کہ لا رجل فی الدار کا معنی ہوگا کہ گھر میں ایک فرد نہیں ہے اس سے دو رجل یا اس سے زیادہ کی نفی نہیں بخلاف لا رجل قائم فی الدار اس میں جنس رجل کی نفی ہو جائے گی کہ کوئی فرد بھی گھر میں موجود نہیں۔

المقصد الثانی فی المنصوبات

مقصد ثانی منصوبات کی بحث میں

سوال: منصوبات کومجرورات پرمقدم کیوں کیا؟

جواب: کہ منصوبات کے افراد زیادہ تھے کیونکہ یہ بارہ قسمیں ہیں اور قاعدہ ہے العزۃ للتکاثر اس لئے ہم نے منصوبات کو مجرورات پرمقدم کیا۔

قولہ: الاسماء المنصوبة اثنا عشر قسما المفعول المطلق وبهٖ وفيه ولهٗ ومعهٗ والحال والتميز والمستثنٰی واسم إنَّ واخواتها وخبر كان واخواتها والمنصوب بلا التی لنفی الجنس وخبر ما ولا المشبهتين بليس

ترجمہ: اسمائے منصوبہ بارہ قسمیں ہیں مفعول مطلق اور بہ......الخ۔

اسمائے منصوبہ کی بارہ قسمیں ہیں ① مفعول مطلق ② مفعول بہ ③ مفعول فیہ ④ مفعول لہ ⑤ مفعول معہ ⑥ حال ⑦ تمیز ⑧ المستثنیٰ ⑨ حروف مشبہ بالفعل کا اسم ⑩ افعال ناقصہ کی خبر (١١) لائے نفی جنس کے ساتھ منصوب (١٢) ما اور لا مشبہتان بلیس کی خبران کی وجہ حصر احقر کی تصنیف "کاشفہ شرح کافیہ" میں دیکھیں۔

بحث مفعول مطلق

فصل: المفعول المطلق وهو مصدر بمعنى فعل مذكور قبلهٗ

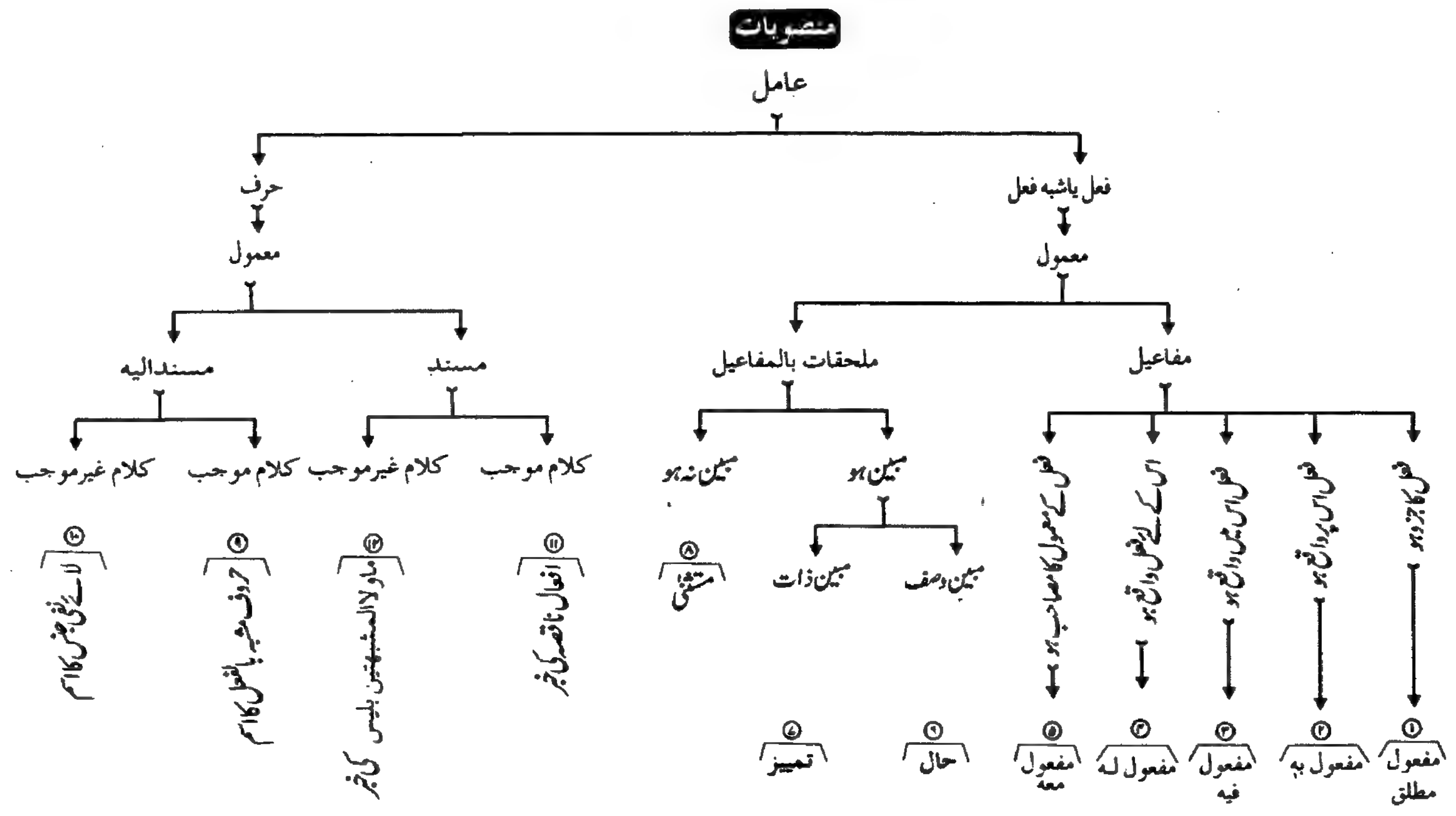
ترجمہ: مفعول مطلق اور وہ وہ مصدر ہے جوایسے فعل کے ہم معنی ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

تشریح: مفعول مطلق کی تعریف: مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو جیسے ضربت ضربا میں ضربا مصدر ہے اور اپنے فعل مذکور ضربت کے ہم معنی ہے۔

سوال: یہ تعریف تو جامع نہیں اس سے تو خیر مقدم نکل جاتا ہے اس لئے کہ خیر اسم تفضیل ہے مصدر نہیں حالانکہ یہ بالاتفاق مفعول مطلق ہے۔

جواب: مصدر سے مراد عام ہے خواہ اصالۃ ہو یا نیابۃ اور یہ خیر مصدر ہے باعتبار نیابت کے کیونکہ اصل میں تھا قدم وما خیر مقدم، قدو ما موصوف کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جگہ اسم تفضیل کو ٹھہرا دیا گیا۔

سوال: اهلك الله ويحة میں ويحة مفعول مطلق تو ہے حالانکہ نہ یہ اصالۃ مصدر ہے نہ نیابۃ؟


منصوبات
عامل
فعل یاشبہ فعل
حرف
معمول
معمول
مفاعیل
ملحقات بالمفاعیل
مسند
مسندالیہ
فعل کا جزو ہو
فعل اس پر واقع ہو
فعل اس میں واقع ہو
اس کے لئے فعل واقع ہو
فعل کے معمول کا مصاحب ہو
مبین ہو
مبین نہ ہو
مبین وصف
مبین ذات
کلام موجب
کلام غیر موجب
کلام موجب
کلام غیر موجب
① مفعول مطلق
② مفعول بہ
③ مفعول فیہ
④ مفعول لہ
⑤ مفعول معہ
⑥ حال
⑦ تمییز
⑧ مستثنیٰ
⑪ افعال ناقصہ کی خبر
⑫ ماولا المشبہتین بلیس کی خبر
⑨ حروف مشبہ بالفعل کا اسم
⑩ لائے نفی جنس کا اسم

جواب : مصدر سے مراد عام ہے خواہ مصدر حقیقتاً ہو یا حکماً اور ویحۃ حکما مصدر ہے۔

سوال : الضرب واقع میں الضرب مصدر ہے لیکن مفعول مطلق نہیں؟

جواب : ہم نے کہا تھا کہ اس مصدر سے پہلے فعل مذکور ہو اور اس سے پہلے چونکہ فعل مذکور نہیں اس لئے یہ مفعول مطلق نہیں۔

سوال : پھر بھی یہ تعریف درست نہیں کیونکہ ضرب الرقاب میں ضرب مفعول مطلق ہے لیکن اس سے پہلے فعل مذکور نہیں؟

جواب : مذکور سے مراد عام ہے خواہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو اور ضرب الرقاب کے لئے اضربوا فعل مقدر ہے۔

سوال : ضربته تا دیبا، تادیبا مصدر ہے اور اس سے پہلے فعل مذکور بھی ہے تو اس کو مفعول مطلق کہنا چاہیے حالانکہ مفعول مطلق نہیں بلکہ یہ مفعول لہ ہے؟

جواب : ہم نے کہا تھا کہ مفعول مطلق فعل مذکور کے معنی میں ہو اور یہ چونکہ فعل مذکور کے معنی میں نہیں اس لئے یہ مفعول مطلق نہیں۔

سوال : مفعول مطلق فعل کے معنی میں ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ فعل تو مرکب ہے تین چیزوں سے جب کہ مصدر ایک ہی چیز ہے یعنی معنی مصدری معنی حدثی؟

جواب : ہماری مراد یہ ہے کہ فعل اس مصدر پر اس طرح مشتمل ہو جس طرح کہ کل مشتمل ہوتا ہے جزء پر۔

وجہ تسمیہ : مفعول مطلق کو مفعول مطلق اس لئے کہا جاتا ہے کہ باقی مفاعیل کسی نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہیں اور یہ کسی قید کے سات مقید نہیں اس لئے اس کا نام مفعول مطلق رکھ دیا گیا۔

قولہ : ویذکر للتاکید کضربتُ ضربًا او لبیان النوع نحو جلست جِلسة القاری او لبیان العدد کجلست جلسة او جلستین او جلسات

ترجمہ : اور مفعول مطلق کو ذکر کیا جاتا ہے واسطے تاکید کے جیسے ضربت ضربا یا واسطے بیان نوع کے جیسے جلست جلسة القاری یا واسطے بیان عدد کے جیسے جلست جلسة او جلستین او جلسات۔

تشریح : مصنفؒ مفعول مطلق کی پہلی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں

① مفعول مطلق تاکیدی ② مفعول مطلق نوعی ③ مفعول مطلق عددی

وجہ حصر : مفعول مطلق دو حال سے خالی نہیں اپنے فعل کے معنی سے کسی زائد معنی پر دلالت کرے گا یا نہیں اگر زائد معنی پر دلالت نہ کرے تو مفعول مطلق تاکیدی ہوگا جیسے ضربت ضربا۔

اور اگر زائد معنی پر دلالت کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس میں کسی شکل وصورت کا بیان ہوگا تو مفعول مطلق نوعی ہوگا جیسے

جلست جلسة القاری بیٹھا میں قاری کی نشست پر بیٹھنا اور تعداد بیان کرنے کے لئے ہو تو مفعول مطلق عددی ہوگا جیسے جلست جلسة او جلستین او جلسات بیٹھا میں ایک مرتبہ بیٹھنا او جلستین دو مرتبہ بیٹھا او جلسات۔

فائدہ : فعلة کا وزن مفعول مطلق نوعی کے لئے آتا ہے اور فعلة کا وزن مفعول مطلق عددی کے لئے آتا ہے۔

سوال : ہم تسلیم نہیں کرتے کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے اس لئے کہ تاکید کی دو قسمیں ہیں ① تاکید لفظی ② تاکید معنوی، اور یہ مفعول مطلق نہ تاکید لفظی ہے اور نہ ہی تاکید معنوی۔ اس لئے کہ تاکید لفظی میں لفظ اول کو بعینہٖ دوبارہ ذکر کیا جاتا ہے جیسے زید زید اور تاکید معنوی چند الفاظ مخصوصہ کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مفعول مطلق ان دونوں میں سے نہیں تو مفعول مطلق کو تاکیدی کیسے کہا جا سکتا ہے؟

جواب : تاکید کا وہ اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے وہ یہ ہے کہ فعل کے مدلولات میں سے کسی ایک کی تاکید کے لئے آئے۔

ہر ایک کی تعریف : **مفعول مطلق تاکیدی** وہ ہے جو معنی فعل سے مستفاد ہوں یہ مفعول مطلق اسی پر دلالت کرے اس سے زائد کسی معنی پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے ضربت ضربا

مفعول مطلق نوعی وہ ہے جو فعل مذکور کے معنی پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ فعل کے معنی کی انواع بتائے جیسے جلست جلسة القاری

مفعول مطلق عددی وہ ہے جو فعل مذکور کے فعل کے معنے پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ وحدت یا کثرت پر بھی دلالت کرے۔

قولہ : قد یکون من غیر لفظ الفعل المذکور نحو قعدت جلوسًا وانبت نباتًا

ترجمہ : اور کبھی مفعول مطلق ہوتا ہے فعل مذکور کے لفظ کے غیر سے جیسے قعدت جلوسا اور انبت نباتا۔

تشریح : دوسری تقسیم کا بیان ہے پہلی تقسیم باعتبار معنی کے تھی اور یہ تقسیم ثانی باعتبار لفظ کے ہے یاد رکھیں یہ تقسیم مفعول مطلق کی پہلی تین قسموں کو شامل ہے اس کا مطلب یہ ہے مفعول مطلق اور فعل کا معنی میں متحد ہونا تو ضروری ہے لیکن الفاظ میں متحد ہونا ضروری نہیں بلکہ تغایر بھی ہو سکتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں ① تغایر فی الباب والمادہ جیسے وَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَةً ② تغایر فی الباب جیسے انبت نباتا وتبتل الیہ تبتیلا ③ تغایر فی المادہ جیسے جلست قعود۔

قولہ : وقد یحذف فعلہ لقیام قرینة جوازًا کقولك للقادم خیر مقدم ای قدمت قد ومًا خیر مقدم ووجوبًا سماعًا نحو سقیًا وشکرًا وحمدًا ورعیًا ای سقاك اللہ سقیًا وشکرتُك شُکرًا وحَمِدْتُكَ حمدًا ورعاك اللہ رعیًا

ترجمہ : اور کبھی حذف کیا جاتا ہے اس کا فعل بوقت قائم ہونے قرینہ کے حذف جوازی جیسے تیرا قول اس شخص کے لئے جو سفر سے واپس آنے والا ہو خیر مقدم یعنی قدمت قدوما خیر مقدم (آیا ہے تو آنا بہتر آنا) اور حذف وجوبی سماعی جیسے سقیًا یعنی سقاك الله سقیًا (پلائے تجھے اللہ تعالیٰ پلانا) اور شکرا یعنی شکرتُك شُکرًا (شکرادا کرتا ہوں میں تیرا شکرادا کرنا) اور حمدًا یعنی حَمِدْتُكَ حمدًا (تعریف کرتا ہوں میں تیری تعریف کرنا) اور رعیا یعنی رعاك اللّٰه رعیًا (رعایت کی اللہ نے تیری رعایت کرنا)۔

تشریح : **ضابطہ** : اگر قرینہ موجود ہو تو فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے پھر فعل کے حذف کی دو صورتیں ہیں

① حذف جوازی جیسے خیر مقدم یہ اصل میں تھا قدمت قدوما خیر مقدم اس فعل کے حذف پر قرینہ مشاہدہ حال ہے کہ یہ کلام اس شخص کو بولا جاتا ہے جو سفر سے واپس آ رہا ہو۔

② حذف وجوبی کی مثال سقیا ، شکرًا حمدًا ، رعیًا یہ مفعول مطلق ہے جن کے فعل کو حذف کیا گیا ہے وجوبی طور پر لیکن وجوبی سماعی ہے کہ محض سماع پر موقوف ہے یعنی جن کے لئے کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر دوسرے مفعول مطلق کو قیاس کر کے ان کے فعل کو حذف کر دیا جائے۔

سوال : آپ نے کہا ان کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے حالانکہ کلام عرب میں ان کو فعل کے ساتھ بھی ذکر کیا گیا جیسے سقاك الله سقیًا ؟

جواب : یہ متولدین کا کلام ہے خالص عربوں کا کلام نہیں اس لئے ان کا کلام حجت نہیں ہے۔

فائدہ : یہ باب قدم اگر شرف سے آئے تو اس کا معنی قدیم والا ہوتا ہے اور اگر نصر سے آئے تو اس کا معنی مقدم ہونے کا آتا ہے اور اگر علم سے ہے تو اس کا معنی سفر سے آنے کا ہوتا۔

بحث مفعول بہ

فصل : المفعول به وهو اسم ما وقع عليه فعل الفاعل كضرب زيدٌ عمرًا وقد يتقدم على الفاعل كضرب عمرًا زيدٌ وقد يحذف فعله لقيام قرينة جوازًا نحو زيدًا في جواب مَن قال مَنْ اَضربُ ووجوبًا في اربعة مواضع الاول سماعيٌّ نحو امرأً ونفسه وانتهوا خيرلكم واهلًا وسهلًا والبواقي قياسية

ترجمہ : مفعول بہ اور وہ نام ہے اس چیز کا جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زیدعمرا اور کبھی کبھی مقدم ہو جاتا ہے فاعل پر جیسے ضرب عمرا زید اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے اس کا فعل بوقت قائم ہونے قرینہ کے حذف جوازی جیسے زیدًا اس شخص

کے جواب میں جو کہے من اضرب اورحذف وجوبی چار جگہوں میں اول سماعی جیسے امرأ ونفسه وانتهوا خیرلکم واهلًا وسهلًا اور باقی قیاسی ہیں۔

تشریح : مفعول بہ کی تعریف : مفعول بہ اس شی کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زید عمرًا اس میں زید کا فعل ضرب عمرو پر واقع ہے لہٰذا یہ عمرو مفعول بہ ہے۔

سوال : آپ نے کہا وہ مفعول بہ ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو ضرب زید عمرًا میں لفظ عمرو پر تو فعل واقع نہیں بلکہ فعل تو واقع ہے ذات عمرو پر لہٰذا ذات عمرو کو مفعول بہ کہنا چاہیے نہ کہ لفظ عمرو کو حالانکہ آپ مفعول بہ لفظ عمرو کو کہتے ہیں؟

جواب : ہماری تعریف میں اسم کا لفظ موجود ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مفعول بہ نام ہے اس ذات کا جس پر فعل واقع ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ عمرو نام ہے ذات کا تو اسی کو مفعول بہ کہیں گے۔

سوال : آپ کی تعریف درست نہیں اس لئے مات زید میں زید پر یہ تعریف صادق آرہی ہے اس لئے کہ موت والا فعل زید پر واقع ہے حالانکہ زید فاعل ہے مفعول بہ نہیں؟

جواب : فعل کے واقع ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ فعل فاعل نحوی سے صادر ہو کر مفعول پر واقع ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں پر فاعل نحوی سے فعل صادر ہو کر مفعول بہ واقع نہیں ہو رہا لہٰذا یہ تعریف اس پر صادق نہیں آئے گی۔

سوال : اياك نعبد واياك نستعين ، اياك نعبد عبادت والا فعل اللہ کی ذات پر واقع نہیں ہو رہا تو اس کو مفعول بہ نہیں کہنا چاہیے تم کیوں کہتے ہو؟

جواب : فعل کے واقع ہونے سے مراد تعلق ہے لیکن خاص تعلق مراد ہے جس طرح فعل کا فاعل کے ساتھ ہوا کرتا ہے اسی طرح اس کے دوسرے درجے پر اسکے ساتھ ہو یعنی جس طرح فاعل کا سمجھنا فعل کے بغیر نہیں ہو سکتا اسی طرح فعل کا سمجھنا مفعول بہ کے بغیر نہیں ہو سکتا اور بات ظاہر ہے کہ ایسا خاص تعلق اور کسی مفعول میں موجود نہیں ہے۔

وقد يتقدم على الفاعل كضرب عمرأ زيد مفعول بہ کی تعریف کے بعد اب اس کے احکامات اور ضوابط کا بیان ہے۔

پہلا ضابطہ اور پہلا حکم : کہ کبھی کبھی مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے جیسے ضرب عمرًا زیدٌ اس پر علت اور دلیل یہ ہے کہ فعل عامل قوی ہے یہ اپنے معمولات میں عمل کرنے میں ترتیب کو نہیں چاہتا اس لئے اس کے معمول ترتیب کے ساتھ واقع ہوں یا بغیر ترتیب کے یہ ہر حال میں عمل کرتا ہے یاد رکھیں کہ مفعول بہ کے مقدم ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ بعض صورتوں میں مقدم کرنا جائز ہے اور بعض صورتوں میں ناجائز ہے ہم نے اس کی تفصیل فاعل کے احکامات میں بیان کردی ہے۔

وقد يحذف لقيام قرينه ...... من اضرب دوسرے ضابطے اور دوسرے حکم کا بیان اگر قرینہ موجود ہو تو مفعول بہ کے فعل کو

حذف کردیا جاتا ہے اور یہ حذف کی دو صورتیں ہیں ① حذف جوازی ② حذف وجوبی

حذف جوازی کی مثال : جیسے کوئی شخص من اضرب کہے۔ کہ میں کس کو ماروں تو اس کے جواب میں کہا جائے زیدًا تو زیدًا مفعول ہے اس کا فعل حذف ہے جوازی طور پر جو اضرب ہے۔ جس پر قرینہ یہ ہے کہ سوال میں جو فعل مذکور ہے تو جواب میں بھی وہی فعل مقدر مانا جائے گا۔

فائدہ : پانچ صورتوں میں مفعول بہ کا حذف جائز نہیں۔

① مفعول بہ متعجب منہ ہو جیسے ما احسن زیدا ۔

② مفعول بہ مقصود ہو جیسے من ضربت کے جواب میں ضربت زیدا ۔

③ مستثنیٰ مفرغ ہو جیسے ما ضربت الا زیدا ۔

④ اس کا عامل محذوف ہو جیسے خیرًا لنا و شرًا لاعدائنا ۔

⑤ افعال قلوب میں بھی مفعول کا حذف جائز نہیں۔

و جوبا فی اربعة مواضع مفعول بہ کی حذف کی دوسری صورت حذف وجوبی جس کے لئے چار مقامات ہے جن میں سے ایک سماعی اور تین قیاسی ہیں۔

مصنفؒ حذف وجوبی کے چار مقامات میں سے پہلے مقام کو بیان کر رہے ہیں۔

پہلا مقام : سماعی ہے جس کی چار مثالیں دی ہیں۔

① امر و نفسہ یہ مفعول بہ ہے جس کا فعل حذف ہے اترك جس کا حذف وجوبی سماعی طور پر یعنی اس کا حذف سماعی ہے جس کے لئے کوئی قاعدہ نہیں۔ ترجمہ چھوڑ دے تو مرد کو اور اس کے نفس کو یعنی تو اپنے ہاتھ کو اس کے مارنے سے اور زبان کو اس کو نصیحت کرنے سے روک لے۔

② وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اس میں خَيْرًا مفعول بہ ہے اس کا فعل حذف ہے وجوبی سماعی طور پر اصل میں تھا وانتھوا عن التثلیث و اقصد و اخیرا لکم یعنی تم اے نصاریٰ تین خدا کو ماننے سے رک جاؤ اور بہتر چیز یعنی توحید کا قصد کرو۔

③ اھلا ④ سھلا یہ دونوں بھی مفعول بہ ہیں ان کا فعل وجوبی طور پر حذف ہے یعنی اتیت اھلا و طیت سھلا تو اپنے اھل میں آیا اور تو نے نرم زمین کو روندا) اھل عرب ان الفاظ کو مسافر کے لئے بطور مبارکبادی کہا کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے اے مسافر ہم لوگ تیری اھل ہیں اس لئے تو غیروں میں نہیں گیا اور میرے گھر میں تیرے لئے رحمت کا سامان ہے تکلیف نہیں ہے۔

والبواقی قیاسیه : اور باقی تین مقام مفعول بہ کے فعل کے حذف وجوبی کے قیاسی ہیں۔

قولــه : الثانی التحذیر وهو معمول بتقدیر اتق تحذیرا ممابعده نحو ایاك والاسد اصلهٗ اتقك والاسد او ذکر المحذرمنه مکررًا نحو الطریق الطریق

ترجمہ : دوسرا موضع تحذیر ہے اور معمول ہے اتــق مقدر کرنے کے ساتھ ڈرایا گیا ہو اس کو ڈرایا جانا اپنے مابعد سے جیسے ایــاك والاســد اس کی اصل اتــقك والاسد تھی (بچا تو اپنے آپ کو شیر سے اور شیر کو اپنے آپ سے) یا ذکر کیا جائے محذر منہ تکرار کے ساتھ جیسے الطریق الطریق (بچ راستے سے راستے سے)

تشریح : دوسرا مقام : جہاں پر مفعول بہ کے فعل کو جوبی قیاسی طور پر حذف کیا جاتا ہے وہ تــحــذیر ہے تــحــذیر کا لغوی معنی کسی چیز کو کسی چیز سے ڈرانا جس کو ڈرایا جائے اس کو محذر کہا جاتا ہے اور جس سے ڈرایا جائے اس کو محذر منہ کہتے ہیں اور نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر مفعول بہ کے اقسام میں سے ایک قسم کا نام ہے جس کی تعریف مصنفؒ یوں کرتے ہیں: وهــو معمــول بتقدیر اتق تحذیراً مما بعده

تحذیر وہ اسم ہے جو بنا بر مفعولیت اتق یا اس جیسا فعل احذر یا باعد یا جانب وغیرہ کا معمول ہو اور تحذیر کی دو قسمیں ہے۔

① کہ اس کو مابعد سے ڈرایا جارہا ہو یعنی محذر اور محذر منہ دونوں کا ذکر ہو جیسے اس عبارت میں ایاك والا سد ہے۔

② او ذکــر المحذرمنه مکررًا جس میں محذر منہ کا ذکر مکرر ہو ان دونوں صورتوں میں اتق یا اس جیسا فعل مقدر ہوتا ہے اور یہ مفعول بہ ہوتا ہے۔

سوال : اس مقام پر مفعول بہ کا حذف کرنا کیوں واجب ہے۔

جواب : یہ ضیق مقام اور تنگی وقت کے وجہ سے جب متکلم دیکھتا ہے کہ بلاء اور مصیبت سامنے ہے اور میرا مخاطب ابھی اس مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائے تو اس لئے وہ فعل کی تلفظ کو ترک کر کے مــحــذر مــنــه کو ذکر کر دیتا ہے جیسے آپ کو سانپ نظر آ رہا ہے مخاطب قریب ہو تو کہا جائے سانپ سانپ، مطلب یہ ہے کہ سانپ قریب ہے اس سے بچنے کی کوشش کر۔

ایاك والاسد اصله اتقك والاسد: **قسم اول کی مثال:** جس میں محذر اور محذر منہ دونوں مذکور ہیں اس کا اصل تھا اتقك والاسد فعل کو ضیق مقام کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل کو منفصل کے ساتھ بدل دیا تو ایاك والا سد ہو گیا۔ تفصیل کاشفہ میں دیکھئے۔

قسم ثانی کی مثال : الــطریق الطریق جس میں مــحــذر منه مکرر ہے جس کا فعل اتق تنگی مقام کے وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور محذر منہ کا تکرار برائے تاکید ہے۔

قولــه : الثالث مااُضمرعاملهٗ علی شریطة التفسیر وهو کل اسم بعده فعلٌ اوشبهه یشتغل ذٰلك الفعل عن

ذٰلك الاسم بضميره او متعلقه بحيث لوسلط عليه هو اومناسبه لنصبه نحو زيدًا ضربته فان زيدًا منصوب بفعل محذوف مضمر وهو ضربت يفسره الفعل المذكور بعده وهو ضربته ولهٰذا الباب فروعٌ كثيرةٌ

ترجمہ : تیسرا مقام وہ (مفعول بہ ہے) کہ مقدر کیا گیا ہو اس کا عامل تفسیر کی شرط پر اور وہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اس حال میں کہ یہ فعل اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے ایسے طور پر کہ اگر اس فعل کو یا اس کے مناسب کو مسلط کیا جائے اس اسم پر تو اس کو نصب دے جیسے زیدا ضربته پس تحقیق زید منصوب ہے ایسے فعل کی وجہ سے جو محذوف مقدر ہے اور وہ ضربت ہے، اس کی تفسیر کر رہا ہے وہ فعل جو مذکور ہے اس کے بعد اور وہ ضربته ہے اور اس باب کے لئے بہت مسائل ہیں۔

تشریح : تیسرا مقام : جہاں پر مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے وہ ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر ہے یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل کو اس شرط پر حذف کر دیا گیا ہو کہ اس کے عامل کی تفسیر آگے آرہی ہے۔

ما اضمر عامله کی تعریف : ہر وہ اسم جس کے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو اور فعل یا شبہ فعل اس حیثیت سے ہوں اگر اس فعل یا شبہ فعل کو بعینہٖ یا اسکے مناسب یعنی اسکے مرادف یا لازم معنی کو اس اسم پر داخل مان لیا جائے تو وہ اس اسم کو مفعولیت کی بنا پر نصب دے سکے۔ مثالیں:

پہلی مثال : زید ضربته اس میں زید منصوب ہے فعل محذوف کی وجہ سے جو کہ ضربت ہے جس کی تفسیر بعد میں ضربت کر رہا ہے۔ اب اس ضربت کو بعینہٖ ضمیر سے ہٹا کر مسلط کیا جائے زید پر تو اس کو نصب دے سکتا ہے۔

دوسری مثال : وہ فعل جو تفسیر کر رہا ہے بعینہٖ نصب نہ دے سکے تو اس کے مناسب ہم معنی کو اگر اس پر مسلط کیا جائے تو نصب دے سکے مثال زیدًا مررت به اب زیدا پر مررت کو مسلط کیا جائے تو نصب نہیں دیتا البتہ اس کا مناسب جاوزت کو مسلط کیا جائے تو وہ نصب دے سکتا ہے۔ عبارت یوں ہوگی جاوزت زید امررت به ۔

تیسری مثال : فعل کے مناسب لازم معنی کو اس پر مسلط کیا جائے وہ نصب دے سکے جیسے زیدا ضربت غلامه اب اس ضربت کو بعینہٖ مسلط کیا جائے تو معنی خلاف مقصود بنتا ہے اس لئے اس ضربت کا جو لازم معنی اهنت فعل بنتا ہے اس کو مسلط کیا جائے تو وہ نصب دے سکتا ہے۔ عبارت یوں ہوگی اهنت زیدا ضربت غلامه ۔

شبہ فعل کی مثال : جیسے زیدًا انت ضاربه اب ضارب کو ضمیر سے ہٹا کر اسی کو زید پر مسلط کیا جائے تو نصب دے سکتا ہے عبارت یوں ہوگی: انت ضارب زیدًا۔

سوال : اس مقام پر مفعول کے فعل کو کیوں حذف کیا جاتا ہے؟

جواب : اگر حذف نہ کیا جائے ذکر کیا جائے تو لازم آئے گا مفسر اور مفسر کا اجتماع جو کہ جائز نہیں تفصیل کاشفہ میں دیکھئے۔

ولھذہ الباب فروغ کثیرۃ : اس باب کے لئے یعنی ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے لئے بہت ساری فروعات ہے۔ ما اضمر عاملہ والے اسم کی باعتبار اعراب کے پانچ صورتیں ہے خواہ وہ حقیقتاً ما اضمر عاملہ ہو یا اس پر ما اضمر عاملہ کی تعریف صادق آئے۔ ① اختیار رفع ② اختیار نصب ③ وجوب رفع ④ وجوب نصب ⑤ مساوی رفع ونصب۔ تفصیل کے لئے کاشفہ دیکھئے۔

قولــہ : الرابع المنادی وھو اسم مدعو بحرف النداء لفظًا نحو یاعبداللّٰہ ای ادعوا عبداللّٰہ وحرف النداء قائم مقام ادعو

ترجمہ : چوتھا مقام منادی ہے اور وہ ایسا اسم ہے جو بذریعہ حرف نداء پکارا گیا ہو درانحالیکہ وہ حرف نداء ملفوظ ہو جیسے یاعبداللّٰہ یعنی بلاتا ہوں میں عبداللہ کو اور حرف نداء قائم مقام ہے ادعو کے۔

تشریح : چوتھا مقام : وہ جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کو وجوبی قیاسی طور پر حذف کیا جاتا ہے وہ منادی ہے۔

منادی کی تعریف : منادی یعنی مفعول بہ وہ اسم ہے جس کو حرف نداء کے ذریعے پکارا گیا ہو اس حال میں کہ وہ حرف نداء ملفوظ ہو یا مقدر

ملفوظ کی مثال : جیسے یا عبداللّٰہ میں عبد اللّٰہ منادی مفعول بہ ہے اس کو حرف نداء یا کے ذریعے سے پکارا گیا ہے اصل میں تھا ادعوا عبداللّٰہ تو ادعو فعل کو حذف کیا گیا ہے اور اس کے قائم مقام یا کو ٹھہرا دیا گیا ہے۔

حرف نداء مقدر کی مثال : یوسف اعرض عن ھذا۔

سوال : اس مقام پر مفعول کے فعل کو حذف کرنا کیوں واجب ہے؟

جواب : کثرۃ استعمال کی وجہ سے کیونکہ کثرۃ خفۃ کا تقاضہ کرتا ہے تو اس لئے اس مقام پر فعل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

سوال : منادی کی یہ تعریف جامع نہیں اس سے یا سماء یا جبال یا ارض خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ ان میں مدعو ہونے کی صلاحیت نہیں ہے؟

جواب : دعوۃ کی دو قسمیں ہے ① دعوۃ حقیقی جیسے یا زید یا عبداللّٰہ ② دعوۃ حکمی جیسے یاسماء یا جبال یا ارض۔

دعوت حکمی کا مطلب یہ ہے جس چیز میں مدعو متوجہ ایجابت سوال کی صلاحیت ہی نہ ہو تو اس پر حرف ندا کو داخل کیا جائے۔

سوال : آپ نے کہا یا زید میں یا حرف نداء ادعو کے قائم مقام ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جملہ ندائیہ جملہ خبریہ ہونا چاہے حالانکہ یہ جملہ انشائیہ ہے؟

جواب : فعل خبری کے مقدر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جملہ خبریہ ہوں جس طرح بعت و اشتریت فعل ماضی ہیں لیکن مراد انشاء ہے تو لہٰذا منادی جملہ انشائیہ ہی رہے گا۔

سوال : اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ منادی بھی یعنی تعریف منادی مندوب پر بھی صادق آئے گی جس طرح جبال وغیرہ میں دعوۃ حکمی موجود ہے تو اسی طرح مندوب میں بھی دعوۃ حکمی موجود ہے؟

جواب : مندوب میں دعوۃ حکمی نہیں ہوسکتی اس لئے کہ دعوۃ حکمی میں نداء قصداً ہوتی ہے لیکن مندوب میں نداء کا قصد نہیں ہوتا بلکہ وہاں تو مقصود تفجع اور تحزن ہوا کرتا ہے۔

بحث منادیٰ

قولہ : وحروف النداء خمسة يا وايَا وهَيَا واَیْ والْهمزة المفتوحة

ترجمہ : اورحروف نداء پانچ ہیں ① یا ② ایَا ③ هَيَا ④ اَیْ ⑤ همزة مفتوحة۔

قولہ : وقد يحذف حرف النداء لفظا نحو يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا

ترجمہ: اور کبھی حذف کیا جاتا ہے حرف نداء لفظوں میں جیسے يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۔

ضابطہ : کہ کبھی کبھی حرف نداء کو لفظوں سے حذف کیا جاسکتا ہے جبکہ قرینہ موجود ہو جیسے یوسف اعرض عن ھذا اصل میں تھا یا یوسف اعرض عن ھذا اس یا کے حذف پر قرینہ بعد والا فعل امر حاضر معلوم اعرض ہے۔

تشریح : سوال :حرف نداء کے حذف کرنے سے لازم آئے گی اصل اور قائم مقام کو دونوں کو حذف کرنا یعنی نائب اور منوب کا حذف کرنا جو کہ جائز نہیں؟

جواب : نائب کا حذف کرنا اس وقت ناجائز ہوتا ہے جب کہ منوب کا حذف کرنا جائز نہ ہوں اور یہاں پر ایسا نہیں۔

قولہ: واعلم ان المنادى على اقسام فان كان مفردًا معرفةً يبنى على علامة الرَّفع كالضمة نحوها نحو يا زيد ويارجل ويازيدان ويازيد ون ويخفض بلام الاستغاثة نحويالزيد ويفتح بالحاق الفها نحو يازيداه

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک منادی چند اقسام پر ہے پس اگر ہے وہ مفرد معرفہ تو علامت رفع (ضمہ اور اس کی مثل) پر مبنی ہوگا جیسے یازید الخ اور منادی مجرور ہوتا ہے لام استغاثہ کے سبب جیسے یالزید اور مفتوح ہوتا ہے الف استغاثہ کے لاحق ہونے کے سبب جیسے یا زیداہ ۔

تشریح : مصنفؒ منادی کی اقسام بیان کرنا چاہتے ہے۔منادی کی چھ قسمیں ہیں۔

پہلی قسم : مفرد منادی مفرد معرفۃ، مفرد سے مراد یہاں مقابل مضاف یا شبہ مضاف کے ہے تو لہٰذا اس میں تثنیہ جمع داخل ہے۔ اور معرفہ سے مراد عام ہے قبل از نداء معرفہ ہو یا بعد از نداء معرفہ ہو تو یا رجل اس میں داخل ہو جائے گا اس منادیٰ کی پہلی قسم کا حکم اور اعراب یہ ہے کہ یہ مبنی ہوگا علامۃ رفع پر جیسے یا زید، یا رجل یا زیدان، یا زیدون علامۃ رفع اس لئے کہا کہ اس میں ضمہ لفظی ضمہ تقدیری اس طرح واو اور الف داخل ہو جائے۔

دوسری قسم : منادی کا منادی مستغاث باللام ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ مجرور ہوگا جیسے یالزید استغاثہ کا معنی ہوتا ہے فریاد طلب کرنا جس سے فریاد طلب کی جائے اس کو مستغاث کہتے ہیں اور جس کے لئے فریاد طلب کی جائے اسکو مستغاث لہ کہتے ہیں۔

لام استغاثہ اس لام کو کہتے ہے جو استغاثہ کے وقت مستغاث پر داخل ہو یاد رکھیں لام استغاثہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اس لئے کہ اس مستغاث کے بعد مستغاث لہ ہوتا ہے جس کا لام مکسور ہوتا ہے اور اگر یہ بھی مکسور ہو تو التباس لازم آئے گا جو کہ باطل ہے تو اسی وجہ سے لام مستغاث ہمیشہ مفتوح اور لام مستغاث لہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے جیسے یا للّٰہ للمسلمین و یا لزید للمظلوم۔

سوال : برعکس کر لیتے کہ لام مستغاث کو مکسور کر لیتے اور لام مستغاث لہ کو مفتوح کر لیتے تو پھر بھی التباس نہ ہوتا؟

جواب : منادی مستغاث یہ کاف ضمیر کی جگہ پر واقع ہے اور ضمائر پر جو لام آتا ہے وہ لام جارہ مفتوحہ ہوا کرتا ہے جیسے لك لكما وغیرہ تو جب منادی ضمیر کی جگہ پر واقع ہو رہا ہے تو اس پر بھی لام مفتوح ہوگا۔

تیسری قسم : منادی کا منادی مستغات بالالف یعنی وہ منادی جس کے آخر میں الف استغاثہ کا لایا گیا ہو جس کا حکم یہ ہے کہ مبنی بر فتح ہوگا اس لئے کہ الف آخر میں ہے جو ماقبل پر فتحہ کو چاہتا ہے تو اس لئے اس کو مبنی بر فتح کر دیا گیا ہے۔

قولــه : **وينصب ان كان مضافًا نحو يا عبدالله او مشابها للمضاف نحو يا طالعًا جبلًا او نكرة غير معينة كقول الاعمىٰ يا رجلًا خذ بيدى**

ترجمہ: اور منادی منصوب ہوتا ہے اگر مضاف ہو جیسے یا عبداللّٰہ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یا طالعاجبلا یا نکرہ غیر معین ہو جیسے نابینا کا قول یا رجلا خذ بیدی۔

تشریح : **چوتھی قسم** : منادی مضاف ہے جیسے یا عبد اللّٰہ۔

پانچویں قسم : شبہ مضاف ہے جیسے یا طالعا جبلا۔

چھٹی قسم : نکرہ غیر معین جیسے نابینا کا یہ قول یا رجلاً خذ بیدی ان تینوں کا حکم یہ ہے کہ منصوب ہوں گے۔

منادی کا خلاصہ : منادی کے اعراب کی چار قسمیں ہوئی ① مبنی بر علامۃ رفع ② معرب مجرور ③ مبنی بر فتحہ ④ معرب منصوب۔

سوال : پہلی قسم مفرد معرفہ کو مبنی علامت رفع پر کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : مبنی تو اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ منادی کاف ضمیر کی جگہ پر واقع ہے اور کاف ضمیر مشابہہ ہے کاف خطاب حرفی کے اور کاف خطاب حرفی مبنی ہے تو اس لئے یہ مبنی ہو گیا اور مبنی بر حرکت اس لئے یہ مشابہ مبنی الاصل اور مبنی بر علامۃ رفع اس لئے کہ منادی جب معرب ہوتا ہے تو وہ مجرور یا منصوب ہوتا ہے تو فرق کرنے کے لئے جب مبنی ہو گا تو مرفوع کر دیا گیا ہے علامۃ رفع پر۔

سوال : منادی مستغاث باللام کو معرب مجرور کیوں بنایا ہے حالانکہ مشابہت یہاں موجود ہے اس لئے کہ یہ کاف اسمی کی جگہ پر ہے اور کاف اسمی کاف حرفی کے مشابہ ہے؟

جواب : اس پر لام جارہ داخل ہے اور لام جارہ اسم کے عظیم خواص میں سے ہے جس کی وجہ سے جہت اسمیت قوی ہو گئی ہے اور جہت مشابہت ضعیف ہو چکی ہے تو اس لئے اس منادی مستغاث باللام کو معرب کر دیا۔

سوال : منادی مضاف، شبہ مضاف، نکرہ غیر معین کو معرب منصوب کیوں بنایا گیا ہے؟

جواب : معرب اس لئے کہ اضافت اور شبہ اضافت معرب کے عظیم خواص میں سے ہیں جس کے وجہ سے اسمیت والی جہت قوی ہو گئی اور مشابہت والی جہت ضعیف ہو چکی ہے اس لئے معرب بنا دیا اور منصوب اسی لئے کہ منادی ہے اور منادی حقیقت میں مفعول بہ ہوتا ہے اور مفعول بہ کا اعراب نصب ہی ہوتا ہے باقی رہا نکرہ کہ وہ اس لئے معرب ہے اس میں مشابہت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ کاف ضمیر کی جگہ واقع ہی نہیں کیونکہ نکرہ معرفہ کی جگہ قائم نہیں ہو سکتا۔

فائدہ : شبہ مضاف اس کو کہتے ہے جس کا معنی دوسرے کلمے کے ملائے بغیر تمام نہ ہو اور اس کی مشابہت مضاف کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ جس طرح مضاف کے معنی بغیر مضاف الیہ کے تمام نہیں ہوتے تو اس طرح اس کا معنی بھی بغیر دوسرے کے تمام نہیں ہوتا جیسے اس مثال میں طالعًا کا معنی بغیر جبلاً کے ذکر کے تمام نہیں ہوتا اسی طرح یـا خیر من زید میں خیر کا معنی بغیر زید کے تمام نہیں ہوتا۔

قولہ : وان کان معرفا باللام قیل یا ایھاالرجل و یاایتھاالمرأۃ

ترجمہ : اور اگر ہو منادی معرف باللام تو کہا جائے گا یا ایھاالرجل اور یاایتھاالمرأۃ ۔

تشریح : ضابطہ : کہ منادی جب معرفا باللام ہو تو منادی اور حرف نداء کے درمیان فاصلہ لفظ ای یا ایۃ کے ساتھ کا لانا لازمی ہے تاکہ لازم نہ آئے دو آلہ تعریف کا جمع ہونا جس طرح الرجل یہ معرف باللام ہے جب اس پر حرف نداء داخل ہو جائے تو دو آلہ تعریف جمع ہو جائیں گے ① الف لام ② یا جو کہ جائز نہیں۔

سوال : یا اللہ میں لفظ اللہ معرف باللام ہے جس پر یا حرف نداء داخل ہے تو دو آلہ تعریف کے جمع گئے؟

جواب : لفظ اللّٰہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے تفصیل کاشفہ یا غرض جامی فی شرح جامی میں دیکھیں۔

قولہ : ویجوز ترخیم المنادی وھو حذف فی آخرہ للتخفیف

ترجمہ : اور جائز ہے منادی کی ترخیم اور وہ حذف کرنا ہے اس کے آخر میں تخفیف کے لئے۔

تشریح : مصنف ترخیم منادی کو ذکر فرما رہے ہیں کیونکہ یہ منادی کی خصوصیات میں سے ہے۔

یاد رکھیں ! منادی میں ترخیم بغیر ضرورت کے بھی جائز ہے لیکن غیر منادی میں فقط ضرورت شعری کے وجہ سے ترخیم جائز ہے۔

ترخیم کا لغوی معنی : نرمی کا کرنا اور اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ آخر منادی کو فقط تخفیف کے وجہ سے حذف کرنا۔

قولہ : کما تقول فی مالك یامالُ وفی منصور یامنصُ وفی عثمان یاعثمُ

ترجمہ: جیسا کہ تو کہے گا مالك میں یامالُ اور منصور میں یا منصُ اور عثمان میں یاعثمُ۔

تشریح : منادی مرخم کی چار مثالیں بیان فرمائیں اس لئے کہ تین صورتیں بنتی تھی۔

پہلی صورت : منادی کی آخر میں دو حرف ایسے زائد ہوں جو حکم واحد میں ہوں جیسے عثمان کا الف اور نون یہ دو حرف زائد ہیں اور حکم واحد میں ہیں یعنی اکٹھے زائد لائے گئے ہیں۔

دوسری صورت : منادی کے آخر میں حرف صحیح اصلی اور ماقبل میں مدہ ہو جیسے یا منصور ان دونوں صورتوں کے اندر دونوں حرفوں کو حذف کیا جائے گا جیسے یا عثمان کو یا عثم اور یا منصور کو یا منص پڑھا جائے گا۔

تیسری صورت : کہ ان دونوں صورتوں کے علاوہ میں صرف ایک حرف کو حذف کیا جائے گا جیسے یا مالك کو یا مال پڑھا جائیگا۔

قولہ : ویجوز فی آخر المنادی المرخم الضم والحرکۃ الاصلیۃ کماتقول فی یاحارث یاحارُ ویاحار

ترجمہ : اور جائز ہے منادی مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکۃ اصلیہ جیسا کہ کہے گا تو یاحارث میں یاحارُ اور یاحار

تشریح : مصنفؒ یہاں سے منادی مرخم کا حکم بیان کررہے ہے کہ منادی مرخم پر دو حرکتیں جائز ہیں ① مبنی برضمہ اس بناء پر کہ اس کو منادی مستقل سمجھا جائے اور محذوف کو نسیاً منسیاً بنا دیا جائے چونکہ اس صورت میں یہ منادی مرخم مفرد معرفہ ہو جائے گا اس لئے اس پر ضمہ پڑھا جائے گا ② حرکت اصلیہ کے ساتھ پڑھا جائے اس بنا پر کہ حرف محذوف گویا کہ لفظوں میں موجود سمجھا جائے جیسے یا حارث کو یا حارُ اور حرکت اصلی یا حارِ بھی پڑھنا جائز ہے۔

قولہ: واعلم ان یامن حروف النداء قد تستعمل فی المندوب ایضا وھو المتفجع علیہ بیا اووا کما یقال یازیداہ ووازیداہ فوامختصۃ بالمندوب ویا مشترکۃ بین النداء والمندوب وحکمہ فی الاعراب والبناء مثل حکم المنادیٰ

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک یا جو حروف نداء میں سے ہے یہ کبھی استعمال کیا جاتا ہے مندوب میں بھی اور وہ وہ ہے جس کے لئے غم کیا جائے یا کے ذریعے یا وا و کے ذریعے جیسے کہا جائے گا یا زیداہ اور وا زیداہ پس وا مختص ہے مندوب کے ساتھ اور یا مشترک ہے نداء اور مندوب میں اور حکم اس مندوب کا معرب اور مبنی ہونے میں مثل حکم منادی کے ہے۔

تشریح : مصنفؒ اس عبارت میں حروف نداء میں سے یاء کی ایک خصوصیت بیان کرر ہے ہیں کہ حروف نداء میں سے چونکہ یـــا اصل اور مشہور ہے اسی وجہ سے غیر منادی یعنی مندوب میں بھی اسی کو استعمال کیا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ قرینہ موجود ہو جو نـــداء اور ندبہ کے درمیان فارق ہو ورنہ مندوب میں حرف ندا کا استعمال قطعاً نہیں ہوگا۔

مندوب اسم مفعول کا صیغہ ہے لغت میں اس میت جس کے محاسن کو یاد کر کے رویا جائے تا کہ سامعین اس کے موت کو امر عظیم خیال کریں اور رونے والے کو اس میں معذور سمجھا جائے اور تعریف مندوب هو المتفجع عليه بيا او واو كما يقال يا زيداه وا زايده ، تفجع یہ باب تفعل سے ہے جس کا معنی ہے جس کی وجہ سے رنج کیا ہوا علی یہاں بمعنی لام ہے۔

تعریف مندوب : وہ اسم ہے جس کے لئے یاء یا واو کے ذریعے رنج اور غم کیا جائے جیسے یا زیداہ واو زیداہ ان دونوں کے آخر میں جو ھا ہے مدصوت یعنی آواز کو لمبا کرنے کے لئے ہے جو کہ مندوب میں مطلوب ہوا کرتی ہے۔

واو مـخـتـصـه بالمندوب ...... واو اور یاء کے درمیان فرق بیان کیا جارہا ہے کہ واو تو مندوب ہی کے ساتھ مختص ہے منادی میں استعمال نہیں ہوتی اور یا مشترک ہے منادی اور مندوب دونوں میں استعمال ہوتی ہے۔

وحـكـمـه في الاعراب والبناء مثل حكم المنادى مندوب کا حکم اعراب اور بناء میں منادی جیسا ہے لہٰذا اگر مندوب مفرد معرفہ ہوگا تو مبنی بر ضم ہوگا جیسے وازید ۔

بحث مفعول فیہ

فصل : المفعول فيه هواسم ما وقع فعل الفاعل فيه من الزمان والمكان ويسمى ظرفا وظروف الزمان على قسمين مبهمٌ وهومالايكون له حد معين كدهر وحين ومحدودٌ وهومايكون له حد معين كيوم وليلة وشهر وسنة

ترجمہ: مفعول فیہ وہ نام ہے اس چیز کا جس میں فاعل کا فعل واقع ہو یعنی زمان اور مکان اور نام رکھا جاتا ہے اس کا ظرف اور ظروف زمان دو قسم پر ہیں (ایک ان میں سے) مبہم اور وہ وہ ہے کہ نہ ہو اس کے لئے کوئی حد معین جیسے دھر اور حین اور (دوسری قسم) محدود اور وہ وہ ہے کہ ہو اس کے لئے کوئی حد معین جیسے دن اور رات اور مہینہ اور سال۔

تشریح : مصنفؒ منصوبات میں سے تیسری قسم مفعول فیہ کو بیان کررہا ہے۔
تعریف مفعول فیہ : اس چیز کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے خواہ وہ چیز زمان ہو یا مکان۔
سوال : یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ مفعول فیہ شبہ فعل اسم فاعل وغیرہ کا بھی ہوا کرتا ہے یہ تعریف اس کو شامل نہیں؟
جواب : یہاں فعل سے مراد فعل لغوی ہے یعنی حدث نہ کہ اصطلاحی لہٰذا یہ تعریف اسم فاعل مصدر وغیرہ سب کو شامل ہو جائے گی۔
سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ یہ تعریف یوم الجمعة حسن الجمعة پر صادق آتی ہے حالانکہ مفعول فیہ نہیں؟
جواب : یہاں المذکور کی قید محذوف ہے یعنی جس میں فعل مذکور کا فاعل واقع ہو جس سے یہ مثال نکل جائے گی۔
سوال : پھر یہ تعریف جامع نہیں رہے گی اس لئے کہ اس سے یوم الجمعة صمت فیہ خارج ہو جائے گی کیونکہ یوم الجمعہ سے پہلے فعل مذکور نہیں؟
جواب : فعل اصطلاحی اور شبہ فعل سے مراد عام ہے خواہ مذکور ہو یا مقدر رہو اور مثال مذکور میں فعل اصطلاحی وجوباً مقدر ہے کیونکہ یہ مثال ما اضمر عامله علیٰ شریطة التفسیر کے قبیلے سے ہے۔
ویسمی ظرفا اور مفعول فیہ کا دوسرا نام ظرف ہے کیونکہ ظرف کا معنی ہوتا ہے برتن اور یہ مفعول فیہ بھی فعل کے واسطے بمنزل برتن کے ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کا نام ظرف رکھا گیا ہے اور ظروف کی دو قسم ہیں ① ظرف زمان ② ظرف مکان لیکن پہچان کے لئے ضابطہ یہ ہے اگر متی کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ظرف زمان ہوگا اور جو ظرف این کے جواب بننے کے صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ظرف مکان ہوگا۔

قولہ : وکلهامنصوب بتقدیرفی تقول صمت دهرًا وسافرت شهرًااى فى دهر وشهر
ترجمہ : اور یہ سب ظروف زمان منصوب ہوتی ہیں فی کے مقدر کرنے کے ساتھ کہے گا تو صمت دهرًا وسافرت شهرًا یعنی روزہ رکھا میں نے زمانہ میں اور سفر کیا میں نے مہینہ میں۔
قولہ :وظروف المكان كذٰلك مبهمٌ وهومنصوب ايضا بتقد يرفى نحوجلست خلفك وأمامك ومحدودٌ وهومالايكون منصوبًا بتقديرفى بل لابدّ من ذكر فى فيه نحوجلست فى الدّار وفى السوق وفى المسجد
ترجمہ : اور ظروف مکان اسی طرح مبہم ہیں اور وہ بھی منصوب ہوتے ہیں فی کو مقدر کرنے کے ساتھ جیسے جلست خلفك وامامك اور محدود اور وہ وہ ہے کہ نہیں ہوتے منصوب فی کو مقدر کرنے کے ساتھ بلکہ ضروری ہے فی کو ذکر کرنا ان میں جیسے جلست فى الدّار وفى السوق وفى المسجد۔
تشریح : ظرف زمان کی دو قسمیں ہیں ① مبہم وہ ہے جس کے لئے حد معین نہ ہو جیسے دهر بمعنی زمانہ اور حين بمعنی وقت۔

② محدود وہ ہے جس کے لئے حد معین ہو جیسے یوم اور لیل الخ ۔

ظرف مکان کی بھی دو قسمیں ہیں ظرف زمان مبہم جیسے خلف امام اور ظرف مکان محدود جیسے دار ، سوق ، مسجد وغیرہ ظرف زمان کا حکم یہ ہے کہ ظروف زمان مطلقا تقدیر فی کو قبول کرتی ہیں اور منصوب ہوتی ہیں اور ظروف مکان میں سے جو مبہم ہیں وہ بھی تقدیر فی کو قبول کرتی ہیں اور منصوب ہوتی ہیں لیکن ظرف مکان تقدیر فی کو قبول نہیں کرتی ان میں فی کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مثالیں : ظروف زمان کے مثال : صمت دھرًا سافرت شھرًا ۔

ظرف مکان مبہم کی مثال : جلست خلفك و امامك ۔

محدود کی مثال : جلست فی الدار وفی السوق ۔

سوال : ظرف زمان مطلقاً یعنی مبہم اور محدود منصوب ہوتی ہیں اور فی کی تقدیر کو قبول کرتی ہیں لیکن ظرف مکان میں آپ نے تقسیم کردی کہ مبہم تو فی کی تقدیر کو قبول کرتی ہیں اور محدود فی کی تقدیر کو کیوں قبول نہیں کرتی اور منصوب کیوں نہیں ہوتی ؟

جواب : کہ ظرف زمان مبہم یہ تو فعل کی جزء ہوتی ہے اور قاعدہ ہے کہ جب فعل کی جزء کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کر دیا جائے تو بلا واسطہ منصوب ہوتی ہے جیسے مفعول مطلق لہٰذا ظرف زمان مبہم فی کی تقدیر کو قبول کر کے منصوب ہوگی اور باقی رہی ظرف زمان محدود اس کو اسی زمان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے کیونکہ دونوں ذات میں یعنی زمانیت میں مشترک ہیں اور ظروف مکان میں سے ظرف مکان مبہم کو بھی اسی پر محمول کیا جاتا ہے کیونکہ وہ وصف میں یعنی ابہام میں شریک ہے بخلاف ظرف مکان محدود کے نہ تو وہ ذات زمانیہ میں شریک ہیں اور نہ وصف ابہامیت میں اس لئے کہ وہ فی کی تقدیر کو قبول نہیں کرتی بلکہ اس میں فی کو ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ مجرور ہوتا ہے۔

فائدہ : یہ مصنف اور صاحب کافیہ کی رائے کے مطابق مفعول فیہ کی دو قسمیں ہیں۔

① وہ جس میں فی حرف مقدر ہو اور مفعول فیہ منصوب ہوتا ہے۔

② جس میں فی لفظوں میں موجود ہوتا ہے اور مفعول فیہ مجرور ہوتا ہے لیکن جمہور کے نزدیک مفعول فیہ کی ایک قسم ہے کہ مفعول فیہ کی مفعولیت کے صحیح ہونے کے لئے شرط نصب ہے اور فی کا مقدر ہونا ہے بخلاف مصنف اور علامہ ابن حاجب کے ان کے نزدیک مفعول فیہ کے صحیح ہونے کے لئے فی کی تقدیر شرط ہے۔

بحث مفعول لہ

فصل : المفعول له هو اسم مالاجله يقع الفعل المذكور قبله وينصب بتقدير اللام نحو ضربته تاديبا اى للتاديب وقعدت عن الحرب جبنا اى للجبن

ترجمہ : مفعول لہ نام ہے ایسی چیز کا جس کی وجہ سے ایسا فعل واقع ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو اور یہ منصوب ہوتا ہے لام کے مقدر کرنے کیوجہ سے جیسے ضربته تاديبا اى للتاديب اورقعدت عن الحرب جبنا اى للجبن ۔

تشریح : قسم چہارم مفعول لہ کو بیان کیا جارہا ہے۔

مفعول لہ کی تعریف : مفعول لہ اس چیز کا نام ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے یا جس کے موجود ہونے کی وجہ سے وہ فعل جو اس سے پہلے مذکور ہے واقع ہو جیسے ضربته تاديبا اس کو میں نے مارا ادب سکھانے کیلئے تو اس میں تاديبا مفعول لہ ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے یہ ضرب واقع ہوئی ہے۔

سوال : یہ تعریف جامع نہیں جیسے تاديبا اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا لم ضربت زيدا تو یہ تادیبا مفعول لہ ہوگا لیکن اس کے لئے فعل مذکور نہیں ہے؟

جواب : مذکور میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما اور یہاں حکما مذکور ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی ضربته تاديبًا جس کا قرینہ سوال ہے۔

وينصب بتقدير اللام مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو کیونکہ اگر مذکور ہوگا تو پھر مفعول لہ مجرور ہوگا تو حسب سابق جس طرح کہ مفعول فیہ میں جمہور اور مصنفؒ کا اختلاف تھا یہاں پر بھی مصنفؒ اور جمہور کا اختلاف ہے کہ مصنفؒ کی رائے کے مطابق مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں ① مفعول لہ وہ جس میں لام مقدر ہو اور وہ منصوب ہوگا ② مفعول لہ وہ ہے جس میں لام لفظوں میں موجود ہو اور وہ اس وقت مجرور ہوگا لیکن جمہور کے نزدیک مفعول لہ کی ایک ہی قسم ہے کہ جس میں لام مقدر ہو اور وہ منصوب ہو تو لہٰذا مصنف کے مذہب کے مطابق یہ تقدیر لام نصب کی صحت کے لئے شرط ہے نہ کہ صحت مفعولیت کے لئے جب کہ جمہور کے نزدیک یہ مفعول کی صحت کے لئے شرط ہے یعنی مفعول لہ ہونے کے لئے شرط ہے۔

فائدہ : تعلیلات میں چونکہ لام اغلب اور کثیر الاستعمال ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر کیا اس کے علاوہ من حرف جار اور باء اور فی یہ بھی مفعول لہ پر داخل ہوتے ہیں۔

قوله : وعندالزجاج هو مصدرٌ تقديرهٗ ادبته تاديبا وجبنت جبنًا

ترجمہ : اور زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اصل اس کی ادبته تاديبا اور جبنت جبنا ہے۔

تشریح : زجاج نحوی کے نزدیک مفعول لہ ہے ہی نہیں اوراس کوتسلیم بھی نہیں کرتے ان کا مذہب یہ ہے کہ کلام عرب جہاں بھی مفعول لہ مستعمل ہورہا ہے وہ دراصل مفعول مطلق ہوتا ہے دلیل یہ ہے کہ مفعول لہ کو جب تاویل کے ذریعے مفعول مطلق بنایا جاسکتا ہے تو ایک نئی قسم بنانے کی ضرورت نہیں لہٰذا ضربته تاديبا کی تاویل یہ ہوگی ادبته بالضرب تاديبا ۔

جواب : ایسی تاویل کرنا جس سے چیز اپنی ماہیت اورنوع سے نکل جائے یہ تاویل صحیح نہیں ہوتی پھر یہ تاویل حال میں بھی چل سکتی ہے حال بھی مفعول فیہ کے معنی میں ہوسکتا ہے تو حال کو بھی مفعول فیہ مان لیا جائے اس لئے یہ بات درست نہیں۔

فائدہ : مصنفؒ نے دو مثالیں ذکر کر کے مفعول لہ کے اقسام کی طرف اشارہ کیا کہ مفعول لہ کے دو قسمیں ہیں

① وہ مفعول لہ جس کے حاصل کرنے کے لئے فعل کیا جائے جیسے ضربته تاديبًا یہاں تادیب کو حاصل کرنے کے لئے ضرب والا فعل واقع ہوا ہے۔

② مفعول لہ پہلے سے موجود تھا اس کے موجود ہونے کی وجہ سے فعل کیا جائے جیسے قعدت عن الحرب جبنًا یہ مفعول لہ پہلے سے موجود تھا قعود والا فعل اسی کی وجہ سے واقع ہوا اوراس دوسری مثال میں مصنفؒ نے زجاج پر چوٹ لگائی چلے کہ زجاج نحوی نے کوئی غور وفکر نہیں کیا، کوشش نہیں کی ورنہ مفعول لہ سے کبھی وہ انکار نہیں کرتے۔

بحث مفعول معه

فصل : المفعول معه هو مايذكر بعد الواو بمعنىٰ مع لصاحبة معمول الفعل نحو جاء البرد والجبات وجئت انا وزيدًا اى مع الجبات ومع زيدٍ

ترجمہ : مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کے ساتھی ہونے کی وجہ سے جیسے جاء البرد والجبات (اى مع الجبات) اورجئت انا وزيد (اى مع زيد)

تشریح : **مفعول معہ** : وہ اسم ہے جو واو بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے یا فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے خواہ وہ فعل کا معمول فاعل ہو یا مفعول ہو اگر فاعل ہو تو پھر مصاحبت کا مطلب یہ ہوگا کہ مفعول معہ اورفعل کا معمول فعل سے صدور میں دونوں شریک ہوں جس طرح استوىٰ الماء والخشبة اوراگر مفعول بہ ہو تو پھر مصاحبت کا مطلب یہ ہوگا کہ مفعول اورفعل کا معمول اپنی ذات پر فعل کے وقوع میں شریک ہو جیسے جئت انا وزیدًا یادرکھیں فعل سے مراد عام ہے خواہ فعل لفظی ہو یا معنوی،

فعل معنوی : اس فعل کو کہتے ہیں کہ نہ تو لفظوں میں ہو اور نہ مقدر ہو بلکہ انداز کلام سے مستنبط کیا جاسکے وجہ استنباط یہ ہے کہ جب جار مجرور استفہام کے ساتھ ہو تو وہ فعل پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حروف جارہ کی وضع اس لئے ہیں کہ فعل کے معنی کو اپنے مدخول تک

پہنچائیں تو حروف جارہ کو فعل کی ضرورت ہے اسی طرح استفہام بھی فعل کا مقتضی ہے اس لئے استفہام اکثر فعل سے ہوتا ہے۔

قولہ : فان كان الفعل لفظا وجاز العطف يجوز فيه الوجهان النصب والعطف نحو جئت انا وزيدًا و زيدٌ وان لم يجز العطف تعين النصب نحو جئت وزيدًا وان كان الفعل معنى وجاز العطف تعين العطف نحو مالزيد وعمرٍو وان لم يجز العطف تعين النصب نحو مالك وزيدًا وماشانك وعمرًا لان المعنى ماتصنع

ترجمہ : پس اگر ہو فعل لفظی اور جائز ہو عطف تو جائز ہیں اس میں دو وجہیں نصب اور عطف جیسے جئت انا وزیدًا و زیدٌ (آیا میں ساتھ زید کے) اور اگر نا جائز ہو عطف تو متعین ہے نصب جیسے جئت وزیدًا (آیا میں ساتھ زید کے) اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے جیسے مالزید وعمرو اور اگر عطف جائز نہیں تو نصب متعین ہے جیسے مالك وزیدًا ......الخ۔

تشریح : واو کے بعد جو اسم ہے اسکے فعل میں دو احتمال ہیں فعل لفظی ہو یا فعل معنوی پھر ہر ایک میں دو احتمال ہیں کہ عطف جائز ہو گا یا نہیں کل چار صورتیں بنتی ہیں

پہلی صورت : فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں دو وجہ پڑھنا جائز ہے ① مفعول معہ کی بناء پر نصب پڑھنا ② عطف ڈالنا جیسے جئت انا وزیداً وزید عطف اس لئے جائز ہے کہ اسم ظاہر کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنے کے لئے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید کی ضرورت ہے وہ یہاں موجود ہے۔

دوسری صورت : کہ فعل لفظی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں مفعول معہ کی بناء پر نصب پڑھنا واجب ہو گی۔ جیسے جئت وزیدًا عطف کیوں جائز نہیں اس لئے کہ اسم ظاہر کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنے کیلئے ضمیر منفصل کی تاکید کی ضرورت ہوتی ہے جو یہاں موجود نہیں۔

تیسری صورت : کہ فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس صورت میں عطف واجب ہو گا جیسے مالزید وعمرو اس کی وجہ ہے کہ یہاں عطف کیوں متعین ہے اس لئے کہ یہاں پر اگر نصب پڑھی جائے تو اس کے لئے عامل فعل معنوی کو مانا جائے گا جو کہ ضعیف ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اس پر عطف پڑھا جائے تو اس کا عامل لفظی ہو جائے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ عامل لفظی عامل معنوی سے قوی ہوتا ہے۔

چوتھی صورت : کہ فعل معنوی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں مفعول معہ کی بناء پر نصب واجب ہے جیسے مالك وزیدا کیونکہ دوسرا احتمال ہے ہی نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ یہاں عطف کیوں جائز نہیں؟ اس لئے جب ضمیر مجرور متصل پر عطف ڈالا جائے تو اس لئے حرف جار کا اعادہ ضروری ہوتا ہے جو یہاں موجود نہیں۔

لان المعنى ما تصنع ان دونوں مثالوں کے فعل معنوی پر مشتمل ہونے کی دلیل کہ مالك و زیدا وما شانك وعمرا میں مفعول معہ کا عامل معنوی ہے۔اس لئے کہ ان دونوں کا معنی ہے ما تصنع ہے کیونکہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ ما استفہامیہ ہے اور استفہام اکثر فعل سے ہوا کرتا ہے اس سے فعل سمجھا جارہا ہے لہذا مالك وزیدا کا معنی ہوگا ما تصنع وزیدا اور ماشانك وعمرا کا معنی ہوگا ما تصنع وعمراً اور ما لزید و عمرو کا معنی ہوگا مایصنع زیدٌ وعمرٌو۔

بحث حال

فصل :الحال لفظ یدل علی بیان هیئة الفاعل او المفعول به او کلیهما نحو جاء نی زیدًا راکبًا وضربت زیدًا مشدودًا ولقیت عَمرًا راکبینِ

ترجمہ : حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی ہیئت کے بیان پر دلالت کرے جیسے جاء نی زیدًا راکبا اور ضربت زید مشدودًا اورلقیت عمرو راکبین۔

تشریح : چھٹی قسم منصوبات میں سے حال ہے۔حال کا لغوی معنی صفت اور شان ہے اور حال زمانہ موجودہ کو بھی کہتے ہیں۔

حال کی تعریف : حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی ہیئت پر دلالت کرے۔

سوال : جاء نی زید الراکب ، الراکب بھی فاعل کی ہیئت بیان کررہا ہے اس کو بھی حال کہنا چاہیے حالانکہ یہ حال نہیں بلکہ فاعل کی صفت ہے؟

جواب : یہاں ایک قید محذوف ہے کہ حال ایسی ہیئت بیان کرے جو صدور فعل یا وقوع فعل کے وقت پائی جائے جیسے جاء نی زید راکبا میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ وہ سوار تھا اس میں راکبا حال نے زید فاعل کی حالت بتلائی کہ اس کا آنا حالت سواری میں تھا۔

قوله: وقد یکون الفاعل معنویا نحوزیدٌ فی الدار قائمًا لان معناه زیدٌ نِ استقر فی الدار قائما وکذا المفعول به نحو هٰذا زیدٌ قائمًا فان معناه المشار الیه قائمًا هوزیدٌ والعامل فی الحال فعلٌ او معنی فعلٍ

ترجمہ:اور کبھی کبھی ہوتا ہے فاعل معنوی جیسے زید فی الدار قائما اس لئے کہ اس کا معنی ہے زید استقر فی الدار قائما اوراسی طرح مفعول بہ جیسے هذا زید قائما پس تحقیق اس کا معنی ہے المشار الیہ قائما هوزید اور عامل حال میں فعل ہے یا معنی فعل ہے۔

تشریح : فاعل اور مفعول میں تعمیم کا بیان ہے کہ خواہ فاعل لفظی ہو یا معنوی ہو اس طرح مفعول میں بھی تعمیم ہے کہ خواہ مفعول لفظی

ہو یا معنوی ہو۔

فاعل معنوی سے حال کی مثال : جیسے زید فی الدار قائما اس میں قائما حال ہے فاعل معنوی سے جو کلام کے نظم میں تو موجود ہے لیکن ملفوظ نہیں اس لئے کہ اس کا معنی ہے زید استقرا فی الدار قائما تو یہ قائما استقر فعل کی ضمیر سے حال ہے۔

مفعول معنوی سے حال کی مثال : ھذا زید قائمًا ہے اس میں قائما زید سے حال ہے اور زید مفعول معنوی ہے اس لئے کہ لفظ کے اعتبار سے بے شک یہ خبر ہے مبتدا کی لیکن اشارہ اور تنبیہ سے جو اس کا معنی سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے انبہ و اشیر زیدًا حال کو نہ قائما یا یوں عبارت ہے اشیر الی زید یا انبہ علی زید حال کو نہ قائما لہٰذا یہ زید بواسطہ حرف جر مفعول معنوی ہوا اسی سے قائما حال ہے۔

والعامل فی الحال فعل او معنی فعل حال میں عامل فعل ہوتا ہے خواہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو اور یا معنی فعل ہوتا ہے۔

یاد رکھیں! معنی فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفصیل، مصدر، جار مجرور ظرف، اسمائے افعال ہیں اور اسی طرح ہر وہ چیز ہے جس سے معنی فعل مستنبط ہوتے ہیں جیسے حرف نداء اسم اشارہ تمنی، حروف تنبیہ اور ترجی اور تشبیہ وغیرہ یہ معنی فعل پر دلالت کرتے ہیں۔

قولہ : والحال نکرۃ ابدًا وذوالحال معرفۃ غالبا کما رأیت فی الامثلۃ المذکورۃ فان کان ذوالحال نکرۃ یجب تقدیم الحال علیہ نحو جاء نی راکبًا رجلٌ لئلّا تلتبس بالصفۃ فی حالۃ النصب فی مثل قولک رأیت رجلًا راکبًا

ترجمہ : اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں امثلہ مذکورہ میں پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو واجب ہے مقدم کرنا حال کو اس پر جیسے جاء نی راکبا رجل تاکہ نہ ملتبس ہو جائے حال صفت کے ساتھ حالت نصب میں تیرے قول رأیت رجلا راکبا کی مثل۔

تشریح : **ضابطہ** : حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے۔

سوال : حال ہمیشہ نکرہ کیوں ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ کیوں ہوا کرتا ہے؟

جواب اول : کہ حال معنی حدثی کی قید ہوا کرتا ہے اگر حال معرفہ ہو تو لازم آئے گا قید کی افضلیت مقید پر جو کہ جائز نہیں۔

جواب ثانی : ذوالحال بمنزل مبتدا کے ہے اور حال بمنزل خبر کے تو جس طرح مبتدا کے لئے اصل معرفہ ہونا اور خبر کے لئے نکرہ ہونا ہے تو اسی بنا پر ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے۔

فان کان ذوالحال سے مذکورہ ضابطہ پر تفریع کا بیان ہے کہ اگر ذوالحال نکرہ محضہ ہو تو اس وقت حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب

ہے جیسے جاء نی راکبا رجل اس تقدیم کی علت یہ ہے اگر حال کو ذوالحال پر مقدم نہ کیا جائیمؤخر کیا جائے تو حالت نصب میں حال کو صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے رأیت رجلا راکبا میں لہٰذا جب ایک حالت میں صفت کو موصوف کے ساتھ التباس لازم آتا تھا تو ہم نے ایک قاعدہ کلیہ بنادیا کہ ذوالحال جب نکرہ ہو تو حال پر مقدم کرنا واجب ہے حالت رفع اور حالت نصب میں۔

یادرکھیں! اگر ذوالحال نکرہ مجرور ہو تو پھر تقدیم واجب نہیں ہوگی جیسے مررت برجل راکبا اسی طرح الکلمة لفظ وضع لمعنی مفردًا کو جب معنی سے حال بنادیا جائے تو وہاں بھی تقدیم نہیں ہے۔

قولہ : وقد يكون الحال جملة خبرية نحو جاء نی زيدٌ وغلامه راكبٌ اويركب غلامه ومثال ماكان عاملها معنى الفعل نحو هٰذا زيدٌ قائمًا معناه اُنبه واُشير

ترجمہ : اور کبھی کبھی ہوتا ہے حال جملہ خبریہ جیسے جاء نی زیدٌ وغلامه راکب اور مثال اس کی کہ ہو اس کا عامل معنی فعل مثل هذا زید قائما کے کہ اس کا معنی ہے انبه واشير۔

تشریح : ضابطہ : کہ جس طرح حال مفرد ہوتا ہے اسی طرح حال جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے اس لئے جس طرح مفرد فاعل اور مفعول کی ہیئت کو بیان کرتا ہے اسی طرح جملہ بھی ہیئت پر دلالت کرتا ہے۔

نیز حال بمنزل خبر کے تھا جس طرح مبتدا کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے جملہ بھی ہوسکتی ہے اسی طرح ذوالحال کے لئے حال مفرد بھی ہو سکتا ہے اور جملہ بھی ہوسکتا ہے پھر جملہ خبریہ میں تعمیم ہے کہ جملہ اسمیہ خبریہ بھی حال واقع ہوسکتا ہے جیسے جاء نی زید وغلامه راکب اس میں غلامه راکب فاعل زید سے حال واقع ہے اور ویرکب غلامه یہ جملہ فعلیہ خبریہ حال واقع ہورہا ہے۔

فائدہ : جملہ کے حال واقع ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں

① ذوالحال نکرہ ہو ② جملہ خبریہ ہوانشائیہ حال واقع نہیں ہوسکتا ③ جملہ حالیہ میں رابط کا ہونا بھی ضروری ہے۔

ومثال ما كان...... حال کے عامل معنی فعل کی مثال هذا زید قائماها تنبیہ سے انبه اور ذا اسم اشارہ سے اشير فعل مستنبط ہوتے ہیں۔

قولہ : وقد يحذف العامل لقيام قرينة كما تقول للمسافر سالمًا ای ترجع سالما غانما

ترجمہ : اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے عامل بوقت قائم ہونے قرینہ کے جیسے آپ کہیں مسافر کو سالما غانما یعنی لوٹتا ہے تو اس حال میں کہ سلامتی والا ہے غنیمت حاصل کرنے والا ہے۔

تشریح : اگر قرینہ موجود ہو تو کبھی کبھی حال کے عامل کو حذف کردیا جاتا ہے عام ازیں قرینہ حالیہ ہو یا قرینہ مقالیہ جیسے مسافر کو کہا

جا تا ہے سالماً غانما اس میں قرینہ حالیہ ہے جس کے لئے فعل ترجع محذوف ہے ترجع سالما غانما۔

بحث تمییز

فصل : التمييز هو نكرة تذكر بعد مقدار من عدد او كيل او وزن او مساحة او غير ذلك مما فيه ابهام ترفع ذلك الابهام نحو عندي عشرون درهمًا وقفيزان برا ومنوان سمنا وجريبان قطنًا وعلى التمرة مثلها زبدًا

ترجمہ : تمییز وہ اسم نکرہ ہے جو ذکر کیا جائے مقدار کے بعد یعنی عدد یا کیل یا وزن یا مساحت یا ان کے علاوہ اس چیز کے بعد جس میں ابہام ہو رفع کرے اس ابہام کو جیسے عندی عشرون درهمًا......الخ

تشریح : مصنف منصوبات کی ساتویں قسم تمییز کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

تمییز کا لغوی معنی ہے جدا کرنا اور تمییز کو تبیین تفسیر اور ممیّز بھی کیا جاتا ہے۔

تمییز کی تین قسمیں ہیں:

① مفرد مقداری سے ابہام کو دور کرے۔

② مفرد غیر مقداری سے ابہام کو دور کرے۔

③ جمع کی نسبت سے ابہام کو دور کرے، اس عبارت میں

پہلی قسم : اس کی تعریف یہ ہے تمییز وہ نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے اور اس مقدار کے ابہام کو دور کرے مقدار اسم آلہ کا صیغہ ہے بمعنی ما یقدر به الشی وہ چیز جس سے شی کا اندازہ کیا جائے ۔

مقدار کی پانچ قسمیں ہیں:

① عدد ② کیل ③ وزن ④ مساحت ⑤ مقیاس۔

مقدار عددی کی مثال : عندی عشرون درهما ۔

مقدار کیلی کی مثال : قفيزان برًا ۔

مقدار وزنی کی مثال : عندی منوان سمنًا ۔

مقدار مساحت کی مثال : عندی جريبان قطنا ۔

مقدار مقیاسی کی مثال : على التمرة مثلها زبدا ۔

فائدہ : مقیاس بمعنی وہ چیز جس سے قیاس اور اندازہ کریں اور کیل بمعنی پیمانہ ہوتا ہے اور عربوں میں یہ اکثر لکڑی کا بنا ہوا ہوتا تھا

جس سے گندم وغیرہ کوناپا کرتے تھے اور مساحت بمعنی پیائش کرنا ہے۔

قولہ : وقد يكون عن غير مقدار نحو هٰذا خاتم حديدًا وسِوارٌ ذهبًا وفيه الخفض اكثر وقد يقع بعد الجملة لرفع الابهام عن نسبتها نحو طاب زيدٌ نفسًا او علمًا او ابًا

ترجمہ : اور کبھی کبھی تمییز ہوتی ہے غیر مقدار سے جیسے هذا خاتم حديدًا و سِوارٌ ذهبًا اوراس میں جرا کثر ہےاور کبھی کبھی واقع ہوتی ہے جملہ کے بعداس جملہ کی نسبت سے ابہام کواُٹھانے کے لئے جیسے طاب زيد نفسا او علما او ابا ۔

تشریح : دوسری قسم کابیان : کہ مفرد غیر مقدار سے ابہام کودور کرے۔

غیر مقدار سے مراد یہ ہے کہ مقدار کی پانچ قسمیں نہ ہوں جیسے هذا اخاتم حديدا یہ انگوٹھی ہےاز روئے لوہے کے هذا سوار ذهبا یہ سونے کے کنگن ہیں۔

فيه الخفض اكثر اس تمییز کومنصوب پڑھنا بھی جائز ہے تمییز ہونے کی بنا پر لیکن کثرت استعمال میں یہ تمییز اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے کہ ممیّز کی طرف مضاف ہوا کرتی ہے اس لئے کہ تمییز کے مجرور ہونے کی صورت میں تمییز کا جومقصود رفع ابہام ہے وہ بھی حاصل ہوجاتا ہے ساتھ تخفیف بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

قد يقع بعد الجملة ...... سے

تیسری قسم : کابیان ہے کہ تمییز جملے کی نسبت سے ابہام کودور کرتی ہے جیسے طاب زيد نفسا اس طاب کی جونسبت زید کی طرف تھی اس میں ابہام تھا نفسا نے اس ابہام کودور کردیا اسی طرح طاب زيدعلمًا ،علمًا نسبت سے ابہام کودور کردیا ہے۔اسی طرح طاب زيد ابا میں ابانے جملہ کی نسبت سے بھی ابہام کودور کردیا

مصنف تین مثالین دیں **پہلی مثال** منتصب عنه کے ساتھ خاص ہے۔

دوسری مثال : متعلق منتصب کے ساتھ خاص ہے۔

تیسری مثال : میں دونوں ہیں اگر نفسًا منتصب سے ہو یعنی نفس زيد سے ہوتو ترجمہ یہ ہوگا کہ زید اچھا ہے از روئے اس امر کے کہ وہ کسی کا باپ ہے اور اگر متعلق منتصب سے ہوتو ترجمہ ہوگا کہ زید اچھا ہے از روئے اس امر کے کہ اس کا کوئی باپ ہے۔

بحث مستثنیٰ

فصل : المستثنیٰ لفظ یذکر بعد اِلّا واخواتها لیعلم انه لاینسب الیه ما نسب الی ماقبلها

ترجمہ: مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو اِلّا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہوتا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ نہیں منسوب اس کی طرف وہ چیز جو منسوب ہے اس کے ماقبل کی طرف۔

مستثنیٰ کی تعریف : مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو ذکر کیا جائے اِلّا اور اس کے اخوات کے بعد تا کہ یہ بات معلوم ہو کہ جو حکم ماقبل کی طرف یعنی مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب تھا۔ وہ مابعد یعنی مستثنیٰ کی طرف سے منسوب نہیں۔

فائدہ : یادرکھیں! الا کے بعد مستثنیٰ ہوتا ہے اور الا سے پہلے مستثنیٰ منہ ہوتا ہے اور الا کے اخوات سے مراد عـــدا ، خـــلا ماخلا ، ماعدا ، لیس ، لایکون ، وغیرہ ہیں۔

قوله : وهو علی قسمین متصل وهو ما اخرج عن متعدد بِاِلّا واخواتها نحو جاء نی القوم اِلّا زیدًا او منقطع وهو المذکور بعد اِلّا واخواتها غیر مخرج عن متعدد لعدم دُخوله فی المستثنیٰ منه نحو جاء نی القوم اِلّا حمارًا

ترجمہ : اور وہ دو قسم پر ہے متصل اور وہ وہ ہے جو نکالا گیا ہو متعدد سے اِلّا اور اس کے تشابہات کے ذریعے جیسے جـــاء نـــی الـــقـــوم اِلّا زیـدًا یا منقطع اور وہ وہ ہے جو مذکور ہو اِلّا اور اس کے تشابہات کے بعد درانحالیکہ نہ نکالا گیا ہو متعدد سے بوجہ نہ داخل ہونے اس کے مستثنیٰ منہ میں جیسے جاء نی القوم اِلّاحمارا۔

تشریح : مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں ① مستثنیٰ متصل ② مستثنیٰ منقطع۔

① مستثنیٰ متصل وہ ہے جو الا یا اس کے اخوات کے ذریعہ کسی شی کو متعدد سے نکالا گیا ہو یعنی مستثنیٰ منہ پر جو حکم ہے مستثنیٰ کو اس سے نکالا گیا ہو عام ازیں مستثنیٰ منہ لفظوں میں ہو جیسے جاء نی القوم الا زید یا مقدر ہو جیسے ما جاء نی الا زید۔

ومنقطع وهو المذکور بعد ......

② مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو الا یا اس کے اخوات کے ذریعے مذکور ہو لیکن متعدد سے یعنی مستثنیٰ منہ سے نکالا نہ گیا ہو اس لئے کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں داخل ہی نہیں تھا تو نکالا کیسے جاتا خواہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو جیسے جاء نی القوم الازیدًا یہ زید اس وقت مستثنیٰ منقطع ہوگا جب کہ قوم سے مراد وہ جماعت ہو جس میں زیـــد داخل نہ ہو ورنہ متصل ہوگا جیسے ماقبل میں بھی ہم نے یہی مثال دی ہے یا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو جیسے جاء نی القوم الا حمارًا۔

قولہ : واعلم ان اعراب المستثنیٰ علی اربعة اقسام فان کان متصلًا وقع بعد اِلَّا فی کلامٍ موجبٍ او منقطعًا کما مرَّ او مقدَّمًا علی المستثنی منه نحو ما جاء نی اِلَّا زیدًا احدًا او کان بعد خلا وعدا عند الاکثر وبعد ماخلا و ماعدا ولیس ولایکون نحو جاء نی القوم خلا زیدًا الخ کان منصوبًا

ترجمہ : جان لیجئے کہ اعراب مستثنیٰ کا چار قسم پر ہے پس اگر ہووہ مستثنیٰ متصل واقع ہو بعد اِلَّا کے کلام موجب میں یا منقطع ہو جیسے گزر چکا ہے یا مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر جیسے ما جاء نی اِلَّا زیدًا احدًا یا ہو خلا اور عدا کے بعد اکثر کے ہاں اور ماخلا اور ماعدا اور لیس اور لایکون کے بعد جیسے جاء نی القوم خلازیدًا الخ تو ہوگا منصوب۔

تشریح : مصنفؒ مستثنیٰ کے اعراب بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مستثنیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں

① نصب ② اعراب دووجہ سے پڑھنا جائز ہے ③ اعراب علی حسب العامل ④ جر۔

پہلا اعراب : نصب ہے جو چار مقامات پر ہوتی ہے۔

پہلا مقام : مستثنیٰ متصل ہو الا کے بعد کلام موجب میں جیسے جاء نی القوم الا زیدًا ۔

دوسرا مقام : مستثنیٰ منقطع ہو جیسے جاء نی القوم الا حمارًا ۔

تیسرا مقام : مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے جاء نی الا زیداحد ۔

چوتھا مقام : مستثنیٰ خلا اور عدا اکثر نحویوں کے نزدیک اور ماخلا ما عدا اور لیس اور لا یکون کے بعد جیسے جاء نی القوم خلا زیدًا ان چاروں مقامات پر مستثنیٰ پر نصب واجب ہے۔

قولہ : وان کان بعد اِلَّا فی کلام غیر موجب وهو کل کلام یکون فیه نفیٌ ونهیٌ واستفهامٌ والمستثنیٰ منه مذکورٌ یجوز فیه الوجهان النصبُ والبدلُ عَمَّا قبلها نحو جاء نی احدٌ اِلَّا زیدًا واِلَّا زیدًا

ترجمہ : اور اگر مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو (اور ہر وہ کلام ہے کہ ہو اس میں نفی نہی استفہام ہو) اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو جائز ہیں اس میں دو وجہیں ایک ان میں سے نصب اور دوسری اِلَّا کے ماقبل سے بدل جیسے ما جاء نی احد اِلَّا زیدًا والا زیدٌ

تشریح : دوسرا اعراب : دووجہ پڑھنا جائز ہے یہ اعراب ایک مقام کیلئے ہے ہر وہ مقام جہاں مستثنیٰ الا کے بعد ہو کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس مستثنیٰ پر دووجہ پڑھنا جائز ہے

① نصب مستثنیٰ کی بنا پر ② ماقبل سے بدل بنانا جیسے ما جاء نی احد الا زیدًا ، زید کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے مستثنیٰ ہونے کی بنا پر زید کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے احد سے بدل ہونے کی بنا پر۔

فائدہ : کلام موجب اسے کہتے ہیں جس میں نفی اور نہی اور استفہام نہ ہو اور کلام غیر موجب اسے کہتے ہیں جس میں نفی یا نہی

قوله واعراب غير فيه .....الخ

اعراب مستثنیٰ بالا

- **اعراب بحسب عوامل**: وقتیکہ مستثنیٰ بعد الا در کلام غیر موجب باشد و مستثنیٰ منہ مذکور نباشد مثل: جَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ وَمَارَاَیْتُ اِلَّا زَیْدًا وَمَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ
- **نصب یا بدل مختار**: وقتیکہ مستثنیٰ بعد الا در کلام غیر موجب باشد و مستثنیٰ منہ مذکور باشد مثل: مَافَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ وَاِلَّا قَلِیْلًا
- **نصب واجب**: وقتیکہ مستثنیٰ منقطع باشد مثل: جَاءَنِیْ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا
- **نصب واجب**: وقتیکہ مستثنیٰ مقدم باشد مثل: جَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدًا الْقَوْمُ وَ مَاجَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ
- **نصب واجب**: وقتیکہ مستثنیٰ بعد الا غیر صفت در کلام موجب واقع شود مثل: جَاءَنِیْ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا

قَوْلُهٗ وَاِعْرَابُ غَیْرُ فِیْهِ کَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰی بِاِلَّا مثل

- مَاجَاءَنِیْ غَیْرُ زَیْدٍ وَمَارَاَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ وَمَامَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ — جَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ وَمَارَاَیْتُ اِلَّا زَیْدًا وَمَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ
- مَافَعَلُوْهُ غَیْرُ قَلِیْلٍ وَغَیْرَ قَلِیْلٍ — مَافَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ وَاِلَّا قَلِیْلًا
- جَاءَنِیْ الْقَوْمُ غَیْرَ حِمَارٍ — جَاءَنِیْ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا
- جَاءَنِیْ غَیْرَ زَیْدٍ الْقَوْمُ وَمَاجَاءَنِیْ غَیْرَ زَیْدٍ اَحَدٌ — جَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدًا الْقَوْمُ وَ مَاجَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ
- جَاءَنِیْ الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ — جَاءَنِیْ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا

یا استفہام ہو۔

قولہ : وان کان مفرغًا بان یکون بعد اِلّا فی کلام غیر موجب والمستثنیٰ منه غیر مذکور کان اعرابه بحسب العوامل تقول ماجاء نی اِلّا زیدٌ ومارأیت اِلّا زیدًا وما مررت اِلّا بزَیْدٍ

ترجمہ : اور اگر ہو مستثنیٰ مفرغ بایں طور کہ ہو اِلّا کے بعد کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو ہوگا اس کا اعراب بحسب العوامل کہے گا تو ما جاء نی اِلّا زید الخ

تشریح : تیسرا اعراب مستثنیٰ کا حسب عامل ہے یہ بھی ایک مقام کے لئے ہے کہ ہر وہ مقام جہاں پر مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی مستثنیٰ الا کے بعد ہو کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو اس کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا اگر عامل رافع ہے تو رفع پڑھا جائے گا جیسے ما جاء نی فی الا زید اگر عامل ناصب ہے تو نصب پڑھی جائی گی جیسے مارأیت الا زیداً اور اگر عامل جار ہو تو مستثنیٰ پر جر پڑھی جائے گی جیسے مامررت الا بزید اس کو مستثنیٰ مفرغ کہتے ہیں جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ عامل مستثنیٰ میں عمل کرنے کی وجہ سے مستثنیٰ میں عمل کرنے سے فارغ ہو چکا ہے اس لئے عامل مفرغ ہوا مستثنیٰ مفرغ لہ پھر لہ کو حذف کر دیا گیا جیسے مشترک فیہ کو مشترک کہا جاتا ہے تو گویا اصل نام مستثنیٰ کا مستثنیٰ مفرغ لہ ہے۔

قولہ : وان کان بعد غیر وسویٰ وسواء وحاشا عند الاکثر کان مجرورًا نحو جاء نی القوم غیر زیدٍ وسِویٰ زیدٍ وسواء زیدٍ وحاشازیدٍ

ترجمہ : اور اگر مستثنیٰ غیر سوی وغیرہ کے بعد ہو تو مجرور ہوگا جیسے جاء نی القوم غیرزید الخ (آئی میرے پاس قوم سوا زید کے الخ)۔

تشریح : چوتھا اعراب : مستثنیٰ کا جر ہے یہ ان مستثنیٰ کا اعراب ہے جو غیر اور سویٰ اور سواء کے بعد واقع ہو اور اسی طرح حاشا کے بعد واقع ہو تو یہ بھی اکثر نحویوں کے نزدیک مجرور ہوگا غیر، سویٰ، سواء کے بعد مجرور اس لئے ہے کہ یہ الفاظ ان کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور مستثنیٰ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے اور حاشا کے بعد اس لئے کہ اکثر نحویوں کے نزدیک حرف جر ہے اور بعض نحویوں نے اسے فعل شمار کیا ہے تو اس کا مستثنیٰ مفعولیت کی بنا پر منصوب ہوگا جیسے حدیث میں ہے دعا منقول ہے اللھم اغفرلی ولمن سمع دعائی حاشا الشیطان شیطان مستثنیٰ ہے اور منصوب ہے مفعولیت کی بنا پر مثال جاء نی القوم غیر زید الی آخرہ۔

قولہ : واعلم ان اعراب غیر کإعراب المستثنیٰ بِاِلّا تقول جاء نی القوم غیرزیدٍ وغیر حمارٍ وماجاء نی غیر زید نِ القومُ وماجاء نی احدٌ غیرَ زیدٍ وغیرُ زیدٍ وماجاء نی غیرُزیدٍ ومارأیتُ غیرَزیدٍ ومامرَرت بغیرزیدٍ

ترجمہ : اورجان لیجئے بے شک اعراب غیر کا مثل اعراب مستثنیٰ بالا کے ہے کہے گا توجاء نی القوم غیرزید......الخ

تشریح : مصنفؒ کلمات مستثنیٰ میں سے لفظ غیر کا اعراب بیان کرنا چاہتے ہیں۔لفظ غیر کا اعراب مستثنیٰ بالا کا اعراب ہوگا کیونکہ لفظ غیر نے مستثنیٰ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے اسے جر دے دی ہے لہٰذا جو اعراب مستثنیٰ پر آنا تھا وہی اعراب لفظ غیر پر جاری کردیا گیا ہے اور مستثنیٰ بالا کا اعراب ماقبل میں آپ نے پڑھ لیا ہے وہ تین ہیں ① نصب ② دووجہ ③ حسب عامل اور نصب مستثنیٰ بالا کے لئے تین مقام تھے تو لفظ غیر کے منصوب ہونے کے بھی تین مقام ہوں گے۔

پہلا مقام : غیر کے بعد مستثنیٰ متصل ہو کلام موجب میں جیسے جاء نی القوم غیر زید ۔

دوسرا مقام : غیر کے بعد مستثنیٰ منقطع ہو جیسے جاء نی القوم غیر حمار۔

تیسرا مقام : غیر کے بعد مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ماجاء نی غیر زید القوم ان تینوں مقامات پر لفظ غیر پر نصب پڑھنا واجب ہے۔

دوسرا اعراب : دووجہ پڑھنا جائز ہے، جس طرح مستثنیٰ بالا کے لئے ایک مقام تھا تو غیر کے لئے بھی ایک مقام ہے کہ غیر کے بعد مستثنیٰ کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو جیسے ماجاء نی احد غیر زید او غیر زید پڑھنا بھی جائز ہے۔

تیسرا اعراب : مستثنیٰ بالا اعراب کا حسب عامل جس کیلئے ایک مقام تھا اسی طرح غیر کے لئے بھی ایک مقام ہے کہ غیر کے بعد مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی مستثنیٰ کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو لفظ غیر پر اعراب عامل کے مطابق پڑھا جائے گا۔اگر عامل رافع تو رفع، ناصب تو نصب اگر جار تو جر پڑھی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ یہ غیر صفتیہ نہ ہو بلکہ بمعنی استثناء ہو۔

سوال : کلمات استثناء میں سے صرف غیر کا اعراب کیوں بیان کیا گیا ہے باقی کا اعراب بیان کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب : خلا، عدا، ماخلا، ما عدا، حاشا، لیس یہ چونکہ فعل ماضی اور مبنی ہیں اور مبنی ہونے کی وجہ سے اعراب کو بالکل قبول نہیں کرتے سوی، سواء ظرف ہونے کی وجہ سے لازم النصب ہیں اس لئے ان کے اعراب کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور کلمہ لا یکون فعل مضارع ہے جو کہ مرفوع ہوگا عامل معنوی کی وجہ سے یا منصوب ہوگا عامل ناصب کی وجہ سے یا مجزوم ہوگا عامل جازم کی وجہ سے۔لہٰذا باقی ایک لفظ غیر رہ گیا جو کہ اسم متمکن تھا جس کے اعراب کو بیان کرنے کی ضرورت تھی اس لئے مصنفؒ نے صرف لفظ غیر کا اعراب کو بیان کیا۔

قولہ : واعلم اَنَّ لفظة غير موضوعة للصفة وقد تستعمل لِلاستثناء كما انَّ لفظة اِلّا موضوعةٌ للاستثناء وقد تستعمل للصفة كما فى قوله تعالىٰ لَوْكَانَ فِيهِمَا اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اَىْ غيرُ اللّٰهِ و كذٰلك قولك لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

ترجمہ : اورجان لیجئے کہ بے شک غیر وضع کیا گیا ہے واسطے صفت کے اور کبھی کبھی استعمال کیا جاتا ہے واسطے استثناء کے

جیسا کہ بے شک لفظ اِلَّا کو وضع کیا گیا ہے واسطے استثناء کے اور کبھی کبھی استعمال کیا جاتا ہے واسطے صفت کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول لَوْ كَانَ فِيهِمَا إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر زمین وآسمان میں بہت معبود ہوتے سوائے اللہ کے البتہ زمین وآسمان فاسد ہو جاتے اور اسی طرح تیرا قول لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے)۔

تشریح: مصنفؒ غیر کا اعراب بیان کرنے کے بعد اب غیر کا حقیقی اور مجازی معنی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ لفظ غیر کی اصل وضع صفت کے معنی کے لئے ہے لیکن کبھی کبھی بمعنی استثناء کے استعمال ہوتا ہے جس طرح کہ لفظ الا کی اصل وضع استثناء کیلئے ہے لیکن کبھی کبھی بمعنی غیر اور صفت کے استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ ①: جب الا غیر کے معنی پر ہوگا تو اس وقت یہ اعراب الا کے مابعد کو دے دیا جائے گا کیونکہ الا حرف ہے اور حرف میں اعراب کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ جیسے لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا یہاں پر الا بمعنی غیر کے ہے اب عبارت یوں ہوگی آلهة غیر الله تو الا بمعنی غیر ہو کر مضاف، مضاف الیہ بن کر یہ صفت بن جائے گی آلهة کی یہ بھی۔

فائدہ ②: الا بمعنی غیر کے استعمال تب ہوگا جس وقت الا استثناء والے معنی پر معمول نہ ہو سکے اور متعذر ہو۔

فائدہ ③: کہ غیر وصفی اور غیر استثنائی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ جب لفظ غیر صفت کے لئے ہو تو اس وقت اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل نہیں ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر اصحابك اس مثال میں اصحاب قوم میں داخل نہیں ہے اور جس وقت استثناء کے لئے ہو تو اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر اصحابك میرے پاس قوم آئی مگر تیرے اصحاب نہیں آئے یہاں اصحاب قوم میں داخل ہیں اسی بنا پر کسی نے کہہ دیا لفلان علی درهم غیر دانق یعنی کہ رفع کے ساتھ تو اسی پر ایک درہم پورا واجب ہوگا۔ اسی لئے کہ اس کی تردید ہوگی لفلان علی درهم لا دانق اور اگر منصوب پڑھا تو ناقص درہم واجب ہوگا اس لئے اس کی تقدیر یہ ہوگی الا دانقاً۔

فائدہ ④: غیر کا حقیقی معنی صفت ہے اور مجازی معنی استثناء ہے اور الا کا حقیقی معنی استثناء ہے اور مجازی معنی صفت ہے۔

بحث خبر کان واخواتہا

فصل: خبر کان واخواتها هو المسند بعد دخولها نحو کان زيدٌ قائمًا وحكمه كحكم خبر المبتداء إِلَّا انه يجوز تقديمه على اسمائها مع كونه معرفةً بخلاف خبر المبتداء نحو كان القائم زيدٌ

ترجمہ: کان اور اس کے متشابہات کی خبر وہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زید قائما اور حکم اس کا مثل حکم خبر مبتداء کے ہے مگر تحقیق شان یہ ہے کہ جائز ہے مقدم کرنا اس کو ان کے اسماء پر باوجود ہونے اس کے معرفہ بخلاف مبتداء کی خبر

کے جیسے کان القائم زیدٌ۔

تشریح : منصوبات کی نویں قسم کان یعنی افعال ناقصہ کی خبر ہے اس کی تعریف کان اور اس کی اخوات کی خبر ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے کان زید قائمًا۔

وحکمہ کحکم خبر المبتداء افعال ناقصہ کی خبر کا حکم احکام میں اور اقسام میں اور شرائط میں مبتداء کی خبر کی طرح ہے جس طرح مبتدا کی خبر مفرد اور جملہ معرفہ اور نکرہ بھی اسی طرح افعال ناقصہ کی خبر بھی ہوتی ہے اور جس طرح مبتدا کی خبر واحد اور متعدد اور مذکور اور محذوف ہوتی ہے اسی طرح افعال ناقصہ کی خبر بھی وغیرہ۔

الا انہ یحوز تقدیم یہاں سے مصنفؒ مبتدا کی خبر اور افعال ناقصہ کی خبر کے درمیان فرق بتانا چاہتے ہیں کہ افعال ناقصہ کی خبر کو مقدم کرنا ان کے اسماء پر مطلقاً جائز ہے خواہ وہ خبر معرفہ ہی کیوں نہ ہو جیسے کان القائم زید یہاں خبر معرفہ ہے پھر بھی اسم پر مقدم کی گئی ہے لیکن مبتدا کی خبر جبکہ معرفہ ہو تو مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوتا۔

سوال : اس فرق کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : اس لئے مبتدا اور خبر کا اعراب ایک ہوا کرتا ہے اس لئے مبتدا اور خبر کے درمیان التباس کا خوف ہے اسی لئے قانون بنا دیا کہ مبتدا کی خبر مبتدا پر مقدم نہیں ہو سکتی معرفہ ہونے کی صورت میں لیکن چونکہ افعال ناقصہ کے اسم وخبر کا اعراب ایک نہیں ہوتا یہاں التباس کا کوئی خوف نہ تھا اس لئے قانون بنا دیا کہ اس کی خبر معرفہ ہونے کے باوجود بھی مقدم ہو سکتی ہے اسم پر یہی وجہ ہے کہ اگر اسم وخبر کے تعین پر قرینہ نہ ہو اور اعراب لفظوں میں موجود نہ ہو تو ان کی خبر کو بھی اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں مثلاً دونوں اسم مقصور ہوں۔

بحث اسم ان واخواتھا

فصل :اسم اِنَّ واخواتھا ھو المسند الیہ بعد دُخولھا نحو اِنَّ زیدًا قائمٌ

ترجمہ : اِنَّ اور اس کے متشابہات کا اسم وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے ان زید قائم۔

تشریح : منصوبات میں سے دسویں قسم کا بیان ہے جو کہ اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم ہے ان اور اس کے اخوات کی تعریف یہ ہے کہ وہ ان اور اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے ان زید قائمًا۔

بحث لانفی جنس

فصل :المنصوب بلا التی لنفی الجنس هو المسند الیه بعد دخولها یلیها نکرة مضافةً نحولا غلامَ رجلٍ فی الدّارِ اومشابهًا لها نحو لاعشرین د رهمًا فی الکیس

ترجمہ : منصوب ساتھ لا کے جونفی جنس کے لئے ہے وہ ہے جومسند الیہ ہواس کے داخل ہونے کے بعد درانحالیکہ متصل ہواس کے ساتھ نکرہ مضاف ہوجیسے لاغلام رجل فی الدار یاشبہ مضاف ہوجیسے لاعشرین د رھما فی الکیس ۔

تشریح : سوال : مصنفؒ نے یہاں اپنا اصول اورانداز کیوں بدل دیایوں کیوں نہ کہا کہ لانفی جنس کااسم ؟

جواب : چونکہ لانفی جنس کااسم اکثرمنصوب نہیں تھا اگروہ اسم لا کہتے تووہم ہوسکتا تھا کہ باقی منصوبات کی طرح اکثرمنصوب ہوتا ہے۔

منصوبات میں سے گیارہویں قسم منصوب بلاالتی لنفی الجنس ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسم ہے جو لانفی جنس کے داخل ہونے کے بعدمسند الیہ ہوتا ہے دراں حالیکہ اس کے بعد بلا فاصلہ نکرہ مضاف ہو یا شبہ مضاف واقع ہو

نکرہ مضاف کی مثال :لا غلام رجل فی الدار۔

نکرہ شبہ مضاف کی مثال : لا عشرین درھما فی الکیس۔

اس تعریف سے شرطیں اورتین قیودیں حاصل ہوئیں ① کہ لا اورمسند الیہ کے درمیان فاصلہ نہ ہو ② نکرہ مضاف ہو ③ نکرہ شبہ مضاف ہو۔

قولہ : فان کان بعد لانکرةً مفردةً تُبنیٰ علی الفتح نحو لارجلَ فی الدّارِ وان کان معرفةً او نکرةً مفصُولًا بینه وبین لا کان مرفوعًا ویجب تکریر لا مع اسم آخر تقول لازیدٌ فی الدّارِ ولاعمروٌ ولا فیها رجلٌ ولا امرأةٌ

ترجمہ : پس اگر ہے بعد لا کے نکرہ مفردتومبنی برفتحہ ہوگا جیسے لارجل فی الدار اوراگرمعرفہ ہو یاایسا نکرہ ہوکہ فاصلہ کیا گیا ہو اس اسم اورلا کے درمیان تو مرفوع ہوگا اورواجب ہوگا تکرار لا کادوسرے اسم سمیت کہے گاتو لا زید فی الدار ولا عمرو اور ولا فیھا رجل ولاامرأة ۔

تشریح : مصنفؒ ان شرائط اورقیود کے فوائد بتارہے ہیں کہ اگر لا کے بعدنکرہ مضاف نہ ہوبلکہ مفرد ہوتو اس اسم نکرہ مفردہ کومبنی برفتحہ پڑھا جائے گا۔مراداس سے مبنی برعلامت نصب ہونا ہے اورمفرد سے مراد کہ مضاف اورشبہ مضاف نہ ہولہٰذا تثنیہ اورجمع اسمیں

داخل ہوں گے جیسے لا رجل، لا مسلمات، لا مسلمین، لامسلمین فی الدار۔

سوال : یہ مبنی کیوں ہوتا ہے اور پھر مبنی ہو کر مبنی علامت نصب پر کیوں ہوتا ہے؟

جواب : مبنی اس لئے ہے کہ یہ من حرف کے معنی کو متضمن ہوتا ہے قاعدہ ہے جو مبنی کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے اور علامت نصب پر اس لئے ہے تا کہ حرکت بنائی، حرکت اعرابی کے موافق ہو جائے کیونکہ قاعدہ ہے کہ حتی الامکان عمل اصلی کی رعایت کرنی چاہیے۔

قولــــه : فان کان بعد لا نکرةً مفردةً تُبنیٰ علی الفتح نحو لارجلَ فی الدّارِ وان کان معرفةً او نکرةً مفصُولًا بینه وبین لا کان مرفوعًا ویجب تکریر لا مع اسم آخر تقول لازیدٌ فی الدّارِ ولاعمروٌ ولا فیها رجلٌ ولا امرأةٌ

ترجمہ : پس اگر ہے بعد لا کے نکرہ مفرد تو مبنی برفتحہ ہوگا جیسے لارحل فی الدار اور اگر معرفہ ہو یا ایسا نکرہ ہو کہ فاصلہ کیا گیا ہو اس اسم اور لا کے درمیان تو مرفوع ہوگا اور واجب ہوگا تکرار لا کا دوسرے اسم سمیت کہے گا تو لا زیـد فی الدار ولا عمرو اور ولا فیها رحل ولاامرأة۔

تشریح : پہلی شرط : اگر نکارت والی شرط منتفی ہو یعنی لا کا اسم معرفہ ہو یا پہلی شرط اتصال والی منتفی ہو یعنی اسم اور لا کے درمیان فاصلہ موجود ہو عام ازیں کہ مضاف یا شبہ مضاف ہو یا نہ ہو اس شرط کا منتفی ہونا کوئی ضروری نہیں تو اس صورت میں اس اسم کو مبتداء ہونے کی بناء پر رفع پڑھا جائے گا اور لا کا تکرار دوسرے اسم کے ساتھ واجب ہوگا جیسے معرفہ کی مثال لا زید فی الدار ولا عمر اور نکرہ مفصولہ کی مثال جیسے لا فیها رحل ولاامرأة۔

سوال : اس صورت میں معرفہ اور نکرہ مفصولہ کی صورت میں رفع کیوں واجب ہے اور لا کا تکرار کیوں واجب ہے اور اسی طرح دوسرے اسم کا تکرار کیوں واجب ہے؟

جواب : لا کی وضع ہے نکرہ کی نفی کے لئے لہٰذا جب اس کے بعد معرفہ آئے گا تو اس کا عمل لغو ہو جائے گا اس میں یہ عمل نہیں کر سکتا اور نکرہ مفصولہ میں اس لئے عمل نہیں کر سکتا کہ لا عامل ضعیف ہے اور فاصلہ کے باوجود عمل کرنا عامل قوی کا کام ہے نہ کہ عامل ضعیف کا لہٰذا جب لا معرفہ اور نکرہ مفصولہ دونوں صورتوں میں عمل نہ کر سکا تو یہ اسم اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا لہٰذا یہ مرفوع بالابتدا ہوں گے۔ باقی رہی یہ بات کہ لا کا تکرار کیوں واجب ہے وہ نفی کی تاکید کے لئے ہے وہ اسم کا تکرار دہ سوال کی مطابقت کی وجہ سے کہ سائل نے سوال یہ کیا تھا کہ ازید فی الدار ام عمرو۔ جواب دیا لا زید فی الدار ولا عمرو۔

قولــــه : ویجوز فی مثل لاحولَ ولاقوّةَ اِلّابِاللّٰه خمسةُ اَوْجهٍ فتحهما ورفعهما وفتح الاول ونصب الثانی

وفتح الاول ورفع الثانی ورفع الاول وفتح الثانی

ترجمہ : اور جائز ہیں لاحولَ ولاقوّۃَ اِلّابِاللّٰہ جیسی مثال میں پانچ وجہیں دونوں کا فتحہ اور دونوں کا رفع اور اول کا فتحہ اور ثانی کا نصب اور اول کا فتحہ اور ثانی کا رفع اور اول کا رفع اور ثانی کا فتحہ۔

تشریح : مصنفؒ ایسی ترکیب کا حکم بتانا چاہتے ہیں جس میں بعض صورتوں میں لا نفی جنس کا بنتا ہے اور بعض صورتوں میں لا نفی جنس کا نہیں بنتا تو فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ جیسی ترکیب میں باعتبار اعراب کے پانچ صورتیں جائز ہیں اور مراد اس سے ہر وہ ترکیب ہے جس میں لا نفی جنس بطریق عطف کے مکرر ہو اور دونوں کا اسم مفرد نکرہ بلا فاصلہ واقع ہو جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ تو ان دونوں اسموں میں باعتبار اعراب کے پانچ وجہ پڑھنا جائز ہے۔

پہلی وجہ : فتحھما : یعنی دونوں اسموں کو مبنی برفتحہ پڑھنا اس صورت میں دونوں لا نفی جنس کے ہوں گے اور بعد والے کلمے ان کے لئے اسم ہوں گے البتہ عطف کی دو صورتیں ہیں۔

عطف الجملہ علی الجملہ : ہر ایک کے لئے علیحدہ خبر محذوف مانی جائے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی لا حول عن المعصیۃ ثابت باحد الا باللّٰہ ولا قوۃ علی الطاعۃ ثابت باحد الا باللّٰہ تو اس وقت جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا۔

عطف المفرد علی المفرد : اس صورت میں ایک خبر مقدر مانی جائے گی عبارت اس طرح ہوگی لاحول ولا قوۃ ثابتان باحد الا باللّٰہ تو اس میں لا مفرد کا عطف ہوگا لا حول مفرد پر اور ثابتان الا باللّٰہ دونوں کی خبر بنے گی۔

دوسری وجہ : رفعھما : کہ دونوں اسموں کو مرفوع پڑھا جائے مبتدا ہونے کی بنا پر تو اس صورت میں دونوں لا زائدہ ہوں گے ملغیٰ عن العمل ہوں گے اور گویا کہ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال : الغیر اللّٰہ حول و قوۃ؟ جواب دیا لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ اس صورت میں بھی عطف کی دونوں صورتیں جائز ہیں عطف الجملہ علی الجملہ، عطف المفرد علی المفرد۔

تیسری وجہ : فتح الاول ونصب الثانی : پہلے لا کو مبنی بر فتح پڑھا جائے اور دوسرے پر نصب تنوین کے ساتھ پڑھی جائے تو اس صورت میں پہلا لا نفی جنس کا ہوگا دوسرا لا زائدہ جو تاکید نفی کیلئے ہوگا اور قوۃ کا عطف ہوگا حول کے لفظ پر اس صورت میں بھی عطف المفرد علی المفرد بھی جائز ہے عطف الجملۃ علی الجملۃ بھی جائز ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی لا حول ولا قوۃ ثابتان باحد الا باللّٰہ۔

چوتھی وجہ : فتح الاول ورفع الثانی : پہلے اسم کو مبنی برفتحہ اور دوسرے پر رفع تنوین کے ساتھ پڑھا جائے تو اس صورت میں پہلا لا نفی جنس کا ہوگا اور دوسرا لا زائدہ ہوگا اور اس دوسرے اسم کا عطف ہوگا محل اول پر تو بنا بر مبتدا مرفوع ہوگا جیسے لا حول ولا

قوة الا باللہ یہاں بھی دونوں صورتیں جائز ہیں عطف المفرد علی المفرد، عطف الحملة علی الحملة۔

پانچویں وجہ: رفع الاول وفتح الثانی: پہلے اسم کومرفوع پڑھا جائے تنوین کے ساتھ اور دوسرے اسم کو مبنی بر فتح پڑھا جائے تو اس صورت میں پہلا لا مشبہ بلیس ہوگا اور دوسرا لا نفی جنس کا ہوگا لیکن پہلے اسم کا رفع ضعیف ہوگا کیونکہ لا مشبہ بلیس کا عمل قلیل ہوتا ہے اور اس صورت میں عطف المفرد علی المفرد جائز نہیں ہوگا کیونکہ ان دونوں کی خبروں میں اتحاد نہیں ہوگا اس لئے کہ مشبہ بلیس کی خبر منصوب ہوتی ہے اور لا نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور اگر عطف المفرد مانیں تو لازم آیت گا ایک ہی خبر مقدر مانی جائے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آن واحد میں ایک ہی اسم کو دو مختلف اعرابوں کے ساتھ متصف کرنا لہٰذا یہاں فقط عطف الحملة علی الحملة کی صورت جائز ہے۔

قوله:وقد يحذف اسمُ لا لقرينةٍ نحو لاعليك اى لابأس عليك

ترجمہ: اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے لا کا اسم کسی قرینہ کی وجہ سے جیسے لاعليك یعنی لابأس عليك۔

بحث خبر ما ولا المشبهتين بليس

فصل: خبرما ولا المشبهتين بليس هو المسند بعد دخولهما نحو مازيدٌ قائمًا ولارجلٌ حاضرًا وان وقع الخبرُ بعد اِلّا نحو زيدٌ اِلّا قائمٌ اوتقدَّم الخبرُ على الاسم نحو ماقائمٌ زيدٌ اوزيدَت اِنْ بعدَ ما نحو مااِنْ زيدٌ قائمٌ بطل العملُ كمارأيت فى الامثلة

ترجمہ: ما اور لا مشبہتین بلیس کی خبر وہ ہے جو مسند ہو ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد جیسے مازيد قائما اور لارجلٌ حاضرًا اور اگر واقع ہوجائے خبر اِلّا کے بعد جیسے مازيدٌ اِلّاقائمٌ یا مقدم ہوجائے خبر اسم پر جیسے ماقائمٌ زيدٌ یا زیادہ کیا جائے لفظ ''ان'' ما کے بعد جیسے ما اِنْ قائمٌ زيدٌ تو باطل ہوجائے گا عمل جیسا کہ دیکھ لیا تونے مثالوں میں۔

تشریح: منصوبات کی بارہویں قسم ما ولا المشبهتين بلیس کی خبر ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ خبر وہ اسم ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے ما زيد قائمًا ولا رجل حاضرًا۔

وان وقع الخبر بعدالا سے مصنفؒ وہ امور اور موانع بتارہے ہیں جنکی وجہ سے ما اور لا کا عمل باطل ہوجاتا ہے وہ امور تین ہیں

امراول: خبر الا کے بعد آجائے جیسے ما زيد الا قائم۔

سوال: اسوقت عمل باطل کیوں ہوجاتا ہے؟

جواب: الا کی وجہ سے ما کی نفی والا معنی ختم ہوچکا ہے حالانکہ ما کا عامل ہونا لیس کی مشابہت کی وجہ سے تھا معنی نفی میں

اور جملہ پر داخل ہونے میں چونکہ نفی ختم ہو چکی ہے اس لئے مشابہت بھی ختم ہوگئی لہٰذا ما عامل نہیں رہی۔

امر ثانی : کہ خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید ۔

سوال : اس صورت میں عمل کیوں باطل ہو جاتا ہے؟

جواب : اس لئے کہ ما اور لا یہ عامل ضعیف ہیں جس کے لئے پہلے بھی قانون بتایا ہے کہ اگر معمولات ترتیب سے ہوں تو عامل ضعیف عمل کرتا ہے اگر ترتیب سے نہ ہوں تو عمل نہیں کرتا۔

امر ثالث : ما کے بعد ان زائدہ آجائے جیسے ما ان زید قائم۔

سوال : اس صورت میں عمل کیوں باطل ہو جاتا ہے؟

جواب : اس لئے ہو جاتا ہے کہ عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ آگیا کیونکہ عامل ضعیف ہے جو بغیر فاصلے کے تو عمل کرتا ہے اگر فاصلہ آجائے تو عمل نہیں کرتا۔

قولہ: وھٰذا لغۃ اھل الحجاز امابنو تمیم فلا یعملونھما اصلًا

قال الشاعر عن لسان بنی تمیم شعر و۔

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ اِنْتَسِبْ فَاَجَابَ مَاقَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ برفع حرام

ترجمہ : اور یہ لغت ہے اہل حجاز کی لیکن بنو تمیم پس وہ ان دونوں کو بالکل عمل نہیں دیتے کہا ہے شاعر نے بنو تمیم کی زبان سے وَمُهَفْهَفٍ......الخ

تشریح : مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ما اور لا دوسرے عوامل کی طرح اتفاقی نہیں بلکہ اختلافی ہیں اہل حجاز کے نزدیک یہ عامل ہیں اور بنو تمیم کے نزدیک ما و لا مشبھتین بلیس یہ عامل نہیں جنکی دلیل یہ ہے کہ ما اور لا یہ اسموں پر بھی داخل ہوتے رہتے ہیں اور فعلوں پر بھی حالانکہ عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی ایک کے ساتھ مختص ہو۔

اہل حجاز کی دلیل : یہ ہے ما اور لا کی مشابہت لیس کے ساتھ معنیٰ نفی میں ہے اور لیس جب جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو عمل کرتا ہے اور اسی طرح ما اور لا مشبھتین جب جملہ اسمیہ پر داخل ہوں گے تو عمل کریں گے اور راجح مذہب اہل حجاز کا ہے اس لئے کہ قرآن مجید کی تائید ان ہی کے مذہب کو حاصل ہے جیسے قرآن مجید میں **مَا هٰذَا بَشَرًا ، مَاهُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ۔**

شعر

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ اِنْتَسِبْ
فَاَجَابَ مَاقَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ

درجہ اولیٰ مشکل الفاظ کی تشریح : واو بمعنیٰ رب ہے مہفہف اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے باریک کمر، سکرو، انتسب امر حاضر کا صیغہ ہے جس کا مصدر انتساب ہے انتساب کے دو معنی آتے ہیں ① نسب نامہ بیان کرنا ② میلان کرنا قتل مصدر مضاف ہے المحب مفعول کی طرف جس کا فاعل متروک ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی قتل المحبوب المحبَ ۔

درجہ ثانیہ ترجمہ : ① انتساب کے پہلے معنی کے اعتبار سے ترجمہ اور مطلب یہ ہوگا بہت سے باریک کمر والوں سے جو نزاکت ولطافت میں درخت کی ٹہنی کی مانند ہیں میں نے کہا (یعنی محبوب سے کہا) کہ تم اپنا نسب بیان کرو تو اس نے جواب دیا کہ عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں۔ اس محبوب نے ضمناً جواب میں اپنا نسب بیان کر دیا۔ کہ ما مشبہ بلیس کو عمل نہ دے کر بتا دیا کہ میں تمیمی ہوں قبیلہ بنو تمیم ہے۔

② انتساب کے دوسرے معنی کے اعتبار سے ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ بہت باریک کمر والوں میں سے جو نزاکت میں شاخ کی مانند ہیں میں نے کہا کہ تو میری طرف مائل ہو (تاکہ میں اپنے مقصد کو حاصل کرسکوں اور مجھے جدائی کی تکلیف میں مار نہ ڈال) تو اس نے جواب دیا عاشق کو قتل کر دینا حرام نہیں (یعنی اگر تو محبت میں مر جائے تو میرا جرم نہیں اسلئے بہت سے عاشق محبت میں مر جاتے ہیں۔

درجہ ثالثہ محل استشہاد : مصنفؒ نے یہ شعر اس استشہاد کیلئے پیش کیا کہ بنو تمیم کے نزدیک ما، لا مشبہتین بلیس عامل نہیں اس ما کے بعد دونوں اسم مبتدا خبر کی بنا پر مرفوع ہیں۔

درجہ رابعہ ترکیب : واو بمعنی رب حرف جار مہفہف صیغہ اسم مفعول کالغصن ظرف لغو متعلق مہفہف کے قلت فعل با فاعل لہ ظرف لغو متعلق ہے قلت کے ہو کر قول انتسب امر حاضر معلوم ضمیر در و مستتر مرفوع محلاً فاعل۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا۔ ف عاطفہ اجاب فعل ضمیر در و مستتر معبر بہ ھو فاعل ما مشبہ بلیس غیر عامل قتل المحب مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا حرام مرفوع باضمہ لفظاً خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

المقصد الثالث فی المجرورات

مقصد ثالث مجرورات میں

قولہ :الاسماء المجرورةُ هی المضاف الیه فقط وهُوَ کُل اسم نسب الیه شئ بواسطة حرف الجرلفظا نحو مررت بزیدٍ ویعبّر عن هٰذا لترکیب فی الاصطلاح بانه جارٌ ومجرورٌ او تقدیرًا نحو غلام زیدٍ تقدیره غلام لزیدٍ ویعبرعنه فی الاصطلاح بانه مضافٌ ومضافٌ الیه

ترجمہ : اسمائے مجرورہ فقط مضاف الیہ ہی ہے اور وہ ہر اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو بواسطہ حرف جر کے خواہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مررت بزید اور تعبیر کیا جاتا ہے اس ترکیب کو اصطلاح میں بایں طور کہ وہ جار مجرور ہے یا حرف مقدر ہو جیسے غلام زید تقدیر اس کی غلام لزید ہے اور تعبیر کیا جاتا ہے اس کو اصطلاح میں بایں طور کہ وہ مضاف مضاف الیہ ہے۔

تشریح : مصنفؒ منصوبات سے فارغ ہونے کے بعد اب تیسرے مقصد مجرورات کو بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسماء مجرورہ فقط ایک ہے مضاف الیہ۔

سوال : جب مجرورات کی ایک ہی قسم تھی تو پھر المقصد الثالث فی المجرور کہنا چاہیے تھا مجرورات جمع کیوں لائے؟

جواب : مجرورات کی انواع اور اقسام چونکہ زیادہ تھیں تو اس کا لحاظ کرتے ہوئے مصنفؒ جمع لائے۔

سوال : تم نے کہا اسماء مجرورہ فقط مضاف الیہ ہوتے ہیں یہ حصر ٹھیک نہیں جیسے کفی باللّٰہ ماجاء نی من احد وغیرہ ان میں مجرور تو پایا جا رہا ہے لیکن مضاف الیہ نہیں؟

جواب اول : مجرور اصلی وہ مضاف الیہ ہوتا ہے اور باقی رہا مضاف الیہ کے علاوہ جو مجرور ہوتے ہیں وہ حقیقتاً مجرور نہیں ہوتے بلکہ اس کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں۔

جواب ثانی : یہاں کچھ عبارت مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے هی المضاف الیه وما یشتمل علی علامت المضاف الیه لہٰذا بحسك درهم میں مجرور اگرچہ مضاف الیہ نہیں لیکن علامت مضاف الیہ یعنی جر پر مشتمل ہے۔

کل اسم نسب الیه شئ ...... چونکہ مجرور کی تعریف کا سمجھنا موقوف تھا مضاف الیہ کی تعریف پر اس لئے مصنفؒ مضاف الیہ کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔

مضاف الیہ : ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو خواہ فعل کی ہو یا اسم کی بواسطہ حرف جر کے خواہ وہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مررت بزید یا حرف جر مقدر ہو جیسے غلام زید اصل میں تھا غلام لزید البتہ حرف جر لفظوں میں ہو تو نحویوں

کی اصطلاح میں اسے جار مجرور کہا جاتا ہے اور اگر حرف جر مقدر ہو تو پھر اسکو مضاف مضاف الیہ کہا جاتا ہے جیسے غلا م زید ۔

سوال : مصنفؒ کو کل اسم کے بجائے تھا کل لفظ کہنا چاہیے تھا تا کہ مضاف الیہ کی تعریف میں وہ جملے بھی داخل ہو جاتے جو مضاف الیہ واقع ہوتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقین میں یوم کا مضاف الیہ ینفع یہ جملہ ہے؟

جواب : نحویوں کا مضاف کے بارے میں اتفاق ہے کہ مضاف اسم کا خاصہ ہے لیکن مضاف الیہ کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مضاف الیہ اسم بھی ہوتا ہے اور جملہ بھی ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک مضاف اور مضاف الیہ دونوں اسم کے خاصے ہیں جیسا کہ سیبویہ کا مذھب ہے۔ مصنفؒ نے اسی مذھب کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا ہے کل اسم ۔

سوال : مضاف الیہ جب اسم کا خاصہ ہے یوم ینفع الصادقین اس جیسی مثالوں کا کیا جواب ہے؟

جواب : کہ اسم میں تعیم ہے خواہ وہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویلی اور اس جیسی مثالوں میں اسم تاویلی ہوتا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے مضاف الیہ کی تعریف میں بواسطہ حرف جر کی قید لگائی ہے تو اس سے مضاف الیہ با ضافت لفظیہ خارج ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں حرف جر مقدر۔

قوله : ويجب تجريد المضاف عن التنوين او ما يقوم مقامه وهو نون التثنية والجمع نحو جاء نى غلام زيدٍ وغلاما زيدٍ ومسلمو مصرٍ

ترجمہ : اور واجب ہے خالی کرنا مضاف کو تنوین سے یا اس چیز سے جو تنوین کے قائم مقام ہے اور وہ نون تثنیہ اور جمع ہیں جیسے جاء نى غلام زيد اور غلاما زيد اور مسلمو مصر

تشریح : جس اسم کو مضاف کرنا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی کیا جائے اس لئے کہ تنوین اور قائم مقام تنوین انفصال کو چاہتی ہیں اور اضافت اتصال کو اور یہ بات ظاہر ہے کہ اتصال وانفصال یہ دونوں ضدیں ہیں اسی لئے مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین نون تثنیہ وجمع سے خالی کیا جائے جیسے غلا م زید اصل میں تھا غلام اضافت ہوئی تو نون تنوین گر گیا اسی طرح غلاما زید اصل میں غلامان تھا اضافت ہوئی تو نون تثنیہ گر گیا اور اسی طرح مسلمو مصر اصل میں مسلمون تھا۔

قوله : واعلم ان الاضافة على قسمين معنوية ولفظية اما المعنوية فهى ان يكون المضاف غير صفة مضافة الى معمولها

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک اضافت دو قسم پر ہے معنویہ اور لفظیہ لیکن معنویہ پس وہ یہ ہے کہ ہو مضاف غیر اس صیغہ صفت کا جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو

تشریح : مصنفؒ اضافت کی قسمیں بتانا چاہتے ہیں اضافت کی دو قسمیں ہیں ① اضافت معنوی ② اضافت لفظی۔
اضافت معنویہ کی تعریف : چونکہ اضافت معنوی اصل تھی اس لئے اس کو مقدم کر دیا اس کی تعریف بیان کرنا چاہتے ہیں اضافت معنویہ وہ ہے جس میں مضاف صیغہ صفت نہ ہو جو کہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جس کے مستعمل ہونے کی تین صورتیں ہیں۔
① مضاف صیغہ صفت کا نہ ہو اور نہ ہی اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید ۔
② مضاف صیغہ صفت کا ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو جیسے کریم البلد ۔
③ مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم ۔
یاد رکھیں! کہ یہاں پر صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل ہے اور معمول سے مراد فقط فاعل اور مفعول ہیں۔
قولہ : وهي اما بمعنى اللام نحو غلام زيد اوبمعنى من نحو خاتم فضة اوبمعنى في نحو صلوٰة الليل
ترجمہ : اور یہ بمعنی لام ہوگی جیسے غلام زید یا بمعنی من ہوگی جیسے خاتم فضة یا بمعنی فی ہوگی جیسے صلوة الليل ۔
تشریح : مصنف اضافت معنوی کی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اضافت معنویہ تین قسم پر ہے۔
پہلی قسم اضافت لامیہ : یہ اس وقت جب کہ مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ مضاف کے لئے ظرف ہو جیسے غلام زید اس میں لام حرف جر مقدر ہوتا ہے اصل میں غلام لزيد ۔
دوسری قسم اضافت بیانیہ : یہ اس وقت ہوگی جس وقت مضاف الیہ مضاف کی جنس ہو، جس پر وہ مضاف صادق آئے اس پر مضاف بھی صادق آئے جیسے خاتم فضة یہاں پر من بیانیہ مقدر ہوتا ہے اصل میں خاتم من فضة تھا۔
تیسری قسم اضافت فویہ : اضافت اس وقت ہوگی جبکہ مضاف الیہ ظرف ہو عام از یں کہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان جیسے صلوٰة الليل یہاں پر فی حرف جر مقدر ہوتا ہے۔
قولہ : وفائدة هٰذه الاضافة تعريف المضاف ان اُضيف الى معرفة كما مر او تخصيصه ان اضيف الى نكرة كغلام رجل
ترجمہ : اور فائدہ اس اضافت کا مضاف کو معرفہ بنانا ہے اگر اس کی اضافت کی جائے معرفہ کی طرف جیسے گزر چکا یا اس کو مخصص بنانا ہے اگر اس کی اضافت کی جائے نکرہ کی طرف جیسے غلام زید ۔
تشریح : اضافت کی تقسیم کے بعد اضافت معنویہ کا فائدہ بتانا چاہتے ہیں، اضافت معنویہ کا فائدہ تعریف یا تخصیص ہوتا ہے اگر اس کی اضافت معرفہ کی طرف ہو تو تعریف کا فائدہ دیتی ہے یعنی مضاف معرفہ بن جاتا ہے جیسے غلام زید اور اگر اضافت نکرہ کی

طرف ہو تو پھر یہ اضافت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام رجل ۔

فائدہ : بعض اسماء ایسے ہیں جن میں اس قدر ابہام ہوتا ہے کہ جو معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے باوجود معرفہ نہیں ہوتے جیسے لفظ غیر ، مثل ، شبہ وغیرہ ان الفاظ کو متوغلہ فی الابہام کہا جاتا ہے۔

قولہ : واما اللفظية فهي ان يكون المضاف صفة مضافة الى معمولها وهي في تقدير الانفصال نحو ضارب زيد وحَسَنُ الوَجهِ وفائدتها تخفيف في اللفظ فقط

ترجمہ : لیکن لفظیہ پس وہ ہے کہ ہو مضاف ایسا صیغہ صفت کا جو مضاف ہونے والا ہو اپنے معمول کی طرف اور یہ انفصال کی تقدیر میں ہے جیسے ضارب زید اور حَسَنُ الوَجهِ اور اس کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے۔

تشریح : اضافت معنویہ سے فراغت کے بعد اضافت لفظی کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اضافت لفظی کی تعریف : اضافت لفظی وہ ہے جس میں مضاف صیغہ صفت کا ہو جو اپنے معمول یعنی اپنے فاعل یا مفعول بہ کی طرف مضاف ہو وھی فی تقدیر الانفصال اضافت لفظی معنی کے لحاظ سے تقدیر انفصال میں ہے یعنی اضافت اگرچہ اتصال کا تقاضہ کرتی ہے لیکن یہ اتصال بمنزل انفصال کے ہے اس لئے کہ عامل و معمول والے معنی جس طرح پہلے موجود تھے اب بھی باقی ہیں اس اضافت نے معنی میں تبدیلی پیدا نہیں کی کہ یعنی جس طرح مجرور بالاضافت باعتبار معنی کے مرفوع یا منصوب تھے فاعل اور مفعول ہونے کی بناء پر اسی طرح اب بھی ہیں تو گویا یہ سمجھیں کہ مجرور بالاضافت ہی نہیں۔

اور اضافت لفظی کا فائدہ یہ ہے کہ وہ صرف لفظوں میں فائدہ دیتی ہے جس کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : صرف مضاف میں تخفیف پیدا کرے گی جس سے تنوین اور نون تثنیہ گر جاتے ہیں جیسے ضارب زید اصل میں ضارب تنوین کے ساتھ تھا اسی طرح ضاربا زید ، ضاربو زید ۔

دوسری صورت : تخفیف صرف مضاف الیہ میں ہوگی کہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہو کر صیغہ صفت مضاف میں مستتر ہو جائے گی جیسے القائم الغلام اصل میں تھا القائم غلامہ تو غلامہ کی "ہ" ضمیر مضاف الیہ حذف کر کے صیغہ صفت القائم میں مستتر کر دی گئی۔

تیسری صورت : تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہو جیسے حسن الوجہ اصل میں تھا حسن وجھہ تو مضاف سے تنوین حذف کی اور مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کیا۔

وجہ تسمیہ : چونکہ اضافت لفظی لفظوں میں فائدہ دیتی ہے تو اس کو لفظ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اضافت لفظی نام رکھ دیا اور اضافت معنوی کا فائدہ معنی میں ہوتا ہے یعنی تعریف و تخصیص میں اسی وجہ سے اس کو معنی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اضافت

معنوی نام رکھ دیا۔

اضافت معنوی بمعنی لام کو اضافت لامیہ کہا جاتا ہے اور وہاں لام حرف جر مقدر ہوتا ہے اور اضافت بمعنی فی کو اضافت فویہ اور ظرفیہ اور اضافت بمعنی فی بھی کہا جاتا ہے اور اضافت معنویہ بمعنی من کو اضافت منیہ اور اضافت بیانیہ کہا جاتا ہے۔

فائدہ : اضافت معنوی باعتبار نسبت کے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مقدر ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں حالانکہ عقلاً پانچ قسمیں بنتی ہیں کیونکہ نسبت کی پانچ قسمیں ہیں ① نسبت تباین ② نسبت تساوی ③ نسبت اعم مطلق ④ نسبت اخص مطلق ⑤ نسبت عموم خصوص مطلق من وجہ لیکن تساوی کی طرف اور اسی طرح خاص کی عام کی طرف ممتنع تھی کیونکہ اضافت میں فائدہ نہیں ہوتا اسی وجہ سے اضافت معنوی کو تین اقسام میں منحصر کیا گیا ہے باقی رہی یہ بات کہ مساوی کی مساوی کی طرف اور خاص کی عام کی طرف اس سے فائدہ کیوں نہیں ہوتا وہ کافیہ کی شرح کاشفہ میں دیکھئے۔

قولہ : واعلم اَنّكَ اذا اضفتَ الاسم الصحيح او الجاري مجرى الصحيح الىٰ ياء متكلم كسرتَ آخره واسكنتَ الياء او فتحتَها كغلاميَ ودلويَ وظبييَ وان كان اخر الاسم الفا تُثبت كعصايَ ورحايَ خلافًا للهُذَيل كعَصِيَّ ورَحِيَّ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک جب تو اضافت کرے اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی طرف یاء متکلم کے تو کسرہ سے اس کے آخر کو اور ساکن کردے یاء کو یا فتحہ دے جیسے غلامیَ اور دلویَ اور ظبییَ اور اگر اسم کا آخر الف ہو تو ثابت رکھا جائے گا جیسے عصایَ اور رحایَ اختلاف ہے ھذیل کا جیسے عَصِيَّ ورَحِيَّ۔

تشریح : مصنفؒ مضاف کیلئے کچھ ضوابط بیان کررہے ہیں کیونکہ ماقبل میں صرف یہ حکم بیان کیا تھا کہ اس سے تنوین اور الف لام کو حذف کردیا جائے گا لیکن جب اسماء کی یاء متکلم کی طرف اضافت ہو تو پھر ان کے لئے اور بھی تغیر تصرف ہوتا ہے جس کے لئے پانچ ضوابط ذکر کررہے ہیں۔

ضابطہ اولی : جس وقت اسم صحیح اور جاری مجریٰ صحیح کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائے تو یاء کی مناسبت کی وجہ سے یاء کے ماقبل حرکت کسرہ کو دی جائے گی اور یاء کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے اور یاء پر فتحہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ ساکن تو اس لئے کہ سکون میں تخفیف ہے اور فتحہ اس لئے کہ یاء پر فتحہ پڑھنا بھی خفیف ہے کیونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے، اسم صحیح کی مثال غلامی اور جاری مجریٰ صحیح کی مثال دلوی ظبیی اس کو غلامی ، دلوی ، ظبیی پڑھنا جائز ہے۔

ضابطہ ثانیہ : اگر اسم مضاف کے آخر میں الف ہو اور وہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اور خواہ وہ الف تثنیہ کا ہو یا غیر تثنیہ کا تو الف کو ثابت رکھا جائے گا جیسے غلامای ، عصای لیکن قبیلہ ہذیل الف غیر تثنیہ کو یاء کے ساتھ تبدیل کرکے ادغام کردیتے ہیں

عصای، ورحای کو عصی رحی پڑھتے ہیں۔

سوال: تثنیہ کے الف کو یاء سے کیوں نہیں بدلتے؟

جواب: تثنیہ کے الف کو اگر یاء سے بدل دیا جائے تو پھر غلامای سے غلامی پڑھا جائے گا اب حالت رفعی اور نصبی، جری میں التباس لازم آئے گا اس لئے الف تثنیہ کا ہو تو اسے بالاتفاق ثابت رکھا جائے گا۔

قولہ: وان کان آخر الاسم یاءً مکسورًا ماقبلها اُدغمتَ الیاءَ فی الیاءِ وفتحتَ الیاءَ الثانیةَ لئلا یلتقِیَ السَّاکِنَانِ تقول فی قاضِی قَاضِیَّ وَان کان اخرہٗ واوًا مضمومًا ماقبلها قلبتَها یاءً وعملتَ کما عملتَ الاٰنَ تَقول جاء نی مسْلِمِیَّ

ترجمہ: اور اگر ہو آخر اسم ایسی یاء کہ مکسور ہے اس کا ماقبل تو ادغام کرے گا تو یاء کو یاء میں اور فتحہ دے گا دوسری یاء کو تا کہ دو ساکن اکٹھے نہ ہوں۔ کہے گا تو قاضی میں قاضِیَّ اور اگر آخر اسم میں ایسی واؤ ہو جس کا ماقبل مضموم ہو تو تبدیل کرے گا تو اس کو یاء کے ساتھ اور پھر عمل کرے گا تو جیسا کہ عمل کیا ہے ابھی کہے گا تو جاء نی مسلمِیَّ۔

تشریح: **ضابطہ ثالثہ**: اگر اسم مضاف کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو اس کو مضاف کیا جائے یاء متکلم کی طرف تو دو حرف ایک جنس کے جمع ہونے کی وجہ سے یاء کو یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور دوسری یاء پر فتحہ پڑھا جائے گا تا کہ اجتماع ساکنین لازم نہ آئے جیسے قاضی جب اس کی اضافت کی یاء متکلم کی طرف تو اس کو قاضی پڑھا جائے گا۔

ضابطہ رابعہ: اگر اسم مضاف کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہو جب اس کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائے تو اس میں واؤ کو یاء سے بدل دیں گے قویل والے قانون سے مسلمی ہو جائے گا پھر دعی والے قانون سے یاء کے ماقبل ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا جائے گا تو مسلمی ہو جائے گا۔

قولہ: وفی الاسماء الستَّةِ مضافًا الیٰ یاءِ الْمتکلِّمْ تقول اَخِیْ وَاَبِیْ وَحَمِیْ وَهَنِیْ وَفِیْ عِنْدَ الْاَکْثَرِ وَفَمِیْ عِنْدَ قَوْمٍ وَذُوْ لَایُضَافُ اِلٰی مُضْمَرٍ اَصْلًا وَقَوْلُ الْقَائِلِ

شعر۔ اِنَّمَایَعْرِفُ ذَاالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْهُ شَاذٌ

ترجمہ: اور اسمائے ستہ مکبرہ میں درانحالیکہ وہ مضاف ہوں یاء متکلم کی طرف کہے گا تو اَخِیْ اور اَبِیْ اور حَمِیْ اور هَنِیْ اور فِیْ اکثر کے ہاں اور فَمِیْ ایک قوم کے ہاں اور ذُوْ نہیں مضاف کیا جاتا ضمیر کی طرف بالکل اور قائل کا قول اِنَّمَایَعْرِفُ شاذ ہے۔

تشریح: **ضابطہ خامسہ**: اگر اسمائے ستہ مضاف ہوں تو پھر یہ تغیر و تصرف ہوگا کہ اب، اخ، ھن ان کو یاء متکلم کی طرف مضاف کر کے ابی اخی ھنی پڑھا جائے گا یعنی جو لام کلمہ حذف تھا اس کو واپس نہیں لایا جائے گا بلکہ اس کو نسیًا منسیًا قرار دیا جائے گا

جس طرح کہ ید اور دم میں نسیًا منسیًا قرار دیا گیا ہے۔
لیکن مبرد اس حرف کو واپس لاکر ابی اخی پڑھتے ہیں یعنی واؤ کو واپس لاکر پھر واؤ کو یاء میں ادغام کرکے ابی اخی پڑھتے ہیں اور فی کے بارے میں بھی اختلاف ہے اکثر نحویوں کے نزدیک اس کو فی پڑھا جاتا ہے اور بعض نحوی اس کو فمی پڑھتے ہیں جس سے پہلے فم کے بارے میں فائدہ جان لیں۔

فائدہ : فم اصل میں فوہ تھا جس پر دلیل اس کی جمع مکسر افواہ ہے کیونکہ قاعدہ ہے التصاغیر والتکاسیر تردان الشی الی اصلہ پھر ھا کو خلاف قیاس حذف کردیا فوہ ہوگیا پھر ھا کو خلاف قیاس حذف کردیا گیا فو ہوگیا اب اس واؤ کو باقی رکھا جائے تو اس پر اعراب جاری ہوگا تو یہ واو متحرک ہوجائے گی پھر قال والے قانون سے ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل جائے گا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے الف گرجائے گا اور نون تنوین باقی رہ جائے گی اور لازم آئے گا اسم معرب کا ایک حرف پر باقی رہنا جو کہ جائز نہیں اس لئے ان قوانین اور تغیر سے بچانے کے لئے واؤ کو میم سے بدل دیا کیونکہ واو اور میم دونوں قریب المخرج تھیں پھر جس وقت اس کی اضافت کی جائے گی یاء متکلم کی طرف تو واؤ کے جو بدلنے کا سبب تھا وہ باقی نہیں رہا اس لئے واو کو واپس لایا جائے گا تو فوی ہوجائے گا تو پھر قویل قویلتوالے قانون سے واؤ کو یاء کرکے ادغام کردیا جائے گا اور یاء کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا تو فی ہوجائے گا۔
اب سمجھیں کہ جمہور نحات تو اس کو فی پڑھتے ہیں اور دلیل یہ ہی پیش کرتے ہیں کہ جو میم تھی وہ واؤ سے بدل کر آئی تھی اب چونکہ واؤ کے بدلنے کا سبب جو تھا وہ زائل ہوگیا اس لئے میم کو دوبارہ واؤ سے بدل دیں گے اور واؤ کو یاء کرکے ادغام کردیا جائے گا اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ جو واؤ میم سے بدل چکی ہے اب اس کو واپس نہیں لائیں گے بلکہ اسی طرح فم کو مضاف کرکے فمی پڑھا جائے گا۔

وذو لا یضاف الی مضمر اصلا سوال مقدار جواب ہے۔

سوال : اسمائے ستہ کے بارے تم ضابطہ بتارہے تھے کہ اسمائے ستہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہوتے ہیں لیکن آپ نے ذو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا حالانکہ یہ بھی تو اسماء ستہ میں سے ہے؟

جواب : ذو ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہی نہیں تو یاء متکلم کی طرف کیسے مضاف ہوسکتا ہے۔

سوال : ذو ضمیر کی طرف مضاف کیوں نہیں ہوتا؟

جواب : اس کی علت یہ ہے کہ ذو کی وضع اس لئے کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے اسمائے جنس کو اسمائے نکرہ کی صفت بنایا جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ضمیر جنس نہیں ہوتی اس لئے ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوسکتا مثال کے طور پر کسی اسم جنس کو کسی رجل کی

صفت بنائی جائے تو یوں کہا جائے گا رأیت رجلا ذا مال اور قام رجل ذومال ۔

قول القائل سے ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال : آپ نے کہا ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا حالانکہ شعر میں ہے انما یعرف ذالفضل من الناس ذووه اس میں ضمیر کی طرف مضاف ہے؟

جواب : یہ شاذ ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں میں سے فضیلت والے کو فضیلت والا ہی پہچانتا ہے۔

قوله : واذا قطعتَ هٰذه الاسماء عن الاضافة قلتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَذُوْ لايُقطع عن الاضافةِ البتة هٰذا كُلُّهُ بتقدير حرف الجرّ اَمّا مايُذكرُ فيه حرفُ الجر فسيأتِيْكَ فى القسمِ الثّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰه تعالىٰ

ترجمہ : اور جب ان اسماء کو تو اضافت سے کاٹے تو کہے گا تو اَخٌ اور اَبٌ اور حَمٌ اور هَنٌ اور فَمٌ اور ذُوْ مقطوع عن الاضافۃ نہیں ہوتا قطعاً یہ ساری تفصیل حرف جر کی تقدیر کے ساتھ ہے لیکن وہ مضاف الیہ جس میں حرف جر کا ذکر کیا جائے لفظاً پس عنقریب آئے گا قسم ثالث میں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح : جب اسمائے خمسہ مقطوع عن الاضافۃ ہوں تو لام کلمہ حذف ہوگا اور عین کلمہ پر اعراب جاری کیا جائے گا مفرد منصرف صحیح والا اعراب جاری ہوگا۔

وذو لا یقطع عن اضافة البتته ذو کا باقی اسمائے خمسہ سے فرق بتا رہے ہیں کہ ذو کے لئے قانون یہ ہے کہ کبھی بھی اضافت کے بغیر مستعمل نہیں ہوتا اس کی وجہ اور علت سابقہ ہے کہ اس کی وضع اسم جنس کو اسم نکرہ کی صفت بنانا اور مقطوع عن الاضافت ہو تو یہ خلاف وضع استعمال ہوگا جو کہ جائز نہیں اس کا فرق باقی اسمائے خمسہ سے دو طرح کا ہے۔

پہلا فرق : کہ یہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا بخلاف باقی اسمائے خمسہ۔

دوسرا فرق : کہ یہ ذو مقطوع عن الاضافت ہو کر استعمال نہیں ہوتا بخلاف باقی اسمائے خمسہ کے۔

بحث التوابع

قولہ : الخاتمة فی التوابع خاتمہ توابع میں ہے۔

مصنفؒ مقاصد ثلاثہ جن میں معمولات اصلیہ اور معربات اصلیہ کا بیان تھا اس کے فارغ ہونے کے بعد اب معمولات تبعیہ اور معربات تبعیہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

قولہ : اعلم اَنَّ الَّتِیْ مرَّت مِنَ الاسماء المعربة کان اعرابها بالاصالةِ بِاَنْ دَخلتْهَا الْعَوامِلُ مِنَ الْمرفُوْعَاتِ والمنصُوْبَاتِ والمجرورات فقد یکون اعرابُ الاسم بتَبْعِیَّةِ ماقبله ویسمّٰی التابع لانه یتبَعُ ماقبله فی الاعراب

ترجمہ : جان لیجئے کہ بے شک وہ اسمائے معربہ یعنی مرفوعات منصوبات، مجرورات جوگزر چکے ہیں ان کا اعراب بالاصالۃ تھا بایں طور کہ داخل ہوتے ہیں ان پر عوامل پس کبھی کبھی ہوتا ہے اعراب اسم کا اپنے ماقبل کے تابع ہونے کے سبب اور نام رکھا جاتا ہے اس اسم کا تابع اس لئے کہ تحقیق وہ تابع ہے اپنے ماقبل کے اعراب میں۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اسمائے معربہ کی دو قسمیں ہیں

قسم اول : اسمائے معربہ خواہ مرفوعات ہوں یا منصوبات ہوں یا مجرورات ان کا اعراب بالاصالت ہے۔

اعراب بالاصالت: کا مطلب یہ ہے کہ عامل رافع اور عامل ناصب اور عامل جار خود اس پر داخل ہو کر اس میں عمل واثر کرتا ہوا۔

قسم ثانی : اسمائے معربہ خواہ مرفوعات یا منصوبات یا مجرورات ہوں ان کا اعراب بالتبع ہوتا ہے۔

اعراب بالتبع : کا مطلب یہ ہے کہ عامل براہ راست تو ان پر عمل نہیں کرتا وہ عمل اس کے ماقبل والے اسم میں کرتا ہے پھر اس کے واسطے سے اس میں بھی عمل کرتا ہے یہاں تک ان اسماء معربہ کا ذکر تھا جن کا اعراب بالاصالت تھا اب ان اسماء کو ذکر کیا جارہا ہے جن کا اعراب بالتبع ہے۔

اور ان اسماء معربہ کا نام توابع رکھا جاتا ہے لانه یتبع ماقبله فی الاعراب۔

وجہ تسمیہ : اس کو تابع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اپنے ماقبل والے اسم کے تابع ہوتا ہے اعراب یعنی رفع ،نصب وجر میں۔

قولہ : وهو کل ثان معربٍ باعراب سابقهٖ من جهةٍ واحدةٍ والتّوابعُ خمسةُ اقسام النعتُ والعطفُ بالحروفِ والتاکیدُ والبدل وعطف البیانِ۔

ترجمہ : اور وہ تابع ہر وہ دوسرا ہے جو سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک جہت سے اور توابع پانچ قسم ہیں نعت اور عطف

ساتھ حروف کے اور تاکید اور بدل اور عطف بیان۔

تشریح : ہر تابع وہ پچھلا کلمہ جو اپنے پہلے کلمے کے اعراب کے ساتھ معرب ہو دراں حالیکہ وہ اعراب ایک جہت سے ہو یعنی اگر پہلے کلمہ پر رفع ہے تو اس پر بھی رفع اگر اس پر نصب ہو تو اس پر نصب اگر جر ہو تو اس پر بھی جر اور نیز ان دونوں کا عامل اور سبب اعراب ایک ہو جیسے قام رجل عالم ، رأیت رجلاً عالمًا ، مررت برجل عالم اس میں عالم اس میں عالم اپنے موصوف کے تابع ہے پہلی مثال میں رفع ہے اور جہت اعراب بھی ایک ہے کہ دونوں پر فاعل ہونے کی وجہ سے رفع ہے دوسری مثال میں دونوں پر مفعول ہونے کی وجہ سے نصب ہے۔

توابع کی پانچ قسمیں ہیں ① نعت ② عطف بالحروف ③ تاکید ④ بدل ⑤ عطف بیان۔

وجہ حصر : تابع دو حال سے خالی نہیں مقوی حکم ہوگا یا نہیں اگر مقوی حکم ہو تو پہلی قسم تاکید ہے اگر مقوی حکم نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں مبین ہوگا یا نہیں اگر مبین ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مشتق ہوگا یا نہیں اگر مشتق ہو تو دوسری قسم صفت اگر نہیں تو یہ تیسری قسم عطف بیان ہوگا اگر مبین نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں حرف عطف ہوگا یا نہیں اگر عطف ہو تو چوتھی قسم عطف بالحرف ہوگا اور اگر نہیں تو پانچویں قسم بدل ہوگا۔

سوال : تابع کی جمع توابع لانا غلط ہے کیونکہ تابع کی جمع تابعون آنی چاہیے تھی؟

جواب : لفظ تابع وصفیت سے تبدیل ہو کر اسم بن چکا ہے اور قاعدہ ہے کہ فاعل اسمی کی جمع فواعل آتی ہے لہٰذا تابع کی جمع توابع لانا درست ہوا۔

سوال : توابع کی تعریف حروف اور فعل کے تابع پر صادق نہیں آتی جیسے ان ان اور ضرب ضرب کیونکہ تعریف میں یہ کہا تھا کہ اس کا سابق اسم والا اعراب ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ حرف اور فعل میں اعراب ہوتا ہی نہیں۔

جواب : یہاں مطلق توابع کی بحث نہیں بلکہ مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کے توابع کو بیان کیا جا رہا ہے یعنی یہ اسماء توابع کی تعریف ہے۔

سوال : یہ تابع کی تعریف پھر بھی درست نہیں اس لئے کہ جو دوسرا اور تیسرا تابع ہوگا اس پر صادق نہیں آتی ؟

جواب : اسی وجہ سے ہم نے تعریف کے اندر ثانی کا معنی پچھلا اور متاخر کیا ہے۔

بحث صفت

فصل: النعتُ تابعٌ یدلُّ علی معنًی فی متبوعہٖ نحو جاء نی رَجُلٌ عَالِمٌ او فِی متعلقِ متبوعہٖ نحو جاء نی رجلٌ عالمٌ ابوہٗ ویسمّٰی صفۃً ایضا

ترجمہ : نعت وہ تابع ہے جودلالت کرے ایسے معنی پر جومتبوع میں ہے جیسے جاء نی رَجُلٌ عَالِمٌ یا ایسے معنی پر جومتبوع کے متعلق میں ہے جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ ابوہٗ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا صفت بھی۔

تشریح : اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نعت کی دوقسمیں ہیں۔

پہلی قسم : نعت وہ تابع ہے جوایسے معنے پر دلالت کرے جومتبوع میں ہو جیسے جاء نی رجل عالم اس میں عالم تابع صفت ہے جوعلم والے معنے پر دلالت کرتا ہے اوروہ علم والا معنی موصوف متبوع رجل میں موجود ہے اس پہلی قسم کا نام صفت بحال موصوف ہے۔

دوسری قسم : صفت وہ تابع ہے جوایسے معنی پر دلالت کرے جومتبوع کے متعلق میں موجود ہو جیسے جاء نی رجل عالم ابوہ اسمیں عالم صفت ایسے معنے پر دلالت کرتا ہے جواس کے موصوف رجل میں نہیں بلکہ اس کے متعلق اب میں پائی جاتی ہے۔اس صفت کو صفت بحال متعلقہ کہا جاتا ہے اوراس نعت کا دوسرا نام صفت بھی ہے۔

قولہ : والقسم الاول یتبع متبوعہ فی عشرۃ اشیاء فی الاعراب والتعریف والتنکیر والإفرادِ والتثنیۃ والجمع والتذکیر والتانیث نحو جاء نی رجلٌ عالمٌ ورجلانِ عالمانِ ورِجالٌ عالمونَ وزیدُ نِ الْعالمُ وامرأۃٌ عالمۃٌ۔

ترجمہ : اورقسم اول تابع ہوتا ہے اپنے متبوع کے دس چیزوں میں یعنی اعراب،تعریف وتنکیر،افراد،تثنیہ،جمع،تذکیروتانیث میں جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ الخ ۔

تشریح : نعت کے حکم کا بیان ہے قسم اول نعت بحالہٖ کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے متبوع کے موافق ہوگی دس چیزوں میں سے بیک وقت چار چیزوں میں ① اعراب ② تعریف وتنکیر ③ افراد تثنیہ جمع ④ تذکیروتانیث جیسے جاء نی رجل عالم ، جاء نی رجلان عالمان ورجال عالمون الی آخرہ ۔

قولہ : والقسم الثانی اِنّما یتبع متبوعہ فی الخمسۃ الاول فقط اَعْنی الاعراب والتعریف والتنکیر کقولہٖ تعالٰی مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا

ترجمہ : اورقسم ثانی سوائے اس کے نہیں کہ وہ تابع ہوتا ہے اپنے متبوع کے اول پانچ چیزوں میں فقط مراد لیتا ہوں میں اعراب

اورتعریف وتنکیر کو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۔

تشریح : قسم ثانی یعنی صفت بحال متعلقه کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے متبوع کے موافق ہوگی پانچ چیزوں میں سے بیک وقت دو چیزوں میں ① اعراب ② تعریف وتنکیر جیسے اللہ کا تعالیٰ کا فرمان ہے من هذا القرية الظالم اهلها اس میں قریہ موصوف ہے الظالم صفت ہے ان میں دو چیزوں میں مطابقت ہے ① اعراب میں کہ دونوں پر جر ہے ② دونوں معرفہ ہیں۔

سوال : مصنف ماقبل کی مثالوں میں قرآن کی مثال نہیں دی لیکن اس مقام پر قرآن مجید کی مثال کیوں دی ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب : کیونکہ طلباء کرام اس کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ دیکھیں القرية موصوف ہے الظالم صفت ہے اور موصوف اور صفت میں تذکیر وتانیث میں مطابقت ہونی ضروری ہے یہاں نہیں ہے تو مصنفؒ نے آیت کا یہ حصہ ذکر کر کے بتادیا یہ قسم ثانی ہے قسم اول نہیں لہٰذا یہاں صرف دو چیزوں میں مطابقت ضروری ہے تذکیر وتانیث میں نہیں۔

قولہ: وفائدة النعت تخصيص المنعوت ان كانا نكرتين نحو جاء نى رجلٌ عالمٌ وتوضيحه ان كانا معرفتين نحو جاء نى زيدُ نِ الفاضلُ وقد يكون لمجرد الثناء والمدح نحو بسم الله الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وقد يكون للذم نحو اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وقد يكون للتاكيد نحو نفخةٌ واحدةٌ ۔

ترجمہ: اور نعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہے اگر موصوف وصفت دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نى رجلٌ عالمٌ اور اس موصوف کی وضاحت ہے اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نى زيدُ نِ الفاضلُ اور کبھی ہوتی ہے نعت محض ثناء اور مدح کے لئے جیسے بسم الله الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور کبھی ہوتی ہے محض مذمت کے لئے جیسے اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور کبھی ہوتی ہے محض تاکید کے لئے جیسے نفخةٌ واحدةٌ ۔

تشریح : صفت کے فوائد کا بیان۔

فائدہ ①: کہ اگر موصوف صفت دونوں نکرہ ہوں تو صفت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔

تخصیص کا معنی : تقليل الاشتراك فى النكرات یعنی نکرہ کے افراد میں کمی ہو جایا کرتی ہے جیسے جاء نى رجل عالم ، عالم کا رجل کی صفت بننے سے رجل کے افراد میں کمی ہوگئی اس سے جاہل نکل گئے اگر دونوں معرفہ ہوں تو توضیح کا فائدہ دیتی ہے۔

توضیح کی تعریف : رفع الاجمال فى المعارف معرفہ کے اجمال کو دور کر دینا جیسے جاء نى زيد العالم تو العالم کی صفت سے زید میں جو اجمال تھا یعنی پتہ نہیں کون سا زید آیا ہے تو وہ ابہام دور ہو گیا۔

فائدہ ② : کہ نعت مدح اور ثنا کے لئے آتی ہے جیسے بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

فائدہ③: کہ یہ مذمت کے لئے آتی ہے اعوذ باللہ من الشطان الرجیم شیطان کی صفت رحیم سے محض مذمت مقصود ہے۔

فائدہ④: تاکید کے لئے آتی ہے جیسے نفخة واحدة میں کیونکہ نفخة کی تاء سے وحدت مفہوم ہورہی تھی تو لفظ واحدة نے اس وحدت والے معنے میں تاکید پیدا کردی ہے۔

فائدہ: یہ صفت مدح اور مذمت والے معنے پر اس وقت دلالت کرے گی جب مخاطب اور سامع کو اس موصوف کے بارے میں علم ہو کہ وہ موصوف اس صفت کے ساتھ متصف ہے جیسے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم مصنفؒ کو علم ہے کہ اللہ رب العزت رحمان اور رحیم کی صفت کے ساتھ متصف ہے تو یہ صفت مدح بنے گی۔

فائدہ: نعت چونکہ پہلے دو فائدوں کے لئے کثیر الاستعمال تھی اور آخری تین فائدوں کے لئے قلیل الاستعمال تھی اس لئے مصنفؒ نے آخری تین پر لفظ قد لاکر قلت بتادی کہ پہلے دو فائدے زیادہ تر نعت سے مقصود ہوتے ہیں اور آخری تین فائدے قلیل استعمال ہوتے ہیں۔

قولہ : واعلم :ان النكرةَ توصفُ بالجملة الخبرية مررت برجل ابوه عالمٌ اوقام ابوهُ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک نکرہ موصوف ہوتا ہے جملہ خبریہ کے ساتھ جیسے مررت برجل ابوه عالمٌ یا مررت برجل قام ابوهُ

تشریح : مصنف نعت کی تعریف اور حکم اور فوائد بیان کرنے کے بعد دو ضابطے بیان کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا ضابطہ : نکرہ کی صفت جملہ خبریہ لائی جاسکتی ہے البتہ جملہ کی صفت واقع ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں ایک شرط موصوف کیلئے اور دو شرطیں جملہ کے لئے۔ موصوف کے لئے شرط کہ وہ نکرہ ہو اور جملہ کے لئے کہ پہلی شرط یہ ہے کہ جملہ خبریہ ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں رابط موجود ہو اور جملہ خبریہ میں تعمیم ہے کہ جملہ خبریہ اسمیہ بھی صفت بنتا ہے جیسے مررت برحل ابوه عالم ،رحل موصوف ہے اور ابوه عالم جملہ اسمیہ صفت ہے اور اسی طرح نکرہ کی صفت جملہ فعلیہ خبریہ بھی بنتا ہے جیسے مررت برحل قام ابوه اسمیں رحل کی صفت قام ابوه جملہ فعلیہ ہے۔

سوال : جملہ کی صفت ہونے کے لئے تین شرطیں کیوں لگائیں اس میں کیا فائدہ اور حکمت ہے؟

جواب : چونکہ جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور ماقبل میں تم ضابطہ پڑھ چکے ہو کہ موصوف اور صفت کے درمیان تعریف وتنکیر میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اسی لئے جب جملہ نکرہ ہوا تو اس کا موصوف بھی نکرہ ہونا چاہیے اور جملہ کے ساتھ خبریہ کی شرط اس لئے لگائی کہ صفت بمنزل خبر اور محکوم بہ کے ہوتی ہے اور جس طرح خبر اور محکوم بہ جملہ انشائیہ نہیں ہوسکتا اس طرح موصوف کی صفت بھی

جملہ انشائیہ نہیں ہوسکتی اور تیسری شرط رابط والی ہم نے اس لئے لگائی جملہ مستقل بنفسہ ہوا کرتا ہے جو غیر کے ساتھ تعلق کا تقاضہ نہیں کرتا اسی وجہ سے اس کا موصوف کے ساتھ تعلق اور ربط جوڑنے کے لئے رابط اور عائد لانا ضروری ہوتا ہے۔

قولہ : والمضمر لایُوصف ولایُوصف بہٖ

ترجمہ: اور ضمیر موصوف نہیں ہوتی اور نہ اس کے ساتھ صفت لائی جاتی ہے۔

تشریح : دوسرا ضابطہ : کہ ضمیر نہ موصوف واقع ہوتی ہے نہ صفت۔

سوال : اس ضابطے کی کیا دلیل ہے؟

جواب : موصوف تو اس لئے نہیں واقع ہوتی کہ یہ اعرف المعارف ہے جس کے لئے توضیح کی ضرورت نہیں جبکہ صفت سے مقصود توضیح ہوتی ہے لہٰذا جب فائدہ نہیں تو ضمیر موصوف واقع نہیں ہوگی۔

اور اسی طرح ضمیر صفت بھی واقع نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ معنی متبوع پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذات پر دلالت کرتی ہے حالانکہ وصف کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں پائے جاتے ہوں واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بحث عطف بالحرف

فصل : العطف بالحروف تابعٌ یُنسب الیہ مانُسب الیٰ متبوعہٖ وکِلاھما مقصودانِ بتلك النسبة ویسمّٰی عطفَ النسق وشرطه ان یکون بینه وبین متبوعهٖ احدُ حروف العطف وسیاتی ذکرھا فی القسم الثالث ان شاء اللّٰه تعالیٰ نحو قامَ زیدٌ وعمرٌو

ترجمہ : عطف بالحروف وہ تابع ہے کہ منسوب کی جائے اس کی طرف وہ چیز جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو اور ہر دو مقصود ہوں اس نسبت سے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا عطف نسق اور شرط اس کی یہ ہے کہ ہو اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک حرف عطف۔ اور عنقریب آئے گا ان کا ذکر قسم ثالث میں انشاء اللہ قامَ زیدٌ وعمرٌو ۔

تشریح : توابع کی دوسری قسم عطف بالحرف کو بیان فرمارہے ہیں۔ عطف کا لغوی معنی مائل کرنا۔

تعریف عطف بالحرف : وہ تابع ہے کہ جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی جائے جو اس کے متبوع یعنی معطوف علیہ کی طرف کی گئی ہو اور دونوں اس نسبت سے مقصود ہوں اور اس کا دوسرا نام عطف النسق بھی ہے۔

سوال : یہ تعریف جامع نہیں اس لئے کہ ان معطوفات پر صادق نہیں آتی جو چھ حروف میں سے کسی حرف کے بعد ہوں وہ چھ حروف یہ ہیں بل، لا، لکن، ام، اما، او کیونکہ ان میں مقصود بالنسبت تابع اور متبوع میں سے ایک ہوتا ہے دونوں نہیں؟

جواب : متبوع مقصود بالنسبت ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو تابع کے ذکر کے لئے تمہید کے طور پر ذکر نہ کیا گیا ہو اور تابع مقصود بالنسبت سے مراد یہ ہے کہ تابع متبوع کے لئے مثل فرع کے نہ ہو اور یہ بات ظاہر ہے جو ان حروف ستہ کے بعد معطوف اور معطوف علیہ ہوتے ہیں اس میں معنی مذکور کے اعتبار سے دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں۔

وجہ تسمیہ : عطف کا معنی مائل کرنا چونکہ حرف عطف اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم کے طرف مائل کر دیتے ہیں اس لئے ان کا نام عطف بالحرف رکھ دیا گیا عطف النسق اس لئے کہتے ہیں کہ نسق کا معنی ہے ترتیب دینا اور یہ بھی چونکہ بعض جگہوں میں معطوف، معطوف علیہ کے درمیان ترتیب بتانے کے لئے آتے ہیں اس لئے اس کا نام عطف النسق رکھ دیا گیا ہے۔

وشرطه ان يكون بينه ...... سے عطف بالحرف کے لئے شرط کا بیان ہے۔ معطوف بالحرف تابع اور متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے تابع کو معطوف کہتے ہیں بمعنی عطف ڈالا ہوا اور متبوع کو معطوف علیہ کہتے بمعنی اس پر عطف ڈالا ہوا جیسے قام زيد وعمر اس میں زید وعمر دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں دونوں کے لئے قیام ثابت ہے اور حروف عطف دس ہیں واو، فا، ثم، حتیٰ، او، اما، ام، لا، لكن، بل جن کی تفصیل انشاءاللہ تیسری قسم میں آئے گی۔

قوله : واذا عُطف على الضمير المرفوع المتصل يجب تاكيده بالضمير المنفصل نحو ضربت انا وزيدٌ إلّا اذافُصّل نحو ضربتُ اليوم وزيدٌ

ترجمہ : اور جب عطف ڈالا جائے ضمیر مرفوع متصل پر تو واجب ہے اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ جیسے ضربت انا وزید مگر جس وقت فاصلہ کیا جائے جیسے ضربت اليوم وزيدٌ۔

تشریح : مصنف عطف بالحروف کیلئے چند ضوابط بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس عبارت میں۔

ضابطہ اولی : کا بیان ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنا ہو خواہ وہ ضمیر متصل بارز ہو یا مستتر تو اس وقت اس ضمیر کی تاکید لانا ضمیر منفصل کے ساتھ واجب ہوتی ہے جیسے ضربت انا وزید اب زید کا عطف ڈالنا تھا ضربت کی ت ضمیر مرفوع متصل پر اس لئے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید اِنَ کے ساتھ لائی گئی ہے۔

سوال : اس ضابطے کی کیا دلیل ہے؟

جواب : ضمیر مرفوع متصل لفظا اور معنا فعل کی جز ہوا کرتی ہے اور معطوف ہمیشہ کلمہ مستقل ہوا کرتا ہے اگر معطوف کا عطف بغیر تاکید کے کر دیا جائے تو لازم آئے گا کلمہ مستقل کا عطف جزء کلمہ پر جو کہ جائز نہیں الا اذا فصل ہاں اگر فاصلہ ہو جائے معطوف، معطوف علیہ کے درمیان تو پھر تاکید لانا واجب نہیں بلکہ وہ ہی فاصلہ قائم مقام تاکید کے بن جائے گا جیسے ضربت اليوم زيد اس میں اليوم کا فاصلہ آ گیا۔

سوال : مصنفؒ نے ضمیر کے ساتھ مرفوع کی قید لگائی ہے تو منصوب اور مجرور پر عطف کی کیا صورت ہوگی؟

جواب : ضمیر منصوب اور مجرور پر بغیر تاکید کے عطف جائز ہے جیسے ضربتك وزیدًا اور ومامر رت بك وبزید ۔

قولہ : واذا عُطف علی الضمیر المجرور یجب اعادۃُ حرف الجر نحو مررتُ بِك وبزیدٍ

ترجمہ : اور جب عطف ڈالا جائے ضمیر مجرور پر تو واجب ہے حرف جر کا لوٹانا جیسے مررتُ بِك و بزیدٍ ۔

تشریح : ضابطہ ثانیہ : کہ ضمیر مجرور پر عطف ڈالا جائے تو اس وقت معطوف پر حرف کا جر کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔

سوال : اس ضابطے کی کیا دلیل اور علت ہے؟

جواب : ضمیر مجرور شدت اتصال کی وجہ سے لفظ جار کا جزء بن چکی ہے لہٰذا بغیر حرف جار کے اعادہ کے عطف جائز نہ ہوگا اگر بغیر حرف جر کے عطف ڈالا جائے گا تو لازم آئے گا بعض کلمہ مستقل کا جز کلمہ پر عطف جو کہ جائز نہیں۔

فائدہ : ضمیر مجرور پر عطف ڈالنے کے لئے حرف جار کے اعادہ کا وجوب یہ بصرین کا مذہب ہے مگر ان کے ہاں بھی ضرورت کے وقت بغیر اعادہ کے بھی جائز ہے اور جبکہ کوفین کے نزدیک صرف جار کا اعادہ واجب نہیں بلکہ ترک بھی جائز ہے۔

قولــہ: واعلم ان المعطوف فی حکم المعطوف علیه اعنی اذا کان الاول صفةً لشئ اوخبرًا لاَمْرٍ او صِلةً اوحالًا فالثانی کذٰلك ایضًا والضابطة فیه انه حیث یجوز ان یّقامَ المعطوف مقام المعطوف علیه جاز العطف وحیث لافلا

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے مراد لیتا ہوں میں کہ جس وقت اول صفت ہوگا کسی چیز کی یا خبر کسی چیز کی یا صلہ یا حال ہوگا تو دوسرا بھی اسی طرح ہوگا اور ضابطہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جس جگہ جائز ہو معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام کرنا تو جائز ہوگا عطف اور جس جگہ قائم مقام کرنا ناجائز ہو تو عطف بھی جائز نہ ہوگا۔

تشریح : ضابطہ ثالثہ: جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو چیز معطوف علیہ کے لئے جائز ہوگی وہ معطوف کے لئے بھی جائز ہوگی اور جو معطوف علیہ کے لئے ممتنع ہوگی وہ معطوف کے لئے بھی ممتنع ہوگی مصنف اس کو یوں تعبیر فرما رہے ہیں کہ معطوف علیہ جو چیز بنے گی تو معطوف بھی وہ چیز بنے گی مثلاً معطوف علیہ صفت بنتی ہے کسی شے کے لئے تو معطوف بھی صفت بنے گی اسی طرح اگر معطوف علیہ خبر بنتی ہے تو معطوف بھی خبر بنے گی اس طرح اگر معطوف علیہ اگر صلہ ہے تو معطوف بھی صلہ بنے گا اور اسی طرح اگر معطوف علیہ اگر حال تو معطوف بھی حال بنے گا۔

والضابطه فیه ...... میں چوتھے ضابطہ کا بیان ہے۔

ضابطہ رابعہ : جس کا حاصل یہ ہے کہ کن کن مقامات پر معطوف اپنے معطوف علیہ کے تابع ہوتا ہے اس کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے

کہ جس جگہ معطوف اپنے معطوف علیہ کی جگہ ٹھہر سکتا ہو وہاں عطف بھی جائز ہوگا اور جہاں معطوف اپنے معطوف علیہ کی جگہ نہ ٹھہر سکتا ہو یعنی کوئی خرابی لازم آتی ہو تو وہاں عطف جائز نہیں ہوگا۔ یہ ضابطہ حقیقت میں اس پہلے ضابطے پر متفرع ہے اس کیت کہ جو چیز کسی چیز کے قائم مقام ہوتی ہو وہ اس کا حکم رکھتی ہے لہٰذا معطوف اپنے معطوف علیہ کا حکم لیا کرتا ہے۔

قولہ: والعطف علی معمولَیْ عاملَین مختلفَیْن جائزٌ ان کان المعطوفُ علیہ مجرورًا مقدّما والمعطوفُ کذٰلك نحو فی الدار زیدٌ والحُجرَۃِ عمرٌو وفی ھٰذہ المسئلۃِ مذھبان اخران وھما ان یجوزَ مطلقًا عند الفراء ولا یجوز مطلقًا عند سیبویہ

ترجمہ : دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف جائز ہے اگر ہو معطوف علیہ مجرور مقدم اور ہو معطوف بھی اسی طرح جیسے فی الدار زیدٌ والحُجرَۃِ عمرٌو اور اس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں اور وہ یہ کہ یہ عطف جائز ہے فراء کے ہاں مطلقا اور نہیں جائز مطلقا سیبویہ کے ہاں۔

تشریح : ضابطہ خامسہ : ایک حرف عطف کے ذریعے دو عامل مختلف کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف ڈالنا جائز ہے یا نہیں اسمیں تین مذہب ہیں۔

پہلا مذہب : جمہور کے نزدیک ایک شرط کے ساتھ جائز ہے کہ جب معطوف علیہ مجرور ہو اور مقدم ہو مرفوع اور منصوب پر۔ مثال فی الدار زید و الحجرۃ عمرا اس مثال میں الدار مجرور معطوف علیہ ہے اور الحجرۃ مجرور معطوف ہے اور زید معطوف علیہ مرفوع ہے اور اس کا معطوف عمر بھی مرفوع ہے پہلے معطوف علیہ یعنی الدار کا عامل حرف جار ہے اور دوسرے معطوف علیہ یعنی زید اس کا عامل معنوی ہے تو عاملین مختلفین کے معمولین پر ایک حرف عطف کے ذریعے عطف ڈالا گیا ہے کہ حجرہ کا دار پر اور عمر کا زید پر یہ جائز ہے کیوں کہ اس میں مجرور مقدم ہے مرفوع پر۔

دوسرا مذہب : فرانحوی کا کہ اس کے نزدیک مطلقاً جائز ہے خواہ مجرور مقدم ہو یا نہ ہو۔

تیسرا مذہب : سیبویہ کا ہے اس کے نزدیک مطلقا جائز نہیں خوا مجرور مقدم ہو یا نہ ہو اور اس جیسی مثالوں میں وہ تاویل کرتے ہیں کہ معطوف میں حرف جار فی مقدر ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی فی الدار زید وفی الحجرۃ عمر و تو اس صورت میں یہ عطف الجملہ علی الجملۃ کے قبیل سے ہوگا۔

بحث التاکید

فصل : التاکید تابعٌ یدُلُّ علی تقریر المتبوع فی مانسب الیه او علی شمولِ الحکم لکل فرد من افراد المتبوع

ترجمہ : تاکیدوہ تابع ہے جودلالت کرے متبوع کے ثابت ہونے پراس چیز میں جومتبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے یامتبوع کے افرادمیں سے ہرہرفرد کے لئے حکم میں شامل ہونے پردلالت کرے۔

تشریح : مصنف توابع کی تیسری قسم تاکیدکوبیان کررہے ہیں: تاکیدوہ تابع ہے جوسامع کے نزدیک متبوع کے حال کو پختہ اور ثابت کردے فی ما نسب الیه اس چیز کے بارے میں جومتبوع کی طرف نسبت کی گئی ہے یااس بات پردلالت کرے کہ وہ حکم افرادمتبوع میں سے ہرہرفردکوشامل ہے۔

فائدہ : تاکیدکے اغراض یہ ہیں کہ تاکیدکواسلئے لایاجاتاہے تاکہ سامع کی غفلت دورکردی جائے کہ شایدمتبوع کواس نے سناہی نہ ہویاسناتوہولیکن غلط سمجھ لےاورکبھی تاکیداس غرض سے ذکرکی جاتی ہے کہ سامع متکلم کے بارے میں غلطی کاگمان نہ کرلے یعنی متکلم کوبولناتوکچھ اورتھالیکن غلطی سے متبوع بول دیا۔

خلاصہ : تاکیدکوذکرکیاجاتاہےتاکہ مجازاورسہواورغفلت کااحتمال ختم ہوجائے۔

تقریرمتبوع فی النسبت کی مثال : جیسے قام زید زید اگرصرف قام زید کہاجاتاتواس میں احتمال تھاشایدزیدنہ کھڑاہواس کالڑکاکھڑاہویااس کاغلام کھڑاہویاقیام کی نسبت زیدکی طرف غلطی سے ہویامجازکےطورپرہوگئی ہولیکن جس وقت قام زید کے ساتھ دوسرا زید ذکرکردیاجائےگاتوسب احتمال ختم ہوگئےاورنسبت متبوع یعنی پہلےزیدکی طرف جونسبت تھی وہ محقق اورثابت ہو جائے۔

شمول حکم کی مثال : جاء نی القوم کلهم لفظ قوم اگرچہ تمام افرادکوشامل ہےمگرکبھی کبھی اکثرافرادپرقوم کالفظ بولاجاتاہے لیکن لفظ کلهم کےذکرکرنےسےمعلوم ہوجائےگاکہ قوم کےتمام افرادمرادہیں بعض نہیں۔

قوله : والتاکید علی قسمین لفظیٌّ وهوتکریر اللفظ الاولِ نحو جاء نی زیدٌ زیدٌ وجاءَ جاءَ زیدٌ ومعنویٌّ وهو بالفاظٍ معدودةٍ وهی النفسُ والعینُ للواحد والمثنّی والمجموع بِاختلا ف الصیغة والضمیرِ نحو جاء نی زیدٌ نفسه والزیدانِ انفسهما اونفساهماوالزیدون انفسهم وکذٰلك عینه واعینهما او عیناهما اوعینهم جاء تنی هندٌ نفسها وجاء تنی الهندانِ انفسهما اونفساهما وجاء تنی الهنداتُ انفسهنَّ

ترجمہ : اور تاکید دو قسم پر ہے لفظی اور وہ تکرار کرنا ہے اول لفظ کا جیسے جاء نی زیدٌ زیدٌ اور جاءَ جاءَ زیدٌ اور معنوی اور وہ گنے چنے الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ الفاظ نفس اور عین ہیں واحد، تثنیہ اور جمع کے لئے صیغہ اور ضمیر کے مختلف ہونے کے ساتھ جیسے جاء نی زید نفسہ ......الخ

تشریح : تاکید کی تقسیم کا بیان تاکید کی دو قسمیں ہیں ① تاکید لفظی ② تاکید معنوی

تاکید لفظی : لفظ اول کو مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے خواہ وہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو یا جملہ ہو یا مرکب ہو۔

مثالیں: لفظ اول مکرر کی مثال: جاء نی زید زید ۔فعل کے مکرر لانے کی مثال : قام قام زید۔ حرف کے مکرر لانے کی مثال ان ان زیدا قائم یہ دوسرا لفظ تاکید ہوگا۔ جملہ فعلیہ کی مثال : جاء زید جاء زید۔ جملہ اسمیہ کی مثال: زید قائم زید قائم۔ مرکب توصیفی کی مثال : ھذا رجل عالم رجل عالم ۔مرکب اضافی کی مثال: ھذا غلام زید غلام زید۔

ومعنوی بالفاظ معدودۃ اور تاکید معنوی کے لئے چند الفاظ مخصوص ہیں: وہ یہ ہیں نفس ، عین ، کلا ، کلتا ، کل ، اجمع ، اکتع ، ابصع اور عند البعض لفظ جمیع اور عامہ ہے بمنزلہ کل کے ہو کر یہ بھی تاکید معنوی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

تاکید معنوی کے الفاظ کے لئے حکم کا بیان کہ تاکید معنوی میں سے لفظ نفس اور عین عام ہے مفرد اور تثنیہ اور جمع سب کی تاکید کے لئے آتے ہیں البتہ ان میں متبوع کے لحاظ سے صیغہ اور ضمیر بدلتی رہے گی یعنی اگر متبوع واحد ہے تو صیغہ بھی واحد اور ضمیر بھی واحد اور اگر متبوع تثنیہ ہے تو صیغہ بھی تثنیہ اور ضمیر بھی اسی طرح اگر وہ جمع ہے تو یہ بھی جمع اور ضمیر بھی جمع اگر وہ مذکر ہے تو یہ بھی مذکر اگر وہ مؤنث ہے تو یہ بھی مؤنث ہوگی۔ مثال: جاء نی زید نفسہ متبوع زید مفرد مذکر ہے تو صیغہ بھی اور ضمیر بھی مفرد لائی گئی ہے۔ الزیدان نفسھما ونفسھما اور زیدون انفسھما ۔البتہ یاد رکھیں! کہ متبوع اگر تثنیہ ہو تو لفظ نفس اور عین کو تثنیہ لانے میں اور نہ لانے میں اختلاف ہے۔

جمہور کے نزدیک جمع کا صیغہ لایا جائے گا اس قاعدہ کی بنا پر کہ تثنیہ کی اضافت تثنیہ کی طرف جائز نہیں

عند البعض تثنیہ کا صیغہ لانا بھی جائز ہے تو وہ جاء نی زیدان نفساھما پڑھیں گے اور جمہور کے نزدیک جاء نی زیدان انفسھما پڑھیں گے۔

قولہ: وکلا وکلتا للمثنّٰی خاصۃً نحو قام الرجلان کِلاھما وقامتِ المرأتان کلتاھما

ترجمہ : اور کلا اور کلتا تثنیہ کے لئے ہیں خاص کر جیسے قام الرجلان کلاھما...... الخ ۔

تاکید معنوی کے الفاظ میں سے کلا اور کلتا کا حکم یہ ہے کہ یہ خاص ہیں تثنیہ کے ساتھ صرف تثنیہ کی تاکید کے لئے آتے ہے

کلا تثنیہ مذکر کے لئے اور کلتا تثنیہ مؤنث کے لئے آتا ہے اور تثنیہ سے مراد عام ہے کہ تثنیہ اصطلاحی ہو جیسا کے ان امثلہ میں ہے یا مفرد ہو بواسطہ حرف دونوں پر دلالت کرتا ہو جیسے قاما زید و عمرو کلا هما اور کلا اور کلتا کی ضمیر بھی بدلتی رہے گی لیکن غائب اور متکلم اور مخاطب کے اعتبار سے ہے جیسے قاما الرجلان کلا هما اور جیسے قمتما کلا کما قمنا کلتانا۔

قولـه : وكلٌّ واَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَابْتَعُ وَاَبْصَعُ لِغَيرِ المُثَنّٰى بِاختلاف الضَّمير فى كلٍّ والصيغةِ فى البواقى تقول جاء نى القومُ كُلُّهُم اجمعون اكتعون ابتعون ابصعون وقامت النساء كلهنَّ جُمَعُ كُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ

ترجمہ : اور کلٌّ اور اَجمَعُ اور اَکْتَعُ اور ابْتَعُ اور اَبْصَعُ غیر تثنیہ کے لئے ہیں کل میں ضمیر کے اختلاف کے ساتھ اور باقیوں میں صیغہ کے اختلاف کے ساتھ کہے گا تو جاء نى القوم كلهم ......الخ

تشریح : یہ پانچ الفاظ غیر تثنیہ کی تاکید کے لئے آتے ہیں یعنی مفرد اور جمع کی تاکید کے لئے آتے ہے عام ازیں کہ مذکر ہو یا مؤنث البتہ ان میں فرق یہ ہے کہ لفظ کل میں تو متبوع کے اعتبار سے ضمیر بدلتی رہے گی یعنی متبوع مفرد مذکر ہے تو کل کے مضاف الیہ کی جو ضمیر ہے وہ مذکر مفرد اگر اور وہ جمع تو یہ بھی جمع لیکن باقی چار الفاظ ان میں صیغہ بدلے گا ضمیر نہیں لفظ کل میں صیغہ نہیں بدلتا تھا ضمیر بدلتی ہے اور ان میں صیغہ بدلتا ہے جیسے مفرد مذکر کے لئے ابتع ابصع احمع اکتع معنی ان کا تمام والا ہے اور واحد مؤنث کے لئے کتعی بتعی بصعی حمعی ہے۔اور جمع مذکر عاقل کیلئے اکتعو ن ابتعو ن ابصعون احمعون اور جمع مؤنث عاقل اور غیر عاقل کے لئے حمع کتع بتع بصع۔

قولـه: واذا اَرَدْتَّ تاكيد الضمير المرفوع المتصل بالنفس والعين يجب تاكيده بالضمير المنفصل نحو ضربتَ انت نفسك

ترجمہ: اور جب ارادہ کرے تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا نفس اور عین کے ساتھ تو واجب ہے اس کی تاکید ضمیر منفصل سے جیسے ضربتَ انت نفسك۔

تشریح : تاکید کی تعریف اور اقسام سے فراغت کے بعد چند ضوابط کا بیان۔

ضابطہ اولی : جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ لائی ہو تو اس ضمیر کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا واجب ہوتا ہے جیسے ضربت انت نفسك نفس تاکید ہے ضربت کی ضمیر مرفوع متصل کے لئے تو اس لئے اس ضمیر کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی ہے جو کہ انت ہے۔

سوال : اس ضابطہ کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : اگر ضمیر متصل کی تاکید منفصل کے ساتھ نہ لائی جائے تو بعض مقامات پر تاکید کا التباس فاعل کے ساتھ لازم آتا ہے

جیسے زید اکرمنی نفسه اور یہاں تاکید نہیں لائی گئی تو اس میں التباس ہوا کہ نفس فاعل ہے یا ضمیر مستتر فاعل ہے تو اس التباس سے بچنے کے لئے یہ ضابطہ مذکورہ بنادیا گیا ہے۔

سوال : یہ علت اور دلیل صرف ضمیر مستتر میں جاری ہوتی ہے اور ضمیر بارز میں نہیں اس لئے کہ وہاں التباس کا خطرہ نہیں تو وہاں پھر تاکید کیوں واجب ہے؟

جواب : طرداً للباب ۔

فائدہ : ضمیر کے ساتھ مرفوع کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ضمیر مجرور اور منصوب کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ بغیر تاکید ضمیر منفصل کے جائز ہے جیسے ضربتك نفسك ، مررت بك نفسك ۔

قولــه: ولا یُؤکد بکلِّ واَجْمعَ اِلَّا ماله اجزاءٌ وابعاضٌ یَصِحُّ افتراقها حسًّا کالقوم اوحکمًا کما تقول اشتریتُ العبد کلَّهٗ ولا تقول اکرمتُ العبدَ کلّه

ترجمہ : اور نہیں تاکید لائی جائے گی کل اور اجمع کے ساتھ مگر اس چیز کی جس کے لئے ایسے اجزاء اور حصے ہوں جن کا جدا ہونا صحیح ہو حسی طور پر جیسے القوم یا حکم کے اعتبار سے جیسے تو کہے اشتریت العبد کله اور نہیں کہے گا تو اکرمت العبد کله ۔

تشریح : **ضابطہ ثانیہ** : کل اور اجمع کے ساتھ ان چیزوں کی تاکید لائی جاتی ہے جن کے تحت کئی اجزاء اور ابعاض نکل سکتے ہوں یعنی ان کا افتراق اور جدا ہونا صحیح ہو خواہ وہ افتراق حقیقی ہو جیسے لفظ قوم میں کئی افراد ہیں جو جدا ہو سکتے ہیں یا افتراق حکمی ہو یعنی جس کے حقیقتاً ابعاض اور افتراق نہیں ہو سکتے لیکن حکماً ہو سکتے ہوں مثال کے طور پر غلام جس کے حقیقتاً ابعاض اور افتراق اور اجزاء نہیں ہو سکتے لیکن ملکیت کے اعتبار سے ہو سکتے ہے کہ جیسے پورا غلام ملکیت میں ہو نصف غلام ملکیت میں ہو چوتھائی غلام ملکیت میں ہو۔ لیکن اکرمت العبد کله کہنا غلط ہے کیوں کہ اسمیں افتراق نہ حقیقی ہے اور نہ حکمی ہے کیوں کہ اکرام کے اجزا نہیں بن سکتے ۔

قولــه: واعلم اَنَّ اکتع وابتع وابصع اَتْبَاعٌ لاَجْمعَ ولیس لها معنًی هٰهنا بدُونه فلا یجوز تقدیمها علی اجمع ولا ذکرها بدونه

اور جان لیجئے اکتع ، ابتع ، ابصع تابع ہیں اجمع کے اور نہیں ان کا کوئی معنی یہاں سوا اجمع کے پس نہیں جائز ان کو مقدم کرنا اجمع پر اور نہیں جائز ان کو ذکر کرنا بغیر اجمع کے۔

تشریح : **ضابطہ ثالثہ** : اکتع ابتع ابصع ان چار الفاظ کا ذکر اجمع کے تابع ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے بالاصالت نہیں ہوتا تو لہٰذا تابع ہونے کی وجہ سے یہ نہ اجمع پر نہ مقدم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اجمع کے بغیر ذکر ہو سکتے ہے۔

سوال : اس ضابطہ کی علت کیا ہے؟

جواب : اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تین کلمات کی دلالت جمیعت والی معنی پر ظاہر نہیں جبکہ اجمع کی دلالت واضح اور ظاہر ہے اور بغیر اجمع کے ان کا ذکر اس لئے نہیں ہوسکتا کہ لازم آئے گا تابع کا ذکر بغیر متبوع کے اور مقدم اس لئے نہیں ہوسکتے کہ لازم آئے گا تابع کا مقدم ہونا متبوع پر یہ بالکل جائز نہیں۔

بحث البدل

فصل : البدل تابعٌ یُنسب الیه مانُسِبَ الی متبوعهٖ وهو المقصودُ بالنسبة دون متبوعهٖ

ترجمہ : بدل وہ تابع ہے جس کی طرف نسبت کی گئی ہو اس چیز کی جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہے اور وہی مقصود بالنسبت ہو، نہ کہ اس کا متبوع ۔

تشریح : توابع میں سے چوتھی قسم بدل کا بیان ہے بدل وہ تابع ہے جس چیز کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو بعینہ اسی چیز کی نسبت تابع کی طرف کی گئی ہو اور مقصود نسبت سے تابع ہو اور متبوع کا ذکر محض توطیہ تمہید کیلئے ہو جیسے جاء نی زید اخوك زید متبوع مبدل منہ ہے اور اخوك بدل ہے اور اب مجیئت کی نسبت دونوں کی طرف ہے لیکن مجیئت کی نسبت سے مقصود اخوک ہے اور زید کی نسبت محض توطیہ تمہید کے لئے ہے۔

قولہ : واقسام البدل اربعةٌ بدلُ الکل وهوما مدلوله مدلول المتبوع نحو جاء نی زیدٌ اخوك وبدل البعض من الکل وهو ما مدلوله جزءٌ مدلول المتبوع نحو ضربتُ زیدًا راسَه وبدل الاشتمال وهو ما مدلوله متعلق المتبوعِ کسُلِبَ زیدٌ ثوبُه بدل الغلط وهو ما یُذکر بعد الغلط نحو جاء نی زیدٌ جعفرٌ ورأیت رجلًا حِمَارًا

ترجمہ : اور اقسام بدل کی چار ہیں بدل الکل من الکل اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول اور متبوع کا مدلول ایک ہو جیسے جاء نی زید اخوك اور بدل البعض من الکل اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کی جزء ہو جیسے ضربت زیدا راسه اور بدل الاشتمال اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سلب زید ثوبه اور بدل الغلط اور وہ وہ ہے کہ ذکر کیا جائے غلطی کے بعد جیسے جاء نی زید جعفر رأیت رجلا حمارا۔

تشریح : وجہ حصر: بدل دو حال سے خالی نہیں اس کا مدلول اور مبدل منہ کا مدلول اور مصداق ایک ہوگا یا نہیں اگر ایسے ہے تو یہ پہلی قسم بدل الکل من الکل ہوگا اگر نہیں تو اس کا مدلول مبدل کے مدلول کا بعض ہوگا یا نہیں اگر بعض ہو تو یہ دوسری قسم بدل البعض ہے اگر بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے تعلق کے علاوہ دوسرا کوئی تعلق ہو تو یہ تیسری قسم بدل الاشتما ل ہے اور اگر کوئی تعلق نہ ہو تو یہ بدل الغلط ہے۔

پہلی قسم : بدل کل وہ تابع ہے جس کا مدلول بعینہٖ متبوع کا مدلول ہو یعنی جس پر متبوع کی دلالت ہو بعینہٖ اس پر بدل بھی دلالت کرتا ہو جیسے جاء نی زید اخوك اس میں لفظ زید کی جس ذات پر دلالت ہے اس پر بعینہٖ اخوك کی بھی دلالت ہے یعنی دونوں کا مصداق ذات واحد ہے۔

دوسری قسم بدل بعض: بدل بعض وہ تابع ہے جو متبوع کے بعض پر دلالت کرے یعنی وہ متبوع کا جز ہو جیسے ضربت زیدا رأسه اس میں رأسه بدل بعض ہے جو اپنے متبوع زید کے بدن کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

تیسری قسم بدل اشتمال : بدل اشتمال وہ تابع ہے جس کا مدلول متبوع کے متعلق ہو جیسے سلب زید ثوبه اسمیں ثوبه بدل اشتمال ہے جو نہ تو اپنے متبوع زید کا کل ہے نہ اس کا جز بلکہ اس کے متعلقات میں سے ہے۔

چوتھی قسم بدل غلط : بدل غلط وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے جیسے جاء نی زید جعفر ورایت رجلاً حمارًا متکلم کی زبان سے غلطی سے جاء کے نکلنے کے بعد زید کا ذکر آ گیا لیکن پھر یاد آنے پر اس نے جعفر کو ذکر کر دیا اور غلطی کو دور کیا تو جعفر بدل غلط بنے گا اسی طرح اس نے رایت حمارًا کہنا تھا لیکن زبان سے نکل گیا رجلاً تو یہ حمارًا بدل غلط ہوگا۔

قولـه : والبدل ان كان نكرة من معرفة يجب نعته كقوله تعالىٰ بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ ولايجب ذٰلك في عِكْسِهٖ ولا في المتجانسين

ترجمہ : اور بدل اگر نکرہ ہو معرفہ سے تو واجب ہے اس کی صفت لانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ اور نہیں واجب اس کے برعکس میں اور نہ ہی متجانسین میں۔

تشریح : **ضابطہ** : بدل اور مبدل منہ کی چار صورتیں ہیں ① دونوں معرفہ ہوں جیسے قرآن مجید میں ہے إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ○ اللّٰهِ الَّذِىْ......الخ ② دونوں نکرہ ہوں جیسے إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ○ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ③ مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو جیسے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ صِرَاطِ اللّٰهِ ④ مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو پہلی تین صورتیں صحیح ہیں چوتھی صورت کے صحیح کرنے کیلئے شرط یہ ہے کہ بدل نکرہ کی صفت لائی جائے جیسے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ اس میں الناصية معرفہ مبدل منہ ہے اور ناصية بدل نکرہ ہے تو اس کے لئے صفت لائی گئی ہے كاذبة خاطئة۔

سوال : اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلی تین صورتوں میں کوئی شرط نہیں لگائی گئی چوتھی صورت میں بدل نکرہ کے لئے صفت کی شرط لگائی گئی ہے؟

جواب : آپ نے ماقبل میں پڑھ لیا ہے کہ بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے تو اس کو مبدل منہ سے اقوی یا مساوی ہونا چاہیے اور یہ بات ظاہر ہے کہ چوتھی صورت میں مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہے تو اس کو معرفہ کے قریب لانے کے لئے نکرہ مخصصہ کی

شرط لگائی گئی ہے۔

بحث عطف البیان

فصل : عطف البیان تابع غیر صفةٍ یُوضِح متبوعه وهو اشهَرُ اِسْمَیْ شیْئٍ نحو قام ابو حفص عمرُ وقام عبدُ اللّٰه بن عمرَ

ترجمہ : عطف بیان وہ تابع ہے جو غیر صفت ہو کر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ کسی شیٔ کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور ہوتا ہے جیسے قام ابو حفص عمرُ وقام عبدُ اللّٰه بن عمر۔

تشریح : توابع میں سے پانچویں قسم عطف بیان ہے عطف بیان وہ تابع ہے جو باوجود صفت نہ ہونے کے اپنے متبوع کی وضاحت کرے صفت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح صفت اس معنی پر دلالت کرتی ہے جو متبوع کی ذات میں یا متعلق میں پائی جاتی ہے اس طرح عطف بیان دلالت نہیں کرتا۔

وهو اشهر اسمی شی ...... عطف بیان وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے دو اسموں میں سے زیادہ مشہور ہو یاد رکھیں! یہ صاحب مفصل کا قول ہے جب کہ دیگر کتب میں عطف بیان کے لئے متبوع سے اشہر اور اوضح ہونا ضروری نہیں بلکہ ان دونوں اسموں کے اجتماع سے وضاحت ہو جاتی ہے جو کہ صرف ایک سے نہیں ہو سکتی اور یہی قول صحیح ہے۔

عطف بیان کی مثال : قام ابو حفص عمر اس میں ابو حفص متبوع مبین ہے اور عمر عطف بیان ہے ابو حفص حضرت عمر کی کنیت ہے اس میں جو نام عمر ہے وہ کنیت سے زیادہ مشہور ہے اور دوسری مثال قام عبد الله ابن عمر اس میں عبد اللہ متبوع مبین ہے اور ابن عمر عطف بیان ہے اس میں کنیت زیادہ مشہور ہے لیکن دونوں کے اجتماع سے پوری پوری وضاحت حاصل ہو رہی ہے۔

قوله: ولا یلتبس بالبدل لفظًا فی مثل قول الشاعرِ

(شعر) اَنَا اِبْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِیْ بِشْرٍ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقُبُهٗ وُقُوْعًا

ترجمہ : اور نہیں متلبس ہوتا عطف بیان بدل کے ساتھ باعتبار لفظ کے شاعر کے قول کی مثل میں شعر اَنَا اِبْنُ التَّارِك......الخ۔

تشریح : مصنف بعض نحات پر رد کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ بعض نحاۃ کا خیال ہے کہ توابع چار ہیں اور عطف بیان کو وہ علیحدہ نہیں شمار کرتے بلکہ اس کو بدل میں داخل کرتے ہیں۔

شعر اَنَا اِبْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِیْ بِشْرٍ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقُبُهٗ وُقُوْعًا

درجہ اولیٰ الفاظ کی تشریح : تارك کے دو معنی ہوتے ہیں ① قاتل اس وقت ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے ② مصیر اور جاعل اس معنی کے اعتبار سے دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

درجہ ثانیہ ترجمہ : میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس نے قبیلہ بکر کے بشر نامی شخص کو قتل کر کے چھوڑ دیا اس حال میں کہ پرندے اس کے گرنے کا انتظار کر رہے ہیں (یعنی روح جسم سے نکلے اور ہم اسے کھائیں اس لئے کہ انسان کے بدن میں جب تک روح رہتی ہے پرندے اس کے پاس نہیں جاتے) شاعر کا مقصد اس شعر میں اپنی اور اپنے باپ کی تعریف کرنا ہے۔

درجہ ثالثہ محل استشہاد : جس سے پہلے دو ضابطے جان لیں۔

ضابطہ ①: بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے کہ مبدل منہ غیر مقصود ہوتا ہے جب اس پر عامل داخل ہوتا ہے تو بدل جو کہ مقصود ہوتا ہے اس پر بطریق اولیٰ داخل ہونا چاہیے۔

ضابطہ ②: الضارب زید والی مثال ناجائز ہے اور الضارب الرجل والی مثال جائز ہے.

اب سمجھیں محل استشہاد بعض نحاۃ کا مسلک یہ ہے کہ توابع کی فقط چار قسمیں ہیں عطف بیان کو علیحدہ تابع نہیں مانتے بلکہ اس کو بدل قرار دیتے ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ مصنفؒ ان کی تردید کرتے ہوئے فرق لفظی بیان کر رہے ہیں اور مراد اس ترکیب سے اس شعر میں ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع ایسا معرف باللام ہو جو صیغہ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے الضارب الرجل زید۔ اس ترکیب میں زید کو الرجل سے بدل بنانا ناجائز ہے اس لئے کہ بنابر ضابطہ اولیٰ الضارب عامل ہوگا زید کا اور تقدیر عبارت یوں ہو جائے گی الضارب زید حالانکہ بنابر ضابطہ ثانیہ یہ مثال غلط ہے لیکن عطف بیان بنانا جائز ہے کیونکہ عطف بیان تکرار عامل کے حکم میں نہیں ہوتا بالکل اسی طرح اس شعر التارك البكری بشر، الضارب الرجل زید کی طرح ہے کہ بشر کو البكری سے عطف بیان بنانا جائز ہے لیکن بدل بنانا جائز نہیں۔

درجہ رابعہ ترکیب : تارك کا پہلا معنی مراد ہو یعنی تارك بمعنی قاتل ہو تو ترکیب یہ ہوگی ان مرفوع محلاً مبتدا الف لام موصول التارك صیغہ صفت مضاف البكری ذوالحال علیه ظرف مستقر متعلق ثابت کے ہو کر خبر مقدم الطیر مرفوع بالضمہ لفظاً ذوالحال ترقب مرفوع بالضمہ لفظاً فعل مضارع ھی ضمیر در و مستتر مرفوع محلاً ذوالحال وقوعًا منصوب بالفتحہ لفظاً حال۔ ذوالحال حال ملکر فاعل "ہ" ضمیر منصوب محلاً مفعول بہ ترقب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ہے۔ الطیر ذوالحال اپنے حال سے مل کر مبتدا مؤخر۔ مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال ہے البكری سے البكری ذوالحال حال سے مل کر مبین بشر مجرور بالکسرہ لفظاً عطف بیان۔ مبین عطف بیان سے ملکر مفعول ہوا التارك کا التارك اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا ، موصول صلہ ملکر خبر ہے مبتدا کی ، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔

اگر تارك کا دوسرا معنی مصیر مراد لیا جائے پھر بھی یہی سابقہ ترکیب ہوگی البتہ فرق یہ ہوگا کہ البكری بشر کو مفعول اول اور علیه الطیر جملہ مفعول ثانی ہوگا۔

بحث اسماء مبنیہ

قولہ :الباب الثانی فی الاسم المبنی

ترجمہ: دوسراباب اسماء مبینہ کے بیان میں ہے۔

تشریح : ربط مصنف نے اپنی کتاب کوتین اقسام پر مشتمل کیا تھا

قسم اول : اسماء کے بیان میں۔

قسم دوم : افعال کے بیان میں۔

قسم سوم : حروف کے بیان میں۔

پھر قسم اول جواسماء کے بیان میں تھی اسکودو بابوں میں تقسیم کیا تھا: باب اول اسماء معربہ کے بیان میں۔اور باب ثانی میں تو یہاں سے باب ثانی کو بیان کرر ہے ہیں جو کہ اسماء مبینہ کے بیان میں ہے

لفظ مبنی : مبنی اصل میں مبنوی تھا قویل قویلۃ کے قانون سے واو کو یا سے اور یا کو یا میں ادغام کیا مبنی ہوگیا پھر دعی والا قانون سے ضمہ ماقبل کوکسرہ سے بدل دیامبنی ہوگیا۔

قولــه : وهواسم وقع غیرمرکب مع غیرہٖ مثلُ ا ب ت ث ومثل واحدٌ وّاِثْنَان وَثلاثۃٌ و کلفظۃِ زیدٍ وحدہٗ فِانہٗ مبنیٌّ بالفعل علی السکون ومعربٌ بالقوۃ او شابہ مبنی الاصل

ترجمہ : اوروہ وہ اسم ہے جوواقع ہواس حال میں کہ اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہوجیسے الف ، بـا،تـا،ثـا اورجیسے واحد اور اثنان اور ثلثہ اورجیسے لفظ زید اکیلا پس تحقیق یہ مبنی بالفعل ہے سکون پراور معرب بالقوۃ ہے یامشابہ ہومبنی الاصل کے

تشریح : مبنی کی دوقسمیں ہیں۔

قسم اول : مبنی وہ اسم ہے جواپنے عامل کے ساتھ غیر مرکب واقع ہویعنی مرکب نہ ہواپنے عامل کے ساتھ جیسے الف با تا ثا اسی طرح اسماء عدد واحد اثنان ثلاثہ اربع وغیرہ اوراسی طرح اسماء ممکنہ جبکہ تنہاواقع ہوں عامل سے مرکب نہ ہوں۔

دوسری قسم : مشابہ مبنی الاصل اور یہ وہ اسم ہے جومبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوجیسے دونوں قسموں میں فرق کے بارے مصنف نے بتایا کہ فانہ مبنی بالفعل علی السکون ومعرب بالقوۃ اوردوسری قسم کے بارے میں فرمایا وھذا القسم لا یصیر معرباً اولاً کہ پہلی قسم تو بالفعل مبنی ہوتی ہے اس لئے تنہا اوراپنے عامل کے ساتھ مرکب نہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہوتی ہے لیکن اس میں معرب ہونے کی صلاحیت موجود ہے کہ جب بھی وہ اپنے عامل سے مرکب واقع ہوگی تو معرب بن جائے گی جیسے یہ الف

ہے یہ معرب بن جائے گا قام الف قام واحد اسی طرح قام زید اوردوسری قسم یہ کبھی بھی معرب نہیں بن سکتی ہمیشہ کے لئے مبنی رہے گی جیسے اسماء اشارہ ھولاء ۔

سوال : آپ نے الف با تا وغیرہ کو اسماء مبنیہ میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ تو حروف تہجی ہیں؟

جواب : ان حروف سے مراد ان کے اسماء یعنی الف باء تاء مراد ہیں۔

سوال : آپ نے مبنی کی دوسری قسم کی جو تعریف کی ہے یہ جامع نہیں کیوں کہ اس سے وہ تمام اسماء مبنیہ خارج ہو جاتے ہیں جو مبنی الاصل کی جگہ واقع ہوتے ہیں جیسے نزال یا مبنی الاصل کی طرف مضاف ہوتے ہیں جیسے یومئذ ، حینئذ کیوں کہ ان کی مشابہت مبنی الاصل کے ساتھ نہیں اس لئے کہ مشابہت اشتراک فی الکیف کا نام ہے اور یہ مشابہت وہاں نہیں؟

جواب : ماقبل میں ہم بتا چکے ہیں کہ مشابہت سے مراد مناسبت ہے اور مناسبت مشارکت فی الشیء کا نام ہوتا ہے۔

سوال : پھر تو یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں رہے گی کیوں کہ ہر اسم کی مبنی الاصل کے ساتھ کلمہ میں مناسبت اور شرکت موجود ہے اس سے لازم آئے گا کہ تمام کے تمام اسماء مبنی ہو جائیں جو کہ بالکل غلط ہے؟

جواب : مناسبت سے مراد مطلق مناسبت نہیں بلکہ مناسبت مؤثرۃ فی منع الاعراب ہے اب دوسری قسم کی تعریف ہوگی مبنی وہ اسم ہے جس کی مناسبت ہو مبنی الاصل کے ساتھ ایسی مناسبت جو منع اعراب میں مؤثر ہو۔

قوله : بان يّكون فى الدّلالةِ علىٰ معناه محتاجًا الىٰ قَرينة كالاشارة نحو هٰؤلاءِ ونحوِها او يكون على اقل من ثلاثة احرف او تضمن معنى الحرف نحو ذَا ومَنْ وَاَحَدَ عَشَرَ اِلىٰ تِسْعَةَ عَشَرَ وهٰذاالقِسمُ لا يصير معربا اصلًا

ترجمہ : بایں طور پر کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں محتاج ہو قرینہ کی طرف مثل اشارۂ حسیہ کے جیسے ھولاءِ اور اس کی مثل یا ہو تین حروف سے کم پر یا متضمن ہو حرف کے معنی کو جیسے ذا اور من اور احد عشر سے لے کر تسعة عشر تک اور یہ قسم نہیں ہوتی معرب بالکل۔

تشریح : مصنف نے مشابہت کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

پہلی قسم شبہ افتقاری : کہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینے کا محتاج ہو جیسے حروف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کے محتاج ہوتے ہیں جیسے اسماء اشارات اور اسماء موصولات۔

او یکون علی اقل من ثلاثة احرف میں

دوسری قسم شبہ وضعی : کہ اسم کی وضع تین حرف سے کم پر ہو جیسے فی ، من ہے۔

او تضمن معنًا ...... الیٰ تسعة عشرہ میں

تیسری قسم شبہ معنوی : کہ اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے احد عشر سے لے کر تسعة عشرہ تک یہ حرف عطف کے معنی کو متضمن ہے کہ احد عشر اصل میں احد و عشر اور تسعہ عشر اصل میں تسعة و عشرة ۔

قولہ : وحکمه ان لّایختلفَ آخرهٗ بِاختلاف العوامل وحرکاتُهٗ تسمّٰی ضمًا وفتحًا وکسرًا وسُکونه وقفًا وهو علی ثمانیة انواعٍ اَلمضمراتُ واسماءُ الاشاراتِ والموصولاتِ واسماءُ الافعالِ والاصواتُ والمرکباتُ والکنایاتُ وبعضُ الحروف

ترجمہ : اور حکم اس کا یہ ہے کہ نہیں مختلف ہوتا اس کا آخر عوامل کے اختلاف سے اور اس کی حرکات کا نام رکھا جاتا ہے ضم فتح کسر اور اس کے سکون کا نام رکھا جاتا ہے وقف اور وہ آٹھ قسموں پر ہے مضمرات وغیرہ ......الخ

تشریح : مبنی کا حکم کہ عامل کے مختلف ہونے سے اس کا آخر مختلف نہیں ہوتا۔

سوال : مبنی کی پہلی قسم میں آپ نے کہا تھا کہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہیں ہوتا اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہوتا ہے لہٰذا یہ آپ کی عبارت میں تضاد ہے؟

جواب : یہ حکم مبنی کی پہلی قسم کا نہیں بلکہ دوسری قسم کی کا ہے۔

سوال : باختلاف العوامل کی قید کا کیا فائدہ ہے؟

جواب : باختلاف العوامل کی قید لگا کر طلباء اکرام کو بتادیا کہ مبنی کا آخر تو مختلف ہوتا ہے لیکن عامل کی وجہ سے نہیں جیسا کہ واضح ہے۔

وحرکاته تسمی ضماً وکسرا و فتحاً وسکونه وقفا

فائدہ : اسم مبنی پر جو حرکات داخل ہوتی ہیں ان کا نام ضم فتح کسر اور سکون کا نام وقف رکھا جاتا ہے۔

یاد رکھیں! بصریین یہ فرق کرتے ہیں مبنی کی حرکات کے نام ضم فتح کسر اور معرب کے حرکات کے نام رفع نصب جر رکھتے ہیں لیکن کوفیین فرق نہیں کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ بصریین معرب اور مبنی کے القاب میں فرق کرتے ہیں کہ معرب کو مرفوع منصوب مجرور اور مبنی کو مضموم مفتوح مکسور کہا کرتے ہیں لیکن حرکات کے القاب میں فرق نہیں مانتے جیسا کے کتب میں ملتا ہے۔

وهو علی ثمانیة انواع ......

مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں : ① مضمرات ② اسماء اشارات ③ اسماء موصولات ④ اسماء افعال ⑤ اسماء کنایات ⑥ بعض ظروف ⑦ اسماء اصوات ⑧ اسماء مرکبات۔

بحث المضمرات

فصل : المضمر اسمٌ وُضِعَ لِیَدُلَّ علیٰ متکلِّمٍ او مخاطبٍ او غائبٍ تقدّم ذکرہٗ لفظًا او معنًی او حکمًا

ترجمہ : مضمر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہوتا کہ دلالت کرے متکلم پر یا مخاطب پر یا غائب پر جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہو لفظا یا معنی یا حکما۔

تشریح : مصنف اسماء غیر متمکنہ کے اقسام کی تفصیل کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ قسم اول میں مضمرات کو بیان کریں گے مضمر اور ضمیر ایک چیز ہیں بمعنی پوشیدہ دل کو بھی دل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔

تعریف ضمیر : ضمیر وہ اسم ہے جس کو اس بات کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ وہ دلالت کرے متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے پہلے ذکر ہونا عام ہے کہ تقدم لفظی ہو یا تقدم معنوی ہو یا حکمی ہو۔ بعنوان دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر تقدم ذکری ہو تو اسکو مرجع لفظی اور اگر تقدم معناً ہو تو مرجع معنوی اور اگر تقدم حکمی ہو تو اسکو مرجع حکمی کہا جاتا ہے۔

مرجع لفظی : اس کو کہتے ہے جس کا پہلے ذکر لفظوں میں ہو خواہ حقیقتاً جیسے ضرب زید علامه کہ ضمیر کا مرجع زید ہے جو مذکور ہے لفظاً یا تقدیراً مقدم ہو مرجع جیسے ضرب غلامه زید تو اس میں "ہ" ضمیر کا مرجع زید ہے جو اگر چہ لفظا مذکور نہیں لیکن تقدیراً مذکور ہے اس لئے کہ فاعل کا رتبہ مقدم ہوتا ہے۔

مرجع معنوی : اس کو کہتے ہیں کہ ضمیر غائب کا مرجع لفظ کے اعتبار سے تو مقدم نہ ہو لیکن معنی کے اعتبار سے مقدم ہو جیسے اعدلو هو اقرب للتقوىٰ اس میں هو ضمیر کا مرجع عدل مذکور تو نہیں لیکن عدل اعدلو سے سمجھا جاتا ہے۔

مرجع حکمی : اسکو کہتے ہیں کہ ضمیر کے لئے مرجع ماقبل میں نہ باعتبار لفظ مذکور ہو نہ باعتبار معنی کے بلکہ بعد والا مفرد اس کی تفسیر کر رہا ہو جیسے نعم رجلاً، نعم میں ضمیر مستتر کے بعد والا مفرد مرجع رجل اس کی تفسیر کر رہا ہے یا جملہ اس کی تفسیر کرے جیسے ضمیر شان اور قصہ میں ہوتا ہے، ضمیر شان کی مثال قل هو الله احد ضمیر قصہ کی مثال انها امرأة قائمة ۔

ضمیر شان : اس ضمیر غائب کو کہتے ہیں جس کا مرجع نہ باعتبار لفظوں کے مذکور ہو اور نہ باعتبار معنی کے مذکور ہو بلکہ بعد والا جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہو اور اس سے مقصود کسی چیز کی عظمت کو بیان کرنا ہو یہی تعریف ضمیر قصہ کی ہے لیکن ضمیر شان مذکر کے لئے اور ضمیر قصہ مؤنث کے لئے ہوتی ہے۔

سوال : قرآن مجید میں ہے وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ اسمیں ابویه کی ضمیر کا مرجع نہ باعتبار لفظ کے مقدم ہے اور نہ باعتبار معنی کے مقدم ہے اور نہ بعد والا مفرد اور جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہے لہٰذا یہ کسی میں داخل نہ ہوا؟

جواب : یہ مرجع معنوی میں داخل ہے کہ معنی میں تعیم ہے کہ وہ باعتبار تضمن کے ہو یا باعتبار التزام کے اعدلو هو اقرب معنی تضمن کی مثال تھی اور ابویه لکل واحد یہ مثال التزامی کی ہے اس لئے ذکر میراث کا چل رہا تھا جو التزامًا وارث پر دلالت کرتا ہے۔

قوله: وهو علی قسمین متصل وهو مالایستعمل وحدَهٗ اِمَّا مرفوعٌ نحو ضَرَبْتُ الیٰ ضَرَبْنَ اومنصوبٌ نحو ضربَنی الیٰ ضَربهُنَّ واِنَّنِیْ اِلیٰ اِنَّهُنَّ اومجرور نحو غلامی ولی الیٰ غلامهنَّ ولهنَّ ومُنفصِلٌ وهو مایُستعملُ وحدهٗ اِمَّا مرفوعٌ نحو اَنَا اِلیٰ هُنَّ اومنصوبٌ نحو اِیَّایَ الیٰ اِیَّاهُنَّ فَذٰلِكَ سِتُّوْنَ ضَمِیرًا

ترجمہ: اور وہ (ضمیر) دو قسم پر ہے متصل اور وہ وہ ہے جو نہ استعمال کی جائے اکیلے یا مرفوع ہوگی جیسے ضربت سے ضربن تک یا منصوب ہوگی جیسے ضربنی سے ضربھن تک اور اننی سے انھن تک یا مجرور ہوگی جیسے غلامی اور لی سے غلامھن اور لھن تک اور منفصل اور وہ وہ ہے جو استعمال کی جائے اکیلے یا مرفوع ہوگی جیسے انا سے ھن تک یا منصوب ہوگی جیسے ایای سے ایاھن تک پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں۔

تشریح : مصنف ضمیر کی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ ضمیر دو قسم پر ہے پہلی متصل اور دوسری منفصل۔

ضمیر متصل : وہ ہے جو بذاتہٖ غیر مستقل ہو اور اس کا تلفظ بقانون اھل لغت بغیر ملائے دوسرے کلمے کے نہ ہو سکے۔

ضمیر منفصل : وہ ہے جو بذاتہٖ مستقل ہو اور اس کا تلفظ بغیر ملائے دوسرے کلمے ہو سکے اور اسی تعریف کو مصنف نے کہا ہے کہ ضمیر متصل وہ ہے جو اکیلے استعمال نہ ہو سکے اور ضمیر منفصل وہ ہے جو اکیلے استعمال ہو سکے اور ضمیر متصل باعتبار اعراب تین قسم پر ہے۔

پہلی قسم : ضمیر مرفوع متصل جیسے ضربت سے ضربنا تک ضربت سے ضربنا۔

دوسری قسم : ضمیر منصوب متصل جیسے ضربنی ضربنا سے لے کر ضربھن تک یہ فعل کے ساتھ متصل کی مثال ہے۔ اور متصل منصوب جو حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ متصل ہوں جیسے انا۔

تیسری قسم : مجرور متصل جو مضاف سے متصل ہو جیسے غلامی الخ اور جو جار کے ساتھ متصل ہو جیسے لی لنا الخ

اور منفصل دو قسم پر ہے۔

پہلی مرفوع : جیسے انا نحن سے ھن تک۔

دوسری قسم : منصوب جیسے ایای سے لے کر ھن تک۔

یہ کل ساٹھ ضمیریں بنتی ہیں۔ یاد رکھیں! مجرور ہمیشہ متصل ہوتی ہے منفصل نہیں جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔

فائدہ : ضمیر کی کل پانچ قسمیں ہوتی ہیں عقل کے اعتبار سے ہر ایک کی اٹھارہ اٹھارہ قسمیں ہونا چاہیے اس لئے کہ فاعل اٹھارہ قسم پر ہے یعنی چھ متکلم کے لئے چھ مخاطب کے لئے اور چھ غائب کے لئے اس اعتبار سے نوے ضمائر بنتی ہیں لیکن متکلم کے لئے فقط

دو ضمیریں مستعمل ہے بقایا کے لئے پانچ پانچ مستعمل ہیں۔

فائدہ: ضمیر کی باعتبار ذات کے تین قسمیں ہے ① متکلم ② غائب ③ مخاطب۔

اور باعتبار اعراب تین قسم پر ہے مرفوع منصوب مجرور اور باعتبار محل تین قسم پر ہے۔

پہلی قسم : مختص بالرفع ہو وہ پانچ ہیں ① تا جیسے قمتَ ، قمتِ ، قمتُ ② الف جیسے قاما ③ واو جیسے قاموا ④ نون جیسے قمن ⑤ یاء ضمیر مخاطبہ جیسے تضربین ۔

دوسری قسم : مشترك بين النصب والكسرة اس کی تین قسمیں ہے ① یاء متکلم جیسے اکرمنی اور غلامی ② کاف خطاب جیسے اياك نعبد ③ یاء غائب کی جیسے قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ ۔

تیسری قسم : مشترك بين الثلثة ایک حرف ہے جو نا ہے جیسے رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا ۔

قوله : واعلم ان المرفوع المتصل خاصةً يكون مستترًا في الماضي للغائب والغائبة كضَرَبَ اَیْ هو وضَرَبَتْ اَیْ هِیَ وفي المضارع المتكلم مطلقًا نحو اَضْرِبُ اَیْ اَنَا وَنَضْرِبُ اَیْ نحنُ وللمخاطب كتَضْرِبُ اَیْ اَنْتَ وللغائب والغائبة كيضربُ اَیْ هُو وتَضْرِبُ اَیْ هِیَ وفي الصفة اَعْنِیْ اِسْمَ الفاعل والمفعولِ وغيرهما مطلقا

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک مرفوع متصل خاص کر ہوتی ہے مستتر ماضی غائب اور غائبہ میں جیسے ضرب میں هو اور ضربتْ میں هی مضارع متکلم میں مطلقا جیسے اضرب میں انا اور نضرب میں نحن اور مخاطب میں جیسے تضرب میں انت اور غائب اور غائبہ میں جیسے یضرب میں هو اور تضرب میں هی اور صیغہ صفت میں مراد لیتا ہوں میں اسم فاعل اور مفعول وغیرہ مطلقا۔

تشریح : مصنف اس عبارت میں ضمائر کے لئے احکامات بیان کرنا چاہتے ہے۔

پہلا حکم : استتار ہے ضمیر کی دو قسمیں ہے ① بارز ② مستتر۔

ضمیر بارز : وہ ہے جو حقیقتاً متلفظ ہو۔

ضمیر مستتر : وہ ہے جو حقیقتاً متلفظ نہ ہو سکے بلکہ اس کے لئے واقع میں کوئی لفظ ہی نہ ہو ضمیر کی پانچ انواع میں صرف ضمیر مرفوع متصل مستتر ہو سکتی ہے باقی کوئی نہیں۔ جس کی مستتر ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ ماضی کے صرف دو صیغے واحد مذکر غائب اور واحدہ مؤنثہ غائبہ مستتر ہو سکتی ہے اور مضارع متکلم کے پانچ صیغوں میں ① واحد متکلم جیسے اضرب میں انا ② جمع متکلم جیسے نضرب میں نحن ③ واحد مذکر غائب میں جیسے یضرب میں هو ④ واحدہ مؤنثہ غائبہ جیسے تضرب میں هی ⑤ واحد مذکر

مخاطب جیسے تضرب میں انت۔

وفی الصفة اور صفۃ میں یعنی اسم فاعل اسم مفعول اسم تفضیل الخ میں مطلقا مستتر ہوسکتی ہے۔

فائدہ : مستتر کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم : جائز الاستتار۔

دوسری قسم : واجب الاستتار۔

جائز الاستتار واحد مذکر غائب اور واحدہ مؤنثہ غائبہ مضارع اور ماضی میں ہوتی ہے اور صیغہ صفۃ میں مطلقا جائز ہے اور واجب الاستتار پانچ جگہ میں ہوتی ہے ① واحد متکلم ② جمع متکلم فعل مضارع معلوم میں ③ واحد مذکر مخاطب فعل مضارع معلوم میں ④ واحد مذکر مخاطب امر حاضر معلوم ⑤ اسماء افعال بمعنی امر کے اس کے اندر بھی وجوبی طور پر مستتر ہوا کرتی ہے۔

قولہ : ولایجوز استعمال المنفصل لاعند تعذر المتصل کاِیَّاك نعبد وماضربك اِلَّا اَنَا وَاَنَا زیدٌ وماَ اَنْتَ اِلَّا قائمًا

ترجمہ : اور نہیں ہے جائز منفصل کا استعمال کرنا مگر بوقت مشکل ہونے ضمیر متصل کے جیسے اِیَّاك نعبد ......الخ

دوسرا حکم : ضمیر منفصل کو اس وقت استعمال کریں گے جب ضمیر متصل متعذر رہو۔

سوال : اس حکم کی علۃ اور وجہ کیا ہے؟

جواب : ضمائر کی وضع اختصار اور خفت حاصل کرنے کے لئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ خفت اور اختصار ضمیر متصل میں ہے نہ کہ منفصل میں اور چند مقامات ہیں جن میں پر ضمیر متصل کا استعمال متعذر رہوتا ہے۔

پہلا مقام : ضمیر عامل پر مقدم ہوجائے جیسے ایاك نعبد۔

دوسرا مقام : کسی غرض اور غایت کے لئے ضمیر اور عامل کے درمیان فاصلہ کیا جائے جیسے ماضر بك الا انا۔

تیسرا مقام : ضمیر کا عامل معنوی ہو جیسے انا زید۔

چوتھا مقام : ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو جیسے ما انت الا قائما۔

پانچواں مقام : ضمیر کا عامل حذف کیا گیا ہو جیسے ایاك و الا سد۔

چھٹا مقام : ضمیر صیغے صفت کے لئے فاعل بن رہی ہو جو اس صیغہ صفت کے لئے قائم مقام خبر ہو جیسے اراغب انت۔

ساتواں مقام : ضمیر مصدر کے لئے فاعل ہو کیونکہ ضمیر مصدر میں مستتر نہیں ہوسکتی۔

آٹھواں مقام : ضمیر مصدر کے لئے مفعول ہو اور عامل مضاف ہو فاعل کی طرف جیسے کفی بنا فضلاً علی من غیرنا الخ

قولہ : واعلم ان لهم ضميرًا يقع قبل جملةٍ تفسيرُه ويسمّٰى ضمير الشان فى المذكر وضمير القِصّةِ فى المؤنث نحو قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وانها زينبُ قائمةٌ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک ان کے لئے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے وہ جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا ضمیر شان مذکر میں اور ضمیر قصہ مؤنث میں جیسے قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وانها زينبُ قائمةٌ ۔

تشریح : ضمیر شان اور قصہ کی تعریف گزر چکی ہے۔

سوال : ضمیر شان اور ضمیر قصہ جب ان کا مرجع پہلے مذکور نہیں تو ان کو ذکر کیوں کیا جا رہا ہے؟

جواب : ضمیر شان اور ضمیر قصہ سے مقصود واقعہ کی عظمت اور منزلت بیان کرنا ہوتی ہے اس لئے کہ کسی چیز کو پہلے بصورت ابہام ذکر کیا جائے اور بعد میں بصورت تفصیل ذکر کیا جائے تو مخاطب اور سامع کے ذہن میں اس کی عظمت اور منزلت بڑھ جاتی ہے۔

فائدہ : ضمیر شان کے لئے چار شرطیں ہے ① ضمیر غائب کی ہو ② اس کے بعد جملہ ہو ③ مابعد والا جملہ اس کی تفصیل کر رہا ہو ④ جملے کا مضمون عظیم الشان ہو جیسے قل هو الله احد۔

سوال : وهو محرم عليكم اخراجهم اسمیں هو ضمیر شان ہے اور بعد میں جملہ ہی نہیں بلکہ شبہ جملہ ہے؟

جواب : ضمیر شان کے بعد شبہ جملہ نہیں بلکہ پورا جملہ موجود ہے اخراجهم متبدا مؤخر اور عليه متعلق محرم کے خبر مقدم ہے لہٰذا پورا جملہ ہوا۔

قولہ: ويدخل بين المبتداء والخبر صيغةٌ مرفوعٍ منفصل مطابقٌ للمبتداء اذا كان الخبر معرفةً او اَفْعَلَ من كذا ويسمّٰى فصْلًا لِانّه يفصل بين الخبر والصّفة نحوزيدٌ هوالقائم وكان زيدٌ هوافضل من عمرٍو وقال اللّٰه تعالٰى كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ: اور داخل ہوتا ہے درمیان مبتداء اور خبر کے صیغہ مرفوع منفصل جو مطابق ہوتا ہے مبتداء کے جب ہو خبر معرفہ یا اسم تفضیل مستعمل بمن اور نام رکھا جاتا ہے اس کا فصل کیونکہ یہ جدائی کرتا ہے خبر اور صفت کے درمیان جیسے زيد هو القائم اور كان زيد هوافضل من عمرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۔

تشریح : مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل کا لایا جاتا ہے جو مبتداء کے موافق ہوتا ہے جبکہ خبر معرفہ واقع ہو یا افعل مستعمل بمن ہو۔ اور اسکا نام صیغہ فصل رکھا گیا ہے کیونکہ یہ مبتدا اور خبر کے درمیان فصل کرتی ہے جیسے زيد هو القائم ہو ضمیر فصل ہے وكان زيد هو افضل من عمرٍو میں هو اور كنت انت الرقيب میں انت ۔

سوال : مصنفؒ نے اسے صیغہ کہا ہے ضمیر کیوں نہیں کہا؟

جواب : بعض اس کوحرف قرار دیتے ہے کیونکہ یہ نسبت غیر مستقل پر دلالت کرتا ہے اور بعض اس کو اسم قرار دیتے ہیں مصنفؒ نے توقف کیا دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دی۔

فائدہ : صیغہ فصل ضمیر کے لئے چار شرطیں ہیں ① ضمیر منفصل ہو ② مسند اور مسند الیہ کے درمیان واقع ہو ③ مبتدا کے مطابق ہو ④ مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں جیسے اولئك هم المفلحون ۔

بحث اسماء اشارہ

فصل: اسماء الاشارة ماوُضِعَ ليدُلَّ علىٰ مشار اليه وهى خمسةُ الفاظ لستة معانٍ وذٰلك ذا للمذكَّر وذَانِ وَذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وتَا وتِىْ وَذِىْ وتِهْ وتِهِىْ وذِهِىْ للْمؤنث وتَانِ وتَيْنِ لِمُثَنَّاهُ واُوْلَاءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصر لجَمعِهِمَا

ترجمہ : اسمائے اشارہ وہ اسماء ہیں جن میں سے ہر ایک کو وضع کیا گیا ہے تا کہ دلالت کرے مشار الیہ پر اور وہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے اور یہ ذا ہے مذکر کے لئے اور ذان ، ذین تثنیہ مذکر کے لئے اور تا ، تی اور ذی اور تہ اور ذہ اور تہی اور ذہی مؤنث کے لئے اور تان اور تین تثنیہ مؤنث کے لئے اور اولاء مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر و مؤنث کے لئے۔

تشریح : اسماء غیر متمکنہ میں سے ایک قسم ''اسماء اشارات'' ہیں۔

اسم اشارہ کی تعریف : اسم اشارہ وہ اسم ہے جن میں سے ہر ایک معنی مشار الیہ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

سوال : اس تعریف میں دور والی خرابی لازم آتی ہے اس لئے کہ محدود اور معرف اشارہ ہے اور تعریف میں مشار الیہ کا لفظ ہے جو کہ مشتق ہے قاعدہ ہے کہ مشتق میں مبداء اشتقاق متحقق ہوتا ہے لہٰذا یہ تعریف الشی بنفسہ ہوئی جو کہ باطل ہے؟

جواب : اسم اشارہ جو محدود ہے اس سے مراد اصطلاحی معنی ہے اور جو مشار الیہ کے اندر اشارہ ہے اس سے لغوی معنی مراد ہے لہٰذا جب جہت مختلف ہوگئی تو دور لازم نہ آیا۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ ضمیر غائب اور لام ذھنی سے بھی اشارہ ہوتا ہے حالانکہ وہ اسم اشارہ نہیں؟

جواب : اشارہ سے مراد اشارہ حسیہ ہے۔

اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا اسم اشارہ ان معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے جن کی طرف اشارہ حسیہ کیا جاتا ہے۔

سوال : اب یہ تعریف جامع نہیں رہے گی کیونکہ ذالکم اللّٰہ سے اشارہ تو ہے لیکن اشارہ حسیہ نہیں بلکہ ذھنیہ ہے۔

جواب : اشارہ حسیہ میں تعمیم ہے حقیقتاً ہو یا مجازاً ہو اور ذالکم اللہ ربکم میں اشارہ حسیہ حکماً ہے کیونکہ باری تعالیٰ اشارہ حسیہ سے مبراء اور منزہ ہیں۔

وھی خمسة الفاظ لستة معان اسماءاشارہ کے پانچ الفاظ ہے چھ معانی کے لئے ذا واحد مذکر کے لئے ذان ، ذین تثنیہ مذکر کے لئے اور تا ، تی ، ته ، تھی ، ذہ ، ذھی واحد مؤنث کے لئے تان حالت رفعی تین حالت نصبی جری میں تثنیہ مؤنث کے لئے اور اولاء الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ پڑھا جائے کہ جمع مذکر اور جمع مؤنث دونوں کے لئے ہے۔

قوله: وقدیُلحق بِاَوَائِلِها هَاءُ التنبیه نحو هٰذا وهٰذانِ وهٰؤلاء ویتّصلُ بِاَواخرهَا حرفُ الخطاب وهو ایضًا خمسة الفاظ لِستة معان نحو كَ كُما كم كِ كُنَّ فذٰلك خمسةٌ وعشرون الحاصِل مِنْ ضرْبِ خمسةٍ فی خمسةٍ وهی ذاكَ الیٰ ذاكُنَّ وذانك الیٰ ذانكُنَّ وكذٰلك البواقی

ترجمہ: اور کبھی کبھی لاحق کی جاتی ہے ان کے شروع میں ھاء تنبیہ جیسے ھذا الخ اور کبھی متصل ہو جاتا ہے ان کے آخر میں حرف خطاب اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے جیسے ك كما...... الخ یہ پچیس ہیں جو حاصل ہونے والے ہیں پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے اور وہ ذاك سے لے کر ذاکن تک اور ذانك سے لے کر ذانکن تک اور اسی طرح ہیں بواقی۔

تشریح: چند فوائد کا بیان ہے۔

فائدہ ①: کبھی اسماء اشارہ کے شروع میں ھا تنبیہ کا داخل کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان اسماء اشارہ کے شروع میں کبھی ھاء تنبیہ آتی ہے جس سے مخاطب کو مشار الیہ پر تنبیہ کرنی ہوتی ہے تا کہ مخاطب اس سے غافل نہ ہو جیسے ھذا، ھذان، ھولاء۔

فائدہ ②: کبھی اسماء اشارہ کے آخر میں حروف خطاب لاحق کیا جاتا ہے تا کہ وہ مخاطب کے مفرد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث ہونے پر دلالت کرے اور یہ حرف خطاب بھی پانچ لفظ ہے چھ معانی کے لئے ك ، کما ، کم ، ك ، کما ، کن تمام اشارہ کو حروف خطاب کے ساتھ ضرب دی جائے تو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے تو ۲۵ صورتیں بنتی ہیں جیسے ذاك ذاکما الخ۔

فائدہ: یہ حروف خطاب حروف ہیں اسم نہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر یہ اسم ہوتے تو ان کی جگہ کبھی اسم ظاہر آتا جیسے کاف ضمیر کی جگہ اسم ظاہر آتا ہے یا زید اصل تھا ادعوك اسمیں زید کاف ضمیر کی جگہ ہے لہٰذا ان حروف خطاب کی جگہ اسم ظاہر کا نہ آنا دلیل ہے کہ یہ حروف ہیں اسماء نہیں۔

فائدہ: حروف خطاب سے اسم اشارہ واحد، تثنیہ، جمع نہیں ہوتا طلباء کرام کو غلطی لگتی ہے کہ ذالکم کو جمع مذکر کہہ دیتے ہیں ذالکن کو جمع مؤنث کہتے ہیں حالانکہ ذالکن ہو یا ذالکم ہو یہ اسم اشارہ واحد کے لئے ہے یہ حرف خطاب تو صرف مخاطب کا تعین کرتے ہیں کہ مخاطب فرد واحد ہے یا دو یا تین ہیں۔

قوله: واعلم ان ذا للقریب وذٰلِكَ للبعید وذاكَ للمتوسط

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک ذا قریب کے لئے اور ذالك بعید کے لئے اور ذاك متوسط کے لئے ہے۔

تشریح : مشارالیہ کے تین درجے تھے ① مشارالیہ قریب ہو ② مشارالیہ بعید ہو ③ مشارالیہ متوسط ہو۔

جمہور نحویوں نے اسم اشارہ جو کاف اور لام سے خالی ہو تو مشارالیہ قریب کے لئے معین کیا ہے کیونکہ یہ قلیل الحروف ہے اور لام اور کاف کے ساتھ ہو یہ مشارالیہ بعید کے لئے ہے اس لئے یہ کثیر الحروف ہے اور صرف کاف ، ھو ذاك یہ متوسط کے لئے ہے اس لئے یہ متوسط ہے تو مشارالیہ بھی متوسط کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

بحث اسماء موصولہ

فصل : الموصول اسمٌ لایصلَحُ اَن یکون جُزأً تامًا من جملةٍ اِلّا بصلةٍ بَعْدَہ و الصلةُ جملَةٌ خبریةٌ لابُدَّ من عائدٍ فیھا یعودُ الی الموصولِ مثالہ الذِیْ فی قَولنا جاء الذی ابوہُ قائمٌ او قام ابوہُ

ترجمہ : موصول وہ اسم ہے جو نہ صلاحیت رکھے جملہ کا جزو تام بننے کی مگر اس صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ضروری ہے عائد اس جملہ میں جو لوٹے گا موصول کی طرف مثال اس کی الذی جو ہمارے قول میں ہے جاء الذی ابوہُ قائمٌ یا قام ابوہُ ۔

تشریح : اسمائے غیر متمکن کی تیسری قسم اسم موصول ہے۔

اسم موصول کی تعریف : موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جزء تام بغیر صلہ کے نہ بن سکے اور صلہ کے ساتھ مل کر جملہ نہیں بنے گا بلکہ جز تام بنے گا مثلاً مسندالیہ یا مسند، فاعل مفعول وغیرہ۔

موصول کا صلہ ہمیشہ جملہ خبریہ ہوتا ہے جس میں عائد کا ہونا بھی ضروری ہے جو کہ موصول کی طرف لوٹے۔

سوال : موصول کے لئے صلہ جملہ ہونا پھر جملہ ہو کر خبریہ ہونا اور پھر صلہ میں عائد کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : صلہ کے لئے جملہ کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ صلہ بیان کے لئے آتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیان جملہ ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے اور خبریہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ صلہ کا تعلق اور ربط ہوتا ہے موصول کے ساتھ اور جملہ انشائیہ لا تقبل الربط وہ کبھی بھی ربط کو قبول کرتا نہیں اور عائد کا ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ صلہ اور موصول کے درمیان ربط اور تعلق ہو جائے ورنہ جملہ مستقل ہوتا ہے جو ربط کو قطعاً نہیں چاہتا۔

یاد رکھیں! یہاں پر بھی وہی سوال ہوگا کہ موصول ماخوذ ہے صلہ سے قاعدہ ہے کہ مبداء اشتقاق مشتق میں معتبر ہوتا ہے تو یہ تعریف الشیٔ بنفسہ لازم آیا جو کہ دور ہے؟

قولــه : وهو الذی للمذکر والذان والَّذَین لِمُثنَّاهُ والَّتِیْ للمؤنث واللَّتان واللَّتَیْنِ لِمُثناها والذِیْنَ وَالْاُوْلٰی لجمع المذکر واللائِیْ واللَّوَاتِیْ وَالَّلاءِ واللائِیْ لجمع المؤنث وما ومَنْ واَیٌّ واَیَّـةٌ وَذُوْ بمعنی الَّذِیْ فِیْ لُغَةِ بَنِیْ طَیْ کَقَوْلِ الشّاعر شعر: فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ ○ وَبِیرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ ○ اَیْ الَّذِیْ حَفَرْتُه وَالَّذِیْ طَوَیْتُه

ترجمہ : اوروہ الذی ہے مذکر کے لئے اور الذان اور الذین تثنیہ مذکر کے لئے اور التی مؤنث کے لئے اور اللّتان اللّتین تثنیہ مؤنث کے لئے اور اللذِین اور الاُلیٰ جمع مذکر کے لئے اور اللاتی اور اللواتی اور اللاء اور اللائی جمع مؤنث کے لئے اور ما من ای ایة اور ذو بمعنی الذی لغت بنی طی میں جیسا کہ شاعر کا قول فان الماء ......الخ ۔

تشریح : صلہ کی مثال جیسے الذی قام ابوہ ، الذی موصول ہے اور ابوہ قائم جملہ اسمیہ اس کا صلہ ہے اور قام ابوہ یہ جملہ فعلیہ صلہ بنے گا تو موصول صلہ مل کر تو پھر سے جزءتام مسندالیہ یعنی فاعل بنتا ہے جاء ك الذی واحد مذکر کے لئے، الذان حالت رفعی الذین حالت نصبی میں تثنیہ مذکر کے لئے، اللتی واحدہ مؤنثہ کے لئے ، اللتان، اللتین حالتی رفعی تثنیہ مؤنث کے لئے اور الذین ، الالی جمع مذکر کے لئے اور اللاتی ، اللواتی جمع مؤنث کے لئے اور یہ موصولات خاص ہیں۔آگے موصولات عام کا بیان ما اور من اور ای اور ایة اور ذو بمعنی الذی لغۃ بنی طیء میں۔

شعر

فان الماء ماء ابی وجدی

و بیری ذو حفرت وذو طویت

درجہ اولی الفاظ کی تشریح : ذو کی دو قسمیں ہیں:

① ذو موصولی۔مثال : جاء نی ذو ضربك ۔

② ذوصاحبی مثال: جاء نی رجل ذو مال ۔

فائدہ : ذوموصولی اور صاحبی میں چند فرق ہیں۔

فرق اول : ذو موصولی کا معنی الذی ہے اور ذوصاحبی کا معنی ہے صاحب ۔

فرق دوم : ذو موصولی کا مدخول جملہ ہوتا ہے اور ذو صاحبی کا مدخول مفرد ہوتا ہے۔

فرق سوم : ذو موصول مبنی ہوتا ہے اور ذو صاحبی معرب ہوتا ہے۔

درجہ ثانیہ ترجمہ : جس پانی کے بارے تنازعہ ہو رہا ہے میرے باپ دادے کا ہے یعنی مجھے وراثت میں ملا ہے اور جس کنویں کے بارے جھگڑا ہو رہا ہے اسے میں نے خود کھودا ہے اور پتھروں سے اس کی میں نے منڈیر بنائی ہے یہ شعر سنان بن الفحل الطائی

بحث اسماء افعال

فصل: اسماء الافعال هو كل اسم بمعنى الامر والماضى نحو رُوَيْدَ زَيْدًا اَیْ اَمْهِلْهُ وهَیْهَاتَ زَیْدٌ اَیْ بَعُدَ او كان علی وزن فَعَالِ بمعنی الامر وهو من الثلاثی قِیَاسٌ كَنَزَالِ بمعنی اِنْزِلْ وَتَرَاكَ بمعنی اُتْرُكْ

ترجمہ : اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو بمعنی امر اور بمعنی ماضی ہو جیسے رُوَیْدَ زیدًا یعنی اَمْهله (مہلت دے تو اس کو) اور هیهات زید یعنی بعد زید (دور ہوا زید) یا فعال بمعنی امر کے وزن پر ہو اور وہ ثلاثی مجرد سے قیاس ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تراك بمعنی اترك۔

تشریح : مصنف اسماء غیر متمکنہ کی چوتھی قسم اسماء افعال کو بیان کر رہے ہیں۔

اسماء افعال کی تعریف : اسماء افعال ہر وہ اسم جو بمعنی فعل امر حاضر کے ہوں یا بمعنی فعل ماضی کے۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ زید ضارب امس میں ضارب پر صادق تو آ رہی ہے کیونکہ ضارب اسم فاعل بمعنی ماضی کے ہے؟

جواب : یہاں ایک قید محذوف ہے لیکن معتبر ہے کہ ہر وہ اسم جو امر یا ماضی کے معنی پر دلالت کرے باعتبار اصل وضع کے اور ضارب زمانہ ماضی پر دلالت تو کر رہا ہے لیکن بقرینہ لفظ امس۔

سوال : آپ کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ بعض اسماء افعال ایسے بھی ہیں جو بمعنی مضارع کے ہیں جیسے اوہ بمعنی اتوجع اور اف بمعنی اتزجر حالانکہ آپ نے تعریف کی کہ اسماء افعال بمعنی امر اور ماضی کے ہوتے ہیں؟

جواب : یہ اسماء افعال بھی جو بمعنی مضارع کے ہیں اصل میں ماضی کے معنی میں تھے مجازی طور پر ان کو مستقبل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سوال : اسماء الافعال یہ تو جمع ہے ھو ضمیر کا مرجع کیا ہے اسماء الافعال یا اسم فعل۔ اگر اسماء افعال بناؤ تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں اگر اسم فعل بناؤ تو وہ یہاں مذکور ہی نہیں؟

جواب : دونوں جائز ہیں اگر اسماء افعال جمع کو بنائیں تو بتاویل کل واحد کے کیا جائے گا اور اگر اسم فعل کو بنایا جائے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ اسماء افعال جمع سے مفرد بھی سمجھا جاتا ہے لیکن اسم فعل کو مرجع بنانا اولی ہے اس لئے کہ تعریف ماہیت کی ہو جائے گی بخلاف پہلی صورت کے کہ تعریف افراد کی ہو جائے گی۔

سوال : جب یہ اسماء افعال فعل کے معنی میں ہیں تو ان کو افعال ہی کہہ دینا چاہیے اسماء افعال کیوں کہتے ہے؟

جواب : یہ ذات کے اعتبار سے اسم ہیں جس پر
دلیل اول : کہ ان کے اوزان افعال کے اوزان کے مغائر ہیں۔
دلیل ثانی : کہ بعض اسماء افعال جونکرہ ہوتے ہیں ان پر تنوین تنکیر کی آتی ہے جیسے صه مه یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ اسماء ہیں کیونکہ تنوین تنکیر اسم پر آتی ہے نہ کہ فعل پر۔
دلیل ثالث : بعض اسماء افعال ایسے ہیں جو ظرف سے منقول ہے اور بعض ایسے ہے جو مصدر سے منقول ہیں یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ اسما ہیں افعال نہیں لیکن معنی فعل والا تھا اس لئے انکا نام اسماء افعال رکھدیا گیا ہے۔
مصنف نے پہلی مثال دی رویدا اسم فعل بمعنی امر کے امهل کے۔
دوسری مثال هیهات اسم فعل بمعنی ماضی کی دی ہے هیهات بمعنی بعد کے اور اسم فعل بمعنی امر کو متقدم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اسماء افعال بمعنی امر حاضر معلوم کثیر ہیں۔
ضابطہ : اسماء افعال جو امر کے معنی میں ہو تو وہ ہمیشہ امر کے معنی میں ہوتے ہیں۔
ضابطہ : فعال اسم فعل معنی امر ہر ثلاثی سے قیاسی ہے یعنی ہر ہر ثلاثی مجرد سے فعال بمعنی امر کو مشتق کرنا صحیح ہے جیسے نزال بمعنی انزل، تراك بمعنی اترك ضراب بمعنی اضرب ، کتاب بمعنی اکتب ۔
سوال : اقوام بمعنی قم اور قعاد بمعنی اقعد نہیں بولا جاتا حالانکہ تم نے کہا ہر ثلاثی مجرد سے فعال بمعنی امر آتا ہے؟
جواب : فعال کے وزن پر ثلاثی مجرد سے کثرت سے آیا کرتے تھے اسی کثرت کی وجہ سے ہم نے اسے قیاسی کہہ دیا۔

فصل: ویلحق بہ فعالِ مصدراً معرفة کفجار بمعنی الفجورِ او صفةً للمؤنث نحو یا فَسَاقِ بمعنی فاسِقَةٍ و یالکاعِ بمعنی لَاکعةٍ اوعلمًا للاعیان المؤنثة کقطام وغلاب وحضار وهٰذة الثلاثة لیستْ من اسماء الافعال وانما ذکرت هٰهُنا للمناسبة

ترجمہ : اور لاحق کیا جاتا ہے اس کے ساتھ فعال درانحالیکہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے فجار بمعنی الفجور یا مؤنث کی صفت ہو جیسے یافساق بمعنی فاسقة (اے نافرمان عورت) یا لکاع بمعنی لاکعة (اے کمینی عورت) یا ذوات مؤنثہ کا علم ہو جیسے قطام اورغلاب اور حضار اور یہ تین نہیں ہیں اسمائے افعال سے اسمائے افعال سے اور سوا اس کے کہ نہیں ذکر کیا گیا ہے ان کا یہاں مناسبت کی وجہ سے۔
تشریح : مصنفؒ یہاں سے ایک مسئلہ بتانا چاہتے ہے کہ اسی فعال امری کے ساتھ تین اور فعال ہیں یعنی فعال مصدری فعال صفتی فعال علمی مبنی ہوں گے جن کی تفصیل اور تحقیق یہ ہے کہ فعال کی چار قسمیں ہیں۔

مرکب حالت علمیت میں نکل جائیں گے کیونکہ ان دونوں میں علمیت سے پہلے نسبت اسنادی تھی دوسری یعنی عبداللہ میں نسبت اضافی۔

سوال : تابط شرًا مرکب ہے اور مبینات سے ہے اس کو خارج کرنے کی ضرورت کیا تھی؟

جواب : یہاں پر ہم اس مرکب کو بیان کررہے ہے جس کا سبب بناء ترکیب ہو اور اس کا سبب بناء ترکیب نہیں۔

فان تضمن الثانی ...... سے مصنفؒ مرکب کی تفصیل اور حکم بیان کرنا چاہتے ہے مرکب کی دوسری جز کسی حرف کے متضمن ہو دوسرا اسم کسی حرف کے بعد لایا گیا ہو خواہ وہ حرف عطف ہو جیسے احد عشر یا اور کوئی حرف ہو اس وقت مرکب کا حکم یہ ہے کہ دونوں جز مبنی برفتحہ ہوں گی وجہ یہ ہے کہ پہلی جز کا آخری حرف وسط کلمہ میں آگیا اور وسط کلمہ محل اعراب نہیں ہوتا اور دوسری جز اس لئے کہ وہ حرف کے معنی کو متضمن ہے جیسے احد عشرہ سے تسعۃعشرۃ تک اصل میں تھا احد و عشر مگر اثنا عشرۃ اس کی جز اول معرب ہے اس لئے کہ یہ تثنیہ کی طرح ہے جس طرح تثنیہ معرب ہوتا ہے تو یہ بھی معرب ہوگا کیونکہ یہ نون کے حذف ہونے میں مضاف کے مشابہ ہو چکا ہے اور نون کا حذف ہونا اضافت کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے پہلی جز معرب اور دوسر جز مبنی برفتحہ ہوگی۔

اور اگر مرکب کی دوسری جز کسی حرف کو متضمن نہ ہو تو اس میں چار لغات ہیں جن میں افصح لغت غیر منصرف ہونا ہے کہ جز اول کو مبنی برفتحہ کیا جائے اور جز ثانی معرب جیسے بعلبك اس میں بعل بت اور بلك بادشاہ کا نام ہے جو اس شہر کا بانی تھا جب شہر کی بناء ہوئی تو اس شہر کا نام اپنے نام سے مرکب کرکے رکھ دیا جیسے جاء نی بعلبك ، رایت بعلبك ، مررت بعلبك اب بعلبك کی پہلی جز مبنی ہے اس لئے کہ اسکا آخر وسط کلام میں واقع ہو گیا اور دوسری جز معرب ہے اس لئے کہ بناء کا جو سبب ہے وہ اس میں موجود نہیں ہے البتہ غیر منصرف اس لئے کہ اس میں دو سبب موجود ہیں ① ترکیب ② علمیت۔ باقی تین لغات یہ ہیں۔

پہلی لغت : کہ دونوں جز کا اعراب مضاف مضاف الیہ والا ہو البتہ چونکہ اس کی دوسری جز غیر منصرف ہے اس لئے اسپر نصب پڑھی جائے گی ہمیشہ کیونکہ غیر منصرف پر جر نہیں آسکتی۔

دوسری لغت : پہلی جز کا اعراب حسب عامل اور دوسری جز ہمیشہ منصرف ہوگی اور مجرور ہوگی بناء بر مضاف الیہ۔

تیسری لغت : دونوں جز مبنی برفتحہ پڑہی جائیں گی جیسے احد عشر تو اس مشابہت کی وجہ سے دونوں جز مبنی برفتحہ پڑھی جائینگی۔

بحث اسماء کنایہ

فصل: الکنایاتُ ھی اسماءٌ تدلُّ علی عددٍ مبھمٍ وھی کَمْ وکذا اَوْحدیثٍ مبھمٍ وھو کَیْتَ وذَیْتَ

ترجمہ: کنایات اور وہ ایسے اسماء ہیں جو عدد مبہم پر دلالت کریں اور وہ کم اور کذا ہیں یا بات مبہم پر اور وہ کیت اور ذیت ہیں۔

تشریح: ساتویں قسم اسماء مبنیات میں سے اسماء کنایات ہیں کنایات جمع ہے کنایۃ کی اور کنایۃ مصدر ہے جس کا معنی کسی شئ کو کسی غرض کی بنا پر ایسے الفاظ سے تعبیر کرنا کہ اس پر اس کی دلالت صریح نہ ہو لیکن یہاں پر یہ معنی مصدری مراد نہیں بلکہ حاصل بالمصدر مراد ہے ای مایکنی بہ وہ اسماء جن سے کنایہ کیا گیا ہو وہ بھی تمام مراد نہیں بلکہ بعض مراد ہیں۔

کیونکہ بعض اسماء کنایہ معرب ہیں جیسے فلان اور فلانۃ یہ اعلام سے کنایہ کیا جاتا ہے۔

اسم کنایۃ کی تعریف: اسم کنایۃ وہ اسم ہے جو عدد مبہم یا مبہم بات پر دلالت کرے کم و کذا عدد سے کنایۃ ہیں جیسے کم مالا انفقت کتنا مال خرچ کردیا وعندی کذا درھمًا میرے پاس اتنے درہم ہے۔ اور کیت ذیت مبہم بات سے کنایہ ہیں اور یہ اکثر واو عاطفہ کے ساتھ مکرر استعمال ہوتے ہے جیسے سمعت کیت و کیت میں نے ایسے ویسے سنا کان بینی وبین فلاں ذیت وذیت میرے اور فلاں کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوگئیں ان دونوں کی تاء کو ضمہ، فتحہ اور کسرہ تینوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یعنی کیتَ کیتِ کیتُ ذیتَ ذیتِ ذیتُ۔

فائدہ: اسماء کنایہ کے مبنی ہونے کی وجہ بناء کم کی دو قسمیں ہیں ① کم استفھامیہ ② کم خبریہ

کم استفھامیہ تو ہمزہ استفہام کے متضمن ہونے کے وجہ سے مبنی ہے اور کم خبریہ کم استفہامیہ پر محمول ہونے کی وجہ سے کذا اپنے اصل کے اعتبار سے اصل میں یہ کاف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے تو جس طرح یہ ترکیب سے پہلے مبنی تھے تو ترکیب کے بعد بھی مبنی ہے۔ اور کیت ، ذیت اس لئے مبنی ہیں کہ یہ جملہ کی جگہ پر واقع ہیں۔ اور صاحب مفصل کے نزدیک جملہ مبنی الاصل ہوتا ہے۔

قولہ: واعلم ان کَمْ علیٰ قسمَین استفھامیۃٌ ومابعدھا منصوبٌ مفردٌ علی التمییز نحو کَمْ رجلًا عندَکَ وخبریۃٌ و مابعدھا مجرورٌ مفردٌ نحو کم مالٍ انفقتُہ او مجموعٌ نحو کَمْ رِجالٍ لقیتُھُمْ ومعناہ التکثیر وتدخل مِنْ فیھما تقولُ کَمْ مِنْ رَجُلٍ لقیتَہٗ وکم مالٍ انفقتہ

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ بے شک کم دو قسم پر ہے استفہامیہ اور اس کا مابعد منصوب مفرد ہوتا ہے بنا بر تمیز کے جیسے کم رجلا عندك اور خبریہ اور اس کا مابعد مجرور ہوتا ہے جیسے کم مالٍ انفقتہ یا مجموع جیسے کم رجال لقیتھم اور معنی اس کا تکثیر ہے اور

ہی اس کم پر حرف جار اور مضاف داخل ہو تو اس وقت یہ مرفوع ہوگا پھر مرفوع ہونے کی صورت میں دو ترکیبیں ہیں ① مبتدا ② خبر۔اس کا مدار بھی تمیز پر ہے کہ اگر تمیز ظرف نہیں تو کم مرفوع محلا مبتدا جیسے کم رجلا اخوك و کم رجلا ضربته اور اگر تمیز ظرف ہو تو یہ مرفوع محلا خبر ہوگی جیسے کم یوما سفرك و کم شهر صومی ۔

فصل : الظروفُ المبنيّةُ علىٰ اقسامٍ منها ماقُطِع عن الاضافةِ بِاَن حُذِفَ الْمُضافُ اليه كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتُ قَالَ اللّٰه تعالىٰ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اىَ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْءٍ هٰذا اذا كان المحذوف منويًّا للمتكلم وإلّا لكانت معربةً وعلىٰ هٰذا قُرِئَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ وتسمى الغاياتُ

ترجمہ: ظروف مبنیہ چند اقسام پر ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جو اضافت سے کاٹ دیئے گئے ہوں بایں طور کہ حذف کیا گیا ہو مضاف الیہ جیسے قبل اور بعد اور فوق اور تحت فرمایا اللہ تعالیٰ نے لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ یعنی مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْءٍ یہ اس وقت ہے کہ جب محذوف منوی ہو متکلم کے لئے ورنہ معرب ہوں گے اور اسی پر پڑھا گیا ہے لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ اور نام رکھا جاتا ہے ان کا غایات۔

تشریح : آٹھویں قسم اسماء مبنیات میں سے ظروف مبنیہ ہیں اور ظروف مبنیہ چند قسم پر ہیں۔

پہلی قسم : وہ ظروف جو مقطوع عن الاضافہ ہوتے ہیں یعنی ان کا مضاف الیہ حذف کر لیا جاتا ہے جیسے قبل ، بعد ، فوق باری تعالیٰ کا فرمان ہے: لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ یہ قبل بعد ان کے مضاف الیہ حذف کئے گئے ہیں اصل میں تھا من قبل کل شی، من بعد کل شی ان کا نام ظروف غایات رکھا جاتا ہے اس لئے کہ کلام کی غایت وہ ہوتی ہے جو ان کا مضاف الیہ ہوتا ہے لیکن جب مضاف الیہ حذف ہو گیا تو کلام کی غایت یہی بن گئے اسی وجہ سے ان کا نام ظروف غایات رکھا جائے گا۔

فائدہ : ان ظروف غایات کی چار حالتیں ہے ① ان کا مضاف الیہ مذکور ہو ② مضاف الیہ محذوف ہو کر نسیا منسیا ہو ③ مضاف الیہ محذوف ہو لیکن نیت میں معنی اور لفظ دونوں باقی ہوں ان تینوں صورتوں میں یہ ظروف غایات معرب ہوتی ہیں ④ مضاف الیہ محذوف ہو اور نیت میں فقط معنی باقی ہو تو اس وقت یہ مبنی ہوتی ہیں، مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں حرف جیسی احتیاجی یعنی شبہ افتقاری پائی جاتی ہے اور مبنی بر ضم اس لئے کہ جبرۃ نقصان ہو جائے۔

قولــه : ومنهـا حيث بُنِيت تشبيهًا لها بالغاياتِ لِمُلازمتها الاضافة الى الجملة فى الاكثر قال اللّٰه تعالىٰ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَايَعْلَمُوْنَ

ترجمہ : اور ان میں سے حیث ہے جو مبنی ہے غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے بوجہ لازم پکڑنے اس کے اضافت کو جملہ کی طرف اکثر استعمال میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَايَعْلَمُوْنَ ۔

تشریح : ان ظروف مبنیہ میں سے حیث ہے، جمہور کے نزدیک یہ ظروف مکانیہ میں سے ہے اور اخفش کے نزدیک یہ کبھی کبھی ظرف زمان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے یہ حیث اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے سنستدرجھم من حیث لا یعلمون اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حیث لازم الاضافت ہے جملہ کے طرف لیکن حقیقت میں یہ جملہ جو مصدر ہے اس کے طرف مضاف ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے چونکہ وہ مصدر مذکور نہیں تو اس کی مشابہت ظروف غایات کے ساتھ ہوگئی اسی وجہ سے اس کو بھی مبنی بر ضم کر دیا گیا۔

قولہ: وقد یضاف الی المفرد کقول الشاعر۔

اَمَاتَرٰی حَیْثُ سُھَیْلٍ طَالِعًا   اَیْ مَکَانَ سُھَیْلٍ فَحَیْثُ ھٰذا بمعنی مکانٍ

ترجمہ: اور حیث کبھی کبھی مضاف کیا جاتا ہے مفرد کی طرف جیسا کہ شاعر کا قول ہے اماتری ......الخ

تشریح : لیکن کبھی کبھی یہ مفرد کی طرف بھی مضاف ہو جاتا ہے جیسے اما تری حیث سھیل طالعا ای مکان سھیل اس وقت جب یہ مفرد کی طرف مضاف ہو تو بمعنی مکان کے ہوگا اس میں پھر اختلاف ہے کہ اس صورۃ میں معرب ہوگا یا مبنی؟ بعض کے نزدیک معرب ہوتا ہے اس لئے کہ جو علت بناء کی تھی وہ اضافت الی الجملۃ تھی وہ زائل ہوگئی ہے لیکن مشہور بات یہی ہے کہ مبنی ہوگا کیونکہ مفرد کی طرف اضافت قلۃ اور شاذ ہے جس کا قطعا کوئی اعتبار نہیں۔

شعر

اما تری حیث سھیل طالعًا

نجم یضیئ کالشھاب ساطعًا

درجہ اولی الفاظ کی تشریح : سھیل ستارہ کا نام ہے۔ شھاب کا معنی ہے آگ کا شعلہ۔

درجہ ثانیہ ترجمہ : کیا تو سہیل ستارہ کی جگہ کو نہیں دیکھتا اس حال میں کہ وہ سہیل طلوع اور بلند ہو رہا ہے۔ اور وہ ستارہ جو آگ کے شعلہ کی مانند روشن اور چمک رہا ہے۔

درجہ ثالثہ محل استشھاد : اس شعر میں حیث سھیل مفرد کی طرف مضاف ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ سہیل بروایت جر ہو۔

درجہ رابعہ ترکیب : اما حرف تنبیہ تری فعل مضارع مرفوع بالضمہ تقدیراً ضمیر در و مستتر مرفوع محلا معبر بانت فاعل حیث مبنی علی الضم مضاف سھیل مجرور بالکسرہ لفظاً ذوالحال طالعًا منصوب بالفتحہ لفظاً حال ذوالحال حال ملکر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہوا تری کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ نجم مرفوع بالضم لفظاً موصوف یضیئ مرفوع بالضمہ لفظاً فعل ضمیر در و مستتر فاعل کاف حرف جار الشھاب ذوالحال ساطعًا حال ذوالحال حال ملکر مجرور ہوا، حرف جار کا۔ جار مجرور ملکر متعلق ہے یضیئ کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ صفت۔

قوله : ومنها کیف للاستفہام حالاً کیف اَنْتَ اَیْ فِیْ اَیِّ حالٍ اَنْتَ وَمِنها اَیَّانَ للزّمانِ استفہامًا نحو اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ

ترجمہ : اورظروف مبنیہ میں سے کیف ہے جوہونے والا ہے واسطے استفہام کے باعتبار حال کے جیسے کیف انت یعنی فی ای حال انت اوران میں سے ایان ہے جوہونے والا ہے واسطے زمان کے باعتبار استفہام کے جیسے ایان یوم الدین ۔

تشریح : ان ظروف مبنیہ میں سے کیف ہے جوحالت دریافت کے لئے آتا ہے جیسے کہاجاتا کیف انت تو کیسا ہے یعنی اچھا ہے یابیمار ہے اور حال سے مرادصفت ہوتی ہے اور کیف کے ساتھ اگر ما آجائے توشرط کے لئے بھی آتا ہے اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں شبہ وضعی پائی جاتی ہے کہ یہ حرف استفہام کے معنی کومتضمن ہے۔

قوله : ومنها مذ ومنذ بمعنی اول المدۃ اِنْ صلح جوابًا لِمَتٰی نحو مارأیته مذ او منذ یوم الجمعةِ فی جواب مَنْ قَالَ مَتٰی ما رأیتَ زیدًا اَیْ اول مدۃِ انقطاع رؤیتی اِیّاہُ یومُ الجمعة وبمعنی جمیعِ المدۃ اِنْ صلح جوابًا لکم نحو مارأیته مذ او منذ یومان فی جواب مَنْ قال کَمْ مُدَّۃٍ مارَأیتَ زیدًا اَیْ جمیعُ مدۃِ مارأیته یومان

ترجمہ : اورظروف مبنیہ میں سے مذ اورمنذ ہیں جوہونے والے ہیں ساتھ معنی اول مدۃ کے اگرصلاحیت رکھتا ہے ہرایک متی کے جواب بننے کی جیسے مارأیته مذ اومنذ یوم الجمعة اس شخص کے جواب میں جوکہے متی مارأیتَ زیدًا (تونے کب سے نہیں دیکھا زیدکو) یعنی میرے اس کونہ دیکھنے کی اول مدۃ یوم الجمعہ ہے اورہونے والے ساتھ معنی جمیع مدت کے اگر ہرایک صلاحیت رکھے کم کے جواب بننے کی جیسے مارأیته مذ اومنذ یومان اس شخص کے جواب میں جوکہے کم مدۃ مارأیت زیدًا (کتنی مدت تونے زیدکونہیں دیکھا) یعنی کل مدت اس کونہ دیکھنے کی دودن ہے۔

تشریح : ان ظروف مبنیہ میں سے ایان ہے جواستفہام کے لئے خاص ہے اس میں شرط والامعنی نہیں پایاجاتا جیسے ایان یوم الدین جزاکادن کب ہوگا۔

فائدہ : ایان اور متی میں فرق یہ ہے کہ ایان صرف زمانہ مستقبل کے لئے اورامورعظیمہ کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے ایان یوم الدین اور متیٰ یہ عام ہے زمانہ ماضی اور مستقبل دونوں کے لئے اورامورعظیمہ کے ساتھ بھی خاص نہیں امور عظیمہ اورغیرعظیمہ دونوں کے دریافت کے لئے آتا ہیں۔

قوله : ومنها لدٰی ولدُنْ بمعنیٰ ۔ عند نَحْوُ المال لَدَیْکَ والفرقُ بَینهما اَنَّ عند لایشترطُ فیه الحضورُ ویشترط ذٰلك فی لدٰی ولدُن وجاء فیه لغاتٌ اُخرُ لَدِنِ ولُدْنَ ولَدَنْ وَلَدْ ولُدْ ولِدْ

ترجمہ : ظروف مبنیہ میں سے لدی ولدن ہیں جو بمعنی عند ہیں جیسے المال لدیك (مال تیرے پاس ہے) اور فرق لدی ولدن اور عند میں یہ ہے عند میں چیز کا حاضر ہونا شرط نہیں کیا گیا اور یہ بات شرط ہے لدی ولدن میں اور اس میں آئی ہیں کئی لغتیں......الخ

تشریح : مبنی میں سے مذ اور منذ ہے دو معنی کے لئے آتے ہیں۔

① اول مدت کے لئے یعنی فعل شروع کی مدت کے اور زمانہ بتانے کے لئے آتے ہیں کہ فعل کب شروع ہوا اور جمیع صوۃ ہے یعنی فعل کا وجود جتنے زمانے میں ہوا ہو اس کو بتانے کے لئے آتے ہیں ان دونوں معنوں کی تعیین کے لئے قرینہ یہ ہے کہ جب یہ متی کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس وقت اول مدت والا معنی ہوتا ہے جس طرح کسی نے کہا متی مارایت زیدا تو نے کس وقت سے زید کو نہیں دیکھا؟ جواب میں کہا جائے گا ما رایت مذ او منذ یوم الجمعة میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا یعنی میرے نہ دیکھنے کی مدت جمعہ کے دن سے شروع ہوئی ہے اور اگر کم کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو جمیع مدت والا معنی ہوگا جیسے کسی نے پوچھا کم مدة ما رایت زیدًا کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا؟ جواب میں کہا جائے گا ما رایته مذ او منذ یومان کہ میں نے اس کو دو دن نہیں دیکھا یعنی تمام مدت کے میں نے اس کو نہیں دیکھا وہ دو دن ہیں مذو منذ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مذ میں تو شبہ وضعی پائی جاتی ہے کہ اس کی وضع دو حرف پر ہے اور منذ کو بھی اس پر محمول کیا گیا ہے۔

بعض نے مبنی ہونے کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ان کو ظروف غایات کے ساتھ مشابہت ہے اس طرح وہ مقطوع عن الاضافت ہوا کرتے ہیں اس طرح یہ بھی مگر چونکہ مقطوع عن الاضافت معنویہ ہیں اسی وجہ سے یہ ہمیشہ مبنی ہوتے ہیں بخلاف ظروف غایات کے کہ وہ کبھی معرب بھی ہوتے ہیں اور کبھی مبنی۔

لدی اور عند میں فرق : لدی اور عند میں استعمال کے اعتبار سے فرق ہے۔ کہ عند میں حضور شرط نہیں یعنی مال پاس موجود ہو تب بھی عند کہنا درست ہے اور مال اگر خزانے میں موجود ہو تو تب بھی عند کہنا درست ہے لیکن لدی اور لدن کے لئے حضور شرط ہے کہ یہ اس وقت بول سکتے ہو جب مال پاس ہو اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بعض میں تو شبہ وضعی موجود ہے اور باقی ان پر محمول ہیں۔

قولہ : ومنها قَطُّ للماضی المنفی نحو مارأیته قط

ترجمہ : ظروف مبنیہ میں سے قط ہے جو ہونے والا ہے واسطے ماضی منفی کے الخ۔

تشریح : اور ان ظروف مبنیہ میں سے قط ہے یہ ماضی منفی کے لئے بطریق استغراق آتا ہے جیسے ما رایته قط میں نے اس کو کبھی بھی نہیں دیکھا۔

فائدہ : اسمیں دواورلغت ہیں، قاف کے ضم کے ساتھ اور طاء مضموم شد کے ساتھ قط اور دوسری لغت قاف کا فتحہ اور طاء کا ساکن ہونا جیسے قط اس کا مبنی ہونا شبہ وضعی کی وجہ سے ہے۔

قوله : ومنهاعَوْضُ للمستقبل المنفی لااَضرِبه عَوْضُ

ترجمہ : اوران میں سے عوض ہے جو ہونے والا ہے واسطے مستقبل منفی کے۔

تشریح : ان ظروف مبنیہ میں سے عوض ہے جو مستقبل منفی کے لئے آتا ہے بطریق استغراق جیسے لا اضربہ عوض میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عوض کا مضاف الیہ قبل اور بعد کی طرح محذوف منوی ہوتا ہے اب لا اضربہ عوض کے معنی ہوں گے لا ضربہ عوض العائضین یعنی دھر الداھرین ہیں لہٰذا ان میں شبہ افتقاری پائی جائے گی کہ حرف جیسی احتیاجی ہے۔

قوله : واعلم انّه اذا اُضیف الظروف الی الجملة اوالٰی اذْ جاز بناؤُھا علی الفتح کقوله تعالٰی هٰذَا یَوْمَ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ وَ کَیَوْمَئِذٍ وَحِیْنَئِذٍ

ترجمہ: اورجان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب اضافت کی جائے ظروف کی جملہ کی طرف یا اذ کی طرف تو جائز ہے ان کا مبنی برفتحہ ہونا جیسا کہ قول اللہ تعالٰی کا هٰذَا یَوْمَ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ (یہ دن ہے کہ سچے لوگوں کو ان کا سچ نفع دے گا) اور جیسے یومئذٍ حینئذٍ ۔

تشریح : **ضابطہ**: اس کا حاصل یہ ہے کہ جو ظروف مبنی نہ ہوں جب جملہ کی طرف مضاف ہوں یا کلمہ اذ کی طرف مضاف ہوں تو ان کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے۔

سوال : اس ضابطہ کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : ظروف جملہ کی طرف مضاف ہوں ان کو مبنی اس لئے پڑھنا جائز ہے کہ وہ مضاف ہیں جملہ کی طرف اور جملہ مبنی ہوتا ہے تو قاعدہ ہے کہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے بنا حاصل کرلیتا ہے جیسے یوم ینفع الصادقین صدقھم اس میں یوم چونکہ ینفع الصادقین جملہ کی طرف مضاف ہے اس لئے اس کو مبنی پر فتح پڑھنا جائز ہے اور وہ ظروف جو اذ کی طرف مضاف ہوں ان کے مبنی ہونے کی وجہ کے یہ بھی بواسطے اذ جملہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں البتہ جواز کا لفظ کہہ کر مصنفؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ان کا معرب ہونا بھی جائز ہے اس لئے کہ اسم مضاف کا بنا حاصل کرنا اپنے مضاف الیہ سے یہ واجب نہیں ہوتا۔

قوله : وکذٰلك مِثْلُ وَغَیْرُ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلُ ضَرَبْتُه مثلَ ماضرب زیدٌ وَغَیْرَ اَنْ ضَرَبَ زیدٌ

ترجمہ : اوراسی طرح لفظ مثل اور غیر ما کے ساتھ اور اَنْ مصدریہ کے ساتھ اوران کے ساتھ کہے گا تو ضربتہ مثل ما

ضرب زید (میں نے اس کو مارا مثل مارنے زید کے)اور جیسے غیران ضرب زید (میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے)۔

تشریح : ضابطہ : جس طرح ظروف مذکورہ کو معرب ومبنی پرفتحہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح لفظ مثل اور لفظ غیر کو بھی مبنی برفتحہ اور معرب پڑھنا جائز ہے جبکہ تین لفظوں میں سے کسی ایک لفظ کے ساتھ واقع ہوں ① ما مصدریہ ② ان مفتوحہ ③ ان مفتوحہ مثقلہ جیسے ضربتہ ومثل ماضرب زید میں نے اس کو مارا مثل مارنے زید کے اور دوسری مثال ضربتہ غیر ان ضرب زید میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے۔

سوال : اس ضابطہ کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : لفظ مثل اور غیر کا مبنی برفتحہ ہونا اس لئے جائز ہے کہ ان میں شبہ افتقاری پائی جاتی ہے کہ جس طرح حروف اپنے معنے پر دلالت کرنے میں متعلق کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی مضاف الیہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں اور معرب ہونا اس لئے جائز ہے کہ اصل میں اسم ہیں جن کا معرب ہونا جائز ہے۔

سوال : کیا لفظ مثل اور غیر ظرف ہیں ہرگز نہیں پھر ان کو کیوں بیان کیا گیا ہے؟

جواب : اس مقام پر ان کے مبنی ہونے کی وجہ سے ذکر کر دیا گیا کہ یہ بھی مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں ظروف کے ساتھ مشابہ ہیں۔

قولہ : ومنها اَمْسِ بالکسر عند اهلِ الحجازِ

ترجمہ : اور ظروف مبنیہ میں سے اَمْسِ کسرہ کے ساتھ ہے اہل حجاز کے ہاں۔

تشریح : اور ظروف مبنیہ میں سے امس ہے یہ اہل حجاز کے نزدیک مبنی برکسر ہے اور معرفہ بھی ہے اور بعض کے نزدیک معرب ہے اور معرفہ لیکن جب مضاف ہو یا اس پر الف لام داخل ہو جائے یا نکرہ کر لیا جائے تو ان تینوں صورتوں میں بالاتفاق معرب ہوتا ہے جیسے مضیٰ امسنا ومضی الامس المبارك کل غد صار امسا۔

بحث خاتمہ

قولہ : والخاتمۃُ فی سائر احکام الاسم ولواحقہٖ غیرَ الاعراب والبناء وفیها فصولٌ

ترجمہ : اور خاتمہ اسم کے بقیہ احکام میں اور اس کے لواحق میں ہے ایسے احکام جو معرب ومبنی کے علاوہ ہیں اور اس میں چند فصلیں ہیں۔

تشریح : مصنفؒ نے قسم اول کے اندر اسم کی مباحث کو ذکر کیا اور قسم میں دو اجزاء تھے۔

باب اول اور باب ثانی اور خاتمہ باب اول معرب کے بیان میں اور باب ثانی مبنی کے بیان میں تھا ان دونوں بابوں کے بیان کرنے کے بعد مصنفؒ تیسری جزء خاتمہ کو بیان کرنا چاہتے ہے جو اسم کے بقیہ احکام اور اس کے ملحقات کے متعلق ہے البتہ ان کا تعلق معرب اور مبنی کے ساتھ نہیں۔

فائدہ : سائر سوار سے مشتق ہے جس کا معنی ہوتا ہے بقية ما اكل یعنی باقی اس چیز کا جو کھائی گئی ہو لہٰذا سائر بمعنی باقی ہوگا۔

بحث تعریف وتنکیر

فصل: اعلم انّ الاسم على قسمَين معرفةٌ ونكرةٌ المعرفةُ اسمٌ وُضع لشئ معيَّنٍ وهي ستّة اقْسامٍ المضمراتُ والاعلامُ والمُبهماتُ اعنى اسماء الاشارات والموصولات والمعرف باللام والمضاف الى احدها اضافةً معنويةً والمعرفُ بالنداءِ

ترجمہ : جان لیجئے کہ تحقیق اسم دو قسم پر ہے معرفہ اور نکرہ معرفہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو کسی شئ معین کے لئے اور وہ چھ قسمیں ہیں المضمرات ......الخ

تشریح : اس فصل میں اسم کی تقسیم کا بیان ہے اسم کی دو قسمیں ہیں ① معرفہ ② نکرہ۔

معرفہ : وہ اسم ہے جو کسی شئ معیّن کے لئے وضع کیا گیا ہو اور معرفہ کی چھ قسمیں ہے ① مضمرات ② اعلام ③ مبهمات ، مبہمات سے مراد اسماء اشارات اور اسماء موصولات ہے ان کو مبہمات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسماء اشارہ بغیر اشارہ حسیہ کے مخاطب کے ہاں مبہم ہوتا ہے کیونکہ متکلم کے پاس کئی اشیاء ہیں جن میں سے ہر ایک مشار الیہ بن سکتی ہے لہٰذا اشارہ حسیہ کے بغیر چونکہ مبہم تھا لہٰذا اس کو مبہم کہا جاتا ہے اور موصول بھی بغیر صلہ کے مبہم ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کو مبہمات کہا جاتا ہے۔

④ معرف باللام ⑤ کوئی اسم مضاف ہو ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ مصنفؒ نے اضافت معنویہ کی قید لگا کر اضافت لفظیہ کو خارج کیا ہے کیونکہ ماقبل میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اضافت لفظیہ نہ تو تعریف کا فائدہ دیتی ہے نہ تخصیص کا

⑥ معرف بحرف نداء جیسے یا رجل یہ اس وقت معرفہ ہوتا ہے جس وقت تعیین مقصود ہو۔

سوال : معرفہ کو نکرہ پر کیوں مقدم کیا ہے؟

جواب : یہ مطلوب اصلی ہے اور کثیر الاستعمال بھی ہے ان دو وجوہ کی بناء پر مصنفؒ نے معرفہ کو نکرہ پر مقدم کیا۔

سوال : غلام ابيك مالك يوم الدين یہ معرفہ کی اقسام میں داخل نہیں کیونکہ یہ ان پانچ میں سے کسی ایک کی طرف مضاف نہیں بلکہ یہ مضاف ہے ایسے اسم کی طرف جو مضاف ہے معرفہ کی طرف حالانکہ یہ بھی معرفہ ہے؟

جواب : ان پانچ میں سے کسی ایک کی طرف اضافت سے مراد عام ہے کہ بالذات ہو یا بالواسطہ ہو لہٰذا غلام ابیک یا مالک یوم الدین یہ بالواسطہ مضاف ہیں۔

سوال : لفظ غیر اور مثل تو معرفہ نہیں ہوتے حالانکہ آپ نے مطلق کہا کہ کوئی اسم جب بھی ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو وہ معرفہ ہوتا ہے؟

جواب : لفظ غیر اور لفظ مثل اور اس قسم کے اور اسماء جو متوغلہ فی الابہام ہیں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ ماقبل میں بھی ہم آپ کو بتا چکے ہیں۔

قولہ : والعلم ماوُضع لشیئٍ معینٍ لایتناول غیرَہ بوضعٍ واحدٍ واَعْرَفُ المعارفِ المضمرُ المتکلم نحو اَنا ونحنُ ثُمَّ المخاطب نحو انت ثُم الغائب نحو ھو ثُم العلمُ ثُم المبھماتُ ثُم المعرف باللام ثم المعرف بالنداءِ والمضاف فی قُوۃ المضاف الیہ

ترجمہ : اور علم وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو معین شئ کے لئے درانحالیکہ وہ اس کے غیر کو شامل نہ ہو وضع واحد کے ساتھ۔ اور اعرف المعارف ضمیر متکلم ہے جیسے انا ، نحن پھر ضمیر مخاطب جیسے انت پھر ضمیر غائب جیسے ھو پھر علم پھر مبہمات پھر معرف باللام پھر معرفہ بنداء اور مضاف مضاف الیہ کی قوت میں ہے۔

تشریح : معرفہ کی اقسام میں سے علم کی تعریف: علم وہ اسم ہے جو شئ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اس حال میں کہ وہ وضع واحد کے ساتھ اس کے غیر کو شامل نہ ہو۔

فائدہ : علم کی تین قسمیں ہیں ① کنیت ② لقب ③ اسم محض۔

وجہ حصر : علم دو حال سے خالی نہیں اس کے شروع میں لفظ اب یا ام ، ابن یا بنت ہوگا یا نہیں اگر ہو تو وہ کنیت ہے اگر نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس سے مقصود مدح ذم ہوگی یا نہیں اگر اس سے مقصود مدح اور ذم ہو تو یہ لقب ہے اگر مدح یا ذم مقصود نہ ہو تو علم محض ہے۔

سوال : مصنفؒ نے معرفہ کی اقسام میں سے علم کی تعریف کیوں کی ہے بقایا اقسام کی تعریف کیوں نہیں کی؟

جواب : اسماء مضمرات اور اشارات اور موصولات کی تعریف ماقبل میں گذر چکی تھی۔ اور اسی طرح ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہونا یہ بھی سمجھ میں آتا ہے اسی طرح معرف باللام اور منادیٰ کا بھی ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے لہٰذا علم کا ذکر ماقبل میں بالکل نہیں ہوا تھا اسی لئے ضرورت تھی مصنفؒ نے عَلم کی تعریف کی ہے۔

فائدہ : اعرف المعارف یعنی معرفہ میں سب سے کامل اور اکمل تعریف کے لحاظ سے ضمیر متکلم کی ہے پھر اس کے بعد علم کا درجہ

ہے پھر مبہمات کا پھر معرف باللام کا پھر معرفہ بحرف نداء کا اور باقی رہا مضاف کا درجہ اور مرتبہ وہ مضاف الیہ والا ہوتا ہے یعنی وہ اپنے مضاف الیہ کی قوۃ کے مساوی ہوتا ہے لیکن اس سے کچھ کم اور ناقص ہوتا ہے جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ سے ہی تو تعریف کو حاصل کرتا ہے۔ پھر مضمرات میں سے ضمیر متکلم پھر مخاطب پھر ضمیر غائب کا مصنفؒ کی یہ ترتیب علی مذھب البصریین ہے جبکہ کوفین سب سے اعرف المعارف علم کو پھر مضمرات کو پھر مبہمات کو پھر معرف باللام کو۔

فائدہ : اعرف المعارف ٹھیک ہے ضمیر ہے اور اعلام کا درجہ بعد میں ہے لیکن لفظ اللہ جو اسم ہے ذات واجب الوجود کا وہ سب سے اعرف المعارف ہے۔ اسلئے اسی سے تو تعریف وتعیین حاصل ہوتی ہے۔

سوال : ضمیر متکلم اعرف المعارف کیوں ہے؟

جواب : ضمیر متکلم میں التباس بالکل نہیں ہوتا جبکہ ضمیر مخاطب میں بسا اوقات التباس آجاتا ہے جس وقت مخاطب متعدد ہوں پھر غائب کا درجہ ہے کیونکہ اس میں بھی ابہام ہوتا ہے۔

قولہ : والنكرةُ ماوضع لشيءٍ غيرمعين كرَجُلٍ وَفَرَسٍ

ترجمہ : اور نکرہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو غیر معین شئ کے لئے جیسے رجل اور فرس۔

تشریح : فائدہ : نکرہ کی علامت یہ ہے کہ وہ لام تعریف کو قبول کرتا ہے اسی طرح اس پر رب اور کم خبریہ کا داخل ہونا درست ہے اور اسی طرح اس کا حال اور تمییز واقع ہونا اور لا مشبہ بلیس کے لئے اسم واقع ہونا بھی درست ہے۔

بحث اسماء عدد

فصل: اسماءُ العَدَدِ ماوُضِعَ لِيدُلّ على كمية اَحَادِ الْاَشْيَاءِ

ترجمہ : اسم عدد وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ دلالت کرے اشیاء کے افراد کی مقدار پر۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل ثانی کے اندر اسماء عدد کی بحث کرنا چاہتے ہے جس میں چار باتوں کا بیان ہے۔

① تعریف ② اصول عدد کتنے ہیں ③ اسماء عدد کی استعمال کیسے ہوتی ہے ④ ان کی تمییز کیسے آتی ہے۔

اسماء عدد کی تعریف : اسماء عدد وہ اسماء ہیں جن کو افراد اشیاء یعنی معدودات کی مقدار کو بیان کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے ثلثة رجال میں ثلثه اسم عدد ہے جو کہ رجل کے تین فرد پر دلالت کرتا ہے۔

قولہ : واصول العدد اثْنَتَاعَشَرَةَ كلمةً واحدة الٰى عشرةِ ومِائة والف

ترجمہ : اور اصول عدد بارہ ہیں واحد سے لے کر عشر تک اور مائۃ اور الف۔

تشریح : دوسری بات کا بیان کہ اصول عدد یعنی وہ اسماء عدد جن سے دوسرے اسماء عدد بنتے ہیں وہ بارہ کلمات ہیں ① واحدہ ② اثنتان ③ ثلثه ④ رابعة ⑤ خمسه ⑥ ستة ⑦ سبعة ⑧ ثمانية ⑨ تسعة ⑩ عشرة ⑪ مائة ⑫ الف ہیں باقی تمام عدد ان بارہ کلمات سے بنتے ہیں یا تو ترکیب کے لحاظ سے یا بذریعہ عطف کے جیسے ثلثة وعشرون یا بذریعہ اضافت کے جیسے ثلث مائة یا تثنیہ کے ساتھ مائتان اسی طرح الفان یا جمع کے ساتھ مات اور الوف عشرون ثلثون سبعون۔

قولـه : واستعماله من واحدٍ الیٰ اثنين على القياس اعني لِلْمذكر بدونِ التّاء وللمؤنث بالتّاء تقول في رجل واحد وفي رجلين اثنان وفي امرأة واحدة وفي امرأتين اثنتان وثِنتان ومن ثلاثة الى عشرة على خلافِ القياس اعني للمذكر بالتاء تقول ثلاثة رجال الى عشرة رجال وللمؤنث بدُونها تقول ثلاثُ نسوةٍ الى عشرِ نسوة

ترجمہ : اور اس کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس پر ہے مراد لیتا ہوں میں مذکر کے لئے بغیر تاء اور مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ کہے گا تو ایک مرد میں واحد اور دو مردوں میں اثنان اور ایک عورت میں واحدۃ اور دو عورتوں میں اثنتان یا ثنتان اور ثلاث سے لے کر عشر تک خلاف قیاس مراد لیتا ہوں میں مذکر کے لئے تاء کے ساتھ یعنی تانیث کی علامت لائی جائے گی کہے گا تو ثلاثة رجال تا عشرة رجال اور مؤنث کے لئے بغیر تاء کے کہے گا تو ثلث نسوة سے عشر نسوة تک۔

تشریح : تیسری بات : اسماء عدد کا استعمال بتانا چاہتے ہیں جس سے پہلے چند قواعد ذہن نشین کرلیں۔

قاعدہ①: لفظ واحد اور اثنان کا استعمال ہمیشہ مطلقا قیاس کے موافق ہوگا یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء اور مونث کے لئے تاء کے ساتھ خواہ ترکیب میں ہوں یا بغیر ترکیب میں اسی طرح عطف کے ساتھ ہوں یا بغیر عطف کے۔

قاعدہ②: لفظ ثلثة سے لے کر تسعة تک اس کا استعمال ہمیشہ مطلقا قیاس کے خلاف ہوتا ہے ترکیب میں ہو یا غیر ترکیب میں۔

قاعدہ③ : لفظ عشر ترکیب میں تو قیاس کے موافق اور غیر ترکیب میں یعنی مفرد ہونے کی صورت میں خلاف قیاس۔

قولـه : وبعد العشرة تقول احد عشر رجلًا واِثنا عشر رجلا وثلاثة عشر رَجُلًا الى تسعةَ عشرَ رَجُلًا واِحْدیٰ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً واِثْنَتَا عَشَرَةَ اِمرأةً وثلاث عشَرَةَ الیٰ تِسْعَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً

ترجمہ : اور عشرة کے بعد کہے گا تو احد عشر رجلا ......الخ یعنی احد عشر سے لے کر تسعة عشر تک ترکیب کے ساتھ بغیر عطف کے ہوگا پھر احد عشر اور اثنا عشر میں قیاس کے مطابق ہوگا مذکر کے لئے دونوں جزو بغیر تاء کے ہوں گے جیسے احد عشر رجلا اثنا عشر رجلا اور مؤنث کے لئے دونوں جزو تاء کے ساتھ ہوں گے جیسے احدی عشرة امرأة اور اثنتا عشرة امرأة۔

تشریح : قاعدہ④ : عقود ثمانیہ یعنی عشرون ثلاثون سے تسعون تک اورلفظ ماۃ اورلفظ الف یہ مذکراور مؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتے ہیں۔

قاعدہ⑤: طریقۂ ترکیب یہ ہوگا کہ احد عشر سے لےکر تسعۃ عشرہ تک حرف عطف مقدر ہوگا اور دونوں جزء مبنی برفتحہ ہوں گی مگر اثنا عشرۃ پھر احدو عشرون سے لےکر حرف عطف کا ذکر ضروری ہوگا اب طریقہ استعمال کے اعتبار سے چند قسمیں بنالیتے ہے تاکہ سمجھنا سہل ہوجائے۔

پہلی قسم : دو کلمے ہیں واحد اور اثنان ان کا حکم یہ ہے کہ یہ قیاس کے موافق استعمال ہوتے ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء کے جیسے واحد اور اثنان مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ جیسے واحدۃ ، اثنان اور ثنتان۔

دوسری قسم : ثلاثۃ واربعۃ و خمسۃ وستۃ وسبعۃ وثمانیۃ و تسعۃ وعشرۃ

یہ آٹھ کلمات ہیں جو خلاف قیاس استعمال ہوتے ہیں مذکر کے لئے تاء کے ساتھ جیسے ثلاثۃ رجال اور مؤنث کے لئے بغیر تاء کے جیسے ثلاث نسوۃ۔

تیسری قسم : احد عشر، اثنا عشر، ---------------- ثمانیۃعشر، تسعۃ عشر

ان کا حکم یہ ہے کہ ماقبل والے قواعد کے تحت پڑھا جائے گا یعنی گیارہ اور بارہ کی پہلی جزء اسی قاعدہ کی بناء پر یہ کلمات ترکیب میں ہوں یا بغیر ترکیب میں قیاس کے موافق اور ثلاثہ سے تسعۃ تک پہلا جزء خلاف قیاس اسی قاعدہ کی بناء پر اور دوسری جز لفظ عشرۃ یہ چونکہ ترکیب میں استعمال ہورہا ہے تو موافق قیاس استعمال ہوگا یعنی مذکر کے لئے تاء کے بغیر اور مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ تو اب یوں کہا جائے گا مذکر کے لئے احدعشر رجلاً ، اثنا عشر رجلاً ، ثلاثۃ عشر رجلاً اور مؤنث کے لئے احدیٰ عشرۃ امراۃ،اثنتا عشرۃ امراۃ ،ثلاث عشرۃ امراۃ۔

قولہ : وبعدَ ذٰلك تقول عشرونَ رَجُلًا وعِشْرُوْنَ اِمْرَاَۃً بلافرْقٍ بَیْنَ المذکر والمؤنث الیٰ تسعین رجلًا وامراۃً وَّاحدٌ وّعشرون رجلًا واِحْدیٰ وعشرُونَ اِمراۃً واثنان وعشرون رجُلًا واثنتان وعشرون امراۃً وثلاثۃٌ وعشرون رجلًا وثلاثٌ وعشرون امراۃً الیٰ تسعۃٍ وتسعین رجلًا وتسع وتسعین امراۃ

ترجمہ : اوراس کے بعد یعنی تسع عشرۃ کے بعد آٹھوں عقود (دہائیاں) یعنی عشرون سے لےکر تسعون تک مذکر اور مؤنث کے لئے بلافرق آتے ہیں جیسے عشرون رجلا عشرون امرأۃ تسعون رجلا وامرأۃ تک اور اگر ان عقود کا عطف کریں اکائیوں پر یعنی واحد اثنان ثلثۃ سے لےکر تسعۃ تک تو احد وعشرون رجلا مذکر کے لئے اور احدی وعشرون امرأۃ مؤنث کے لئے کہیں گے اور اثنان وعشرون رجلا مذکر کے لئے اور اثنتان وعشرون امرأۃ مؤنث کے لئے یعنی اول

جزوقیاس کے موافق ہوگا مذکرمؤنث کے لئے لیکن عقود میں فرق نہیں پڑے گا اور ثلثة وعشرون امرأة سے تسعة وعشرون امرأة مذکر کے لئے اور ثلث وعشرون رجلا سے تسع وعشرون رجلا تک مؤنث کے لئے کہیں گے یعنی اول جز وثلثة سے لے کر تسعة تک قیاس کے مخالف ہوگا مذکر کے لئے مؤنث اور مؤنث کے مذکر لائیں گے دوسرے جز ویعنی عقود عشرون ثلاثون میں مذکرومؤنث کے اعتبار سے فرق نہیں ہوگا۔

چوتھی قسم : کابیان عشرون سےلیکر تسع وتسعون تک جودوسری جزء ہے یعنی عشرون یہ عقود ثمانیہ ان میں امتیاز بین المذکروالمؤنث نہیں مذکر کے لئے بھی عشرون رجلا مؤنث کے لئے بھی عشرون امرأة اور جب ان کے ساتھ کسی دوسرے کلمہ کو مرکب کریں گے تو احد اور اثنان کے لئے وہی قاعدہ جاری کریں لفظ احد اور اثنان مذکر کے لئے بغیر تاء کے مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ پھر ثلثه سے لےکر تسعة تک وہی قاعدہ چلائیں کہ مذکر کے لئے تاء کے اور مؤنث کے لئے بغیر تاء مثال کے طور پر مذکر کے لئے احد وعشرون رجلاً مؤنث کے لئے احدی وعشرون امرأة مذکر کے لئے ثلاثة وعشرون رجلاً اور مؤنث کے لئے ثلاث وعشرون امراة ۔

قوله : **ثم تقول مائةُ رجُلٍ ومائةُ امرأةٍ وألْفُ رَجلٍ وألْفُ اِمرأةٍ ومائتا رجلٍ ومائتا امرأةٍ والْفا رجلٍ والفا امرأة بلا فرق بين المذكر والمؤنث فاذا زاد على المائةِ والالفِ يُستعمل على قياس ماعرفت ويقدّم الالف على المائة والمائةُ على الاحاد والاحادُ على العشراتِ تقول عندى الْفٌ ومائةٌ واَحَدٌ وعشرونَ رَجلًا والفان و مائتان واثنان وعشرون رجلًا واربعةُ الافٍ وتسعُ مائةٍ وخمسٌ و اربعونَ امرأةً وعَلَيْكَ بالقياس**

ترجمہ : پھر کہے گا تو مائةُ رجُلٍ ومائةُ امرأةٍ اور ألْفُ رَجلٍ اور ألْفُ اِمرأةٍ ......الخ بغیر فرق کے درمیان مذکرومؤنث کے پس جب زیادہ ہوں گے عدد مائةِ اور الفِ پر تو استعمال کیا جائے گا اس قیاس پر جو آپ پہچان چکے ہیں اور مقدم کیا جائے گا الف کو مائة پر اور مائةکواحاد پر اور احاد کو عشرات پر کہے گا تو عندی الْفٌ ومائةٌ واَحَدٌ ......الخ

تشریح : پانچویں قسم: لفظ مائة اور الف کہ اسمیں بھی مذکر اور مؤنث کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا مذکر کے لئے بھی مائة رجل اور مؤنث کے لئے بھی مائةامراة اور مذکر کے لئے بھی الف رجل اور مؤنث کے لئے بھی الف امرأة کہا جائے گا۔

یستعمل علی...... جب عدد مائة اور الف سے تجاوز کر جائے تو اس وقت جو عدد مائة اور الف پر زائد ہوگا اس کے استعمال کا طریقہ وہی ہوگا جو تم واحد سے لےکر تسعة تک اور تسع و تسعین تک پہچان چکے ہو۔

ویقدم الالف علی المائة ...... سب سے پہلے الف لائیں گے اس کے بعد مائةکو پھر احاد کو پھر عشرات کو اور سب کے عطف میں عکس بھی درست ہے مثلاً یوں کہا جائے واحد والف مائة وغیرہ ۔

قولہ :واعلم ان الواحدوالاثنين لاممیزلهما لان لفظ المميز يغني عن ذكر العدد فيهما تقول عندي رجلٌ ورجلان

ترجمہ : اورجان لیجئے کہ تحقیق واحد اوراثنین کے لئے کوئی تمیز نہیں اس لئے کہ تحقیق لفظ ممیز بے پرواہ کردیتا ہے ان دونوں میں عدد کے ذکر کرنے سے کہے گا تو عندی رجل ورجلان

تشریح : مصنفؒ اس عبارت میں پانچویں بات اسماء عدد کی تمیز بیان کرنا چاہتے ہیں لفظ واحد اوراس طرح واحدۃ اور اثنان اوراثنتان کے لئے تمیز آتی ہی نہیں بقایا اسماء عدد کی باعتبار تمیز کی تین قسمیں بنتیں ہیں۔

① عدد ادنی جو تین سے لے کردس تک اس کی تمیز جمع مجرور آتی ہے جیسے ثلاثة رجال وثلاث نسوة ۔

② عدد اوسط گیارہ سے لے کرنانویں تک احدعشر سے لے کرتسعة وتسعون اس کی تمیز مفرد منصوب آتی ہے جیسے احد عشر رجلاً احدی عشرة امرأة سے تسع وتسعون رجلاً تسع وتسعون امرأة تک۔

③ عدد اعلی یعنی لفظ مائة اورلفظ الف اسی طرح ان کے تثنیہ اورجمع کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے جیسے مائة رجل ومائة امراة الف رجل الف امرأة تین سے لے کردس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے لیکن اگر ثلاثة سے لے کر عشر تک کی تمیز لفظ مائة آجائے تو پھران کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے جیسے ثلاثة مائة تسع مائة

فائدہ : تین سے لے کردس تک کی تمیز جو جمع مجرور آتی ہے۔جمع سے مراد عام ہے خواہ باعتبار لفظ کے ہو جیسے ثلاثة رجال باعتبار معنی کے ہوں جیسے ثلاثة رهط ۔

قولہ : واماسائرالعداد فلا بدلها من مميز الثلاثة الى العشرة مخفوضٌ مجموعٌ تقول ثلاثةُ رجال وثلاثُ نسوةٍ اِلّا اذاكان المميزُ لفظ المائة فحينئذ يكون مخفوضا مفردا تقول ثلاثُ مائةٍ وتسعُ مائةٍ والقياس ثلاثُ ماٰتٍ اومِئِينَ

ترجمہ : اورلیکن باقی اعداد کے لئے پس ضروری ہے تمیز پس کہے گا تو تمیز ثلثة سے لے کرعشرة تک کی جمع مجرور ہوگی۔کہے گا تو ثلثة رجال وثلاث نسوة مگر جب ہو تمیز لفظ مائة پس اس وقت ہوگی مفرد مجرور کہے گا تو ثلث مائة وتسع مائة حالانکہ قیاس ثلاث مآت یا مئین ہے ۔

قولہ : ومميز احدعشر الٰى تسعة وتسعين منصوبٌ مفردٌ تقول احدَ عشرَ رجلًا واحدٰى عشرةَ امراةً وتسعةٌ وتسعون رجلا وتسعٌ وتسعون امراةً

ترجمہ : اور احد عشر سے تسعة عشر تک کی تمیز منصوب مفرد ہوتی ہے......الخ

قولہ : ومميز مائةٍ والفٍ وتثنيتِهما وجمعِ الالف مخضوضٌ مفردٌ تقول مائةُ رجلٍ ومائةُ امراةٍ والفُ رجلٍ والفُ امراةٍ ومائتا رجلٍ ومائتا امراةٍ والفا رجل والفا امراة وثلاثة الافِ رجلٍ وثلاثُ الافِ امراةٍ وقس علىٰ هذا

ترجمہ : مائة اور الف اوران کے تثنیہ اورالف کی جمع کی تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے کہے گا تو مائة رجل ......الخ

بحث تذکیروتانیث

فصل : الاسم اما مذكرٌ واما مؤنثٌ فالمؤنثُ ما فيه علامة التانيث لفظًا او تقديرًا وَالمذكرُ مابخلافه وعلامةُ التانيث ثلاثةٌ التاءُ كطلحة والالف المقصورة كحبلىٰ والالف الممدودة كحمراء

ترجمہ : اسم یا مذکر ہوگا یا مؤنث پس مؤنث وہ ہے جس میں تانیث کی علامت ہو لفظًا یا تقدیرًا اور مذکر وہ ہے جو اس کے خلاف ہو اور تانیث کی تین نشانیاں ہیں تاء جیسے طلحة، الف مقصورہ جیسے حبلیٰ اور الف ممدودہ جیسے حمراء ۔

تشریح : مصنفؒ تیسری فصل میں اسم کی ایک اور تقسیم کر رہے ہیں کہ اسم باعتبار جنس کے دو قسم پر ہے ① مذکر ② مؤنث۔

تعریف : مؤنث وہ ہے جس کے آخر میں علامت تانیث موجود ہو عام ازیں کے وہ علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو جیسے طلحة یا مقدر ہو جیسے ارض اور مذکر وہ ہے جس میں علامت تانیث کی نہ ہو جیسے رجل ۔

علامت تانیث تین ہیں۔

پہلی علامت : تاء لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ حالت وقف میں هاء بن جائے جیسے طلحه ۔

دوسری علامت : الف مقصورہ ہے جس کے لئے تین شرطیں ہیں۔ پہلی شرط کہ الف مقصورہ تین حرف کے بعد ہو احترازی مثال فتی۔ دوسری شرط کہ الحاق کے لئے نہ ہو احترازی مثال ارطی۔ جو جافر کے ساتھ ملحق ہے تو اسمیں الف مقصورہ الحاق کا ہے اور تیسری شرط الف مقصورہ محض زیادتی کے لئے نہ ہو احترازی مثال قبعثری کہ اسمیں الف محض زیادت کے لئے لایا گیا ہے اس کی

اتفاقی مثال : حبلی اس کا الف مقصورہ علامت تانیث ہے۔

تیسری علامت : الف ممدودہ یعنی وہ الف زائدہ جس کے بعد ہمزہ زائدہ ہو جیسے حمراء ۔

قولہ : والمقَدرةُ انما هوالتاءُ فقط كارضٍ ودارٍ بدليل اُرَيْضَةٍ ودُوَيْرَةٍ

ترجمہ : اور مقدرہ سوائے اس کے نہیں ہوتا فقط جیسے ارض اور دار ساتھ دلیل اريضة ودويرة کے۔

تشریح : ضابطہ کا بیان مؤنث کی تعریف سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ علامت تانیث کی مقدر ہوتی ہے اور پھر آگے بتایا کہ

علامت تانیث کی تین ہیں تو اس سے یہ وہم پڑ سکتا تھا کہ شاید تینوں علامات تانیث مقدر ہوتی ہوں تو اس کے لئے مصنفؒ نے ضابطہ بتا دیا کہ علامت تانیث کی جو مقدر ہوتی ہے وہ صرف تاء ہو سکتی ہے جیسے ارض دار کے اندر تا مقدر ہے جس پر دلیل تصغیر ہے کہ ارض کی تصغیر اریضة اور دار کی تصغیر دویرة اور قاعدہ آپ نے پڑھ لیا ہے کہ تصغیر اور تکسیر شیء کو اپنی اصلیت کی طرف لوٹاتی ہیں لہٰذا جب تصغیر کے اندر تاء موجود ہے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ارض اور دار کے اندر تاء مقدر ہے۔

قولہ : ثم المؤنثُ علیٰ قسمَیْنِ حقیقیٌّ وھو ما بِإزائِہٖ مذکرٌ من الحیوانِ کامراۃٍ وناقۃٍ ولفظیٌّ وھو ما بخلافہٖ کظلمۃٍ وعینٍ

ترجمہ : پھر مؤنث دو قسم پر ہے حقیقی اور وہ وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأة ، ناقة اور لفظی اور وہ وہ ہے کہ جو اس کے خلاف ہو جیسے ظلمة اور عین۔

مؤنث کی دو قسمیں ہیں: ① حقیقی ② لفظی

مؤنث حقیقی وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر موجود ہو جیسے امرائة کے مقابلہ میں رجل اور ناقة کے مقابلہ میں جمل موجود ہے اور مؤنث لفظی وہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں جنس حیوان سے مذکر نہ ہو جیسے ظلمت اور عین۔

قولہ : وقد عرفتَ احکامَ الفعل اذا اُسندَ الی المؤنث فلا نعیدھا

ترجمہ : اور آپ پہچان چکے ہیں احکام فعل کے جب مسند ہو مؤنث کی طرف پس نہیں لوٹاتے ہم ان کو۔

تشریح : مصنفؒ طالب علم کو ان قواعد کے یاد کرنے کی طرف ترغیب دے رہا ہے جو فاعل کی بحث میں گزر چکے ہیں کہ فعل کے ساتھ علامت تانیث کی کب لانا جائز ہے اور کب نا جائز ہے اور فرمایا کہ ارے طالب علم فعل کی جب نسبت کی جائے مونث کی طرف اس کا کیا حکم ہوگا یہ تو نے پڑھ لیا ہے فلا نعیدھا ہم دوبارہ اس کو ذکر نہیں کرتے لیکن تجھے چاہیئے کہ انہیں پھر یاد کرو۔

بحث تثنیہ

فصل : المثنّٰی اسمُ الحقِّ بآخِرِہٖ الفٌ او یاءٌ مفتوحٌ ما قبلھا ونونٌ مکسورۃٌ لیدل علیٰ انّ معہ اخر مثلہ نحو رجلان ورجلین ھذا فی الصّحیح

ترجمہ : تثنیہ وہ اسم ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ تا کہ یہ لاحق کرنا دلالت کرے اس بات پر کہ تحقیق اس کے ساتھ اس کی مثل اور بھی ہے جیسے رجلان اور رجلین اور یہ صورت صحیح ہے۔

تشریح : اسم کی ایک اور تقسیم کا بیان اسم کی با اعتبار تعداد کے تین قسمیں ہیں ① مفرد ② تثنیہ ③ جمع اس فصل میں تثنیہ کا بیان ہے اور اگلی فصل میں جمع کا بیان ہے۔

سوال : مفرد بھی تو اس کی قسم تھا اصل تھا اس کو کیوں ذکر نہیں کیا ہے؟

جواب : مصنفؒ نے اختصار کے لئے ایسا کیا کہ تثنیہ وجمع کو بیان کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تثنیہ جمع کے علاوہ مفرد ہے اس لئے مصنف نے مفرد کو بیان نہیں کیا۔

تثنیہ کی تعریف : تثنیہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف اور نون مکسورہ حالت رفعی میں اور یا ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ حالت نصبی جری میں لاحق کیا گیا ہو اور یہ الحاق اس بات پر دلالت کرے کہ مفرد جیسا اس کے ساتھ اس کی جنس سے ایک اور بھی ہے جیسے رجلان ، رجلین یہ بتاتے ہیں کہ رجل کے ساتھ ایک اور رجل بھی ہے۔

هذا فی الصحیح مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحیح سے تثنیہ بناتے وقت اور تغیر نہیں کرنا پڑے گا بلکہ صرف الف اور یاء ماقبل مفتوح نون مکسورہ کو لایا جائے گا لیکن یاد رکھیں یہاں صحیح کی قید لگانا درست نہیں ہے کیونکہ صحیح کا جو حکم ہے جاری مجری صحیح کا بھی وہی حکم ہے۔

قولہ: **اَمَّا المقصورُ فان کانت الفُہ منقلبةً عن واوٍ و کانَ ثلاثیًّا رُدَّ الیٰ اصلہٖ کعصوَانِ فی عصا وَاِنْ کانَت عن یاءٍ اوواوٍ وھواکثرُ من الثلاثی او لیست منقلبةً عن شیٔ تُقْلَب یاءً کَرَحَیَان فی رحیٰ وَمُلْھَیَان فی مُلْھی وحباریان فی حُبارٰی وحُبْلیان فی حبلیٰ**

ترجمہ : لیکن اسم مقصور پس اگر اس کا الف واؤ سے تبدیل شدہ ہے اور وہ ثلاثی ہے تو لوٹایا جائے گا اس کے اصل کی طرف جیسے عصوان عصا میں اور اگر یاء سے تبدیل شدہ ہے یا واؤ سے ہے اور وہ ثلاثی سے اکثر ہے یا کسی شیٔ سے تبدیل شدہ نہیں ہے تو تبدیل کیا جائے گا یاء کے ساتھ جیسے رحیان رحیٰ میں......الخ

تشریح : اگر اسم مقصور سے تثنیہ بنانا ہے تو اس کے آخر میں چونکہ الف ہوتا ہے اس لئے الف تثنیہ کے لانے سے اجتماع ساکنین لازم آئے گا اسی وجہ سے اسمیں تغیر کرنا پڑے گا کہ اسم مقصور کی چار صورتیں بنتی ہیں

پہلی صورت : الف مقصورہ واو سے تبدیل ہو اور ہو بھی ثلاثی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس الف مقصورہ کو اپنی اصل واو سے تبدیل کرو جیسے عصا سے عصوان ۔

دوسری صورت : وہ الف مکسورہ یا سے تبدیل ہو۔

تیسری صورت : الف مقصورہ واو سے تبدیل ہو لیکن وہ کلمہ ثلاثی سے زائد ہو۔

چوتھی صورت : وہ اسم مقصورہ کا الف کسی سے تبدیل نہ ہو تو ان تینوں صورتوں میں تثنیہ بناتے وقت الف مقصورہ کو یاء سے تبدیل کیا جائے گا جیسے رحی سے رحیان ، ملھی سے ملھیا ن ، حبا ری سے حبا ریا ن ، حبلی سے حبلیا ن ۔

قولہ : واما الممدودُ فان کانت ھمزتہٗ اصلیّۃً تُثبتُ کقرّاان فی قُرّاءٍ وان کانَتْ للتانیث تُقلب واوًا کحمراوان فی حمراءَ وان کانَتْ بدلًا من اصلٍ واوًا او یاءً جاز فیہ الوجھان ککساوان وکسا ان۔

ترجمہ : اور لیکن اسم ممدود پس اگر اس کا ہمزہ اصلیہ ہے تو ثابت رکھا جائے گا جیسے قرّاان قرّاء میں اور اگر تا نیثی ہے تو بدلا جائے گا واؤ کے ساتھ جیسے حمراوان حمراء میں اور اگر اصل سے تبدیل شدہ ہے یعنی واؤ سے یا یاء سے تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے کساوان ، کسااان ۔

تشریح : اسم ممدود سے تثنیہ بنانا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس کا ہمزہ اصلی ہے یا تانیثی ہے یا واو، یا سے تبدیل ہے تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : ہمزہ اگر اصلی ہو تو تثنیہ بناتے وقت اس کو ثابت رکھیں گے جیسے قراء سے قر ءان ۔

دوسری صورت : الف ممدودہ تانیثی ہو تو اس کو تثنیہ بناتے وقت واو سے تبدیل کیا جائے گا جیسے حمر آء سے حمروان ۔

تیسری صورت : اگر الف ممدودہ کا ہمزہ واو اصلیہ یا یاء اصلیہ سے تبدیل ہوا ہو تو اسمیں دو وجہ جائز ہیں ① ہمزہ کو ثابت رکھا جائے اس لئے کہ یہ ہمزہ اگرچہ اصلی نہیں لیکن چونکہ واو اور یاء اصلیہ سے بدلا ہوا ہے تو یوں ہی سمجھو کہ یہ اصلی ہے تو اصل کا حکم دے کر ثابت رکھا جائے گا ② اس کو حمراء کے ہمزہ سے مشابہت کی وجہ سے واو سے بدل کر پڑھا جائے۔

وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حمراء کا ہمزہ اصلی نہیں اس طرح اس کو بھی ذات ہمزہ اصلی نہیں بلکہ بدلا ہوا ہے تو اس میں دو وجہ پڑھنا جائز ہے جیسے کساء کو کساءان اور کساوان پڑھنا دونوں جائز ہیں۔

قولہ : یجب حذفُ نونہٖ عندالاضافۃ تقولُ جاء نی غلامازیدٍ ومسلما مصرٍ

ترجمہ : اور واجب ہے تثنیہ کے نون کو حذف کرنا بوقت اضافت کہے گا تو جاء نی غلاما زید اور مسلما مصر ۔

تشریح : ضابطہ : اگر تثنیہ کی اضافت ہو جائے تو اس میں یہ بھی تغیر کیا جائے گا کہ نون تثنیہ کو حذف کیا گیا جیسے غلاما زید ، مسلما مصر اصل میں تھا غلاما ن زید ، مسلما ن مصر جب اضافت ہوئی تو نون گر گیا اس لئے کہ یہ اضافت کے منافی ہے کیونکہ اضافت اتصال کو چاہتی ہے اور نون تثنیہ انفصال کو۔

قولہ : وکذٰلک تُحذف تاءُ التانیثِ فی تثنیۃِ الخُصیۃ والالیۃِ خاصۃً تقول خُصیان والیان لانّھما متلازمان فکانّھما شیٌ واحدٌ

ترجمہ : اور اسی طرح حذف کی جائے گی تاء تانیث لفظ خصیہ اور الیہ میں خاص کر کہے گا تو خیصان اور الیان کیونکہ وہ دونوں

لازم ملزوم ہیں گویا کہ ایک یہ چیز ہیں۔

تشریح : ضابطہ : جس کا تعلق بھی تغیر سے ہے کہ تثنیہ کے نون کی طرح خصية اور اليه کی تاء تانیث تثنیہ میں حذف کردی جاتی ہے اور یہ حذف کرنا قاعدہ اور قانون کے خلاف ہے قانون کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تاء کو باقی رکھا جائے تا کہ مذکر اور مؤنث کے تثنیہ میں التباس لازم نہ آئے لیکن خلاف قانون تاء کو حذف کردیا جاتا ہے اتفاقاً

لانهما مثلا زمان فكانهما شیء واحد یہاں تاء کو اس لئے حذف کردیا جاتا ہے کہ اگرچہ الیان اور خصیان میں دو چیزیں ہیں لیکن خصیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے جدا نہیں ہوسکتے اسی طرح دو چیزوں میں سے ہر ایک دوسری کو لازم ہے جو جدا نہیں ہوسکتی گویا کہ دونوں الیان اور خصیان بمنزلہ شے واحد کے ہیں شدت اتصال کی وجہ سے جدا نہیں ہوسکتے تو اسی وجہ سے ان کا تثنیہ بمنزلہ کلمہ مفرد کے ہوگا لہٰذا تاء تانیث کو حذف کردیا گیا کہ اگر تاء تانیث کو ثابت رکھا جائے تو مفرد کے وسط میں تاء تانیث کا ہونا لازم آئے گا حالانکہ وہ کلمہ مفردہ کے آخر میں ہوتی ہے نہ کہ وسط میں۔

خلاصہ : تاء تانیث کا حذف ہونا تثنیہ میں صرف خصيه اور اليه کے ساتھ مختص ہے اس کے علاوہ دوسرے کلمات میں تاء حذف ہرگز نہیں کی جائے گی۔

قوله : ثم انه اذا اُريد اضافةُ مُثَنًّى الى المثنّٰى يُعَبَّرُ عن الاول بلفظ الجمع كقوله تعالىٰ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَفَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا وذٰلِكَ لكراهةِ اجتماعِ تثنيتين فيما تأكّد الاتّصالُ بينهما لفظًا ومعنًى

ترجمہ : اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب کسی تثنیہ کی تثنیہ کی طرف اضافت کی جائے تو اول تثنیہ کو تعبیر کیا جائے گا لفظ جمع کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ......الخ اور یہ واسطے ناپسند ہونے اکٹھے ہونے دو تثنیوں کے ان چیزوں میں جن میں اتصال مؤکد ہے باعتبار لفظ و معنی کے۔

تشریح : ضابطہ : کہ جب کسی تثنیہ کی تثنیہ کی ضمیر کی طرف اضافت کردی جائے خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث اسی طرح خواہ وہ مرفوع ہو یا منصوب یا مجرور تو پہلے تثنیہ مضاف کو جمع سے تعبیر کیا جائے گا یا مفرد سے تعبیر کیا جائے گا لیکن تثنیہ لانا درست نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فقد صغت قلوبكما جس کا اصل تھا قلبا كما کہ تحقیق تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں اور اس طرح دوسرے مقام پر ہے فاقطعو ايديهما یہاں بھی تثنیہ کی اضافت ہے تثنیہ کی طرف پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کردیا ايديهما حالانکہ اصل میں يديهما تھا

وذالك لكراهية اجتماع التثنتين علت کا بیان ہے کہ پہلے تثنیہ اور مضاف کو جمع یا مفرد کیوں لایا جائے گا اس لئے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان باعتبار لفظ اور باعتبار معنی اتصال مؤکد ہوتا ہے اور ایسی دو چیزیں کہ جن کے درمیان لفظ اور معنی کے

اعتبار سے اتصال موکد ہوا ایسے دو تثنیہ جو مماثلتین ہوں جمع ہونا مکروہ ہے لہٰذا پہلے مضاف کو جمع سے تعبیر کریں گے یا مفرد کا صیغہ لائیں گے تو خلاصہ یہ نکلا کہ پہلے مضاف کو جمع کا صیغہ لانا اولی ہے تو پھر جمع سے مفرد کا صیغہ لانا اولی ہے۔

بحث جمع

فصل : الجموعُ اسمٌ دلَّ علیٰ احادٍ مقصودةٍ بِحُرُوْفِ مفردةٍ بتغیُّرٍ ما اِمّا لفظیٌّ کرِجالٍ فی رجُلٍ او تقدیریٌّ کفُلْكٍ علیٰ وزن اُسُدٍ فاِنَّ مفردَهٗ ایضًا فُلْكٌ لٰکنه علی وزنِ قُفْلٍ فقَوْمٌ وَرَهْطٌ ونحوهٗ وان دلَّ علیٰ احادٍ لکنهٗ لیس بجمعٍ اذ لامفردَ لهٗ

ترجمہ : مجموع وہ اسم ہے جو دلالت کرے افراد مقصودہ پر اس کے مفرد کے حروف میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ تبدیلی یا لفظی ہوگی جیسے رجال رجل میں یا تقدیری جیسے فلك بروزن اُسد پس تحقیق اس کا مفرد بھی فُلك ہے لیکن وہ بروزن قفل ہے پس قوم اور رھط اور اس کی مثل اگر چہ دلالت کرتے ہیں افراد مقصودہ پر لیکن وہ نہیں ہیں جمع اس لئے کہ ان کا کوئی مفرد نہیں۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں جمع کو بیان کر رہے ہیں تین باتوں کا بیان ہے ① جمع کی تعریف ② جمع کی تقسیم باعتبار لفظ کے ③ جمع کی تقسیم ثانی باعتبار معنی کے۔

مجموع کی تعریف : مجموع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوتے ہیں معمولی سے تغیر کے ساتھ خواہ وہ تغیر لفظی ہو جیسے رحل کی جمع رحال یا تغیر تقدیری ہو جیسے فلك اسد کے وزن پر ہے اب فلك واحد بھی ہے اور یہی فلك جمع بھی ہے لیکن جو فلك واحد ہے وہ قفل کے وزن پر ہے اور جو فلك جمع ہے وہ اسد کے وزن پر ہے تو یہ تغیر تقدیری ہے لہٰذا قوم اور رھط اور اس جیسے دوسرے اسماء بے شک افراد پر دلالت کرتے ہیں لیکن جمع نہیں اس لئے ان کا مفرد ہی نہیں۔

قولہ : ثم الجمعُ علی قسمین مصحّح وھو مالم یتغیر بناءُ واحدہٖ ومُکَسَّرٌ وھو مایتغیر فیه بنا واحده

ترجمہ : پھر جمع دو قسم پر ہے مصحح اور وہ وہ ہے کہ نہ تبدیل ہو اس کے واحد کی بنا اور مکسر اور وہ وہ ہے کہ تبدیل ہو اس کے واحد کی بنا

تشریح : جمع کی باعتبار لفظ دو قسمیں ہیں ① مصحح ② مکسر

جمع مصحح اور جمع سالم : وہ ہے جس کی جمع میں اس کے واحد کا وزن تبدیل نہ ہو جیسے مسلم سے مسلمون۔

جمع مکسر : وہ ہے جس کے واحد کا وزن جمع میں تبدیل ہو چکا ہو جیسے رجل سے رجال۔

قولـــہ : والمصحّح علیٰ قسمین مذکرٌ وھو ماالُحِقَ باٰخرِہٖ واوٌ مضمومٌ ماقبلھا ونونٌ مفتوحةٌ کمُسلمونَ او یاءٌ مکسورٌ ماقبلھا ونونٌ کذٰلك لیدُلَّ علی اَنَّ معهٗ اکثر منهٗ نحو مُسلِمِیْنَ وھٰذا فی الصحیح

ترجمہ : اور جمع مصحح دو قسم پر ہے مذکر اور وہ وہ ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ جیسے مسلمون یا یاء ماقبل مکسور اور نون اسی طرح مفتوحہ تا کہ دلالت کرے یہ لاحق کرنا اس بات پر کہ تحقیق اس کے ساتھ اس سے زائد ہیں جیسے مسلمین اور یہ بات اسم صحیح میں ہے۔

تشریح : جمع سالم اور صحیح کی دو قسمیں ہیں ① جمع مذکر ② جمع مؤنث

جمع مذکر سالم : وہ جمع ہے کہ اس کے آخر میں حالت رفعی میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ لاحق کیا جائے جیسے مسلم سے مسلمون اور حالت نصبی وجری میں یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ لاحق کیا جائے حالت نصبی جری میں اور یہ لحوق اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے واحد کے ساتھ اس کے واحد کی جنس سے اکثر ہے۔

وھذا فی الصحیح یعنی صحیح سے جمع سالم بنانے کا طریقہ ہے۔

اسم منقوص سے جمع مذکر سالم بنانی ہے تو اسمیں یاء کو بھی حذف کیا جائے گا جیسے قاضون ، داعون ان کی تعلیل یہ ہے قاضون اصل میں تھا قاضیو ن ، داعون اصل میں تھا داعوون ، قاضیون ۔یقول یبیع والے قانون سے یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی پھر یو سر والا قانون سے یاء کو واو سے بدل دیا قاضوون ۔ پہلا مدہ تھا التقائے ساکنین کی وجہ سے اس کو حذف کیا قاضیون اور داعوون کو دعی والے قانون سے واو کو یاء سے بدل دیا داعیون پھر یقول یبیع والے قانون سے یاء کی حرکت ما قبل کو دی داعیون پھر یو سر والے قانون سے یاء کو واو سے بدل دیا تو داعوون تو التقاء ساکنین ہوا پہلا مدہ تھا اس کو حذف کیا داعون ہو گیا۔

قولـه: امـا الـمـنقوصُ فتُحذَفُ یاؤُہ مثلُ قاضُوْنَ وداعُون و المقصور یُحذف الفہٗ ویُبقیٰ ماقبلھا مفتوحًا لیدُلَّ علیٰ الفٍ محذوفۃ مثل مصْطفَونَ

ترجمہ : اور لیکن اسم منقوص پس حذف کیا جائے گا اس کی یاء کو جیسے قاضون اور داعون اور اسم مقصور حذف کیا جائے گا اس کے الف کو اور باقی رکھا جائے گا اس کے ماقبل کو مفتوح تا کہ دلالت کرے الف محذوفہ پر جیسے مصطفون ۔

تشریح : اسم مقصور : سے جمع مذکر سالم بنانی ہو تو اس کے الف کو حذف کیا جائے گا اور ماقبل مفتوح ہی رہے گا تا کہ وہ الف کے محذوف ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے مصطفو ن اصل میں مصطفیو ن تھا یا متحرک ماقبل مفتوح تھا قال باع والے قانون سے یاء الف سے بدلی مصطفاون پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا مصطفو ن ہو گیا حالت رفعی میں۔

قولـه : ویُختص باُولی العِلْم واما قولھم سِنُوْنَ وارضون وثبُونَ وثبون وقُلُونَ فشاذٌ

ترجمہ : اور مختص کیا گیا ہے (واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ) ساتھ اولوا العلم یعنی ذوی العقول کے

اورلیکن ان کا قول سِنُوْنَ اور ارضون اور ثبُونَ اور ثبون اور قُلُونَ شاذ ہیں۔

تشریح : ضابطہ : واونون کے ساتھ جمع لانا تو ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس اسم کی جمع سالم بنانی ہوتو وہ دوحال سے خالی نہیں ہوگا① یاوہ اسم ذات ہوگا یعنی صرف ذات پر دلالت کرے گا جیسے زید یا وہ صفت یعنی وہ ذات کے ساتھ ساتھ کسی صفت پر بھی دلالت کرے جیسے کاتب ،قائم وغیرہ اگروہ اسم ذات ہے تو اس کی جمع سالم بنانے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: کہ وہ مذکر ہوتاء تانیث نہ اسمیں لفظوں میں موجود ہواور نہ مقدر ہولہٰذا طلحة خارج ہوجائے گا۔

دوسری شرط: وہ علم ہولہٰذا رجل اس سے خارج ہوجائے گا چونکہ یہ مذکر عاقل تو ہے لیکن علم نہیں۔

تیسری شرط : کہ اس اسم کا مسمی جو ہے وہ ذوی العقول میں سے ہولہٰذا اعوج جو گھوڑے کا علم ہے وہ اس سے خارج ہوجائیگا۔

سوال : جمع سالم کے لئے تین شرطیں کیوں لگائیں؟

جواب : یہ جمع سالم تمام جمعوں سے اشرف ہے اور مذکر عاقل ذوی العقول یہ اسم بھی تمام اسموں سے اشرف ہے لہٰذا ہم نے اشرف کے لئے اشرف کو خاص کردیا جیسے مسلم کی جمع مسلمون آتی ہے زید کی جمع زیدون اوراگروہ اسم صفت ہے جیسے اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ تو اس کی جمع سالم بنانے کیلئے پانچ شرطیں ہیں۔

پہلی شرط : مذکر عاقل ہو۔

دوسری شرط: وہ اسم صفت تانیث کے ساتھ نہ ہوتو اس کی احترازی مثال علامة اورباقی تینوں شرطوں کو مصنف خود بیان کر رہے ہیں۔

قولــه : يجب ان لايكونَ افعلَ مؤنثهٗ فعلاء كاحمرَ وحمراءَ ولافعلانَ مؤنثهٗ فَعلیٰ كسكرانَ وسكریٰ ولافَعِيلا بمعنیٰ مفعولٍ كجريح بمعنیٰ مجروحٍ ولا فعُولًا بمعنٰی فاعلٍ كصَبُورٍ بمعنی صابر

ترجمہ : اورواجب ہے یہ کہ نہ ہووہ اسم ایسا افعل جس کی مؤنث فعلاء ہے جیسے احمر ، حمراء اورنہ ایسا فعلان جس کی مؤنث فعلی ہے جیسے سکران ، سکری اورنہ ایسا فعیل جو بمعنی مفعول ہو جیسے جریح بمعنی مجروح اورنہ ایسا فعول جو بمعنی فاعل ہو جیسے صبور بمعنی صابر۔

تشریح : تیسری شرط: کہ وہ اسم صفت ایسے افعل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر آتی ہو۔

احترازی مثال : احمر جس کی مؤنث حمراء آتی ہے۔

چوتھی شرط : وہ صفت ایسے فعلان کے وزن پر نہ ہو کہ جس کی مؤنث فعلیٰ کے وزن پر آتی ہو جیسے سکران جس کی مؤنث

سکریٰ آتی ہے۔

پانچویں شرط: وہ اسم صفت ایسے فعیل کے وزن پر نہ ہو جو مفعول کے وزن پر آتی ہو جیسے جریح بمعنی مجروح ۔

سوال: اسم صفت سے جمع سالم بنانے کی لئے ان شرائط خمسہ کی علت کیا ہے؟

جواب: شرط اول مذکر عاقل کی آپ نے علت پڑھ لی ہے۔ دوسری شرط کہ تاء تانیث کی نہ ہو اس لئے لگائی ہے کہ اگر تاء تانیث کو رکھتے ہوئے جمع بنائی جائے تو تاء تانیث اور جمع کا جمع ہونا لازم آئے گا تو اگر تاء کو حذف کیا جائے تو التباس لازم آئے گا اس جمع کے ساتھ جس کا واحد تاء تانیث سے خالی ہو اور بقایا شرائط میں سے تیسری شرط اس لئے لگا ئی کہ تا کہ افعل تفضیل اور اس میں فرق باقی رہ جائے اسم تفضیل کی جمع واو نون کے ساتھ آتی ہے۔ چوتھی شرط اس لئے لگائی تا کہ اس میں اور فعلا ن فعلا نة میں کہ جس کی جمع واو نون کے ساتھ آتی ہے فرق باقی رہے جیسے ندمان کی مؤنث ند ما نة آتی ہے جس کی جمع ندمانون جائز ہے اور پانچویں شرط کہ فعیل کے وزن پر نہ ہو جو بمعنی مفعول کے ہو اس لئے لگائی کہ یہ دونوں صیغے مذکر اور مؤنث کے درمیان مساوی ہوتے ہیں۔

قولہ : يجبُ حذفُ نونهٖ بالاضافةِ نحو مسلمومصرٍ

ترجمہ : اور واجب ہے حذف کرنا اس کے نون کو اضافت کے ساتھ جیسے مسلمو مصر۔

تشریح : پہلے ہی ضابطہ بیان کیا جاچکا ہے کہ نون جمع اضافت کے وقت حذف ہو جاتا ہے۔

قولہ : ومؤنثٌ وهوماأُلحقَ باٰخِرِهٖ الفٌ وتاءٌ نحو مسلمات ۔

ترجمہ: اور مؤنث اور وہ وہ ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں الف اور تاء جیسے مسلمات ۔

تشریح : جمع سالم کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم ہے جمع مؤنث سالم وہ ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلمة سے مسلمات هند سے هندات۔

قولہ : وشرطهٗ ان كان صفةً ولهٗ مذكر اَنْ يكون مذكرهٗ قد جُمِعَ بالواو والنون نحومُسلمون وان لم يكن لهٗ مذكرٌ فشرطهٗ ان لايكونَ مؤنثًا مجردًا عن التاء كالحائض والحاملِ

ترجمہ : اور شرط اس کی اگر وہ صفت ہو اور اس کے لئے مذکر ہو تو یہ ہے کہ اس کا مذکر ایسا ہو کہ اس کی جمع لائی گئی ہو واؤ نون کے ساتھ جیسے مسلمون اور اگر نہ ہو اس کے لئے مذکر پس شرط اس کی یہ ہے کہ نہ ہو وہ ایسی مؤنث جو تاء سے خالی ہو جیسے حائض ، حامل ۔

تشریح : جمع مؤنث سالم بنانے کی شرط اور تفصیل یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت کا ہوگا یا نہیں۔

پہلی صورت : اگر صیغہ صفت کا ہو تو پھر دو صورتیں ہیں ① اس کے لئے مذکر ہوگا یا نہیں اگر اس صیغہ صفت مؤنث کے لئے مذکر ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی گئی ہو جیسے مسلم کی جمع واو نون کے ساتھ مسلمون تو اس کی مؤنث مسلمة کی مسلمات آئے گی۔

سوال : تم نے یہ شرط کیوں لگائی ہے اس کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : مذکر اصل ہوتا ہے اور مؤنث اس کی فرع جب مؤنث کی جمع الف تاء کے ساتھ آئے تو یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ آئے گی ورنہ تو فرع کی اصل پر زیادتی لازم آتی ہے جو کہ باطل ہے اصل کی جمع تو تکسیر ہے اور فرع کی جمع سالم ہے۔

دوسری صورت : کہ اس صیغہ صفت کے لئے مذکر نہ ہو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث تا سے خالی نہ ہو لہٰذا اس سے حائض اور حامل نکل جائیں گے کیونکہ ان کی جمع حائضات اور حاملات نہیں آئے گی بلکہ حوائض اور حوامل آئے گی۔

سوال : یہ مجرد عن التاء کی شرط تم نے دوسری صورت کے لئے کیوں لگائی؟

جواب : کہ حائضة حاملة جو تاء کے ساتھ ہے اس کی جمع حائضات آتی ہے اب اگر حائض اور حامل کی جمع بھی حائضات ، حاملات آئے تو التباس لازم آئے گا اس لئے یہ شرط لگا دی ہے۔

وان كان اسمًا غيرَ صفةٍ جُمِع بِالالفِ والتاءِ بلاشرطٍ كهندات

ترجمہ: اور اگر ہو وہ مؤنث مفرد اسم غیر صفت تو جمع لائی جائے گی الف اور تاء کے ساتھ بغیر کسی شرط کے جیسے هندات ۔

تشریح : **تیسری صورت** : کہ وہ مؤنث صفتی نہ ہو تو اس کی جمع الف تاء کے ساتھ بغیر شرط کے آئے گی جیسے هند سے هندات اور زینب سے زینبات اور طلحة سے طلحات ۔

قولہ : المكسّرُ صيغتهٗ في الثلاثي كثيرةٌ تُعرفُ بالسماع كرجالٍ وأفراسٍ وفُلوسٍ وفي غير الثلاثي على وزن فعالِلُ وفَعالِيل قياسًا كماعرفت في التصريفِ

ترجمہ : اور جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جن کو پہچانا جا سکتا ہے سماع کے ساتھ جیسے رجال ، افرس ، فلوس اور غیر ثلاثی میں فعالل اور فعالیل کے وزن پر ہیں قیاسا جیسا کہ آپ پہچان چکے ہیں علم صرف میں۔

تشریح : جمع کی باعتبار لفظ کے دو قسمیں تھیں جمع سالم اور پھر اسکی دو قسمیں تھیں جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم اب یہاں دوسری قسم جمع مکسر کو بیان کرنا چاہتے ہیں

جمع مکسر کے اوزان ثلاثی میں تو بہت ہیں جن کا تعلق سماع سے ہے جیسے رحل کی جمع رحال آتی ہے اور فرس کی جمع افراس اور فلس کی جمع فلوس آتی ہے البتہ غیر ثلاثی میں خواہ رباعی مجرد ہو یا مزید ان کی جمع مکسر فعالل کے وزن پر جیسے درھم کی جمع دراھیم یا فعالیل کے وزن پر آتی ہے جیسے دینار کی جمع دنانیر آتی ہے جیسا کہ تم نے علم الصرف میں پڑھ لیا ہے۔

قولــه: ثم الجمع ایضًا علیٰ قسمین جمع قلّةٍ وهو ما یُطلقُ علی العَشرة فما دُونها وابنیتُهٗ افعُل وافعال وافعِلَة و فِعْلَة وجمعا الصحیح بدون اللام کزیدُ ون ومسلمات وجمعُ کثرةٍ وهُو مایُطلقُ علیٰ ما فوقَ العُشرةِ وابنیتُهُ ما عدا هٰذه الابنیة

ترجمہ : پھر جمع دو قسم پر ہے جمع قلت اور وہ وہ ہے کہ جس کا اطلاق کیا جائے دس پر اُس پر جو دس کے نیچے ہے اور بنائیں اس کی افعل اور افعال اور افعلة اور فعلة اور صحیح کی دو جمعیں ہیں بغیر الف لام کے جیسے زیدون اور مسلمات اور جمع کثرت اور وہ وہ ہے جس کا اطلاق کیا جائے دس سے زائد پر اور بنائیں اس کی وہ ہیں جو ان کے ماسوا ہیں۔

تشریح : یہاں سے جمع کی دوسری تقسیم جو باعتبار معنی کی تھی اس کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جمع باعتبار معنی کے دو قسم پر ہے ① جمع قلت ② جمع کثرت

جمع قلت کی تعریف : وہ ہے جس کا اطلاق تین سے لے کر دس تک کیا جائے اور اس کے اوزان چھ ہیں ① افعل جیسے افلس جمع ہے فلس کی ② افعال جیسے اقوال جمع ہے قول کی ③ افعلة جیسے ارغفة جمع ہے رغیف کی ④ جیسے فعلة جیسے غلمة جمع ہے غلام کی ⑤ جمع مذکر سالم ⑥ جمع مؤنث سالم جب کہ الف لام سے خالی ہوں اور جمع کثرۃ کے اوزان ان چھ کے ماسوا ہیں تو جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم جب الف لام کے ساتھ ہوں تو وہ بھی جمع کثرت میں داخل ہے۔

جمع کثرت کی تعریف: وہ جس کا اطلاق دس سے اوپر مالانہایت تک ہو اور اس کے اوزان جمع قلت کے چھ اوزان کے علاوہ ہیں۔ البتہ یاد رکھیں کبھی جمع قلت جمع کثرت کی جگہ اور جمع کثرت جمع قلت کی جگہ استعمال ہوتی ہے جیسے ثلاثة قروء قروء جمع کثرت قرء کی ہے جو کہ جمع قلت کی جگہ استعمال ہو رہی ہے حالانکہ اس کی جمع قلت اقراء آنی چاہئے تھی۔

بحث مصدر

فصل : المصدر اسمٌ یدلُّ علی الحدث فقط ویَشتَقُّ منه الافعال کالضرب والنصر مثلاً

ترجمہ : مصدر وہ اسم ہے جو صرف حدث پر دلالت کرے اور مشتق ہوتے ہوں اس سے افعال جیسے ضَرب (مارنا) نصر (مدد کرنا) مثلاً

تشریح : مصنفؒ خاتمہ کی چھٹی فصل میں مصدر کی بحث بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں چار باتوں کا بیان ہے ① مصدر کی تعریف ② مصدر کے اوزان ③ مصدر کا عمل ④ دوضابطوں کا بیان۔

مصدر کی تعریف : مصدر وہ اسم ہے جو دلالت کرے فقط حدث پر، حدث کا معنی ہوتا ہے قائم بالغیر ہونا تو تعریف یہ ہوگی کہ مصدر وہ اسم ہے جو دلالت کرے حدث پر یعنی ایسے معنی پر جو قائم بالغیر ہو اور اس سے افعال مشتق ہوں جس طرح افعال مشتق ہوتے ہیں اسی طرح مصدر سے فعل کے متعلقات مشتق ہوں گے کیوں کہ جب افعال کے لئے مصدر اصل ہوا تو ان کے فعل کے متعلقات کے لئے بھی مصدر اصل ہوا جیسے ضرب اور نصر سے ضرب یضرب، ضارب اور اسی نصر ینصر اور ناصر مشتق ہوئے۔

قولہ : ابنیتُہٗ من الثلاثی المجرد غیر مظبوطۃٍ تُعرفُ بالسماع ومن غیرہٖ وقیاسیۃٌ کالافعالِ والانفال والاستفعال والفعلَلَۃِ والتفعُّلِ مثلاً

ترجمہ : اور اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے منضبط نہیں ہیں پہچانے جاتے ہیں سماع کے ساتھ اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہیں جیسے افعال وغیرہ مثلاً۔

تشریح : اور مصدر کے اوزان ثلاثی مجرد کے تو بہت زیادہ ہیں جن کے لئے کوئی قاعدہ قانون نہیں جو محض سماع پر موقوف ہیں البتہ غیر ثلاثی مجرد کے اوزان قیاسی ہیں جیسے افعا ل استفعال انفعال افتعا ل وغیرہ۔

قولہ : فالمصدر ان لم یکن مفعولاً مطلقًا یَعملُ عملَ فعلِہٖ اعنی یرفعُ الفاعلَ ان کان لازمًا نحواعجَبَنی قیامُ زیدٌ وینصبُ مفعولاً ایضًاان کان متعدّیا نحواعجبنی ضربٌ زیدٌ عمرًوا

ترجمہ : پس مصدر اگر نہ ہو مفعول مطلق تو عمل کرتا ہے اپنے فعل کا سا عمل مراد لیتا ہوں میں کہ فاعل کو رفع دیتا ہے اگر وہ مصدر لازمی ہو جیسے اعجبنی قیام زید اور نصب دیتا ہے مفعول کو بھی اگر متعدی ہے جیسے اعجبنی ضرب زید عمرًا۔

تشریح : تیسری بات کا بیان کہ مصدر کا عمل کیا ہے۔ مصدر اپنے فعل والا عمل کرتا ہے یعنی اگر مصدر لازمی ہو تو فقط فاعل کو رفع دے گا جیسے اعجبنی قیا م زید تو قیام مصدر لازمی ہے اس نے فقط فاعل زید کو رفع دیا ہے اور اگر مصدر متعدی ہو تو فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا جیسے اعجبنی ضرب زیدعمرًا تو یہاں پر ضرب مصدر متعدی ہے اس نے زید کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیا ہے اور عمر و کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے مصنف نے مصدر کے عمل کرنے کے لئے ایک شرط لگائی ہے ان لم یکن مفعو لاً مطلقًا کہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو کیوں کہ اگر مفعول مطلق ہو تو پھر یہ عمل نہیں کرے گا۔ کچھ اور شرائط بھی ہیں جو تنویر شرح نحو میر صفحہ ۸۵ پر دیکھئے۔

قولہ : ولایجوزُ تقدیمُ معمول المصدرعلیہ فلا یقال اعجبنی زیدٌ ضربٌ عمرًواولا عمرًواضربٌ زیدٌ

ترجمہ : اورنہیں جائز مصدر کے معمول کومصدر پرمقدم کرنا پس نہیں کہاجائے گا اعجبنی زیدٌ ضربٌ عمرًوا......الخ

تشریح : اس عبارت میں ایک اورضابطہ کابیان ہے کہ مصدر چونکہ عامل ضعیف ہےاس لئے اس کامفعول اس پرمقدم نہیں ہوسکتا لہٰذا اعجبنی ضرب زید عمرا میں زیدکومقدم کیاجائےاعجبنی زید ضرب عمرا پڑھاجائےتوجائزنہیں اس طرح مفعول کومقدم کیاجائےاعجبنی عمرا ضرب زید پڑھنابھی جائزنہیں۔

قولہ : یجوزاضافتُہ الی الفاعل نحو کرِھتُ ضربَ زید عمرًوا والی المفعولِ بہ نحو کرھتُ ضربَ عمرٍوزید

ترجمہ : اورجائز ہےمصدرکی اضافت فاعل کی طرف جیسے کرھت ضرب زید عمرًا یامفعول بہ کی طرف جیسے کرھتُ ضربَ عمرٍوزید۔

تشریح : یہاں ایک اورضابطہ کابیان ہے کہ مصدرکی اضافت فاعل اورمفعول دونوں کی طرف جائز ہے جب اضافت فاعل کی طرف ہوتولفظاً مجرورمرفوع معناً ہوگااوراس کے بعدعمرومفعول ہےجومنصوب ہےجیسے کرھت ضرب زید عمرا تویہاں زید فاعل ہےمصدرکا اورمعناً مرفوع فاعل ہےاورعمرا لفظاً منصوب مفعول بہ ہے۔اور جب مفعول کی طرف اضافت ہوتو مفعول مجرورلفظاً منصوب معنیً مفعول ہوگااوراسکے بعدفاعل مرفوع ہوگاجیسے کرھت ضرب عمرا زید تویہاں عمرا مفعول بہ مجرور لفظاًمنصوب معناًمفعول ہےضرب کااورزیدمرفوع لفظاًفاعل ہے۔

قولہ : وامّاان کان مفعولاً مطلقاً فالعمل للفعل الّذی قبلہٗ نحوضربتُ ضربًا عمرًوا فعمرٌ ومنصوبٌ بضربتُ

ترجمہ : اوراگروہ مصدرمفعول مطلق ہےپس عمل اس فعل کے لئے ہوگاجواس سے پہلے ہےجیسے ضربت ضربا عمرا (میں نے ماراعمروکومارنا) پس عمرومنصوب ہےضربت کے ساتھ۔

تشریح : اوراگرمصدرمفعول مطلق ہےتوپھرعمل نہیں کرےگا بلکہ عمل اس سےقبل والےفعل کاہوگاجیسے ضربت ضربـاً عمرا اسمیں عمرامفعول منصوب ہےیہ معمول ضرباً کے لئےنہیں بلکہ معمول ہےضربت فعل کے لئےاس کے لئےمفعول بہ ہے۔

بحث اسم فاعل

فصل :اسم الفاعل اسمٌ مشتقٌ من فِعلٍ لیدلّ علیٰ مَنْ قام بِهِ الفعلُ بمعنی الحُدُوث

ترجمہ : اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بطریق حدوث

تشریح : اس خاتمے کی ساتویں فصل میں مصنفؒ تین چیزوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں ① اسم فاعل کی تعریف ② اوزان ③ اسم فاعل کے عمل کی شرائط اور تفصیل۔

اسم فاعل کی تعریف : اسم فاعل وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل سے یعنی مصدر سے تا کہ دلالت کرے ذات پر جس کے ساتھ فعل بطریق حدوث وتجدد قائم ہو۔ یادرکھیں! من فعل علیٰ مذھب الکوفیین ہے۔ بصرین کے نزدیک اسم فاعل مصدر ہی سے مشتق ہوتے ہیں بواسطہ فعل کے۔

قولہ : وصیغتُہٗ من الثلاثی المجردِ علیٰ وزن فاعلٍ کضاربٍ وناصرٍ ومن غیرہٖ علیٰ صیغۃِ المضارع من ذٰلك الفعل بمیمٍ مضمومٍ مکان حرف المضارعۃ وکسرِ ما قبلَ الاٰخر کمُدخل ومُستَخرج

ترجمہ : اور ثلاثی مجرد سے اسم فعل کا صیغہ فاعل کے وزن پر آتا ہے بکثرت جیسے ضارب اور ناصر اور اس (غیر ثلاثی مجرد) کے سوا اسی فعل کے مضارع پر آتا ہے میم مضمومہ کو حرف مضارعت کی جگہ پر رکھنے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دینے کے ساتھ جیسے مُدخِل اور مستَخرِج ۔

تشریح : یہاں دوسری بات کا بیان ہے کہ اسم فاعل کے اوزان ثلاثی مجرد سے اکثر فاعل کے وزن پر آتے ہیں جیسے ضارب، ناصر لیکن کبھی کبھی فعل اور مفعول کے وزن پر بھی آتے ہیں اس لئے ہم نے اکثر کی قید لگادی۔

فاعل کا وزن غیر ثلاثی مجرد سے یعنی ثلاثی مزید رباعی مجرد مزید سے وہ مضارع معلوم کے وزن پر آتا ہے۔ لیکن تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ کہ میم مضمومہ کو حروف مضارع کی جگہ لایا جاتا ہے اور ماقبل آخر کو مکسور کیا جاتا ہے خواہ پہلے مکسور ہو یا نہ ہو۔ جیسے یکرم سے مکرم، یستخرج سے مستخرج، ید حرج سے یتدحرج سے متدحرج ۔

قولہ : وھو یعملُ عملَ فعلِهِ الْمَعرُوفِ ان کان بمعنی الحالِ اوالاستقبال ومعتمدًا علی المبتدأ نحو زیدٌ قائمٌ ابوہُ اوذی الحالِ نحو جاء نی زیدٌ ضاربًا ابوہ عمروًا اوموصولٍ نحو مررتُ بالضارب ابُوہ عمرًوا اوموصوفٍ نحو عندی رجلٌ ضاربٌ ابوہُ عمرًوا او ھمزۃِ الاستفھامِ نحوا قائمٌ زیدٌ او حرفِ النفِی نحو ما قائمٌ زیدٌ

ترجمہ : اوروہ عمل کرتا ہے اپنے فعل معروف کا سا عمل اگر ہو بمعنی حال یا استقبال اور سہارا لینے والا ہو مبتداء پر جیسے زیدٌ قائمٌ ابوہٗ یا ذوالحال پر جیسے جاءنی زیدٌ ضاربًا ابوہٗ یا موصول پر جیسے مررتُ بالضّاربِ ابوہٗ عمرًا یا موصوف پر جیسے عِندِی رجلٌ ضاربٌ ابوہٗ عمرًا یا ہمزہ استفہام پر جیسے اَقائمٌ زیدٌ یا حرف نفی پر جیسے ماقائمٌ زیدٌ ۔

تشریح : تیسری بات کا بیان کہ اسم فاعل اپنے فعل معلوم والا عمل کرتا ہے کہ اگر فعل لازمی ہے تو اسم فاعل فقط فاعل کو رفع دے گا اور اگر فعل متعدی ہے تو یہ اسم فاعل متعدی فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا اور اگر اسم فاعل نکرہ ہو تو اس کے عمل کرنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط : کہ اسمیں زمانہ حال یا استقبال ہو۔

دوسری شرط : چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر معتمد ہو۔

① مبتدا پر جیسے زید قائم ابو ہ اسمیں قائم اسم فاعل مبتدا پر اعتماد کرتے ہوئے ابو ہ کو رفع دے رہا ہے۔

② ذوالحال پر معتمد ہو جیسے جاء نی زید ضاربًا ابوہ عمرا اسمیں ضاربا ذوالحال زید پر اعتماد کر کے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے۔

③ اسم موصول پر معتمد ہو جیسے مررت بالضارب ابو ہ عمرا اسمیں اسم فاعل ضارب اسم موصول الف لام بمعنی الذی پر اعتماد کرتے ہوئے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے۔

④ موصوف پر معتمد ہو جیسے عندی رجلا ضاربا ابوہ عمرا اسمیں ضارب اپنے موصوف پر اعتماد کر کے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے۔

⑤ حرف استفہام پر معتمد ہو جیسے اقائم زید ۔

⑥ حرف نفی پر معتمد ہو جیسے ما قائم زید ۔

سوال : اسم فاعل نکرہ کے عمل کرنے کے لئے یہ دو شرطیں کیوں لگائیں؟

جواب : پہلی شرط اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال والی اس لئے لگائی گئی کہ اسم فاعل فعل مضارع کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے جو مشابہت صورتا بھی ہے اور معنا بھی۔ جس طرح مضارع کے معنی میں حال یا استقبال پایا جاتا ہے اسی طرح اسم فاعل کے معنی میں بھی معنی حال یا استقبال پایا جائے اس لئے یہاں بھی شرط لگائی تا کہ مناسبت معنوی متحقق اور موجود ہو جائے۔

دوسری شرط : کہ چھ چیزوں میں سے کسی پر معتمد ہو پہلی چار اس لئے لگائی کہ اس سے بھی فعل کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے پہلی چار اس فعل کے ساتھ اسطرح پائی جاتی ہیں کہ جس طرح فعل مسند ہوتا ہے اسناد کیا جاتا ہے اسی طرح ان چاروں چیزوں کے

اندر بھی اسم فاعل کا اسناد اور نسبت کی جاتی ہے ماقبل کی طرف یعنی مبتدا ذوالحال وغیرہ کی طرف اور آخری دو چیزیں حرف نفی حرف استفہام پر اعتماد سے مشابہت اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ حرف نفی استفہام بھی ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہے تو اسی سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔

قولہ : فان کان بمعنی الماضِی وجبتِ الاضافۃُ معنیً نحو زیدٌ ضاربُ عمرٍو امس

ترجمہ : پس اگر ہو (اسم فاعل) بمعنی ماضی تو اضافت معنویہ واجب ہے جیسے زیدٌ ضاربُ عمرٍو امسِ

تشریح : اگر پہلی شرط نہ پائی جائے یعنی اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال نہ ہو بلکہ بمعنی ماضی ہو تو پھر یہ عمل نہیں کرے گا اب اس کے بعد کوئی اسم آرہا ہے تو اس کی طرف اس کی اضافت ہو جائے گی اسم فاعل کی اور یہ اضافت معنوی ہو گی جیسے ضارب زید عمر امس میں کیونکہ اضافت لفظیہ کے لئے شرط یہ تھی کہ صیغہ صفت کے اپنے معمول کی طرف مضاف ہوں اور یہ معمول کی طرف مضاف نہیں کہ عمرو اس کے لئے مفعول بہ نہیں ہے کیونکہ مفعول بہ کے عمل کے لئے شرط موجود نہیں۔

قولہ : هٰذا اذا کان منکّرًا امّا اذا کانَ مُعرّفًا باللام یستوی فیه جمیعُ الازمنۃِ نحو زیدُنِ الضاربُ ابوہُ عمرًوا الاٰن او غدًاااو امس

ترجمہ : یہ بات اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو لیکن جب معرف باللام ہو تو اس میں سب زمانے برابر ہیں جیسے زیدُنِ الضاربُ ابوہُ عمرًوا الاٰن او غدًااا و امس۔

تشریح : اگر اسم فاعل لام موصول سے معرف ہو تو اس کے لئے زمانہ حال یا استقبال والی شرط نہیں بلکہ تمام زمانے اس میں برابر ہیں جیسے زید الضارب ابوہ عمرا تو اس میں اسم فاعل اپنے فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے رہا ہے خواہ الآن مل کر زمانہ حال والا معنی ہو۔ یا غدًا کا لفظ مل کر زمانہ استقبال والا معنی ہو۔ یا لفظ امس اس کے ساتھ مل کر زمانہ ماضی والا معنی ہو۔ ہم نے لام موصول کی قید لگائی کیونکہ اگر لام تعریف کا ہو تو صیغہ اسم فاعل پھر شرائط سے مستثنیٰ نہیں ہوتا کذافی الرضی۔ جیسے کم یوما سفرك وكم يوما صومك۔

بحث اسم مفعول

فصل : اسم المفعول اسمٌ مشتقٌ من فعلٍ متعدٍّ لیدلّ علیٰ مَنْ وقعَ علیه الفعلُ

ترجمہ : اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہو۔

تشریح : آٹھویں فصل کے اندر مصنف اسم مفعول کی بحث بیان کر رہے ہیں جس میں تین باتوں کا بیان ہوگا ① اسم مفعول کی

تعریف ② اسکے اوزان ③ اس کا عمل۔

اسم مفعول کی تعریف : اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو اور دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ فعل متعدی کی قید لگا کر بتا دیا کہ اسم مفعول فعل لازمی نہیں آیا کرتا۔

قولہ : وصیغتہٗ من مجرّد الثلاثی علیٰ وزن مفعول لفظًا کمضروبٍ او تقدیرًا کمَقُول ومَرْمِيٍّ ومن غیرہٖ کاسمِ الفاعِل بفتح ماقبل الاٰخر کمُدْخَلٍ ومُسْتَخْرَجٍ

ترجمہ: اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے لفظاً جیسے مضروب یا تقدیراً جیسے مقول ، مرمی اور اس (غیر ثلاثی مجرد) کے سوا اسم فاعل کی طرح ہے آخر کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ جیسے مدخَل مستخرَج ۔

تشریح : اس عبارت میں دوسری بات کا بیان ہے کہ اسم مفعول کا وزن کیا ہے ثلاثی مجرد کے اسم مفعول کا وزن اکثر مفعول کے وزن پر آتا ہے مفعول کا وزن لفظوں میں ہو جیسے مضروب یا تقدیراً یعنی تعلیل ہو چکی ہو جیسے مقول اصل میں مقوول تھا مرمی اصل میں مرموی تھا

ومن غیرہ غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید رباعی مجرد مزید سے اسم فاعل کی طرح فعل مضارع مجہول ساتھ فتح ماقبل کے آئے گا یعنی فعل مضارع مجہول سے آئے گا اور حروف مضارعت کی جگہ میم مضمومہ لائی جائے گی اور ماقبل آخر مفتوح ہوگا جیسے یدخل سے مدخل اور یستخرج سے مستخرج اور یدحرج سے مدحرج ۔

قولہ : ویعملُ عملَ فعلِہِ المجھُولِ بالشرائطِ المذکورۃ فی اسمِ الفاعل نحو زیدٌ مضروبٌ غلامُہٗ الاٰنَ اوغدًا او امسِ

ترجمہ : وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل مجہول کا سا انہی شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں ذکر کی جا چکی ہیں۔

تشریح : اس عبارت میں تیسری بات کا بیان کہ اسم مفعول کا عمل کیا ہے کہ اسم مفعول اگر نکرہ ہو تو اس کے عمل کرنے کے لئے وہی دو شرطیں ہیں جو اسم فاعل میں تھیں ① زمانہ حال یا استقبال ② چھ چیزوں میں سے کسی چیز پر معتمد ہو اور یہ اپنے فعل مجہول والا عمل کرے گا یعنی نائب فاعل کو رفع دے گا جیسے زید مضروب غلامہ ۔

فائدہ : فعل متعدی کی چار قسمیں تھیں اور اسم مفعول کی بھی چار قسمیں ہوں گی۔

① متعدی بیک مفعول جیسے ضرب اور اسم مفعول مضروب۔

② متعدی بدو مفعول جس میں سے ایک مفعول پر اکتفا جائز ہو جیسے اعطی اور اسم مفعول معطیً ۔

③ متعدی بدو مفعول لیکن کسی ایک مفعول پر اکتفا جائز نہ ہو جیسے علم اور اسم مفعول معلوم ۔

④ متعدی بر سہ مفعول جیسے اخبر اوراسم مفعول مخبر۔

اوراگراسم مفعول بمعنی ماضی ہوتواس وقت اس کی اضافت مفعول بہ کی طرف واجب ہےاوروہ اضافت معنویہ ہوگی جیسے زیـــد معطیٰ درهم امس اور جب معرب بلام موصولہ ہوتواس وقت بمعنی ماضی ہوکربھی عمل کرے گا جیسے زید المعطیٰ غلامه درهما الان اوغدا او امس ۔

بحث صفت مشبہ

فصل :الصفةُ المشبهةُ اسمٌ مشتقٌ من فِعلٍ لازمٍ لیدُلَّ علیٰ مَنْ قامَ به الفعلُ بمعنی الثبوتِ

ترجمہ:صفت مشبہ وہ اسم ہے جوفعل لازمی سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بطور ثبوت کے۔

تشریح : مصنفؒ خاتمہ کی اس نویں فعل میں صفت مشبہ کو بیان کررہے ہیں جس میں چار باتوں کا بیان ہے ① صفت مشبہ کی تعریف ②اوزان ③ عمل④ صفت مشبہ کی صورتیں۔

صفت مشبہ کی تعریف: صفت مشبہ وہ اسم ہے جوفعل لازم سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ یہ فعل بطور ثبوت اوردوام کے قائم جیسے حســن اس شخص کو کہا جا تا ہے جس میں حسن بطوردوام اورثبوت کے قائم ہو یہی فرق ہے اسم فاعل اور صفت مشبہ میں اسم فاعل میں صفت عارضی اورصفت مشبہ میں صفت لازمی ہوتی ہے۔

فائدہ :مشبہ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب تفعیل سے جس کا معنی ہے تشبیہ دیا ہوا چونکہ اس کو اسم فاعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تثنیہ اورجمع اورتذکیروتانیث کے صیغے آنے میں اسی وجہ سے اسکوصفت مشبہ کہا جا تا ہے۔

من فعل لازم لاکرمصنف نے بتادیا کہ صفت مشبہ فعل لازمی سے آتی ہے فعل متعدی سے نہیں آتی۔

قولـه: وصیغتها علیٰ خلافِ صیغةِ اسم الفاعل والمفعول انّما تعرف بالسماع کحَسَنٍ وَصَعَبٍ وظریف

ترجمہ : اورصفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل ومفعول کے صیغہ کے خلاف ہوتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ان کو پہچانا جا تا ہے سماع کے ساتھ جیسے حَسَنٍ وَصَعَبٍ وظریف ۔

تشریح : دوسری بات : یعنی صفت مشبہ کا وزن ،صفت مشبہ کا صیغہ یہ اسم فاعل واسم مفعول کے صیغے کے مخالف ہوتا ہے یعنی صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل اوراسم مفعول کے وزن پر نہیں آتا یہ جمہورنحویوں کے مسلک پرہےاورصاحب الفیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ اسم فاعل کے وزن پرصفت مشبہ کا صیغہ آتا ہے علی سبیلاً لقلت جیسے شاھد کا معنی شھید ۔

صفت مشبہ کے اوزان بہت سارے ہیں جن کا تعلق سماع کے ساتھ ہے قیاس کو دخل نہیں لیکن شیخ رضی نے اس پرردکیا ہے کہ

صفت مشبہ جولون اورعیب والے معنے میں ہیں وہ ہمیشہ افعل کے وزن پرآتی ہے جیسے ابیض ، اسود ، اعور، اعمی وغیرہ یہ تو قیاسی اوزان میں لہٰذا یہ قاعدہ کلیہ بنانا صحیح نہیں۔

قولہ : ھی تعمل عمل فعلِھا مطلقًا بشرط الاعتمادِ المذکور

ترجمہ : اوروہ عمل کرتا ہے اپنے فعل کا سامطلقا اعتماد مذکور کی شرط کے ساتھ۔

تشریح : تیسری بات کہ صفت مشبہ کا عمل کیا ہے؟ صفت مشبہ مطلقا اپنے فعل والا عمل کرتی ہے جس کے عمل کے لئے ایک شرط ہے کہ وہ پانچ امور میں سے کسی ایک پر معتمد ہو، اس میں زمانہ حال یا استقبال کی شرط نہیں اسی طرح یہ لام موصول پر بھی معتمد نہیں ہوتااور یہ بھی یادرکھیں صفت مشبہ کا عمل اپنے فعل سے زائد ہے کیونکہ یہ اپنے معمول کونصب بھی دیتا ہے شبہ مفعول بہ ہونے کی بناپر لیکن اس کا فعل لازمی وہ اپنے مفعول بہ کو ہرگز نصب نہیں دیتا۔

سوال : صفت مشبہ کے لئے زمانہ حال یا استقبال کی کیوں شرط نہیں اسی طرح یہ الف لام موصول پر کیوں معتمد نہیں ہوسکتا جبکہ اسم فاعل اوراسم مفعول کے لئے یہ شرطیں آپ نے بتائی ہے؟

جواب : چونکہ صفت مشبہ کے اندر دوام اورثبوت والامعنی ہوتا ہے اس کے لئے زمانہ حال یا استقبال کی شرط نہیں کیونکہ وہ تو حدوث کومستلوم ہےاورالف لام موصول پر اعتماد اس لئے نہیں ہوتا کہ بالاتفاق جوصفت مشبہ پرالف لام آتا ہے وہ موصول کا داخل نہیں ہوتااس پر جب آتا نہیں تو وہ اعتماد کیسے پکڑسکتا۔

قولہ : مسائلُھاثمانیۃَ عشر لانَّ الصفۃَ اِمَّا باللام اومجردۃ عنھا ومعمولُ کلِّ واحدٍ منھما امّا مضافٌ او باللام اومجردٌ عنھما فھٰذہ ستۃٌ ومعمولُ کُلِّ منھا اِمَّا مرفوعٌ اومنصوبٌ او مجرورٌ فذٰلک ثمانیۃَ عشَرَ

ترجمہ : اوراس کے مسائل اٹھارہ ہیں اس لئے کہ تحقیق صفت مشبہ یاالف لام کے ساتھ ہوگی یاالف لام سے خالی ہوگی اوران میں سے ہرایک کامعمول یامضاف ہوگایاالف لام کے ساتھ ہوگایادونوں سے خالی ہوگاپس یہ چھ ہیں اور ہرایک کامعمول مرفوع ہوگایامنصوب ہوگایامجرورپس یہ اٹھارہ ہیں۔

تشریح : چوتھی بات کہ صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتیں ہیں جن کی وجہ حصر یہ ہے کہ صیغہ صفت لام کے ساتھ ہوگایا مجردعن اللام ہوگا پھران دونوں کامعمول مضاف ہوگایالام کے ساتھ ہوگایادونوں سے خالی ہوگا تو یہ چھ صورتیں ہوگئیں پھر مذکورہ چھ صورتوں میں سے ہرایک صورت میں تین احتمال ہیں کہ اس کامعمول مرفوع ہوگایامنصوب یا مجرور ہوگا تو تین سے چھ کوضرب دی جائے تو مجموعی طور پر اٹھارہ صورتیں بنتی ہے۔ان کی تفصیل یہ ہے کہ صفت مشبہ معرف باللام ہواوراس کامعمول مضاف ہو اس سے تین صورتیں بنے۔

① کہ معمول مرفوع ہو جیسے زید الحسن وجهه ۔

② معمول منصوب ہو جیسے الحسن وجهه ۔

③ معمول مجرور ہو جیسے الحسن وجهه ۔

اور صفت مشبہ معرف باللام ہو اور معمول بھی معرف باللام ہو تو اس کی بھی تین صورتیں بنیں گی اعراب کی وجہ سے۔

① مرفوع ہو جیسے الحسن الوجه

② منصوب ہو جیسے الحسن لوجه

③ معمول مجرور ہو جیسے الحسن الوجه تین اور تین چھ ہو گئیں۔

اور صفت مشبہ معرف باللام ہو اور معمول اضافت اور الف لام دونوں سے خالی ہو تو اس کی بھی تین صورتیں بنے گی۔

① معمول مرفوع ہو جیسے الحسن وجه ۔

② معمول منصوب ہو جیسے الحسن وجهًا ۔

③ معمول مجرور ہو جیسے الحسن وجه ۔

قوله: وتفصيلُها نحو جاء نی زيدِن الحَسن وجهُهٗ ثلثة اوجهٍ وكذٰلك الحسن الوجهِ والحسن وجهٍ وحَسُنَ وجهِه وحَسُنَ الوجهِ وحسن وجهٍ

ترجمہ : اور تفصیل ان اٹھارہ قسموں کی مثل جاء نی زید ......الخ ۔

تشریح : صیغہ صفت معرف باللام ہونے کی صورت میں یہ نو صورتیں بن گئیں اور اسی طرح مجرد عن اللام ہونے کی صورت میں بھی یہی نو صورتیں بنے گی جن کی تفصیل یہ ہے کہ صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول مضاف جس پر تینوں اعراب جائز۔ اور صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول بھی، اس سے بھی تین صورتیں حاصل ہوئیں۔ اور صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول معرف باللام تو معمول پر تینوں اعراب جائز ہوں گے۔

قوله : وهی علی خمسةِ اقسامٍ منها مُمْتنعٌ الحسن وجهِ والحسن وجهُهٗ

ترجمہ : اور صفت مشبہ کی اٹھارہ قسمیں پانچ قسموں پر ہیں ان میں سے بعض قبیح الحسن وجه الحسن وجهه ۔

تشریح : اور صفت مشبہ کے مسائل اور صورتیں امتناع اور اختلاف اور قبح اور حسن اور احسن ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں۔

منها ممتنع جن میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں۔

پہلی صورت امتناع کی: صیغہ صفت معرف باللام ہواور وہ مضاف معمول مجرد عن اللام کی طرف جیسے الحسن وجہہ اس کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ترکیب میں معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہے جواضافت معنویہ میں ممتنع تھی تو اس مشابہت کی وجہ سے نحویوں نے اسے بھی ممتنع قرار دے دیا۔

دوسری صورت امتناع کی: صیغہ صفت معرف باللام مضاف ہو معمول کی طرف اور وہ معمول مضاف ہو ضمیر کی طرف جیسے الحسن وجہہ اس کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس اضافت سے کچھ بھی تخفیف حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ تخفیف یا تو تنوین کے حذف سے ہوتی ہے یا نون تثنیہ،نون جمع کے حذف سے یا ضمیر موصوف کی فاعل صفت سے حذف ہونے سے۔ جیسے الحسن الوجہ اصل میں تھا الحسن لہٰذا اس اضافت نے ان تینوں مذکورہ وجوہ میں سے کسی کا فائدہ نہیں دیا تو اسی وجہ سے اسے بھی ایسے ممتنع قرار دے دیا۔

قوله :مختلفٌ فيه حسنُ وجهِه والبواقي احسنُ ان كان فيه ضميرٌ واحدٌ وحسنٌ ان كان فيهِ ضميرانِ وقبيحٌ ان لم يكن فيه ضميرٌ

ترجمہ : اور بعض مختلف فیہ حسن وجہہ اور باقی احسن ہیں اگر ہو ان میں ضمیر واحد اور حسن ہیں اگر ہوں ان میں دو ضمیریں اور قبیح ہے اگر نہ ہو اس میں ضمیر۔

تشریح : اور ان اٹھارہ صورتوں میں سے جو باقی بچی تھیں وہ سولہ تھیں ان سولہ صورتوں میں سے ایک صورت مختلف فیہ وہ یہ ہے کہ صیغہ صفت معرف باللام نہ ہو اور اس معمول کی طرف مضاف ہو جو ضمیر موصوف کی طرف مضاف ہو جیسے حسن وجہہ اسمیں اختلاف ہے۔

بصریین اور امام سیبویہ قباحت کے ساتھ ضرورت شعری کے لئے جائز قرار دیتے ہیں۔قبیح ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اضافت لفظیہ تخفیف کے لئے ہوتی ہے لہٰذا چاہیے تھا اعلیٰ درجے کی تخفیف ہوتی یعنی مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوتی لیکن چونکہ یہاں ادنیٰ درجے کی تخفیف ہے وہ یہ تھی کہ فقط مضاف سے تنوین حذف ہوئی تھی۔اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی تھی تو اسی وجہ سے اعلیٰ درجے کی تخفیف ممکن ہوتے ہوئے ادنیٰ درجے کی تخفیف پر اکتفا کرنا بھی قبیح ہوا کرتا ہے۔

اور کوفیین کے نزدیک بغیر قباحت کے جائز ہے۔انکی دلیل یہ ہے کہ جواز کے لئے فی الجملہ کسی نہ کسی قدر تخفیف ہونی چاہیے اور وہ یہاں تخفیف حذف تنوین سے حاصل ہے۔

والبواقی احسن ...... اٹھارہ میں سے تین کے نکل جانے کے بعد بقایا پندرہ صورتیں رہتی ہیں ان میں سے وہ صورتیں جن کے اندر ایک ضمیر موجود ہے خواہ وہ صفت کے اندر ہو یا معمول کے اندر وہ احسن ہے اور ایسی صورتیں نو ہیں احسن اس لئے کہا جاتا ہے کہ

موصوف کے ساتھ ربط دینے کے لئے ان میں ایک ضمیر موجود ہے اور ایک ضمیر کا ہونا ربط کیلئے کافی ہوتا ہے۔

اور جن میں دو ضمیریں ہوں وہ دو صورتیں بنتی ہیں وہ حسن ہیں ان کے حسن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ضمیر موصوف کے ساتھ ربط دینے کے لئے موجود ہے اور غیر حسن اس لئے ہے کہ اس میں ضرورت تو ایک ضمیر کی تھی ربط کے لئے اور اس میں دو ضمیریں موجود ہیں اور نو اور دو گیارہ۔

بقایا چار صورتیں ہیں جو کہ قبیح کی ہیں یعنی وہ صورتیں جن کے اندر ضمیر موجود نہیں وہ قبیح ہیں اور وہ چار بنتی ہیں۔ وہ قبیح اس لئے ہیں کہ صفت کو موصوف کے ساتھ ربط دینے کے لئے ضمیر کی ضرورت ہوتی ہے ان میں موجود نہیں ہے۔

قولــه : الضابطةُ انَّكَ مَتٰى رفعتَ بها معمولَهَا فلاضمير فى الصفةِ ومتٰى نصَبْتَ او جَرَرْتَ ففيها ضميرُ الموصوف نحوزيدحسنٌ وَجهُهُ

ترجمہ : ضمیر پہچاننے کا ضابطہ یہ ہے کہ تحقیق جب تو صفت مشبہ کے معمول کو رفع دے گا تو اس وقت صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی اور جب تو صفت مشبہ کے معمول کو نصب اور جر دے گا تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹے گی جیسے زیدحسنٌ وجهُه۔

تشریح : مصنفؒ ضمیر کی معرفت اور پہچان کے لئے ضابطہ بتا رہے ہیں کہ جب صفت مشبہ اپنے معمول کو رفع دے رہی تو اسوقت صفت مشبہ کے اندر ضمیر نہیں ہوگی کیونکہ اس کا معمول اسم فاعل ظاہر موجود ہے اور جب وہ صیغہ صفت اپنے معمول کو نصب یا جر دے رہا ہو تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹ رہی ہوگی اور صفت مشبہ کا فاعل ہوگی اور اسی وقت صفت کی تذکیر و تانیث اسی طرح اس کا تثنیہ اور جمع موصوف کے لحاظ سے ہوگا کیونکہ ضمیر کا اپنے مرجع کے ساتھ مطابقت رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ جیسے زید حسن وجه سے لےکر والزیدون حسن وجه تک۔

صفت مشبہ

- غیر مقرون باللام — معمولہا
  - غیرہما
    - مجرور: زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهٍ احسن
    - منصوب: زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهًا احسن
    - مرفوع: زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهٌ قبیح
  - معرف باللام
    - مجرور: زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ احسن
    - منصوب: زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهَ احسن
    - مرفوع: زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهُ قبیح
  - مضاف
    - مجرور: زَيْدٌ حَسَنُ وَجْهِهٖ مختلف فیہ
    - منصوب: زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهَهٗ احسن
    - مرفوع: زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ احسن
- مقرون باللام — معمولہا
  - غیرہما
    - مجرور: زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ ممتنع
    - منصوب: زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهًا احسن
    - مرفوع: زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهٌ قبیح
  - معرف باللام
    - مجرور: زَيْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ احسن
    - منصوب: زَيْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهَ احسن
    - مرفوع: زَيْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ قبیح
  - مضاف
    - مجرور: زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ ممتنع
    - منصوب: زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهَهٗ حسن
    - مرفوع: زَيْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ احسن

بحث اسم تفضیل

فصل : اسمُ التفضیل اسمٌ مشتقٌ من فعل لیدُلَّ علی الموصوفِ بزیادۃ علی غیرہٖ

ترجمہ : اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جو اپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔

تشریح : مصنفؒ خاتمہ کی اس دسویں فصل میں اسم تفضیل کی بحث بیان کرنا چاہتے ہے جو کہ چند امور پر مشتمل ہے ① اسم تفضیل کی تعریف ② اسم تفضیل کا وزن ③ اسم تفصیل کے لئے شرائط ④ اسم تفضیل کا استعمال ⑤ اسم تفضیل کا عمل۔

اسم تفضیل کی تعریف : اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل سے یعنی مصدر سے تا کہ وہ ذات پر دلالت کرے جو اپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔

سوال : مصنفؒ ماقبل کے اسلوب سے کیوں عدول کیا لیدل علی الموصوف کہا لیدل علی من قام به لیدل علی من وقع علیه کیوں نہیں کہا اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب : اسم تفضیل کی دو قسمیں تھی ① جو فاعل کی تفضیل کے لئے آتی ہے جیسے اضرب بہت مارنے والا ، زیادہ مارنے والا یہ فاعل کی تفضیل کے لئے۔

② جو مفعول کی تفضیل کے لئے آتی ہے جیسے اشہر معنی زیادہ مشہور مصنفؒ نے ان دونوں کو شامل کرنے کے لئے لیدل علی الموصوف کہا ہے۔

قولہ : وصیغتہٗ افعلُ فلایُبنٰی الا من الثلاثی المجردِ الذی لیس بلونٍ ولاعیب نحو زیدٌ افضل الناسِ

ترجمہ : اور اسم تفضیل کا صیغہ افعل ہے پس نہیں بنایا جاتا مگر اس ثلاثی مجرد سے جس میں لون وعیب والا معنی نہ ہو جیسے زیدٌ افضل الناسِ۔

تشریح : دوسری بات بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اسم تفضیل کا وزن اور صیغہ افعل آتا ہے مذکر کے لئے اور فعلی آتا ہے مؤنث کے لئے۔

سوال : خیر اور شر یہ اسم تفضیل ہے لیکن یہ افعل کے وزن پر نہیں؟

جواب : افعل کے وزن سے مراد عام ہے جو فی الحال ہو یا اصل کے اعتبار سے ہو اور خیر اور شر یہ بھی اصل کے اعتبار سے افعل کے وزن ہیں کیونکہ ان کا اصل ہے اخیر اور اشرر۔

تشریح : اسم تفضیل بنانے کے لئے دو شرطیں ① ثلاثی مجرد کا باب ہو ② لون وعیب والا معنی نہ ہو۔
جیسے زید افضل الناس، افضل کے اندر دونوں شرطیں موجود ہیں کہ ثلاثی مجرد سے بنایا گیا ہے اور لون وعیب والا معنی نہیں۔
سوال : اسم تفضیل بنانے کے لئے دو شرطیں کیوں لگائیں؟
جواب : جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا کہ اسم تفضیل ہمیشہ افعل کے وزن پر آیا کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ثلاثی مزید اور رباعی مجرد، رباعی مزید سے اسم تفضیل اگر لائی جائے تو دو صورتیں ہیں کہ حروف کو کم کیا جائے گا یا نہیں اگر حروف کم نہ کئے جائیں تو افعل کا وزن نہیں بنتا حالانکہ اسم تفضیل کے لئے ضروری ہے کہ وہ افعل کے وزن پر ہو۔
اور اگر حروف کم کردیئے جائیں تو وہ باب ہی نہیں رہے گا مثال کے طور پر استخراج سے اسم تفضیل بنائیں تو دو صورتیں ہیں یا تو زائد حروف کو حذف کر کے افعل کا وزن بنایا جائے تو اخرج بن جائے گا تو یہ باب ہی نہیں رہے گا۔ اور اگر حروف کم نہ کئے جائیں تو افعل کا وزن نہیں بنتا اسی وجہ سے پہلی شرط لگائی کہ ثلاثی مجرد کا باب ہو۔
اور دوسری شرط اس لئے لگائی کہ جن ابواب کا معنی لون وعیب والا ہو ان سے صفت افعل کے وزن پر آیا کرتی ہے جیسے احمر، اسود، ابیض اگر ان سے اسم تفضیل بھی آ جائے تو اسم تفضیل اور صفت کا التباس لازم آئے گا اس لئے یہ شرط لگائی کہ لون وعیب والا معنی نہ ہو۔

قولہ : فإن كانَ زائدًا على الثلاثي او كان لونًا اوعيبًا يجب ان يُبْنٰى افعَلُ من ثلاثي مجردٍ ليدل على مبالغةٍ وشدةٍ وكثرةٍ ثم يُذكر بعدهٗ مصدرُ ذٰلك الفعلِ منصوبًا على التمييز كماتقول هُواشَدُّ اِستِخراجًا واقوىٰ حُمرةً واقبح عَرَجًا

ترجمہ : پس اگر فعل ثلاثی مجرد سے زائد ہو یا جس میں لون یا عیب کے معنی ہیں تو اس وقت واجب ہے کہ بنایا جائے افعل ثلاثی مجرد سے تاکہ دلالت کرے مبالغہ پر اور شدت پر اور کثرت پر پھر ذکر کیا جائے اس کے بعد مصدر کو جس سے اسم تفضیل بنانا ممتنع ہے بنا بر تمیز کے منصوب بنا کر جیسا کہ تو کہے گا ھُواشَدُّ اِستِخراجًا اور اقویٰ حُمرةً اور اقبح عَرَجًا۔

تشریح : اگر زائد علی الثلاث یعنی ثلاثی مزید یا رباعی مجرد ہو یا رباعی مزید ہو یا ثلاثی مجرد کے وہ ابواب جن کے اندر لون عیب والا معنی ہو، یعنی اگر اسم تفضیل والا معنی ایسے ابواب سے لینا چاہتے ہو جن سے اسم تفضیل نہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولا تو ثلاثی مجرد سے افعل کا وزن بنایا جائے اپنے مقصود کے مطابق خواہ شدت کثرت یا حسن والا معنی ہو مثلا اشد، اقوی اور احسن کا لفظ پھر ثانیا اسی باب کے مصدر کو بطور تمیز کے اس کے بعد لایا جائے جو کہ منصوب ہوگا تو اس سے اسم تفضیل والا معنی حاصل ہو جائے گا جیسے اشد استخراجًا، اقوی حمرةً، اقبح عرجًا۔

قولہ : وقیاسُہٗ ان یکون للفاعِل کما مَرَّ وقد جاءَ للمفعول قلیلًا نحواعذَرُ واشغلُ واشھرُ

ترجمہ : اورقیاس اس (اسم تفضیل) کا یعنی اسم تفضیل کا قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہوجیسا کہ گذر چکا ہےاور کبھی آتا ہےمفعول کے لئے بہت کم جیسے اعذَرُ اور اشغلُ اوراشھرُ ۔

تشریح : اسم تفضیل اس چیز کو کہتے ہیں جو فعل پر اثر کرنے میں زیادتی یا نقصان پر دلالت کرے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ وصف فاعل میں ہی ہوتی ہے اس لئے قانون اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اسم تفضیل فاعل کے لئے آئے جس کی مثالیں گزر چکی ہیں مگر کبھی کبھی قلیل درجہ میں مفعول کی تفضیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے اعذر زیادہ معذوراور اشغل زیادہ کام میں لگا ہوااور اشھر زیادہ مشہور۔

قولــہ: واستعمالُہٗ علی ثلثۃ اوجہٍ امّا مضافٌ کزیدٌ افضلُ القوم اومعرَّفٌ باللامِ نحوزیدٌنِ الافضلُ او بمِنْ نحوزیدٌ افضَلُ مِنْ عمرٍو

ترجمہ : اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ ہوتا ہے یاتو مضاف ہوکر مستعمل ہوگا جیسے زیــد افضل القوم یامعرف باللام ہوکرجیسے زیدن الافضل یالفظ من کے ساتھ ہوکر جیسے زید افضل من عمرو ۔

تشریح : اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے ہوتا ہے

① اسم تفضیل اضافت کے ساتھ مستعمل ہوجیسے زید افضل القوم ۔

② اسم تفضیل الف لام عہد خارجی کے ساتھ مستعمل ہوجیسے زید الافضل ۔

③ اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ مستعمل ہوجیسے زید افضل من عمیر۔

فائدہ : ان تینوں استعمالوں میں سے اصل استعمال مــن کے ساتھ ہے پھر دوسرادرجہ اضافت کو حاصل ہےاور تیسرادرجہ لام کا ہے۔

ضابطہ : کہ اسم تفضیل ان تینوں استعمالوں سے خالی ہو یہ نا جائز ہے۔

قولہ : ویجوز فی الاول الافرادُ ومطابقۃ اسم التفضیل للموصوفِ نحوزیدٌ افضلُ القوم والزیدانِ افضلُ القوم وافضلا القومِ والزیدون افضلُ القوم وافضَلُوا القومِ

ترجمہ :پہلی قسم میں اسم تفضیل کومفرد لانا بھی جائز ہےاور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے جیسے زید افضل القوم ......الخ

تشریح : پہلے استعمال کا حکم : یہاں اسم تفضیل کومفرد لانا بھی جائز ہےخواہ موصوف مفرد ہوتثنیہ ہوجمع ہوجیسے زیــد اور الزیدان اسی طرح الزیدون اور ھــنــد ،الھندان، الھندات افضل الناس یعنی ہرایک کے لئے افضل الناس اسم تفضیل کو

واحد مذکر لانا جائز ہے۔اور موصوف کی مطابقت بھی جائز ہے کہ یوں کہا جائے زید افضل الناس ، الزیدان افضل الناس، الزیدون افضلو الناس

قولہ : وفی الثانی یجب المطابقة نحوزیدُنِ الافضل والزیدانِ الافضلانِ والزیدونَ الافضلُونَ

ترجمہ : اوردوسری قسم میں واجب ہے مطابقت جیسے زیدُنِ الافضل ......الخ

تشریح : دوسرے استعمال کا حکم: اسم تفضیل معرف باللام ہوتو اس کا حکم یہ ہے کہ اس اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا واجب ہے کہ اگر موصوف واحد مذکر تو اسم تفضیل بھی واحد مذکر ،وہ تثنیہ تو اسم تفضیل بھی تثنیہ جیسے زید الافضل، الزیدان الافضلان ، الزیدون الافضلون۔

قولہ : وفی الثالث یجبُ کونُہ مفردًا مذکرًا ابدًا نحو زیدٌ وھندٌ والزیدان والھند ان والزید ون والھندات افضلُ من عمرٍو

ترجمہ : اورتیسری قسم میں واجب ہے اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا ہمیشہ جیسے زیدٌ وھندٌ ......الخ ۔

تشریح : تیسرے استعمال کا حکم : یعنی مستعمل بـمـن کا حکم یہ ہے کہ اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا واجب ہے۔خواہ اس کا موصوف تثنیہ ہو جمع ہو، مذکر ہو مونث ہو جیسے زید وھند ، الزیدان والھندان والزیدون الھندات افضل من عمر۔

سوال : اسم تفضیل کا پہلا استعمال یعنی مستعمل بالاضافت میں دو وجہ کیوں جائز ہیں؟

جواب : اسم تفضیل مستعمل بالاضافت کی مشابہت ہے اسم تفضیل مستعمل بـمـن کے ساتھ اس لئے کہ دونوں کا مفضل علیہ مذکور ہوتا ہے تو اسم تفضیل مستعمل بـمـن کا حکم یہ تھا کہ اسے مفرد مذکر لانا واجب تھا تو اسی مشابہت کی وجہ سے یہاں بھی یہ جائز قرار دیا کہ اس اسم تفضیل کو مذکر لانا جائز ہے، واجب اس لئے نہیں کہ اس کی ایک لحاظ سے مخالفت بھی ہے اسم تفضیل مستعمل بـمـن سے کیونکہ اس میں اضافت موجود ہے اسی وجہ سے مطابقت بھی جائز قرار دی گئی ہے۔

سوال : دوسرے استعمال میں یعنی اسم تفضیل معرف باللام ہو تو اس کی موصوف کے ساتھ مطابقت کیوں واجب ہے؟

جواب : یہ صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ موصوف صفت میں مطابقت ہوتی ہے اور باقی جو مانع تھا وہ اسم تفضیل مستعمل بـمـن کی مشابہت تھی اور یہاں چونکہ مفضل علیہ مذکور نہیں ہوتا اس لئے یہاں اس کے ساتھ مشابہت بالکل نہیں ہے اسی وجہ سے اس کو موصوف کے مطابق لانا واجب ہے۔

سوال : تیسرے استعمال میں اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا کیوں واجب ہے؟

جواب : اس لئے کہ من تفضیلہ بمنزل جزء اسم تفضیل کے ہے لہٰذا اسم تفضیل کا آخر من کے امتزاج کی وجہ سے وسط کلمہ کے حکم

میں ہے اور علامت تثنیہ وجمع اور علامت تانیث کلمہ کے آخر کے ساتھ مختص ہیں۔

قولہ : و علی الاَوجه الثلٰثة یضمر فیه الفاعلُ وهو یعمل فی ذٰلك المضمر ولایعمل فی المظهر اصلًا اِلّافی مثل قولهم مارأیتُ رجلًا احْسَنَ فی عینه الکُحل منهُ فی عینِ زیدٍ فِانَّ الکحلَ فاعلٌ لَاَحْسَنَ وهٰهُنابحثٌ

ترجمہ : اور تینوں صورتوں میں اسم تفضیل میں فاعل کی ضمیر ہوتی ہے اور وہ اسی ضمیر میں عمل کرتا ہے اور نہیں عمل کرتا اسم ظاہر میں بالکل مگر اہل عرب کے قول مارأیت رجلًا ......الخ کی مثل میں۔

تشریح : اس عبارت میں پانچویں بات یعنی اسم تفضیل کا عمل بتایا جارہا ہے کہ اسم تفضیل اپنے تینوں استعمالوں میں ہمیشہ فاعل ضمیر مستتر میں عمل کرتا ہے بغیر کسی شرط کے اور اسم ظاہر میں بالکل عمل نہیں کرتا خواہ فاعل اسم ظاہر ہو یا ضمیر بارز ہو یا مفعول ہو البتہ ایک ترکیب میں اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے۔

اسم تفضیل کا عمل دو قسم پر ہے ① عمل نصب ② عمل رفع۔

پھر نصب والا عمل دو قسم پر ہے ① بنابر مفعولیت ② بنابر حال یا ظرف یا تمییز۔

پہلا عمل نصب : اسم تفضیل مفعول بہ میں تو بالکل عمل کرتا ہی نہیں خواہ مفعول بہ مظہر ہو یا مضمر کیونکہ اسم تفضیل کا مفعول مفضل علیہ کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا اور مفضل علیہ جب مذکور ہو تو مجرور ہی ہوگا۔ البتہ اسم تفضیل حال میں اور ظرف میں اور تمییز میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے۔ جیسے زید احسن منك الیوم راکبا اس مثال میں الیوم ظرف ہے اور راکبا حال ہے اور اَنَا اَکْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا میں تجھ سے از روئے مال کے زیادہ ہوں اور از روئے نفر کے زیادہ غلبہ والا ہوں تو اس میں مالاً اور نفرًا تمییز ہیں۔

سوال : ان میں بلا شرط عمل کیوں کرتا ہے؟

جواب : حال اور ظرف دونوں معمول ضعیف ہیں لہٰذا ان میں عمل کرنے کے لئے عامل کی فعل کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت بھی کافی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسم تفضیل کی فعل کے ساتھ اس حیثیت سے کہ وہ معنی حدثی پر دلالت کرتا ہے مشابہت موجود ہے اور تمییز بھی معمول ضعیف ہے لہٰذا اس میں وہ چیز جو معنی فعل سے خالی ہے عمل کرتی ہے جیسے عندی رطل زیتا میں زیتا تمییز کو رطل نے جو اسم تام ہے نصب دے رہا ہے اور وہ مشابہت فعل سے خالی ہے تو اس میں وہ چیز جو فعل کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتی ہو درجہ اولیٰ عمل کرے گی۔

دوسرا عمل رفع : یہ بنابر فاعلیت ہوتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں ① ضمیر مستتر میں عمل کرنا ② ضمیر بارز میں عمل کرنا ③ اسم ظاہر میں عمل کرنا۔

قولہ: ولا یَعْمَلُ ......الخ

عَمَلِ اِسْمِ تفضیل

مسئلہ: کحل

- **نصب**
  یہ عمل بلا شرط واقع ہے
  - **برمفعولیّۃ**: بناء برمفعولیہ نصب نہیں دیتا کیونکہ اس کا مفعول مفضل علیہ ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ اَوْمِنْ عَمْرٍو
  - **ظرفیّۃ**
  - **حالیّۃ**
    - (ظرفیّۃ و حالیّۃ کی مثال) زَیْدٌ اَحْسَنُ مِنْكَ الْیَوْمَ رَاكِبًا (ظرف، حال)
  - **تمییز**: اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا
- **رفع**
  - **درضمیر**
    اس میں بھی بلا شرط عمل کرتا ہے
    - **غائب**: زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْكَ
    - **مُخاطب**: اَنْتَ اَفْضَلُ مِنْهُ
    - **متکلم**: اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا
  - **درظاہر** [1]
    اس میں تین شروط سے عمل کرتا ہے
    ① اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے ماقبل کی صفت ہو اور معنی کے اعتبار سے مابعد کی صفت ہو
    ② اسم ظاہر میں دو اعتبار ہوں ماقبل کے لحاظ سے مفضل علیہ اور مابعد کے اعتبار سے مفضل۔
    ③ اسم تفضیل سے قبل نفی یا نہی یا استفہام انکاری ہو جیسے مَارَاَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ

سوال: قرآن پاک میں اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ میں مفعول واقع ہے؟

جواب: مَنْ یَّضِلُّ، اَعْلَمُ کا مفعول نہیں فعل محذوف کا مفعول ہے اَیْ اَعْلَمُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ یَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ ......الخ

---

[1] درظاہر: جیسے مثال میں اَلْكُحْلُ ہے

ضمیر مستتر میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے اس لئے ضمیر مستتر بھی معمول ضعیف ہے اور اسم تفضیل ضمیر بارز اور اسم ظاہر میں بغیر شرط کے عمل نہیں کرتا کیونکہ یہ دونوں معمول قوی ہیں جبکہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے تو اپنے ضعف کی وجہ سے عمل نہیں کرے گا اسی وجہ سے مصنفؒ نے ماارایت رجلاً والی مثال میں اسم تفضیل کے فاعل مظہر میں عمل کرنے کے لئے تین شرطوں کو بیان کیا ہے۔

پہلی شرط : اسم تفضیل باعتبار لفظ کے ایک شئ کی صفت ہو اور باعتبار معنی کے اس شئ کے متعلق کی صفت ہو درانحالیکہ وہ متعلق اس شئ اور دوسری شئ میں مشترک ہو۔

دوسری شرط: وہ متعلق شئ ایسی ہو جو اس شئ کے اعتبار سے مفضل ہو اور دوسری شئ کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو یعنی مفضل بھی اور مفضل علیہ بھی لیکن دو اعتبار سے۔

تیسری شرط: وہ اسم تفضیل منفی ہو یادرکھیں کہ متعلق شئ کا اسی شئ کے اعتبار سے مفضل ہونا اور دوسری شئ کے اعتبار سے مفضل علیہ ہونا یہ نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہے جب کہ نفی کے داخل ہونے کے بعد معنی برعکس ہو جائیں گے جیسے ماارایت رجلا احسن فی عینہ الکحل منہ فی عین زید اس مثال میں پہلے اثبات کے لحاظ سے معنی کرنا چاہیے تاکہ کلام کے معنی ظاہر اور واضح ہو جائیں پھر نفی والا معنی کیا جائے اب اس مثال میں احسن اسم تفضیل ہے باعتبار لفظ کے ایک شئ یعنی رجلا کی صفت ہے اور باعتبار معنی کے متعلق رجل یعنی کحل کی صفت ہے اور یہ کحل رجل اور زید کی آنکھ میں مشترک ہے اور یہ کحل باعتبار عین رجل مفضل ہے اور باعتبار عین زید مفضل علیہ ہے اور اس وقت معنی یہ ہوں گے میں نے ایک رجل کو دیکھا جس کی آنکھ میں سرمہ زید کی آنکھ سے زیادہ اچھا تھا۔ اس میں نفی کے سوا باقی سب شرطیں ظاہر ہوں گی لیکن جب اس پر نفی داخل ہوئی تو اب اسم تفضیل منفی ہو جائیگا تینوں شرطیں پائی جائیں گی اور نفی کے بعد باعتبار کحل عین رجل مفضل علیہ اور باعتبار عین زید مفضل ہے اور نفی کے بعد مقصود زید کی آنکھ کے سرمہ کی تعریف ہے۔ اس مثال میں ما نافیہ ہے رجلا مفعول بہ ہے۔ رایت کا احسن اسم تفضیل ہے جو الکحل میں عمل کر رہا ہے اور الکحل اسم ظاہر ہے جو احسن کا فاعل ہے۔

سوال : اس صورت میں اسم تفضیل اسم ظاہر فاعل میں عمل کیوں کرتا ہے؟

جواب : اس صورت میں اسم تفضیل بمعنی فعل حسن کے ہو چکا ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب مقید بالقید پر نفی داخل ہو تو قید کی نفی ہوتی ہے لہذا جب اسم تفضیل پر نفی داخل ہو جاتی تو صفت تفضیل کی نفی ہو جاتی ہے اصل فعل باقی رہ جاتا ہے۔

ضابطہ : یہ ہے کہ جب بھی اسم تفضیل تحت النفی واقع ہو تو بمعنی فعل ہوتا ہے تو احسن بمعنی حسن فعل کے ہو کر اپنے فاعل ظاہر میں عمل کر رہا ہے۔

وهھنا بحث یہاں پر اعتراض ہے کہ یہ مضمون تو دوسری عبارتوں کے ساتھ بھی ادا کیا جاسکتا ہے اور وہ عبارات بھی اس سے زیادہ مختصر ہیں اور نحوی قواعد کے موافق بھی ہیں مثلاً یوں کہا جائے ما رایت رجلا احسن فی عینہ الکحل من عین زید اور اس سے بھی اختصار ما رایت کعین زید احسن فی عینہ الکحل تو معنی ہوگا ما رایت رجلا حسن فی عینہ الکحل مثل عینہ فی عین زید لہٰذا اسم تفضیل نے بمعنی فعل ہو کر عمل کیا اور الکحل بنا بر فاعل مرفوع ہے۔ اور الکحل کو فاعلیت کی بناء پر رفع دیا ہے وهھنا بحث۔

بحث فعل

قولہ : القسم الثانی فی الفعل

دوسری قسم فعل میں۔

قولہ: وقدسبق تعریفه

ترجمہ : اور بے شک اس کی تعریف گذر چکی ہے۔

تشریح : قسم اول اسم کی بحث میں تھی جو گذر چکی ہے اور قسم ثانی میں فعل کی مباحث ہیں۔ فعل کی تعریف، فعل کی علامات اور اس پر تحقیقی سوالات وجوابات شروع میں گذر چکے ہیں۔

قولہ : واقسامُه ثلثةٌ ماضٍ ومضارعٌ وامرٌ

ترجمہ : اوراس میں تین قسمیں ہیں ماضی، مضارع، امر۔

تشریح : فعل کی تین قسمیں ہیں ① ماضی ② مضارع ③ امر

وجہ حصر : فعل دو حال سے خالی نہیں یا تو اخباری ہوگا یا انشائی۔ اگر اخباری ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہوگا یا نہیں اگر حروف اتین میں سے کوئی حرف ہو تو فعل مضارع اگر نہیں تو پھر ماضی اگر فعل انشائی ہو تو امر۔

سوال : مصنفؒ نے ماضی کو مضارع اور مضارع کو امر پر کیوں مقدم کیا؟

جواب : ماضی اصل ہے اور مضارع ماضی سے بنتا ہے اسی لئے ماضی کو مضارع پر مقدم کر دیا اور مضارع کو امر پر اس لئے مقدم کیا کہ امر مضارع سے بنتا ہے تو مضارع اصل ہوا اور اصل کو مقدم کرنا چاہیے تھا اس لئے مقدم کر دیا گیا ہے۔

قولہ : الاول الماضی وهو فعلٌ دلَّ علی زمانٍ قبلَ زمانِكَ

ترجمہ : اول ماضی ہے اور وہ وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے۔

تشریح : مصنفؒ فعل ماضی کی تعریف کر رہے ہیں کہ ماضی وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو زمانہ تمہارے زمانے سے پہلے ہو یعنی اے مخاطب تو جس زمانہ میں موجود ہے یہ زمانہ حال اس زمانے سے پہلے زمانے پر جس فعل کی دلالت ہوتی ہے اس کو ماضی کہتے ہیں۔

سوال : ماضی کی تعریف نہ جامع ہے اور نہ ہی مانع ؟ جامع اس لئے نہیں کہ وہ اس فعل ماضی پر صادق نہیں آتی جس پر حرف شرط داخل ہو جائے جیسے ان ضربت ضربت کیونکہ اسمیں زمانہ ماضی پر دلالت ختم ہو کر زمانہ استقبال پر دلالت ہو جاتی ہے۔اور مانع اس لئے نہیں کہ لم یضرب جو فعل جحد ہے اس پر یہ تعریف صادق آتی ہے کیونکہ فعل جحد بھی زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے حالانکہ فعل ماضی نہیں ؟

جواب : ہماری مراد یہ ہے کہ زمانہ ماضی پر دلالت بحسب الوضع ہونہ کہ باعتبار استعمال کے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان ضربت ضربت باعتبار وضع کے زمانہ ماضی پر دلالت کرر ہے ہیں اور زمانہ استقبال پر دلالت ان حرف شرط کی وجہ سے ہے لہٰذا یہ تعریف جامع ہوگئی اور لم یضرب کی دلالت بھی زمانہ ماضی پر باعتبار وضع کے نہیں بلکہ لم کے داخل ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا تعریف دخول غیر سے مانع ہوگئی۔

سوال : یہ تعریف تو لفظ امس پر بھی صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ بھی زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے حالانکہ وہ فعل ماضی تو در کنار فعل ہی نہیں بلکہ اسم ہے تو آپ کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی ؟

جواب : حضرت جی یہاں بحث فعل کی چل رہی اور آپ نے مثال اسم کی دے دی ہے۔

قوله : وهو مبنيٌّ على الفتح إن لم يكن معَهُ ضميرٌ مرفوعٌ متحركٌ ولا واوٌ كضَرَبَ

ترجمہ : اور وہ مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو اور نہ ہی واؤ ہو جیسے ضرب ۔

تشریح : فعل ماضی کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد فعل ماضی کے چند خواص بیان کرر ہے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اگر فعل ماضی کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک اور واو ضمیر نہ ہو تو فعل ماضی مبنی بر فتح ہوتا ہے اور فتح سے مراد عام ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری یا محلی جیسے ضرب تقدیری جیسے دعا ، رمیٰ ۔

سوال : یہاں تین سوال ہوتے ہیں ① فعل ماضی مبنی کیوں ہے؟ ② مبنی ہو کر مبنی بر حرکت کیوں ہے حالانکہ مبنی میں مبنی علی السکون ہونا اصل ہے؟ ③ مبنی علی الحرکت ہو کر مبنی علی الفتح کیوں ہے؟

جواب : فعل ماضی مبنی اس لئے ہے کہ اصل افعال میں مبنی ہونا ہے باقی رہی یہ بات کہ افعال کا مبنی ہونا اصل کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے معرب ہونا اعراب کی وجہ سے ہے اور اعراب معانی مختلفہ یعنی فاعلیت ،مفعولیت اور اضافت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ معانی افعال پر نہیں آیا کرتے اس لئے اصل افعال میں مبنی ہونا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب کہ مبنی علی السکون اس لئے نہیں کہ اس کی مشابہت ہے اسم کے ساتھ کہ جس طرح اسم نکرہ کی صفت بنتا ہے ایسے ہی فعل ماضی بھی نکرہ کی صفت بنتا ہے اس مشابہت کی وجہ سے اس کو مبنی بر حرکت کر دیا۔

تیسرے سوال کا جواب کہ اس کو مبنی بر فتح اس لئے کیا گیا کہ فتح اخف الحرکات ہے نیز یہ فتح اخو السکون فتح سکون کا بھائی ہے۔

قولہ: وَ مَعَ الضَّمِیْرِ المرفوعِ المتحرکِ علی السکون کضَرَبْتُ

ترجمہ : اور ضمیر متحرک کے ساتھ مبنی بر سکون ہوگا جیسے ضربت ۔

تشریح : جب فعل ماضی کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہو تو اسوقت فعل ماضی مبنی بر سکون ہوتی ہے جیسے ضربن، ضربت۔

سوال : اس صورۃ میں فعل ماضی مبنی بر سکون کیوں ہوتی ہے۔

جواب : یہ ضمیر فاعل شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلہ فعل کے جز کے ہوگی اس لئے فعل کے آخر کو ساکن کر دیا تا کہ چار حرکتوں کا مسلسل پے در پے جمع ہونا لازم نہ آئے۔

قولہ : وعلی الضمِّ مع الواو کَضَرَبُوْا

ترجمہ : اور واؤ کے ساتھ مبنی برضمہ ہوگا جیسے ضربوا ۔

تشریح : اگر فعل ماضی کے آخر میں واو ہو تو واو کی مناسبت کی وجہ سے فعل ماضی مبنی برضمہ ہوتی ہے عام از یں کہ وہ ضمہ لفظی ہو جیسے ضربوا یا تقدیراً ہو جیسے دعوا۔

فائدہ : فعل ماضی مبنی بر فتح سے صرف دو صورتوں کو نکالا ہے ① اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہو ② واو ہو لہٰذا ان دو صورتوں کے علاوہ جو صورت باقی ہو خواہ اس کے آخر میں ضمیر منصوب متحرک ہو جیسے ضربك یا اس کے آخر میں کوئی اور ضمیر ہو جو واو کے علاوہ یا اس کے آخر میں ضمیر مرفوع ساکن ہو جیسے ضَرَبَا تو اس صورت میں بھی فعل ماضی مبنی برفتحہ ہی رہے گی۔

بحث فعل مضارع

قولہ : والثانی المضارعُ وهو فعلٌ یشبهُ الاِسْمَ بِاِحْدیٰ حروفِ اَتَیْنِ فی اولهٖ لفظًا فی اتفاق الحرکاتِ والسّکناتِ نحو یضرب و یستخرجُ کضَارِبٍ ومستخرِجٍ

ترجمہ : اور دوسرا فعل مضارع ہے اور وہ فعل ہے جو مشابہ ہو اسم کے حروف اتین میں سے کسی ایک کے اس کے شروع میں آنے کی وجہ سے خواہ مشابہت لفظی ہو حرکات وسکنات کے متفق ہونے میں جیسے یضرب ویستخرج مثل ضارب ومستخرج کے۔

تشریح : مصنف فعل کی دوسری قسم فعل مضارع کی تعریف کر رہے ہیں کہ مضارع ایسا فعل ہے جو حروف اتین میں سے کسی ایک

کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو۔

سوال : مضارع کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف یـزید اور یشکر پر صادق آتی ہے کہ ان کے شروع میں حرف اتین میں سے یاء موجود ہے حالانکہ یہ اسم ہے علم ہے اور اسی طرح یہ تعریف تقبل، تباعد، اکرم پر بھی صادق آتی ہے ان کے شروع میں بھی ہمزہ، تاء موجود ہے؟

جواب : ہماری مراد یہ ہے کہ حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف مضارع کے شروع میں لایا جائے مشابہت کو پیدا کرنے کے لئے اور یہ بات ظاہر ہے آپ نے جتنی مثالیں پیش کیں ان میں مشابہت پیدا کرنے کے لئے حروف اتین کو نہیں لایا گیا۔

قولہ: وفي دُخُولِ لامِ التّأكِيد في اوّلهما تقولُ اِنَّ زيدًا لَيَقُوْمُ كما تقولُ اِنَّ زيدًا لقائمٌ وفي تساويهما في عددِ الحُرُوفِ ومَعْنًى في انّهٗ مشتركٌ بينَ الحالِ و الاستقبال

ترجمہ : اور ان کے شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں جیسے کہے گا تو ان زیدًا لیقوم جیسا کہ کہتا ہے تو ان زیدا لقائم اور عدد حروف میں ان کے برابر ہونے میں اور خواہ وہ مشابہت معنوی ہو اس بات میں کہ وہ فعل مشترک ہو حال اور استقبال میں۔

تشریح : مصنفؒ اس عبارت میں فعل مضارع کی جو مشابہت اسم کے ساتھ ہے وہ بتا رہے ہیں وہ کس طرح ہے وہ مشابہت دو طرح کی ہے۔ ① مشابہت لفظیہ ② مشابہت معنویہ۔

مشابہت لفظیہ تین طرح کی ہوتی ہے : ① في اتفاق الحركات و السكنات مضارع اسم کے ساتھ مشابہ ہو اس بات میں کہ وہ اسم کے ساتھ حرکات وسکنات میں متفق ہو یعنی جتنے حروف فعل مضارع میں ساکن ومتحرک ہوں اتنے حروف اسم فاعل میں بھی ساکن ومتحرک ہوں۔

② في دخول اللام التاكيد في اولهما : اور دونوں اس بات میں بھی متفق ہیں کہ دونوں کے شروع میں لام تاکید آتا ہے۔

③ في تساويهما في عدد الحروف کہ دونوں مضارع اور اسم فاعل تعداد حروف میں برابر ہوں جیسے یضرب ضارب کے، کہ دونوں میں تین حرکتیں اور ایک سکون ہے اور دونوں چار حرفی ہیں اسی طرح یستخرج یہ مستخرج کے وزن پر ہے کہ دونوں میں چار حرکتیں اور دو سکون ہیں اور اسی طرح دونوں چھ حروف پر مشتمل ہیں اور لام تاکید کی مثال جیسے ان زید لیقوم فعل مضارع لیقوم پر لام تاکید داخل ہے اسی طرح اسم پر لام تاکید داخل ہوتا ہے جیسے ان زیدلقائم۔

قولہ : كاسم الفاعلِ ولذٰلك سَمَّوْهُ مُضارِعًا

ترجمہ : جیسے اسم فاعل مشترک ہے حال واستقبال میں اور اسی وجہ سے نحویوں نے نام رکھا ہے اس کا مضارع۔

تشریح : مصنفؒ مضارع کی وجہ تسمیہ بیان کر رہے ہیں کہ مضارع اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے مضارعت بمعنی مشابہت سے اور

چونکہ یہ بھی اسم کے مشابہ ہے اسی وجہ سے اس کو مضارع کہا جاتا ہے اور دوسرا نام اس مضارع کا مستقبل بھی ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسمیں چونکہ معنی استقبال پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کو مستقبل کہا جاتا ہے۔

مشابہت معنویہ : و معنیً فی انہ مشترک بین الحال والا ستقبال کا سم الفاعل کہ جس طرح اسم فاعل حال اور استقبال میں مشترک ہے اسی طرح فعل مضارع بھی حال اور استقبال میں مشترک ہے اور جس طرح اسم فاعل کی تخصیص قرینہ سے ہوتی ہے اس طرح فعل مضارع کی سین اور سوف وغیرہ سے تخصیص ہوجاتی ہے۔

قولہ : والسینُ وسوف تُخِصِّصُہٗ باالاستقبال نحوسیضرب وسوف یضرب واللامُ المفتوحۃُ بالحالِ نحو لَیَضْرِبُ

ترجمہ : اور سین اور سوف خاص کرتے ہیں اس (فعل مضارع) کو استقبال کے ساتھ جیسے سیضرب و سوف یضرب اور لام مفتوحہ خاص کرتا ہے حال کے ساتھ جیسے لیضرب ۔

تشریح : **ضابطہ** : کہ جب سین اور سوف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو فعل مضارع استقبال کے ساتھ مخصوص ہوجاتا ہے اور جب لام داخل ہوتا ہے تو حال کے معنی کے ساتھ مخصوص ہوجاتا ہے اسی کو مصنفؒ نے بیان کیا اپنی اس عبارت میں والسیــن او السوف تخصصها بالا ستقبال ۔

البتہ یاد رکھیں! کہ سین ، سوف میں تھوڑا سا فرق ہے کہ سین استقبال قریب کے لئے آتا ہے اور سوف استقبال بعید کے لئے آتا ہے۔

سوال : اگر لام فعل مضارع کو حال کے ساتھ خاص کرتا ہے اور سین ، سوف استقبال کے ساتھ تو پھر لام اور سین ، سوف کا اجتماع ناجائز اور باطل ہونا چاہیئے کیونکہ ان دونوں کے درمیان منافات ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اسی طرح لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا لہٰذا آپ کا بیان کردہ ضابطہ غلط ہے۔

جواب : کبھی کبھی لام محض تاکید کا فائدہ دیتا ہے اور ان دونوں آیتوں میں بھی لام محض تاکید کے لئے ہے۔

سوال : مصنفؒ نے مضارع کی مشہور تعریف جو نحات نے کی ہے اس سے عدول کیوں کیا ہے؟ انہوں نے تعریف یوں کی السط... ح مافی اولہ احد حروف الفرائدۃِ ذوائِدِ الاربعہ؟

جواب : مصنفؒ نے نحات کی بیان کردہ تعریف سے اعراض کر کے اس تعریف کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ اس تعریف سے فعل مضارع کی وجہ تسمیہ بھی سمجھ لی جائے جو کہ بیان کی جاچکی ہے۔

قولــہ : وحُروفُ المضارعۃِ مضمومۃٌ فی الرباعی نحویُدَحْرِجُ ویُخْرِجُ لانَّ اصلہٗ یَاَخْرِجُ ومفتوحۃٌ فی

ماعَدَاه کیَضْرِبُ ویَسْتَخْرِجُ

ترجمہ : اورحروف مضارعت رباعی میں مضموم ہوتے ہیں جیسے یدحرج ویخرج اس لئے کہ اس کی اصل یاخرج ہے اورمفتوحہ ہوں گےان کے ماسوامیں جیسے یضرب ویستخرج ۔

تشریح : حروف مضارعت کی تعریف کے لئے ضابطے کابیان:

ضابطہ : وہ باب جس کی ماضی چارحرفی ہوخواہ چاروں حرف اصلی ہوں جیسے یدحرج کی ماضی میں یاچارحرف اصلی نہ ہوں بلکہ ایک زائدہوجیسے یخرج ، یصرف تواسی باب کے مضارع معلوم کےحروف اتین مضموم ہوں گے جیسے یدحرج ، یصرف تکرم اوراگرماضی چارحرفی نہیں عام ازیں وہ ثلاثی ہویاخماسی ہویاسداسی ہواس کے مضارع معلوم میں علامت مضارع یعنی حروف اتین ہمیشہ مفتوح ہوں گے جیسے یضرب یستخرج یتدحرج ۔

سوال : ماضی چارحرفی کے مضارع معلوم میں حروف مضارع مضموم کیوں اورغیرثلاثی میں حروف مضارع مفتوح کیوں ہوتے ہیں ان کی علت کیا ہے؟

جواب : رباعی چونکہ قلیل الاستعمال ہےاس لئے ضمہ دے دیا گیااورغیررباعی کثیرالاستعمال ہے جس کی وجہ سےحروف مضارع کوفتحہ دے دیا گیا کیونکہ قاعدہ ہے کہ الکثرہ یقتضی الخفۃ بعض نے جواب دیا کہ رباعی فرع ہے ثلاثی کی دووجہ سے پہلی وجہ ثلاثی رباعی سے پہلے آتی ہے۔ دوسری وجہ کہ رباعی اپنے وجود میں ثلاثی کے وزن کی طرف محتاج ہے لہٰذا ثلاثی اصل اور رباعی فرع ہےاورفتحہ اصل ہےاورضمہ فرع ہےاسی وجہ سےاصل کواصل اورفرع کوفرع والی حرکت دی گئی۔

قولہ : واِنَّمااعربوہُ مع اَنَّ اصلَ الْفعلِ البناءُ لمُضارَعَتِہٖ ای لمُشابَہَتِہٖ الْاِسْمَ فی ما عرفتَ واصلُ الاسم الاعرابُ

ترجمہ : اورسوااس کےنہیں نحویوں نے معرب کہا ہےاس فعل مضارع کوباوجودیکہ اصل فعل میں بناء ہے بوجہ مشابہ ہونے اس کے اسم کے ساتھ ان باتوں میں جن کوتو پہچان چکا ہےاوراصل اسم میں معرب ہونا ہے۔

تشریح : یہ عبارت سوال مقدرکاجواب ہے۔

سوال : نحویوں نےفعل مضارع کومعرب کیوں قراردیا ہےحالانکہ اصل افعال میں مبنی ہونا ہے۔

اسکاجواب پہلےگذرچکا ہے۔

قولہ : وذٰلکَ اذا لم یتّصِلْ بِہٖ نونُ تاکیدٍ ولانونُ جمعِ المؤنَّثِ

ترجمہ : اوریہ اس وقت ہے جبکہ نہ متصل ہواس کے ساتھ نون تاکیداورنہ ہی نون جمع مؤنث۔

تشریح : مصنفؒ یہ بتا رہے ہیں کہ فعل مضارع ہمیشہ معرب نہیں ہوگا اس کے معرب ہونے کی لئے شرط ہے یہ کہ نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو اگر فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ یا نون جمع مؤنث متصل ہو تو فعل مضارع مبنی ہوگا۔

سوال : اس کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : کہ جب نون تاکید متصل ہوگا تو شدت اتصال کی وجہ سے جزء بن جاتا ہے فعل کی، اب اعراب کی دو صورتیں ہیں یا تو نون تاکید سے قبل دیا جائے گا یا وہ اعراب نون پر داخل ہوگا دونوں صورتیں باطل ہیں پہلی صورت اس لئے کہ اعراب کلمہ کے درمیان میں داخل ہو جائے گا حالانکہ اعراب تو ہمیشہ آخر کلمہ میں آتا ہے اور اگر نون پر داخل کر دیا جائے تو وہ حقیقت میں دوسرا کلمہ ہے تو لازم آئے گا داخل ہونا اعراب ایک کلمہ کا دوسرے کلمے پر جو کہ ناجائز اور ممتنع ہے اور یہی علت ہے نون جمع مؤنث کی اور اس کی ایک اور علت بھی بیان کی گئی ہے کہ مضارع کا نون جب جمع مؤنث ماضی کے نون جمع مؤنث کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے اپنے ماقبل میں سکون چاہتا ہے اسی وجہ سے وہ اعراب کو قبول کرتا ہی نہیں جیسے یضربن اور تضربن ۔

قولہ : واعرابُهُ ثلٰثَةُ انواعٍ رفعٌ ونصبٌ وجزمٌ نحو هو يَضْرِبُ ولَنْ يضرِبَ ولَمْ يَضْرِبْ

ترجمہ : اور اعراب اس کے تین ہیں رفع، نصب، جزم جیسے ہو یضرب ولن یضرب ولم یضرب ۔

تشریح : مضارع کے اعراب کا بیان کہ مضارع کے اعراب کی تین انواع اور تین اقسام ہیں کہ جس طرح اسم کے اعراب تین تھے ① رفع ② نصب ③ جزم

پہلے دو اعراب تو مشترک ہیں مضارع اور اسم میں لیکن جزم فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے جس طرح جر اسم کے ساتھ خاص ہے۔ **رفع کی مثال :** ہو یضرب **نصب کی مثال:** ولن یضرب **جزم کی مثال** ولم یضرب۔

سوال : مضارع کے اعراب تین کیوں ہیں؟

جواب : کہ اسم اصل ہے اور یہ فرع ہے جب اصل کے اعراب تین تھے تو فرع کے اعراب بھی تین ہونے چاہیں تاکہ فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے۔

بحث اعراب فعل مضارع

فصل: فی اصنافِ اعراب الفعل وھی اربعۃٌ

ترجمہ : فصل فعل مضارع کے اعراب کی قسموں میں اور یہ قسمیں چار ہیں۔

تشریح : مصنف فعل مضارع کے اعراب کی اقسام بیان کررہے ہیں۔ فعل مضارع کے اعراب کی چار قسمیں ہیں۔

قولہ : الاول ان یکون الرفعُ بالضمۃ والنصبُ بالفتحۃ والجزمُ بالسکون ویُختصُّ بالمفردِ الصَّحیح غیرِ المخاطبۃِ تقُول ھویضربُ ولن یّضربَ ولم یَضربْ

ترجمہ: اول قسم یہ ہے کہ ہو رفع ضمہ کے ساتھ نصب فتحہ کے ساتھ جزم سکون کے ساتھ اور یہ مختص ہے مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ کہے گا تو ھویضربُ ولن یّضربَ ولم یَضربْ ۔

تشریح : پہلی قسم رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ یہ اعراب مفرد صحیح سوائے واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کو دیا گیا ہے مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ ضمیر بارز مرفوع جو تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے لئے ہوتی ہے اس سے خالی ہو اور ایسے صیغے پانچ بنتے ہیں

① واحد مذکر غائب جیسے یفعل ② واحدہ مؤنثہ غائبہ جیسے تفعل ③ واحد مذکر مخاطب جیسے تفعل ④ واحد متکلم جیسے افعل ⑤ جمع متکلم جیسے نفعل ۔

حالت رفع کی مثال : ھویفعل **حالت نصب کی مثال :** لن یفعل **حالت جزم کی مثال :** لم یفعل ۔

یادرکھیں! مضارع کے کل چودہ صیغے ہیں جن میں دو تو مبنی ہیں ① جمع مؤنث غائبات ② جمع مؤنث مخاطبات بقایا بارہ بچ گئے ان بارہ میں سے سات کے ساتھ ضمیر بارز ہوا کرتی ہے چار تثنیہ کے یفعلان ، تفعلان ، تفعلان ، تفعلان اور دو جمع مذکر کے یفعلون، تفعلون اور ایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ تفعلین بقایا پانچ صیغے رہ گئے ان کو ایسا اعراب دیا گیا ہے۔

سوال : یہ حکم آپ کا دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ یقول یبیع اجوف میں اسی طرح مثال مضاعف میں بھی جاری ہوتا ہے حالانکہ وہ صحیح نہیں؟

جواب : یہاں صحیح سے مراد وہ صحیح نہیں جو صرفی حضرات کی اصطلاح میں بلکہ یہاں وہ صحیح مراد ہے جو نحویوں کی اصطلاح میں ہے نحویوں کی اصطلاح میں صحیح اس کو کہتے ہیں جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو یعنی صحیح کی قید سے ناقص کو نکالتے ہیں بقایا مہموز، مثال مضاعف، اجوف سب صحیح میں داخل ہیں۔

قولــه : الثانی ان یکونَ الرَّفعُ بثبوتِ النون والنصبُ والجزمُ بحذفِهَا ویختصُّ بالتثنیة وجمع المذکر والمفردةِ المخاطبةِ صحیحًا کان اوغیرہٗ تقولُ هُمَا یفعَلَان وهم یفعَلُوْنَ وانتِ تَفْعِلِیْنَ ولنْ یَّفعَلَا ولن یفعلوا ولن تفعلی ولم تفعَلَا ولم تفعلُوا ولم تفعلی

ترجمہ : اوردوسری قسم اعراب کی یہ ہے کہ ہورفع ثبوت نون کے ساتھ اورنصب وجزم نون کوحذف کرنے کے ساتھ اور یہ مختص ہے تثنیہ اورجمع مذکراورمفردہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ خواہ صحیح ہوں یا غیرصحیح کہے گا تو هما یفعلان ......الخ

تشریح : دوسری قسم اعراب کی حالت رفع اثبات نون کے ساتھ نصب وجزم حذف نون کے ساتھ ااور یہ دوسری قسم اعراب کی سات صیغوں کے ساتھ مختص ہے چار تثنیہ کے دوجمع مذکر کے اور ایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کا خواہ یہ صحیح ہوں یا غیرصحیح یہ کل سات صیغے ہوئے جیسا کہ پہلے تفصیل بتادی کہ بارہ صیغے معرب تھے جن میں سے پانچ کوقسم اول کا اعراب دے دیا گیا باقی سات صیغے تھے جن کو یہ اعراب دیا گیا ہے۔ تثنیہ کی حالت رفع کی مثال هما یفعلان اورجمع کی حالت رفع کی مثال هم یفعلون اورواحدہ مؤنثہ مخاطبہ کی انت تفعلین اورحالت نصب کی مثال لن یفعلا، لن یفعلو، لن تفعلی حالت جزم کی مثال لم تفعلا، لم تفعلو، لم تفعلن ۔

سوال : مضارع کے ان سات صیغوں کواعراب بالحرف کیوں دیا گیا ہے؟

جواب : مضارع کے ان سات صیغوں کو یعنی جن میں صورت تثنیہ اورصورت جمع بھی موجود ہے جس کی وجہ سے مشابہت ہے اسماء کی تثنیہ اورجمع کے ساتھ جس طرح اسماء کے تثنیہ اورجمع میں اعراب بالحرف تھا تو یہاں پربھی اعراب بالحرف دے دیا گیا۔

سوال : نون حالت جزم میں کیوں حذف ہوجاتا ہے؟

جواب : یہ نون اس ضمہ اعرابی کے عوض ہے جو مفرد میں تھا جس طرح حالت جزم میں عامل جازم کی وجہ سے ضمہ اعرابی حذف ہو جاتا تھا اسی لئے اس کا عوض نون ہے وہ بھی حذف ہوجائے گا۔

سوال : حالت نصب میں نون کیوں حذف کیا جاتا ہے؟

جواب : جس طرح اسماء میں نصب جر کے تابع تھی اسی طرح افعال میں بھی نصب جزم کے تابع ہے تو جس طرح حالت جزم میں نون حذف ہوجاتا تھا اسی طرح حالت نصب یعنی عامل ناصب کی وجہ سے بھی حذف ہوجاتا ہے۔

قولــه : والثالث ان یکونَ الرفعُ بتقدیر الضمةِ والنصبُ بالفتحةِ لفظًا والجزمُ بحذف اللامِ ویختَصُّ بالناقصِ الیائی والواوِیّ غیرتثنیةٍ وَجمعٍ ومُخاطبةٍ تقولُ هُو یَرْمِیْ ویغزُوْ ولَنْ یَّرْمِیَ ویَغْزُوَ وَلَمْ یَرْمِ ویغزُ

ترجمہ : تیسری قسم اعراب کی یہ ہے کہ ہورفع ساتھ تقدیری ضمہ کے اورنصب ساتھ فتحہ لفظی کے اور جزم ساتھ حذف کرنے لام

کلمہ کے اور یہ مختص کیا گیا ہے ساتھ ناقص یائی اور واوی کے درانحالیکہ وہ تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہوں کہے گا تو ھُو یَرْمِیْ ویغزُوْ ......الخ

تشریح : تیسری قسم اعراب کی حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حذف لام کلمہ کے ساتھ اور یہ تیسرا قسم اعراب کا ناقص واوی وناقص یائی کو دیا گیا ہے سوائے تثنیہ وجمع مذکر وواحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے یعنی یہ سات صیغے خارج ہوگئے اور وہی پانچ صیغے باقی رہے تو یہ اعراب مفرد ناقص واوی ومفرد ناقص یائی کو دیا گیا ہے مثال حالت رفع کی ھو یغزو ھو یرمی حالت نصب کی مثال لن یرمی لن یغزو اور حالت جزم کی مثال لم یغز و لم یرم ۔

سوال : اس اعراب کی علت اور حکمت کیا ہے؟

جواب : ناقص واوی اور ناقص یائی ضمہ کو قبول نہیں کرتے کیونکہ یاء اور واو پر ضمہ ثقیل ہوتا ہے لہٰذا حالت رفع میں ضمہ تقدیری دیا گیا ہے اور نصب چونکہ اخف ات ہے وہ یاء اور واو پر ثقیل نہیں تھی اس لئے حالت نصب میں فتحہ لفظی دی گئی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ جزم حذف حرف ع کے ساتھ کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جازم نے حرکت کو نہ پایا تو حرف کو جو حرکت کے مناسب تھا اس کو گرادیا ںس لئے حالت جزم میں حرف علت حذف کیا جاتا ہے۔

قولــہ : **والرابع ان یکون الرفعُ بتقدیر الضمة والنصبُ بتقدیر الفتحةِ والجزمُ بحذفِ اللام ویختصُّ بالناقصِ الالفی غیرتثنیةٍ وجمعٍ ومخاطبةٍ نحو ھو یَسعٰی ولن یّسعٰی ولم یسْعَ**

ترجمہ : اور چوتھی قسم اعراب کی یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ تقدیر ضمہ کے اور نصب ساتھ تقدیر فتحہ کے اور جزم ساتھ حذف کرنے لام کلمہ کے اور یہ مختص کیا گیا ہے ساتھ ناقص الفی کے درانحالیکہ وہ (ناقص الفی) تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہو جیسے ھو یَسعٰی ولن یّسعٰی ولم یسْعَ ۔

تشریح : مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور یہ اعراب ناقص الفی کو دیا گیا ہے سوائے تثنیہ وجمع مذکر وواحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے یعنی ناقص الفی ۔ مفرد صیغوں کو جو کہ پانچ بنتے ہیں حالت رفعی کی مثال ھو یسعی حالت نصبی کی مثال لن یسعی حالت جزم کی مثال لم یسع ۔

سوال : اس اعراب کی علت اور حکمت کیا ہے؟

جواب :اس مضارع کے آخر میں الف ہے اور الف چونکہ بالکل حرکت قبول نہیں کرتا اسی وجہ سے رفع بھی تقدیری اور نصب بھی تقدیری ہوگی اور باقی رہی جزم وہ حذف لام کلمہ کے ساتھ ہوگی اس لئے کہ جب جازم نے حرکت کو نہ پایا تو حرف علت کو حذف کردیا گیا۔

بحث عامل رافع

فصل : المرفوعُ عاملُهٗ معنویٌّ وھو تجرُّدُہٗ عن الناصِبِ والجازِم نحو ھُوَ یَضْرِبُ ویغزُوْ وَیَرْمِیْ وَیَسْعٰی

ترجمہ : فعل مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ عامل معنوی خالی ہوتا ہے فعل مضارع کا عامل ناصب و جازم سے جیسے ھُوَ یَضْرِبُ ......الخ ۔

تشریح : مضارع مرفوع ہو تو اس کا عامل معنوی ہوتا ہے اس میں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے۔

. کوفیین کے نزدیک مضارع مرفوع کا عامل رافع ، عامل معنوی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عامل ناصب اور جازم سے خالی ہونا ہے اور مصنف کے نزدیک یہ مذھب راجح تھا اس لئے اس کو بیان کیا ہے۔

بصریین کا مذھب یہ ہے کہ مضارع کا عامل رافع مضارع کا اسم کی جگہ پر واقع ہونا ہے یہی عامل رافع ہے جیسے زید یضرب یہ زید ضارب کی جگہ پر ہے لہٰذا جب مضارع اسم کی جگہ پر واقع ہوا تو اس کو اسم کا اقوی اعراب یعنی رفع دے دیا گیا ہے۔

سوال : افعال مقاربہ کی خبر ہمیشہ فعل مضارع ہوا کرتی ہے کہ اس کی جگہ اسم کو ذکر نہیں کیا جا سکتا تو وہاں پر مضارع اسم کی جگہ پر واقع نہیں تو وہاں پر رفع کیسے آئے گا اور اس کا عامل رافع کیسے ہوگا؟

جواب : ایک ہے وضع اور ایک ہے استعمال وضع کے اعتبار سے۔ افعال مقاربہ کی خبر فعل مضارع کے علاوہ اسم کا آنا بھی درست ہے لیکن استعمال میں ہمیشہ افعال مقاربہ کی خبر فعل مضارع آتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ اعتبار اصل وضع کا ہوتا ہے نہ کہ استعمال کا۔

سوال : فعل کا اسم کی جگہ واقع ہونا یہ تو ماضی اور مضارع کے درمیان مشترک ہے لہٰذا ماضی کو پھر مرفوع ہونا چاہیئے؟

جواب : ماضی مبنی الاصل ہے جس میں عامل اثر نہیں کر سکتا اس لئے ماضی مرفوع نہیں ہوتی۔

بحث عوامل ناصبہ

فصل : المنصوب عامله خمسةُ اَحْرُفٍ اَنْ وَلَنْ وَکَیْ واِذَنْ وَاَنِ الْمقدَّرَةُ نحو اُرِیدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَكَ واسلمْتُ کَیْ ادخُلَ الجَنَّةَ وَاِذَنْ یغفِرَاللّٰہُ لَكَ

ترجمہ : فعل مضارع منصوب کے عامل پانچ حرف ہیں اَنْ ولن و کی و اذن اور ان مقدرہ جیسے ارید ان تحسن الی اور انا لن اضربك اور اسلمت کی ادخل الجنة اور اذن یغفراللّٰہ لك ۔

تشریح : اس فصل میں مضارع منصوب کے عامل کو بیان کر رہے ہیں کہ مضارع کے لئے عامل ناصب پانچ حرف ہیں ① ان

② لن ③ کی ④ اذن ⑤ ان مقدرہ۔

سوال : یہ حروف نصب کیوں دیتے ہیں؟

جواب : اس باب میں یعنی حروف نواصب میں ان اصل ہے اوران کا ناصب ہونا اس لئے ہے کہ یہ مشابہ ہے ان مخففہ من المثقلہ کے ساتھ دو طرح سے مشابہت لفظیہ بھی ہے، مشابہت معنویہ بھی ہے مشابہت لفظیہ تو واضح ہے اور مشابہت معنویہ اس طرح ہے کہ دونوں مصدریہ ہیں کہ اپنے مدخول کو مصدر کی تاویل میں کردیتے ہیں اور باقی حروف کا ناصب ہونا اسی ان پر محمول ہے کہ یہ ان استقبال کے لئے آتا ہے اس طرح وہ حروف بھی استقبال کے لئے آتے ہیں۔

فائدہ : حروف نواصب میں سے پہلا حرف ان ہے جس کے عمل کے لئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط : اس سے پہلے لم اور لن نہ ہو اگر لم اور لن ہوا تو یہ نصب نہیں دے گا۔

دوسری شرط : یہ ہے کہ فعل یقین اور فعل ظن کے بعد نہ ہو ورنہ نصب نہیں دے گا اور وہ ان مصدریہ نہیں ہوگا بلکہ ان مخففہ ہوگا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

فائدہ : دوسرا حرف ناصب لن ہے کہ یہ نصب دیتا ہے اور استقبال اور نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے اس کے اصل میں اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک یہ اپنے اصل پر ہے یہی مذھب راجح ہے، امام فراء کے نزدیک اس کا اصل لان تھا الف کو نون سے بدل دیا تو لن ہوگیا اور خلیل کے نزدیک اس کا اصل لاان تھا الف اور ھمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کردیا جیسے ایّ شیء کو مخفف کر کے ایش کہتے ہیں۔

فائدہ : لن کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے معمول کا معمول اس پر مقدم کیا جاسکتا ہے جبکہ باقی نواصب کے معمول کے معمول اس پر مقدم نہیں ہوسکتے۔

فائدہ : تیسرا حرف ناصب اذن سیبویہ کے نزدیک یہ حرف اپنے اصل پر ہے اور یہی راجح ہے جبکہ بعض کے نزدیک اذا ظرفیہ ہے جس کے مضاف الیہ جملے کو حذف کرکے اس کے عوض تنوین لائی گئی ہے۔ اذن کے عمل کی تفصیل کے لئے صفحہ نمبر...... دیکھئے۔

فائدہ : چوتھا حرف ناصب کی ہے یہ بھی مطلقا مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کے معنی سببیت کے ہوتے ہیں یعنی اس کا ماقبل مابعد کے لئے سببیت ہوتا ہے جیسے اسلمت کی ادخل الجنة میں اسلام لایا تاکہ جنت میں داخل ہوں تو اسمیں اسلام جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

قولہ : وتُقَدَّرُ اَنْ فی سبعةِ مَواضِعَ بعد حتّٰی نحو اسلمتُ حَتّٰی ادْخُلَ الجَنَّةَ ولامِ کَیْ نحو قامَ زیدٌ لیذهَبَ ولام الجَحْدِ نحو مَاکَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ والفاءِ والواوِ الواقِعةِ فی جَوابِ الامرِ والنهی والاستفهامِ والنفی والتمنی

والعرض نحو اَسْلِمْ فَتَسْلَمَ ولاتَعْصِ فَتُعَذَّبَ وهل تَعَلَّمُ فتنجُوَ وماتزُورُنَا فنُكْرِمَكَ وليتَ لي مَالًا فأُنْفِقَهُ واَلَاتَنْزِلُ بنافتُصِيْبَ خَيرًا

ترجمہ : اور مقدر کیا جاتا ہے انْ سات جگہوں میں بعد حتی کے، بعد لام کی کے، بعد لام جحد کے اور بعد اس فاء کے جوامر، نہی، استفہام، نفی تمنی، عرض کے جواب میں واقع ہو۔

تشریح : **سوال** : جس طرح ان ملفوظہ نصب دیتا ہے اس طرح ان مقدرہ بھی نصب دیتا ہے اور یہ ان سات مقامات پر مقدر ہوتا ہے ① حتی کے بعد یاد رکھیں جس حتی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اسمیں دو معنے ہوتے ہیں۔ ایک معنی ہوتا ہے "تا کہ" جیسے اسلمت حتی ادخل الجنة اسلام لایا میں تا کہ جنت میں داخل ہو جاؤں اور دوسرا معنی حتی کا ہوتا ہے "یہاں تک" جیسے مررت حتیٰ ادخل البلد میں گذرا یہاں تک کہ شہر میں داخل ہوا۔

دوسرا مقام : لام کی کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے یعنی ایسے لام کے بعد جو کی کی طرح سببیت کے لئے آتا ہے جیسے قام زید لیذهب یہاں لام سببیت کا معنی ہے کہ کھڑا ہوا زید تا کہ وہ چلے۔ یہاں پر لام کے بعد ان مقدر ہے جس کی وجہ سے یذهب مضارع پر نصب ہے۔

تیسرا مقام : لام جحد کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے۔ جحد کا لغوی معنیٰ انکار کرنا اور لام جحد کی تعریف یہ ہے کہ کان منفی کی خبر پر داخل ہوتا ہے اور تاکید نفی کے لئے آتا ہے جیسے مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ۔

سوال : ان تین مقامات پر ان کے مقدر ہونے کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : یہ تینوں حروف جارہ ہیں اور یہ ضابطہ مسلمہ ہے کہ حرف جار فعل پر داخل نہیں ہوتا اور چونکہ یہاں فعل مضارع پر داخل ہیں تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہاں ان مقدر ہے تا کہ یہ مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم بن جائیں اور حرف جارہ کا دخول اسم تاویلی پر ہو۔

چوتھا مقام : فاء کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے زرني فا زورك فاء کے بعد ان مقدر ہے۔

پانچواں مقام : واو کے بعد جیسے لا تا کل السمك و تشرب اللبن۔

سوال : ان دو مقامات پر ان کے مقدر ہونے کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : فاء اور واو یہ دونوں حرف عاطفہ ہیں اور ماقبل ان حروف کا جملہ انشائیہ اور مابعد جملہ خبریہ ہے اب اگر ان کے بعد ان کو مقدر نہ مانا جائے تو لازم آئے گا جملہ خبریہ سے جملہ انشائیہ پر عطف جو کہ جائز نہیں اس لئے ان دونوں حرفوں کے بعد ان مقدر مانا جائے گا تا کہ یہ مصدر کی تاویل میں ہو جائیں اور مصدر کا مصدر پر عطف ہو جائے جیسے زرني فا کرمك معنی ہوگا لیکن منك زيارة

فا کرام منّی تو اس صورت میں عطف مفرد کا مفرد پر ہی ہوگا اور لا تاکل السمك و تشرب اللبن کا معنی ہوگا لا یکن منك اکل السمك و تشرب اللبن ۔

چھٹا مقام : او کے بعد ان مقدر ہوتا ہے لالزمنك او تعطینی حقی ۔

قولـه : وبعدَ الْواوِ الواقِعَةِ فی جَوابِ هٰذِه المواضِعِ كَذٰلِكَ نحو اَسْلِمْ وتَسْلَم الیٰ اٰخِرِهٖ وبعد او بمعنیٰ الیٰ اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ نحو لَاَحْبِسَنَّكَ او تُعْطِيَنِی حَقِّیْ و وَاوِ الْعَطْفِ اِذاكان المعطُوفُ عَلَيْهِ اسمًا صَرِيْحًا نحو اعجَبَنِیْ قِيامُكَ وتخرجَ

ترجمہ : اور اسی طرح اس واؤ کے بعد بھی اَنْ مقدر کیا جاتا ہے جو ان چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو جیسے اسلم و تسلم الخ اور او بمعنی الی ان یا اِلّا اَنْ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جیسے لاحسبنك او تعطینی حقی اور واؤ عاطفہ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامك و تخرج ۔

تشریح : فاء کے بعد ان کا مقدر ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط : فاء کا ماقبل مابعد کے لئے مصاحب ہو۔

دوسری شرط: فاء سے پہلے اشیاء ستہ میں سے کوئی شی ہو وہ چھ چیزیں یہ ہیں

① امر ② نہی ③ استفہام ④ نفی ⑤ تمنی ⑥ عرض۔

سوال : فاء کے بعد ان مقدر ہونے کے لئے دو شرطیں کیوں لگائی ہیں؟ ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب : پہلی شرط کی دلیل یہ ہے مضارع پر رفع کے بجائے نصب کا آنا یہ سببیت پر دلالت کرتا ہے اور اگر سببیت مقصود نہ ہو تو پھر رفع سے نصب کی طرف عدول کی ضرورت ہی نہیں تھی اور دوسری شرط کی دلیل یہ ہے کہ ان کو اس لئے مقدر مانا جا رہا ہے تا کہ عطف درست ہو اگر اس سے پہلے ان اشیاء میں سے کوئی چیز نہ ہو تو پھر وہ انشاء کے قبیلے سے نہیں جب انشاء کے قبیلے سے نہیں تو خبر کا خبر پر عطف صحیح ہوتا ہے وہاں ان مقدر ماننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

و بعد الواو الواقعة فی حواب هذه المواضع پانچ مقام جہاں واو کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اس کو او جمع اور واو صرف کہتے ہیں اس کے بعد ان کے مقدر ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط جمعیت یعنی مصاحبت ہو کہ واو کا ماقبل اس کے مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کا حصول ایک زمانہ میں ہو دوسری شرط واو سے پہلے فاء کی طرح اشیاء ستہ میں سے کوئی چیز ہو۔

چھٹا مقام : جہاں ان مقدر ہوتا ہے وہ او کے بعد ہے، او کے بعد ان کے مقدر ہونا کے لئے جمہور کے نزدیک شرط یہ ہے کہ او الیٰ کے معنی میں ہو۔ سیبویہ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ وہ او الا کے معنی میں ہو۔ جمہور کے نزدیک عبارت یوں ہوگی لا حبسنك

الی ان تعطینی حقی امام سیبویہ کے نزدیک عبارت یوں ہوگی لاحبسنك فی کل وقت الاوقت تعطینی حقی یہاں پر مضاف کو مقدر مانا جائے گا استثنا کے صحیح کرنے کے لئے۔

سوال : او کے بعد ان مقدر ہونے کے لئے یہ شرط کیوں لگائی کہ وہ الیٰ یا الا کے معنی میں ہو؟

جواب: کہ جب او الیٰ کے معنی میں ہوگی تو لازم آئے گا فعل کا مجرور ہونا اور الا کے معنی میں ہوگی علیٰ مذھب سیبویہ تو لازم آئے گا فعل مستثنیٰ ہونا حالانکہ یہ ناجائز اور باطل ہے اس لئے کہ مجرور اور مستثنیٰ ہمیشہ اسم ہی ہوتے ہیں لہٰذا اس کے بعد ان مقدر ہی مانا جائے گا تا کہ وہ فعل مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم بن جائے تو اس کا مجرور اور مستثنیٰ ہونا صحیح ہو جائے۔

واو العطف نحو اعجبنی قیامك و تخرج **ساتواں مقام** : جہاں ان مقدر ہوتا ہے وہ واو عطف ہے لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ واو عطف سے پہلے اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامك و تخرج ۔

سوال : واو عطف کے بعد ان کے مقدر ہونے کے لئے معطوف علیہ کا اسم صریح ہونا کیوں شرط لگائی ہے؟

جواب : اگر واو کے بعد ان مقدر نہ ہو تو لازم آئے گا فعل کا عطف اسم صریح پر جو کہ جائز نہیں۔

فائدہ : اسم کے ساتھ صریح کی قید نہیں لگانی چاہیئے اس لئے کہ اس سے تو اعجبنی انك انسان و یحتمع خارج ہو جاتا ہے اس کا معطوف علیہ اسم تاویلی ہے اس کے باوجود واو کے بعد ان مقدر ہے اور یہ بھی یاد رکھیں یہاں واو کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر حرف عطف کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو لہٰذا بہتر تو یہ تھا مصنف واو کے بجائے حروف العطف کہتے کہ بعد الحروف العطف ان مقدر ہوتا ہے۔

قولــه : ویجوزُ اظهارُ اَنْ مَعَ لَامِ كَيْ نحو اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ ومَعَ واو العطفِ نحو اعجَبَنِیْ قیامُكَ وَاَنْ تخرجَ ویجب اظهارُ اَنْ فی لامِ كَيْ اذا اتصلَتْ بلاالنافیةِ نحو لِئَلَّا یعلَمَ

ترجمہ : اور جائز ہے ظاہر کرنا اَنْ کا لام کی کے ساتھ جیسے اسلمت لان ادخل الجنة اور سمیت واؤ عاطفہ کے جیسے اعجبنی قیامك وان تخرج اور واجب ہے ظاہر کرنا ان کا لام کی میں جب لا نافیہ کے ساتھ متصل ہو جیسے لئلا یعلم ۔

تشریح : ضابطہ : ان مصدریہ کہ اظہار دو مقام پر جائز ہے۔ پہلا مقام مقام لام کی کے بعد اور یاد رکھیں لام کی ساتھ وہ لام زائدہ جو فعل امر یا ارادہ کے بعد ہو وہ بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے اس کے بعد بھی ان کا اظہار جائز ہوتا ہے لام کی کی مثال اسلمت لان ادخل الحنة اور لام زائدہ جو فعل امر کے بعد ہو جیسے امرت لان اعدل بینکم اور جو فعل ارادہ کے بعد ہو اسکی مثال اردت لان تتقدم ۔

دوسرا مقام : واو عطف کے بعد جس کا معطوف علیہ اسم صریح ہو ان کا اظہار جائز ہے جیسے اعجبنی قیامك و ان تخرج ۔

سوال : ان دومقاموں پر ان کا اظہار کیوں جائز ہے اس کی دلیل اور علت کیا ہے؟

جواب : لام کی اور لام زائدہ جو اس کے ساتھ ملحق ہے اور اسی طرح حروف عطف یہ تینوں اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں جیسے جئتك للا كرامك اور اردت لاضربك اور اعجبنی ضرب زيدو غصبه لہٰذا ان کے ساتھ ایسی چیز کو ظاہر کرنا جو فعل کو اسم کی طرف تبدیل کردیتے ہیں یہ جائز ہے لیکن لام جحد چونکہ وہ اسم صریح پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا اس کے بعد ان کا اظہار جائز نہیں۔

ضابطہ : ان کا اظہار ایک مقام اور ایک صورت میں واجب ہے کہ جب لام کی کے ساتھ لا نافیہ متصل ہو جیسے لئلا يعلم ۔

سوال : یہاں پر ان کا اظہار کیوں واجب ہے اسکی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : اس لئے کہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ کلام عرب میں مکروہ ہے۔

قوله : واعلم اَنَّ اَنِ الواقعةَ بعدَ العلمِ ليسَتْ هى الناصبة للفِعلِ المضارع وانما هى المخفّفةُ مِن المثقلةِ نحو عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ قَالَ اللّٰهُ تعالىٰ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنكُمْ مَّرْضٰى وَانِ الواقعة بعدَ الظنِّ جاز فيه الوَجْهَانِ النصبُ بها وان تجعلَهَا كالواقعةِ بعدَ العِلمِ نحو ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمَ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک وہ ان جو واقع ہونے والا ہے علم یعلم کے بعد وہ فعل مضارع کو نصب دینے والا نہیں اور سوا اس کے نہیں کہ وہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہو جیسے علمت ان سيقوم فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ ...... اور وہ اَنْ جو ظن یظن کے بعد واقع ہونے والا ہو اس میں دو وجہ جائز ہیں اَنْ کی وجہ سے نصب اور یہ کہ بنائے تو اس کو مثل اَنْ کے جو علم یعلم کے بعد واقع ہونے والا ہو جیسے ظننت ان سيقوم ۔

تشریح : یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : قرآن میں آتا ہے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ یہاں مضارع ان کے بعد ہے اور فعل مضارع منصوب نہیں ہے لہٰذا آپ کا یہ قاعدہ کہ ان ملفوظہ کے بعد ہمیشہ فعل مضارع منصوب ہوتا ہے بالکل غلط ہے؟

جواب : یہ ان مثال مذکور میں مصدریہ نہیں بلکہ مخففه من المنثقله ہے اس کے لئے ضابطہ یاد رکھیں وہ فعل جو بمعنی یقین کے ہو اس کے بعد ہمیشہ مخففه من المنثقله ہوتا ہے ان مصدریہ نہیں ہوتا جیسے علم ان سيكون میں علم فعل یقین ہے اس کے بعد ان مخففه من المثقله ہے۔ اور یہاں فقط علم والا فعل مراد نہیں بلکہ ہر وہ فعل جو یقین والا معنی رکھتا ہو جیسے وجدان یقین، تحقيق ، شهادت ، ظهور وغیرہ ہے۔

ضابطہ : جب فعل یقین کے بعد فعل مضارع پر ان مخففه آئے تو اس وقت ان کے بعد فعل پر چار چیزوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے ① سين ② سوف ③ قد ④ حرف نفی ۔

ان الواقعہ بعد الظن ...... ایک اور ضابطے کا بیان۔

ضابطہ : کہ وہ ان جو ظن کے بعد واقع ہو تو اسمیں دو وجہ جائز ہیں پہلی وجہ کہ اس کو ان ناصبہ بنایا جائے دوسری وجہ یہ کہ اس کو ان مخففہ من المثقلہ بنایا جائے لہٰذا مضارع پر رفع ونصب دونوں جائز ہوں گے جیسے ظننت ان سیقوم اور ظننت ان یکون۔

سوال : ان دو ضابطوں کی علت اور دلیل کیا ہے کہ فعل یقین کے بعد ان مخففہ کیوں ہوتا ہے فعل ظن کے بعد دونوں کیوں جائز ہوتے ہیں؟

جواب : کہ وہ فعل جو یقین کا معنی دیتا ہے اس کے بعد ان مخففہ ہی مناسب ہے کہ ان مخففہ کا معنی بھی تحقیق ہوتا ہے اس لئے فعل یقین کے بعد ان مخففہ ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ظن کے بعد دونوں کیوں جائز ہیں اس کی علت اور وجہ یہ ہے کہ ظن کے دو معنے ہیں اگر جانب راجح اور ظن غالب کا لحاظ کیا جائے تو پھر ان مخففہ من المثقلہ ہی مناسب ہے کیونکہ یہ یقین پر دلالت کرتا ہے اور اگر ظن میں خیال والے معنی کا لحاظ کیا جائے تو اس وقت ناصبہ مصدریہ ہی مناسب ہے۔

ضابطہ : ان جو علم اور ظن کے علاوہ طمع، رجاء، خشیت، خوف، شك، وهم، اعجاب ان کے بعد واقع ہو تو ان مصدریہ ہوتا ہے مخففہ نہیں ہوتا۔

بحث عوامل جازمہ

فصل : المجزومُ عاملُهُ لَمْ وَلَمَّا ولام الامر ولا فی النهی وكَلِمَ المجازتِ وهی اِنْ ومهْما واِذْما وحيثُما واينَ ومتٰی وما ومَنْ واَیٌّ واَنّٰی واِن المقدرةُ نحو لم يضربْ ولمّا يَضربْ ولِيَضْرِبْ ولاتَضرِبْ واِنْ تَضربْ اَضرِبْ اه

ترجمہ : فعل مضارع مجزوم کا عامل لم اور لما الخ ہیں۔

تشریح : مصنف اس فصل میں مضارع مجزوم کے عوامل بتا رہے ہیں کہ مضارع کو جزم دینے والے کون سے عوامل ہیں۔ وہ ان، لم، لمّا، لام امر، لانہی یہ چار ایک فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں ان کے علاوہ جو جوازم ہیں وہ دو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں ان کو کلمات مجازات کہتے ہیں ① ان ② من ③ ما ④ مهما ⑤ حيثما ⑥ اذما ⑦ متیٰ ⑧ اينما ⑨ انی ⑩ ایٌّ۔

وجہ تسمیہ : ان کو کلمات مجاز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دلالت کرتے ہیں ایک جملے کا دوسرے جملے کی جزاء بننے پر اور ان کو کلمات شرط اور جزاء بھی کہتے ہیں، یہ دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں اور ان کو جزم دیتے ہیں پہلے فعل کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں۔

سوال : مصنفؒ نے ان کو کلمات مجاز کہا ہے لیکن ان کو اسم کیوں نہیں کہا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : ان میں سے بعض اسم تھے اور بعض فعل تو مصنف نے ایسا نام بتا دیا جو سب کو شامل ہو جائے اسماء کو بھی اور حروف کو بھی۔

قولــه : واعلم اَنَّ لم تَقْلِبُ الْمضارِع ماضِيًا منفيًّا ولما كذٰلِكَ اِلَّااَنَّ فيها توقُّعًا بعدَهٗ ودوامًا قبلَهٗ نحو قام الاميرُ لَمّا يركَبُ وايضًا يجوزُ حذفُ الفِعْلِ بعدَ لمَّا خاصَّةً تقولُ نَدِمَ زيدٌ ولمَّا اى ولما ينفعهُ النَّدَمُ ولاتقول نَدِمَ زيدٌ ولَمْ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق لفظ لم بنا دیتا ہے مضارع کو ماضی منفی اور لما بھی اسی طرح ہے مگر بے شک لما میں امید ہوتی ہے اس کے بعد اور دوام ہوتا ہے اس سے پہلے جیسے قام الامیر لمایرکب اور نیز جائز ہے حذف کرنا فعل کا لما کے بعد خاص کر کہے گا تو ندم زید ولما (شرمندہ ہوا زید اور نہیں) یعنی (نفع دیا اس کو شرمندگی نے) اور نہیں کہے گا ندم زید ولم۔

تشریح : مصنف عوامل جوازم کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ لم مضارع کو ماضی کو منفی کی طرف تبدیل کر دیتا ہے اور لمّا بھی اسی طرح عمل کرتا ہے لیکن ان دونوں میں چند فرق ہیں۔

پہلا فرق : لمّا کے اندر زمانہ تکلم کے بعد سے فعل منفی کے ثبوت کی توقع ہوتی ہے قاعدہ جبکہ لم زمانہ ماضی میں فعل کی نفی کا فائدہ دیتا ہے جس میں استغراق کا معنی نہیں ہوتا۔

دوسرا فرق : لمّا کے مدخول فعل کا حذف کرنا جبکہ قرینہ موجود ہو تو جائز ہے جیسے کہا جاتا ہے قام الا میر و لمّا اور لمّا کا استعمال بھی فعل غیر متوقع میں بھی ہوا کرتا ہے۔

تیسرا فرق : لمّا پر ادوات شرط داخل نہیں ہوتے لہٰذا ان کو داخل کر کے ان لمّا یضرب اس طرح من کو داخل کر کے من لمّا یضرب کہنا جائز نہیں جبکہ ادوات شرط کو لم پر داخل کرنا جائز ہے۔ یہ کل چار فرق ہوں گے۔

سوال : لمّا کے مدخول فعل کو حذف کرنا کیوں جائز ہے اور لم کے مدخول کا حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟

جواب : لمّا میں اصل میں لم ما ہے ما زائدہ ہے جیسا کہ اين ما شرطیہ میں ہے اور یہ ما زائدہ فعل کے محذوف کا نائب بن جاتی ہے بخلاف لم کے وہاں ما موجود نہیں جو اس فعل کے قائم مقام بن سکے اسی وجہ سے لمّا کے مدخول کا حذف جائز ہے جب کہ لم کے مدخول کو حذف کرنا جائز نہیں۔

سوال : ادوات شرط کا لمّا پر داخل کرنا ناجائز اور لم پر کیوں جائز ہے؟

جواب : لمّا یہ عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ قوی ہے لیکن بخلاف لم کے وہ فاصلہ قوی نہیں جس کی وجہ سے انکا داخل کرنا جائز ہے۔

فائدہ : لـمّـا اسمیت اور ظرفیت کے درمیان مشترک ہے جس وقت یہ مضارع پر داخل ہو تو یہ حرف ہوتا ہے اور جس وقت یہ

ماضی پر داخل ہو عام ازیں ماضی لفظاً ہو یا معناً تو یہ اسم ظرف ہوتا ہے۔

یاد رکھیں! جب یہ لـمّـا اسمیہ ظرفیہ ہو تو اس کا جواب جملہ اسمیہ ہوتا ہے جبکہ مقرون ہو اذا مفاجاتیہ کے ساتھ جیسے قرآن مجید میں ہے کُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ یا جواب ماضی مقرون ہوتی ہے ماضی کے ساتھ اور کبھی مضارع بھی آتا ہے بر کیف امام سیبویہ اس پر تعجب فرماتے ہیں کہ لـمّـا عجیب ہے ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اسمیہ ظرفیہ ہو جاتا ہے اور مضارع پر داخل ہو تو حرف بن جاتا ہے اور اگر ان دو کے علاوہ ہو تو یہ لمّا حرف استثناء ہوتا ہے بمعنی الاّ کے۔

قولـــه : واما كَلِمُ المجازاتِ حرفًا كانَتْ او اسمًا فهي تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ لتَدُلَّ علىٰ اَنَّ الأولىٰ سببٌ للثانيةِ وتسمى الاولىٰ شرطًا والثانيةُ جزاءً

ترجمہ : اور لیکن کلمات مجازات خواہ حرف ہوں یا اسم پس یہ داخل ہوتے ہیں دو جملوں پر تا کہ دلالت کریں اس بات پر کہ پہلا سبب ہے دوسرے کے لئے اور نام رکھا جاتا ہے اول کا شرط اور دوسرے کا جزاء۔

تشریح : مصنفؒ ان عوامل جوازم سے فارغ ہونے کے بعد اب کلمات مجازات کو بیان کر رہے ہیں کلمات مجازات یعنی کلمات شرط و جزا خواہ حرف ہوں یا اسم ہمیشہ دو جملے فعلیہ پر اس لئے داخل ہوتے ہیں کہ پہلا جملہ دوسرے جملے کے لئے سبب ہوتا ہے اور دوسرا جملہ مسبب ہوتا ہے اور پہلا فعل جو سبب ہوتا ہے اس کا نام شرط رکھا جاتا ہے اور دوسرا فعل جو مسبب ہوا کرتا ہے اس کا نام جزاء رکھا جاتا ہے۔

قولـــه: ثـم ان كانَ الشرطُ والجزاءُ مُضارعَيْن يجبُ الجزمُ فيهما لفظًا نحو اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ وانْ كانَا ماضِيَيْن لم تَعْمَلْ فيهما لفظًا نحو اِنْ ضربْتَ ضَرَبْتُ وان كَانَ الجزاءُ وحدَهٗ ماضِيًا يجب الجزمُ في الشرط نحو اَنْ تضْرِبْنی ضربتُكَ وَاِنْ كانَ الشرطُ وحدَهٗ ماضِيًا جازفي الجزاءِ الوجهان نحو اِنْ جئتَنِيْ اُكْرِمْكَ

ترجمہ : پھر اگر ہوں شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع تو واجب ہے جزم ان دونوں میں لفظاً جیسے ان تـکـرمـنـی اکـرمـك اور اگر وہ دونوں ماضی ہوں تو نہیں عمل کریں گے کلمات مجازات ان دونوں میں لفظاً جیسے ان ضـربـت ضـربـت اور اگر جزاء اکیلے ماضی ہو تو جزم واجب ہے شرط میں جیسے ان تضربنی ضربتك اور اگر شرط اکیلے ماضی ہو تو جائز ہیں جزاء میں دونوں صورتیں جیسے ان جئتنی اکرمك۔

تشریح : مصنفؒ ضابطہ بیان کر رہے ہیں شرط اور جزاء کے مجزوم ہونے کے لئے جس کی چار صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں اس صورت کا حکم یہ ہے دونوں میں جزم لفظاً واجب ہے ان تـکـرمـنـی اکرمك۔

دوسری صورت : اگر دونوں ماضی ہوں تو اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اسمیں جزم لفظا نہیں ہوگی جیسے ان ضربت ضربت۔

تیسری صورت : شرط مضارع اور جزاء ماضی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ شرط میں جزم واجب ہے جیسے ان تضرب ضربت ۔

چوتھی صورت : شرط ماضی اور جزاء مضارع ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ جزاء میں دونوں صورتیں جائز ہیں جزم اور رفع دونوں جائز ہیں جیسے ان ضربت اضرب ۔

سوال : ان چار صورتوں کی علتیں اور دلیلیں کیا ہیں؟

جواب : پہلی صورت میں شرط اور جزاء دونوں مضارع ہیں اور مضارع معرب ہوتا ہے جس میں جزم اعراب قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اس لئے دونوں میں جزم کا ہونا واجب ہے۔

دوسری صورت میں شرط اور جزاء دونوں ماضی ہیں اور ماضی مبنی ہوتی ہے جس میں اعراب قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لئے لفظوں میں جزم نہیں ہوگی۔

تیسری صورت کی یہ دلیل اور علت ہے کہ صرف شرط مضارع ہے اس میں تو اعراب کے قبول کرنے کی صلاحیت ہے اس لئے جزم واجب ہے شرط میں اور چونکہ جزاء ماضی ہے جس میں اعراب کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں اس لئے وہاں جزم نہیں۔

چوتھی صورت کے اندر چونکہ شرط ماضی ہے اس لئے جزم لفظوں میں نہیں البتہ جزاء مضارع ہے اسمیں دو وجہ اس لئے جائز ہیں جزم تو اس لئے کہ وہ معرب ہے اسمیں اعراب قبول کرنے کی صلاحیت ہے اور رفع اس لئے جب شرط ماضی ہونے کی وجہ سے جزم نہیں تو اس کے تابع کرتے ہوئے جزاء پر بھی جزم نہ پڑھی جائے۔

قولہ : واعلم انهٗ اذا كانَ الجزاءُ ماضياً بغير قد لم يجزِ الفَاءُ فيه نحو انْ اَكْرمتِنِيْ اكرمتُكَ قال اللّٰهُ تعالىٰ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وان كان مضارعًا مثبتًا اومنفيًّا بلا جاز فيهِ الوجْهَانِ نحو انْ تَضْرِبْنِيْ اَضْرِبْكَ او فَاَضْرِبُكَ وان تَشْتِمْنِيْ لَا اَضْرِبْكَ او فلا اَضْرِبُكَ وانْ لم يكنِ الجزاءُ اَحَدَ الْقِسْمَيْنِ المذكورَيْنِ فيجبُ الفاءُ فيهِ

ترجمہ : اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب ہو جزاء فعل ماضی بغیر قد کے تو نہیں جائز فاء اس میں جیسے ان اکرمتنی اکرمتك فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا اور اگر جزاء ہے فعل مضارع مثبت یا منفی ساتھ لا کے تو جائز ہیں اس میں دونوں وجہیں جیسے ان تضربنی اضربك یا فاضربك اور ان تَشْتِمْنِيْ لَا اَضْرِبْكَ یا فلا اَضْرِبُكَ اور اگر نہ ہو جزاء ان مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی ایک قسم تو پس واجب ہے اس میں فاء۔

تشریح : مصنف اس عبارت میں فا جزائیہ کیلئے ضابطہ بیان کر رہے ہیں کہ کن صورتوں میں اس فاء کا لانا جائز اور کن صورتوں میں

واجب اور کن صورتوں میں نہ لانا واجب ہے تو مصنفؒ اس کی نے سات صورتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ فا کا لانا ناجائز اور ممتنع ہے اور دو صورتوں میں جائز ہے اور چار صورتوں میں فا کا لانا واجب ہے۔

پہلی صورت : جس میں فاء کا لانا ممتنع ہے وہ یہ ہے کہ جزاء ماضی ہو بغیر قد کے جیسے ان اکرمتنی اکر متك ۔

دوسری صورت : جزاء مضارع مثبت ہو۔

تیسری صورت : جزاء مضارع منفی ہو لا کے ساتھ ان دونوں صورتوں میں فا کا لانا جائز ہے اور نہ لانا بھی جائز ہے ان تضربنی اضربك کا پڑھنا بھی جائز ہے اور فا لاکر فا ضربنی پڑھنا بھی جائز ہے اور اس طرح ان تشتمنی لا اضر بك بھی جائز ہے اور فلا اضر بك کا بھی جائز ہے اور جن صورتوں میں فا کا لانا واجب ہے۔

قوله : وذٰلك فِيْ اَربعِ صُوَرٍ الاُوْلىٰ اَنْ يكونُ الجزاءُ ماضيًا مع قد كقولهٖ تعالىٰ اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ والثانيةُ اَن يكونَ مضارعًا منفيًّا بغير لا كقولهٖ تعالىٰ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ والثالثةُ ان يكونَ جملةً اسميةً كقولهٖ تعالىٰ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا والرابعةُ ان يكونَ جملةً انشائيةً اما امرٌ كقولهٖ تعالىٰ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ واِمَّا نهيًا كقولهٖ تعالىٰ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ

ترجمہ : اور یہ چار صورتوں میں ہے اول یہ کہ ہو جزاء ماضی قد کے ساتھ جیسے قول اللہ تعالیٰ ان یسرق ......الخ دوسری یہ کہ ہو جزاء مضارع منفی بغیر لا کے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے و من یبتغ ......الخ اور تیسری یہ کہ ہو جزاء جملہ جیسے قول اللہ تعالیٰ کا من جاء بالحسنة ......الخ اور چوتھی یہ ہے کہ ہو جزاء جملہ انشائیہ یا امر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے قل ان کنتم ......الخ یا نہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فان علمتموھن مؤمنات......الخ ۔

پہلی صورت : جزاء ماضی ہو قد کے ساتھ جیسے اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِن قَبْلُ ۔

دوسری صورت : جزاء مضارع منفی بغیر لا کے ہو جیسے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۔

تیسری صورت : جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۔

چوتھی صورت : جزاء جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو نہی ہو الی آخرہ امر کی مثال قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ نہی کی مثال فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ

سوال : ان صورتوں میں یہ جو حکم بیان کیا گیا ہے اسکی علت کیا ہے؟ ایک صورت میں فاء کا لانا کیوں جائز نہیں دو صورتیں جواز کیوں اور چار صورتیں فاء کا لانا واجب کیوں ہے؟

جواب : جواب سے پہلے ایک ضابطہ جان لیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فا جزائیہ ربط کیلئے لائی جاتی ہے لہٰذا جہاں پر ربط ضروری ہو گا وہاں پر فا جزائیہ کا لانا واجب ہوگا اور جہاں ربط کی ضرورت بالکل نہیں وہاں اس کا لانا ناجائز اور ممتنع ہوگا اور جہاں پر ربط دینا جائز ہو وہاں فا کا لانا جائز ہوگا۔

سوال : اس کے لئے کیا ضابطہ ہے کہ کہاں پر فا جزائیہ ربط کے لئے لانا ضروری ہے اور کہاں ضروری نہیں؟

جواب : اس ربط کے لئے ضابطہ یاد رکھیں کہ جہاں حرف شرط جزاء میں بالکل اثر نہ کرے وہاں ربط کی ضرورت ہوتی ہے وہاں فا لانا واجب ہوتا ہے اور جہاں پر حرف شرط کا کچھ اثر ہو مکمل نہ ہو تو وہاں فا جزائیہ کا لانا جائز ہوتا ہے اور جہاں پر حرف شرط جزاء میں رابطہ کچھ ہوتا ہے تو ایسے مقام پر پورا پورا اثر کرے وہاں ربط کی ضرورت نہیں وہاں فا کا لانا جائز نہیں۔

جواب کا حاصل : اب ہر صورت کے حکم کی علت یہ ہے پہلی صورت کہ جزاء ماضی ہو بغیر قد کے اس صورت میں حرف شرط نے جزاء ماضی کے معنی میں پورا پورا اثر کر دیا ہے کہ ماضی کو مستقبل کے معنی میں کر دیا ہے لہٰذا دوسرے رابطہ کی ضرورت نہیں اس لئے یہاں فا جزائیہ لانا ناجائز اور ممتنع ہے۔

دوسری اور تیسری صورت کا حکم اور علت یہ ہے کہ اسمیں حرف شرط نے کچھ اثر کیا ہے کہ مضارع کو معنی استقبال کے ساتھ خاص کر دیا ہے لیکن حقیقت میں کوئی تغیر نہیں اس لئے کہ مضارع میں پہلے سے استقبال والا معنی ہوتا ہے لہٰذا اسمیں تاثیر تو ہوئی لیکن تھوڑی سی ہوئی اس لئے ربط کے لئے فا کا لانا بھی جائز ہے کیونکہ کچھ اثر موجود ہے اس لئے نہ لانا بھی جائز ہے اور باقی چار صورتوں کا حکم اور علت یہ ہے کہ ان چار صورتوں میں حرف شرط نے بالکل اثر نہیں کیا جس کی وجہ سے رابطہ کی ضرورت ہے اس لئے ان چاروں صورتوں میں فاء کا لانا واجب ہے۔

فائدہ : جزاء مضارع مثبت ہو لیکن شرط یہ ہے کہ غیر مجزوم بلا لام امر ہو اور اسی طرح کہ وہ دعا اور تمنی کے علاوہ ہو اور وہ سین اور سوف کے بغیر ہو (اس لئے کہ یہ حرف شرط کے داخل ہونے سے پہلے ہی مستقبل میں ہے لہٰذا ان میں حرف شرط کی کوئی تاثیر اور اثر نہ ہوگا) ان صورتوں میں جزاء پر فاء لانا واجب ہوتا ہے۔

قولہ: وقد یقعُ اذا مَعَ الْجملۃِ الاسمیۃ موضِعَ الفاءِ کقولہٖ تعالیٰ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ م بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ

ترجمہ : اور کبھی کبھی واقع ہوتا ہے اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وان تصبھم......الخ۔

تشریح : یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : ہم ایک ایسی مثال دیکھاتے ہیں کہ آپ کی تفصیل کے مطابق جزاء پر فاء کا لانا واجب ہے لیکن فاء جزائیہ نہیں لائی گئی

بلکہ اذا مفاجاتیہ لایا گیا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے اِذَاهُمْ يَقْنَطُوْنَ ، هُمْ يَقْنَطُوْنَ جملہ اسمیہ جزاء ہے تو فاء نہیں بلکہ اذا لایا گیا ہے۔

جواب : اذا مفاجاتیہ کا معنی فا جزائیہ کے قریب قریب ہے کہ جس طرح فاء جزائیہ تعقیب کیلئے آتی ہے اذا مفاجاتیہ بھی عادۃ ایک امر کے بعد دوسرے امر کے حدوث پر دلالت کرتا ہے تو اس میں بھی فاء تعقیبیہ کا معنی موجود ہے اس لئے فاء کی جگہ اذا مفاجاتیہ کا لانا بھی جائز ہے۔

قولــه : وانما تُقَدَّرُ اِنْ بعدَ الافعالِ الخمسة التي هي الامرُ نحو تَعَلَّمْ تَنْجُ والنهي نحو لاتَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ والاستفهامُ نحو هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ والتمنّي نحو لَيْتَكَ عِنْدِيْ اَخْدِمْكَ والعرضُ نحو اَلَاتَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا

ترجمہ : اور لیکن مقدر کیا جائے گا اِنْ پانچ افعال کے بعد ① امر کے بعد جیسے تعلم تنج یعنی ان تتعلم تنج ② نہی کے بعد جیسے لاتکذب یکن خیرالکن یعنی ان لاتکذب یکن خیرالك ③ استفہام کے بعد جیسے هل تزورنانكرمك یعنی هل تزورنا ان تزورنانكرمك ④ تمنی کے بعد جیسے لیتك عندی اخدمك یعنی لیتك عندی ان تكن عندی اخدمك ⑤ عرض کے بعد جیسے الاتنزل بناتصب خیرا یعنی الاتنزل بنا ان تنزل بنا تصب خیرا۔

تشریح : مصنفؒ نے ماقبل میں یہ بیان فرمایا تھا کہ فعل مضارع ان شرط مقدرہ کی وجہ سے بھی مجزوم ہوتا ہے تو یہاں سے مصنفؒ اس ان شرط مقدرہ کو بیان فرمارہے ہیں کہ ان شرط مقدرہ کن مقامات پر مقدر ہوتا ہے اور اس کے مقدر ہونے کے لئے شرط کیا ہے تو فرمایا کہ پانچ مقامات پر یعنی پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے جس کے مقدر ہونے کے لئے شرط یہ ہے شئی اوّل کے مضمون سے شئی ثانی کے مضمون کے لئے سببیت کا ارادہ کیا جائے۔

پہلا مقام : امر کے بعد جیسے تعلم تنج اصل عبارت یہ ہے تعلم ان تتعلم تنج تو سیکھ اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا اسمیں اوّل یعنی تعلم ثانی نجات کے لئے سبب ہے۔

دوسرا مقام : نہی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے لا تکذب یکن خیر لکم یعنی لا تکذب الاتکذب یکن خیر لکم کہ جھوٹ مت بول اگر جھوٹ نہیں بولے گا تو تیرے لئے بہتر ہے۔

تیسرا مقام : استفہام کے بعد هل تزورنا نكرمك یعنی هل تزورنا ان تزورنا نكرمك ۔

چوتھا مقام : تمنی کے بعد جیسے لیتك عندی اخدمك۔ اصل عبارت یہ تھی لیتك عندی ان تكن عندی اخدمك کاش تو میرے پاس ہوتا میں تیری خدمت کرتا۔

پانچواں مقام : عرض کے بعد جیسے الا تنزل بنا تصب خیرا اصل عبارت یہ ہے الا تنزل بنا ان تنزل بنا تصب خیرا ۔

قولہ : وبَعدَالنفِیُ فی بعضِ المواضِع نحو لاتَفعَلُ شرًّا یَکُنْ خَیرًا لکَ

ترجمہ : اور نفی کے بعد ان شرطیہ مقدر کیا جاتا ہے بعض جگہوں میں جیسے لاتفعل شرا ......الخ

تشریح : **سوال**: ان اشیائے خمسہ کے بعد ان مقدر ہونے کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : یہ اشیائے خمسہ طلب پر دلالت کرتی ہیں اور طلب عموماً ایسے مطلوب کے متعلق ہوتی ہے جس پر فائدہ مرتب ہو اور فائدہ مسبب ہو اور وہ مطلوب اس کے لئے سبب ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ سببیت اور مسببیت پر دال حرف شرط ہوتا ہے حالانکہ حرف شرط یہاں لفظوں میں نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہاں حرف شرط مقدر ہے۔

قولہ : وذٰلِکَ اذاقُصِدَ اَنَّ الاولَ سببٌ للثانی کمارأیتَ فی الامثلۃِ فانَّ مَعْنٰی قولِنَا تَعَلَّمْ تنجُ هُوَ اِنْ تتعلَّمْ تنجُ و کذٰلِکَ البواقِی فلذٰلکَ امْتَنَعَ قَولُکَ لا تکفُر تَدْخُلِ النَّارَ لامتناع السببیّۃِ اذ لایصحُّ ان یقال ان لا تکفر تدخل النار

ترجمہ : اور یہ بات (اشیاء مذکورہ کے بعد ان مقدر کیا جاتا ہے) جب قصد کیا جائے کہ اول ثانی کے لئے سبب ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں مثالوں میں پس بے شک ہمارے قول تعلم تنج کا معنی ہے ان تتعلم تنج (اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا) اب سیکھنا نجات کا سبب ہے۔ اسی طرح باقی مثالیں پس اسی وجہ سے ممتنع ہے تیرا قول لاتکفر تدخل النار واسطے ممتنع ہونے سببیت کے کیونکہ نہیں صحیح کہ کہا جائے ان لاتکفر تدخل النار ۔

تشریح : مصنفؒ اسی شرط پر تفریع بٹھار ہے ہیں کہ اگر اوّل کے مضمون سے سببیّت کا قصد نہیں ہے شئی ثانی کیلئے وہاں کلمہ ان کا مقدر کرنا ممتنع ہے جیسے لا تکفر تدخل النار یہاں پر عدم کفر دخول نار کا سبب نہیں بن سکتا لہٰذا اس کے بعد ان مقدر ماننا درست نہیں کہ یہ کہنا الا تکفر تدخل النار اگر تو کفر نہیں کرے گا تو جہنم میں داخل ہوگا یہ بالکل غلط ہے بلکہ کفر نہ کرنا دخول جنت کا سبب ہے۔

فائدہ : اگر ان اشیائے خمسہ کے بعد فعل مضارع ہو لیکن سببیت کا قصد اور ارادہ نہیں کیا گیا تو فعل مضارع پر رفع پڑھنا واجب ہوگا یہ تو بنا بر حال کے کہ وہ حال واقع ہوگا جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے فَذَرْهُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ اسمیں یلعبون حال ہے اور یا بنا پر صفت مرفوع ہوگی جیسے فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ: یرث فعل مضارع ہے یا وہ جملہ مستأنفہ ہونے کی بنا پر مرفوع ہوگا جیسے کہا جائے لا تذهب تغلب علیه تو اسمیں تغلب جملہ مستأنفہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

بحث فعل امر

قولہ: والثالث الامر وھو صیغۃٌ یُطلبُ بھا الفعلُ من الفاعلِ المخاطب

ترجمہ : اور (فعل کی اقسام میں سے) تیسری قسم امر ہے اور وہ صیغہ ہے طلب کیا جاتا ہے ساتھ اس کے فعل (کام) فاعل مخاطب سے۔

تشریح : مصنفؒ فعل کی تیسری قسم امر کو بیان کر رہے ہیں۔

امر کا معنی : امر کا لغوی معنی حکم کرنا اور اصطلاح نحات میں امر کا لفظ امر غائب، امر حاضر اور امر متکلم تینوں پر بولا جاتا ہے خواہ معلوم ہو یا مجہول لیکن امر حاضر معلوم کو الامر بصیغہ کہتے ہیں اور باقیوں کو الامر بالحرف۔ اور امر بالحرف وہ حرف لام ہے لیکن لفظ امر سے متبادر امر حاضر معلوم ہے اسی وجہ سے کہ مضارع کی اور ماضی کی قسیم حقیقت میں یہ ہی ہے باقی مضارع میں خود مندرج ہیں اس لئے کہ مضارع کی علامت فعل میں باقی رہتی ہے۔

اسی وجہ سے مصنفؒ نے امر حاضر معلوم کی تعریف میں فرمایا ھو صیغہ یطلب بھا تعریف کا حاصل یہ ہے کہ امر حاضر معلوم وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے اسمیں صیغہ جنس ہے جو سب کو شامل ہے یطلب بھا کے اندر جو با ہے یہ استعانت کی ہے اور یہ فصل ہے جس سے ماضی اور مضارع خارج ہو جاتے ہیں اور الفعل یہ قید ثانی اور فصل ثانی ہے اس سے نہی خارج ہوئی اور من الفاعل یہ فصل ثالث ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے امر حاضر مجہول نکل گیا اور المخاطب یہ قید رابع اور فصل رابع ہے جس سے امر غائب معلوم خارج ہو گیا اس لئے کہ وہ مضارع میں داخل ہیں۔

قولہ : بِاَنْ تَحْذِفَ من المضارِعِ حَرفَ الْمضارعۃِ ثم تنظر فان کانَ مابعدَ حرفِ المضارعۃِ ساکناً زدتَ همزۃ الوَصلِ مضمومۃً ان انضَمَّ ثالثُہٗ نحو اُنْصُرْ و مکسورَۃً ان انفتَحَ اوِ انکَسَرَ کاِعْلَمْ واِضْرِب واِسْتَخْرِجْ وان کان متحرّکًا فلاحاجۃَ الی الھمزۃِ نحو عِدْ وحَاسِبْ

ترجمہ : کہ بایں طور کہ حذف کیا جائے مضارع سے حرف مضارعت پھر دیکھا جائے پس اگر حرف مضارعت کے بعد والا حرف ساکن ہے تو زیادہ کرے گا تو ہمزہ وصلی مضمومہ اگر اس کا تیسرا حرف مضموم ہے جیسے اُنصُرْ اور مکسور ہوگا اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہے جیسے اِعلم اور اضرب اور استخرج اور اگر (حرف مضارعت کے بعد والا حرف) متحرک ہے پس نہیں ہے ضرورت ہمزہ وصلی کی جیسے عد اور حاسب۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں امر حاضر اشتقاق اور بنانے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں۔

فائدہ : بعض نے اس عبارت کوتعریف کا تتمہ قرار دیا ہے اور قید خامس بنایا ہے اس سے اسماء افعال روید وغیرہ کو خارج کیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اسمائے افعال تو تقسیم سے ہی خارج ہیں کیونکہ تقسیم فعل کی ہے جب کہ یہ اسماء ہیں۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ امر حاضر معلوم کو یوں بنایا جائے گا کہ حرف مضارع کے حذف کرنے کے بعد والے حرف کو دیکھا جائے گا کہ وہ متحرک ہے یا ساکن اگر ساکن ہے تو ہمزہ وصلی کو لایا جائے گا تا کہ ابتدا بالسکون سے لازم نہ آئے پھر ہمزہ وصلی کو یا تو مضموم لایا جائے گا یا مکسور، جس کا مدار مضارع کے عین کلمہ پر ہے، اگر مضارع کا عین کلمہ مضموم ہوتو ہمزہ وصلی مضموم لایا جائے گا جیسے تنصر سے انصر اور اگر عین کلمہ مضموم نہیں تو پھر ہمزہ وصلی مکسور لایا جائے گا جیسے تعلم سے اعلم، تضرب سے اضرب اسی طرح تستخرج سے استخرج اور اگر حرف مضارع کے حذف کرنے کے بعد حرف متحرک ہوتو ہمزہ وصلی لانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ابتدا ساکن سے نہیں ہے لہٰذا فقط آخر میں وقف کر دیا جائے گا جیسے تعد سے عد اور تحاسب سے حاسب اور تصرف سے صرف۔

سوال : امر حاضر معلوم میں ہمزہ وصلی مضموم اور مکسور کیوں لایا جاتا ہے مفتوح کیوں نہیں لایا جاتا؟

جواب : ہمزہ وصلی مفتوح اس لئے نہیں لایا جاتا تا کہ اس کا التباس ہمزہ قطعی اور ہمزہ استفہام کے ساتھ لازم نہ آئے اس لئے ہمیشہ مضموم یا مکسور لایا جاتا ہے۔

سوال : مضارع کا عین کلمہ مضموم ہوتو ہمزہ وصلی مضموم کیوں اور مضموم نہ ہوتو ہمزہ وصلی مکسور کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب : عین کلمہ مضموم ہوتو ہمزہ وصلی مضموم لایا جاتا ہے دو وجہ سے ① عین کلمہ کی مناسبت کی وجہ سے ② اگر مکسور لایا جاتا تو لازم آتا خروج من الکسرہ الی الضمۃ جو کہ ثقیل ہے اور باقی رہا کہ مکسور کیوں لایا جاتا ہے اس لئے کہ اس کا اصل مکسور ہونا ہے لہٰذا مفتوح العین اور مکسور العین ہونے کی صورت میں ہمزہ وصلی مکسور لایا جائے گا۔

قولہ: والامر من باب الافعال من القسم الثانی

ترجمہ: اور امر باب افعال کا دوسری قسم میں سے ہے۔

تشریح : سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : آپ نے یہ ضابطہ بیان کیا کہ اگر عین کلمہ مکسور ہوتو ہمزہ وصلی مکسور لایا جاتا ہے حالانکہ باب افعال کے امر میں ہمزہ وصلی مفتوح لایا جاتا ہے جیسے اکرم؟

جواب : باب افعال کا امر یہ دوسری قسم سے ہے کہ اسمیں حرف مضارع کو حذف کرنے کے بعد والا حرف ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے اس لئے کہ تکرم اصل میں تأکرم تھا تاء کے حذف کرنے کے بعد ہمزہ قطعی ہے جو کہ متحرک ہے اس لئے ہمزہ لایا ہی نہیں گیا

اور جو تمہیں ہمزہ نظر آرہا ہے وہ قطعی ہے وصلی نہیں۔

قولہ: وهو مَبْنِيٌّ علىٰ عَلَامَةِ الجَزْمِ كَاِضْرِبْ واغزُ وارمِ واِسْعَ واضرِبَا واضرِبُوْا واضرِبِي

ترجمہ: اور وہ امر مبنی ہوتا ہے علامت جزم پر جیسے اضرب ......الخ

تشریح: امر حاضر معلوم علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے اور علامت جزم تین ہیں ① سکون کے ساتھ جیسے اضرب ② حرف علت کے حذف کے ساتھ جیسے اغز، ارم ③ نون اعرابی کے حذف کرنے کے ساتھ جیسے اضربا، اضربو، اضربی۔

سوال: امر حاضر معلوم مبنی کیوں ہوتا ہے؟

جواب: افعال میں اصل مبنی ہونا ہے لہٰذا جو چیز اصل پر ہے اس کی علت بیان نہیں کی جاتی علت تو اس چیز کی بیان کی جاتی ہے جو اصل سے خارج ہو مثلاً افعال معرب ہو جائیں تو اس کی علت بیان کی جائے گی اور اسی طرح اسماء میں اصل معرب ہونا ہے لہٰذا جو اسم مبنی ہوگا اسکی علت بیان کی جائے گی نہ کہ اسم کے معرب ہونے کی۔

فصل: فعلُ مَالم يُسَمَّ فاعِلُـهٗ هُوَ فعلٌ حُذِفَ فاعِلُهٗ واُقِيْمَ المفعُوْلُ مَقَامَهٗ ويُخْتَصُّ بالمُتَعَدِّيْ

ترجمہ: فعل مالم یسمہ فاعلہ وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور کھڑا کیا گیا ہو مفعول کو اس کی جگہ اور یہ خاص کیا گیا ہے ساتھ متعدی کے۔

تشریح: مصنفؒ فعل کی دوسری تقسیم بیان فرمارہے ہیں کہ فعل کی دو قسمیں ہیں ① فعل معلوم ② فعل مجہول۔

فعل مجہول کا دوسرا نام فعل مالم یسم فاعلہ ہے۔

فعل مجہول کی تعریف: ایسے فعل کو کہا جاتا ہے جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو۔

سوال: مفعول فاعل کے قائم مقام کیسے ہوسکتا ہے اور مرفوع کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: فعل کے لئے دو طرفین ہیں ایک طرف صدور ہے وہ فاعل ہے اور دوسری طرف وقوع ہے وہ مفعول ہے ان کے درمیان مشابہت تھی طرفیت کے اعتبار سے تو اسی وجہ سے مفعول کو فاعل کے قائم مقام ٹھہرانا اور فاعل والا رفع اسے دینا درست ہے اور فاعل کی فاعلیت فعل کے اس طرف اسناد ہونے سے ہے نہ کہ فاعل کے احداث سے اس لئے کہ مات زید میں زید فاعل ہے اور اس سے کوئی چیز صادر اور حادث نہیں ہوئی بلکہ وہ معناً مفعول ہے اس لئے کہ اماتت کا فاعل حقیقتاً اللہ ہی ہے تو لہٰذا جس طرح فعل کا اسناد فاعل کی طرف تھا تو مرفوع تھا اسی طرح اس مفعول کی طرف ہوگیا تو یہ مرفوع ہوگا۔

و يختص بالمتعدى **ضابطہ:** کا بیان کہ فعل مجہول فعل متعدی ہی کے ساتھ خاص ہے یعنی فعل مجہول فعل متعدی سے بنتا ہے فعل لازمی سے قطعاً نہیں۔

سوال : فعل مجہول فعل متعدی سے آتا ہے لازمی سے کیوں نہیں آتا اس کی علت کیا ہے؟

جواب : اگر فعل لازمی سے فعل مجہول کولایا جائے تو فاعل کونسیا منسیا حذف کیا جائے گا اور کسی چیز کو اس کے قائم مقام کرنا پڑے گا حالانکہ اس کے بعد کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہتی جس کی طرف فعل کی نسبت کی جائے اسی وجہ سے ضابطہ بنادیا گیا کہ فعل متعدی سے ہی فعل مجہول آئے گا نہ کہ فعل لازمی سے۔

قولــه : وعلامتهُ فی الماضی اَنْ یکونَ اولـُهُ مَضموماً فقط وماقبلَ اٰخرِہٖ مکسوراً فی الابوابِ التِیْ لیسَتْ فی اوائِلِهَا هَمْزَةُ وصلٍ ولا تاءٌ زائدَةٌ نحوضُرِبَ ودُحْرِجَ واُكْرِمَ

ترجمہ : فعل مجہول کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا اول حرف مضموم ہو فقط اور آخر کا ماقبل مکسور ہو یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلی اور تاء زائدہ نہیں جیسے ضُرب اور دُحرج اور اُکرم۔

تشریح : مصنف ؒ فعل مجہول کی تعریف کے بعد اس کے بنانے کا طریقہ اور علامت بتارہے ہیں جس کی تین صورتیں ہیں۔

تشریح : دوسری صورت : جن کے شروع میں ہمزہ وصلی ہے۔

تیسری صورت : وہ ابواب جن کے شروع ہی میں تائے زائدہ مطردہ ہے۔

(پہلی صورت) وہ ابواب جن کے شروع میں ہمزہ وصلی بھی نہیں اور تائے زائدہ بھی نہیں تو ان کی ماضی مجہول کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حرف کو ضمہ اور ماقبل آخر کو کسرہ دیں گے جیسے ضرب سے ضرب، دحرج سے دحرج، اکرم سے اکرم

پہلی صورت : وہ ابواب جن کے شروع میں نہ ہمزہ وصلی ہے نہ تائے زائدہ مطردہ ہے۔

قولــه: واَنْ يَّكُوْنَ اولـُهُ وثانيه مضمُوماً وماقبل اٰخرِہٖ كذٰلِكَ فيْما فی اوَّلِهٖ تاءٌ زائدةٌ نحوتُفُضِّل وتُضُوْرِبَ

ترجمہ : اور علامت فعل مجہول کی ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہو اور اس کے آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہو یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں تاء زائدہ ہے جیسے تفضل اور تضورب۔

تشریح : (دوسری صورت) وہ ابواب جن کے شروع میں تائے زائدہ مطردہ ہے وہ تین ابواب ہیں تفعل، تفاعل، تفعلل ان سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں پہلے اور دوسرے حرف کو ضمہ اور ماقبل آخر کو کسرہ دیں گے۔ جیسے تصرف سے تصرف، تدحرج سے تدحرج، تضارب سے تضورب۔

قولــه: وان یکون اولـُهُ وثالثُهُ مضموماً وماقبل اٰخِرِہٖ كذٰلكَ فی ما فی اوّلِهٖ همزةُ وَصلٍ نحواُسْتُخْرِجَ واُقْتُدِرَ

ترجمہ : اور علامت فعل مجہول کی ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہو اور اس کے آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہو اور یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلی ہے جیسے استخرج اور اقتدر۔

تشریح : (تیسری صورت) وہ ابواب جن کے شروع میں ہمزہ وصلی ہے ان سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ حرف اول اور ثالث کو ضمہ اور ماقبل آخر کو کسرہ دیں گے جیسے استخرج سے استخرج ، انصرف سے انصرف ، احمر سے احمر الی آخرہ ۔

قولہ : والهمزةُ تَتْبعُ المضمُومَ ان لم تُدْرَجْ

ترجمہ : اور ہمزہ تابع ہوتا ہے حرف مضموم کے اگر درج کلام میں آکر گرے نہیں۔

تشریح : یعنی ہمزہ وصلی ماضی مجہول میں باعتبار حرکت کے حرف مضموم کے تابع ہے نہ کہ حرف مکسور کے۔

قولہ : وفي المضارع ان يكونَ حرفُ المضارعَةِ مضمومًا وماقبل اٰخِرِهٖ مفتُوحًا نحو يُضْرَبُ ويُسْتَخْرَجُ

ترجمہ :اور مضارع میں علامت مجہول یہ ہے کہ ہوتا ہے حرف مضارعت مضموم اور آخر کا ماقبل مفتوح جیسے یضرب اور یستخرج

تشریح : سوال: ماضی معلوم سے ماضی مجہول میں تبدیلی کیوں کی گئی ہے مقصود تو دونوں کے درمیان فرق کرنا تھا یہ تبدیلی ماضی معلوم میں کر لیتے ؟

جواب : ماضی معلوم اصل ہے اور ماضی مجہول فرع ہے تو تبدیلی فرع میں کرنی چاہیے نہ کہ اصل میں۔

سوال : ماضی مجہول میں پہلے حرف پر ضمہ اور ماقبل آخر پر کسرہ اسے خروج من الضمه الی الکسره لازم آتا ہے جو کہ یقیناً ثقیل ہے قاعدہ ہے جو ثقیل ہو وہ غریب ہوتا ہے تو وزن غریب کو کیوں پسند کیا گیا ہے؟

جواب : اس لئے تا کہ غرابت لفظ غرابت معنی پر دلالت کرے۔ ماضی مجہول کا معنی بھی غریب تھا اس لئے وزن بھی غریب اس کیلئے منتخب کیا گیا ہے۔

سوال : جس طرح خروج من الضمه الی الکسره غریب ہے اسی طرح خروج من الکسره الی الضمه یہ بھی وزن غریب ہے اسے کیوں نہیں پسند کیا گیا؟

جواب : خروج من الکسره الی الضمه بیشک یہ وزن غریب ہے لیکن یہ اثقل ہے اور جب اخف کے ساتھ مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو اثقل جو بہت زیادہ ثقیل اس کی طرف عدول کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

قولہ : الافى باب المفاعلة والإفعال والتفعيل والفعلَلَة ومُلحقاتِهَا الثمانيةِ فانَّ العلامةَ فيهَا فتحُ مَاقبلَ الأخِرِ نحو يُحَاسَبُ ويُدَحْرَجُ

ترجمہ: مگر باب مفاعلہ اور افعال اور تفعیل اور فعللہ اور اس کے آٹھ ملحقات پس تحقیق ان میں علامت حرف آخر کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے جیسے یحاسب اور یدحرج ۔

تشریح :مصنفؒ مضارع مجہول کی علامت اور بنانے کا طریقہ بتا رہے ہیں کے مضارع مجہول میں حرف اول کو ضمہ دیا جائے گا اور ماقبل آخر کو کسرہ دیا جائے گا جیسے یضرب سے یضرب، یستخرج سے یستخرج لیکن یاد رکھیں چار ابواب افعال، تفعیل، مفاعلہ اور فعللہ اور فعللہ کے ملحقات جو سات ہیں جلبب ، قلنس ، جورب ، سرول ، خیعل ، شریف، قلسی ان میں چونکہ حرف مضارعت پہلے سے مضموم ہوتا ہے اس لئے یہاں علامت فقط ماقبل آخر کا مفتوح ہونا ہوگا جیسے یکرم ، یصرف، یحاسب یاد رکھیں مصنفؒ نے ملحقات کو آٹھ شمار یا ہے حالانکہ محلقات سات ہیں تو یہ مصنفؒ کی غلطی نہیں بلکہ کسی کاتب کی غلطی ہے۔

قولہ : وفی الاَجوفِ ماضِیۃِ قیل وبیع وبالاشمام قیل وبیع وبالواو قُوِلَ وبُوِعَ

ترجمہ : اوراجوف میں یعنی اس کی ماضی مجہول میں قیل اور بیع ہے اور ساتھ اشمام کے قیل اور بیع اور ساتھ واو کے قول اور بوع۔

تشریح : مصنفؒ اجوف کی ماضی مجہول کی تعلیل کی طرف اشارہ فرمار ہے ہیں کہ فعل حقیقی اور حکمی اجوف سے ہو تو اس کو تین وجہ پڑھنا جائز ہے۔

پہلی وجہ : واو، یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینا تو قول بیع سے قول پھر قول پر میعاد والے قانون سے واو کو یا سے تبدیل کیا تو قیل ، بیع ہوگا اور اسی طرح فعل حکمی کے اندر اختور، انقید اس پہلی وجہ کے ساتھ اختور، انقید، اختور پر معیاد والے قانون سے اختیر پڑھا جاتا ہے۔

دوسری وجہ : اشمام ہے، اشمام سے مراد یہ ہے فاء کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کرنا اور عین کلمہ کو جو یا ہے اسکو واو کی طرف کچھ مائل کرنا اور اشمام سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اصل فاکلمہ میں ضمہ ہے۔

قولہ : وکذٰلِکَ بابُ اُخْتِیْرَ واُنقید دون اُسْتُخِیْرَ واُقیم لفقد فُعِلَ فیھما

ترجمہ : اوراسی طرح باب اُختیر اور انقید میں نہ کہ استخیر اور اقیم میں واسطے گم ہونے فعل کے ان دونوں میں۔

تشریح : تیسری وجہ :کہ واو، یا کی حرکت کو حذف کر کے پڑھنا قول بیع سے قول بیع پھر بیع پر یا کو واو سے تبدیل کریں گے یوسر والے قانون سے تو بوع ہوگا اسی طرح فعل حکمی کے اندر اختور، انقید سے اختور، انقید ہوگا پھر انقید یوسر والا قانون جاری ہوگا تو انقود ہوگا یاد رکھیں فعل حکمی سے مراد یہ ہے کہ جس لا وزن حقیقتاً تو فعل نہ ہو لیکن اس سے کچھ حرف کو حذف کیا جائے تو فُعِلَ والا وزن پیدا ہو جائے۔اختیر، انقید اس سے اخ اور ان کو ہٹا دیا جائے تو تیر اور قید فعل کا وزن پیدا ہو جاتا ہے لیکن مصنف نے یہ بتا دیا کہ یہ حکم فعل حقیقی یا حکمی کا ہے اور چونکہ استخیر، اقیم کے اندر فعل والا وزن موجود نہیں اس لئے

اس کو تین وجہ سے پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔

قولہ: وفی مضارعہٖ تقلب العین الفًا نحو یُقَالُ ویُبَاعُ کماعَرَفْتَ فی التصریف مُسْتَقْصًی

ترجمہ : اور اس (اجوف) کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جائے گا جیسے یقال اور یباع جیسا کہ تو پہچان چکا ہے علم صرف میں پورے طور طریقے۔

تشریح : اس عبارت میں اجوف کے مضارع مجہول کے تعلیل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اجوف کے مضارع مجہول میں واو یا ساکن ماقبل مفتوح ہوگا تو یقال ، یباع والا قانون جاری ہوگا کہ واو یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے کر واو یا کو الف سے تبدیل کیا جائے گا جیسے یقول ، یبیع سے یقال، یباع ہو جائے گا۔

فصل : الفعلُ امّا متعدٍّ وھو مایتوقفُ فھم معناہ علیٰ متعلقٍ غیر الفاعِلِ کضربَ

ترجمہ: فعل یا متعدی ہوگا اور وہ وہ ہے کہ موقوف ہو اس کا معنیٰ سمجھنا ایسے متعلق پر جو فاعل کا غیر ہے جیسے ضرب ۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں فعل کی ایک اور تقسیم بیان کر رہے ہیں کہ فعل کی دو قسمیں ہیں ① لازمی ② متعدی۔

فعل متعدی : وہ فعل ہے جس کے معنیٰ کا سمجھنا ایسے متعلق خاص پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہو اور متعلق خاص مفعول بہ ہے اور یاد رکھیں نحویوں کی اصطلاح میں تعلق سے مراد فعل کی وہ نسبت جو غیر فاعل کی طرف ہو جس طرح ضرب کا سمجھنا فاعل معنی ضارب پر موقوف ہے ایسے ہی اس فعل کا سمجھنا غیر فاعل یعنی مضروب پر بھی موقوف ہے۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ فعل لازمی بھی موقوف ہوتا ہے فاعل کے علاوہ اور متعلق یعنی مفعول فیہ، مفعول بہ اس طرح حال وغیرہ کی طرف؟

جواب : ہم نے کہا فعل متعدی کی تعریف میں اس کے معنی کا سمجھنا موقوف ہو اور فعل کی ماہیت کا سمجھنا مفعول بہ پر تو موقوف ہے لیکن مفعول لہ اور مفعول فیہ وغیرہ پر نہیں۔

قولہ: وامّا لازمٌ وھو ما بخلافِہٖ کقَعَدَ وقامَ

ترجمہ : اور یا لازم ہوگا اور وہ وہ ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے قعد اور قام ۔

تشریح : فعل لازمی وہ فعل ہے جو متعدی کے خلاف ہو یعنی جس کا سمجھنا متعلق خاص یعنی مفعول بہ پر موقوف نہ ہو جیسے قعد بمعنی وہ بیٹھا اور قام بمعنی وہ کھڑا تو یہ قعود اور قیام کا سمجھنا مفعول بہ پر بالکل موقوف نہیں۔

فائدہ : فعل لازمی چھ چیزوں سے متعدی ہوتا ہے۔

① حرف جر سے جیسے ذھبت بزید میں زید کو لے گیا۔

② ہمزہ باب افعال سے جیسے ذھب زید سے اذھبت زید ۔

③ عین کلمہ کی تضعیف کے ساتھ یعنی مجرد سے باب تفعیل بنانے سے جیسے فرح زید کہ زید خوش ہوا اس سے فرحت زید میں نے زید کو خوش کیا۔

④ باب مفاعلہ کے الف سے یعنی مجرد سے باب مفاعلہ بنانے سے فعل لازمی متعدی ہو جاتا ہے جیسے مشی زید سے ماشیت زیدا

⑤ باب استفعال کے سین سے جیسے خرج زید سے استخرجت زید ۔

⑥ فعل لازمی دوسرے فعل متعدی کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے متعدی ہو جاتا ہے جیسے دخول بمعنی کشادہ باب شرف ہے لیکن جب یہ واسع کے معنے کو متضمن ہوا تو متعدی ہو گیا بمعنی فراخی کرنا۔

فائدہ : فعل متعدی نون انفعال اور تائے تفعل سے لازمی ہو جاتا ہے یعنی فعل متعدی سے باب انفعال بنایا جائے اور اسی طرح باب تفعل بنایا جائے تو اس سے فعل متعدی لازمی بن جاتا ہے جیسے قطع بمعنی کاٹا لیکن جب اس سے باب انفعال انقطع اور باب تفعل تقطع بنایا گیا تو یہ لازمی بن گیا ہے اس کا معنی ہے کٹنا۔

بحث تقسیم فعل متعدی

قولہ : والمتعدی قد یکُونُ الیٰ مفعُولٍ واحدٍ کضَرَبَ زیدٌ عمرًوا

ترجمہ : اور متعدی کبھی ہوتا ہے ایک مفعول کی طرف جیسے ضرب زیدعمروا۔

تشریح : اس عبارت میں مصنفؒ فعل متعدی کی تقسیم بیان کر رہے ہیں کہ فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم : جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہو جیسے ضرب زید عمرا ۔

قولہ : والیٰ مفعولَین کاَعْطٰی زیدٌ درهَمًا ویجوز فیه الاقتصارُ علیٰ احدِ مفعولَیْه کاَعْطَیْتُ زیدًا واعطیتُ دِرْهَمًا بخلافِ بابِ عَلِمْتُ

ترجمہ : اور کبھی دو مفعولوں کی طرف جیسے اعطیٰ زید عمروا درھما اور جائز ہے اس میں اکتفاء کرنا دو مفعولوں میں سے ایک پر جیسے اعطیت زیدا یا اعطیت درھما بخلاف باب علمت کے۔

تشریح : دوسری قسم : فعل متعدی کی دوسری قسم کہ وہ ایسے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جن میں سے ایک مفعول پر اکتفا کرنا اور ایک مفعول کو حذف کرنا جائز ہے جیسے اعطیت زیدا درھما اسمیں ایک مفعول کو حذف کر کے اعطیت زیدًا یا اعطیت

درھما پڑھنا جائز ہے۔

تیسری قسم : فعل متعدی کی تیسری قسم کہ وہ ایسے دومفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جن میں سے ایک پر اکتفا کرنا اور ایک کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا جیسے باب علمت یعنی افعال قلوب کے دومفعول لہٰذا علمت زیدًا فاضلا میں ایک مفعول کوحذف کرنا جائز نہیں۔

سوال : باب اعطیت کے دومفعولوں میں سے ایک کا حذف کرنا جائز اور باب علمت کے دومفعولوں میں سے ایک کا حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟

جواب : باب اعطیت کے دومفعول مبتدا خبر نہیں ہوتے ان میں دونوں مفعولوں کا مصداق ایک نہیں ہوتا اس لئے ایک مفعول کا حذف کرنا جائز ہے اور باب علمت کے دومفعول اصل میں مبتدا اور خبر ہوتے ہیں ان کا مصداق ایک ہوتا ہے جس طرح مبتدا کے لئے خبر کا ہونا ضروری ہے اور خبر کے لئے مبتدا کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ان دونوں مفعولوں میں سے دونوں کا ہونا ضروری ہے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں۔

قولہ: والی ثلٰثۃ مَفاعِیْل نحو اَعْلَمَ اللّٰہُ زیدًا عمرًوا فاضلًا ومنہ ارٰی وانبأ ونَبّأ وَخبرَ وخَبَّر وحَدَّث

ترجمہ : اور تین مفعولوں کی طرف جیسے اعلم اللہ زیدا عمروا فاضلا اور اسی قسم سے ہے اری ......الخ ۔

تشریح : چوتھی قسم : فعل متعدی کی چوتھی قسم یہ تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعلم اللّٰہ زیدا عمرا فاضلا اللہ تعالی نے زید کو بتادیا کہ عمرو فاضل ہے۔

فائدہ : اس باب میں اصل اعلم و اری ہے اس لئے کہ یہ دونوں ہمزہ داخل ہونے سے پہلے دومفعولوں کی طرف متعدی تھے لہٰذا ہمزہ داخل ہونے سے ایک اور مفعول زیادہ ہوگیا جبکہ باقی افعال انباء ، نباء تین مفعولوں کی طرف متعدی ہونے میں اصل نہیں کیونکہ ان کا تین مفعولوں کی طرف متعدی ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ اعلام کے معنیٰ پر مشتمل ہوتے ہیں گویا کہ یہ افعال اعلم کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے تین مفعولوں کی طرف متعدی ہیں۔

فائدہ : امام اخفش نے اظننت احسبت اخلت ازعمت ان چار فعلوں کو بھی اعلمت کے قائم مقام قرار دیا ہے کہ یہ بھی ان کی طرح تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔

قولہ :وھٰذِہِ السبعۃُ مفعولُھا الاول مَعَ الآخیرین کمفعُولَی اعطیتُ فی جواز الاقتصارِ علی احدِھما تقول اَعلم اللّٰہُ زیدًا والثانی مع الثالثِ کمفعولَی علمتُ فی عدم جَوَازِ الاقتِصارِعلیٰ احدِھما فلاتقولُ اَعْلَمْتُ زیدًا خیرَالنَّاسِ بل تقول اعلمت زیدا عمرو خیر الناس

ترجمہ : اوران ساتوں فعلوں کا پہلا مفعول آخری دونوں کے ساتھ مثل دونوں مفعولوں باب اعطیت کے ہے ان دو میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے کے جواز میں کہے گا تو اعلم اللّٰہ زیدا اور دوسرا مفعول تیسرے کے ساتھ باب علمت کے دو مفعولوں کی مثل ہے ان دو میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے کے عدم جواز میں پس نہیں کہے گا تو اعلمت زید خیر الناس بلکہ کہے گا تو اعلمت زیدا عمروا خیر الناس ۔

تشریح : مصنفؒ ان تین مفاعیل کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ پہلے مفعول کا دو آخری مفعولوں کے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسا کہ باب اعطیت کے دو مفعولوں کا آپس میں ہے کہ جس طرح ان میں سے ایک حذف کرنا جائز اسی طرح ان تین مفعولوں میں سے پہلے کو حذف کرنا یا دو آخری کو اکھٹے حذف کرنا جائز ہے جیسے اعلم اللّٰہ زیدا پڑھنا بھی جائز ہے کہ دو مفعول آخری کو حذف کر دیا گیا اور اسی طرح پہلے مفعول کو حذف کر کے اعلم اللّٰہ عمرًا فاضلاً پڑھنا بھی جائز ہے اور دو آخری مفعولوں کا تعلق آپس میں ایسے ہے جیسے باب علمت کے دو مفعولوں کا ہے کہ جس طرح ان میں سے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں اسی طرح دوسرے اور تیسرے مفعول میں سے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں لہٰذا اعلمت زیدا خیر الناس پڑھنا جائز نہیں بلکہ آخری دونوں مفعولوں کو ذکر ے اعلمت زید عمرا خیر الناس پڑھا جائے گا۔

بحث افعال قلوب

فصل : افعال القلوب علمتُ وظننتُ وحسبتُ وخِلتُ ورأیتُ ووجدتُ وزَعمتُ

ترجمہ : افعال قلوب علمت ......الخ ہیں۔

تشریح : افعال قلوب سات ہیں جو اس عبارت میں مذکور ہیں ان میں سے علمت ، وجدت ، رایت علم یقینی کے لئے آتے ہیں اور تین ظننت ، حسبت ، خلت ظن کے لئے آتے ہیں اور ساتواں زعمت کبھی ظن کے معنیٰ میں آتا ہے اور کبھی یقین کے معنیٰ میں آتا ہے۔

وجہ تسمیہ : ان افعال کے اندر یقین اور ظن والے معانی پائے جاتے ہیں ان کا تعلق اعضاء ظاہری سے نہیں ہوتا قلب سے ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کو افعال قلوب کہا جاتا ہے اور ان کا دوسرا نام افعال شک اور یقین ہے اور یاد رکھیں شک کا معنیٰ یہاں پر خلاف یقین ہے اور شک کا معنیٰ تساوی طرفین جو مناطقہ کی اصطلاح میں ہیں وہ یہاں بالکل مراد نہیں۔

فائدہ : افعال قلوب کا سات میں منحصر ہونا یہ حصر استقرائی ہے حصر عقلی نہیں اس لئے کہ عرفت اور اعتقدت اور اردت یہ افعال قلوب سے ہیں اور دو مفعول کی طرف متعدی بھی ہوتے ہیں لیکن ان پر افعال قلوب والے احکام جاری نہیں ہوتے۔

سوال : ان افعال قلوب کو ماضی سے تعبیر کیوں کیا گیا ہے کیا مضارع اور امر وغیرہ ان افعال سے نہیں آتے دوسرا سوال ان افعال کو متکلم کے صیغے سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے اسمیں حکمت اور کیا نکتہ کیا ہے؟

جواب : ان افعال کو ماضی سے تعبیر ضرور کیا گیا لیکن یہ افعال قلوب ماضی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مطلق افعال مراد ہیں خواہ وہ ماضی ہوں یا مضارع ہوں یا امر ہوں اور باقی رہی یہ بات کہ ان افعال کو متکلم کے صیغے سے تعبیر کیوں کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ کہ ہر آدمی اپنے قلب کے افعال کو خوب جانتا ہے بنسبت دوسروں کے، وجہ تسمیہ ان افعال کو افعال قلوب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے صدور میں اعضاء ظاہری کی طرف محتاج نہیں ہوتے کیونکہ بعض میں تو شک والا معنی ہوتا ہے اور بعض میں یقین والا معنی ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یقین اور شک ان دونوں معنی کا تعلق دل سے ہے اسی وجہ سے ان کو افعال قلوب کہتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کا دوسرا نام افعال شک و یقین رکھا گیا ہے۔

قولہ : وھی افعالٌ تدخُل علی المبتداء والخبر فتنصبھُمَاعلی المفعولیۃ نحو علمتُ زیدًا عالمًا

ترجمہ : اور وہ افعال مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس ان دونوں کو نصب دیتے ہیں مفعول ہونے کی بناء پر جیسے علمت زیدًا عالمًا۔

تشریح : مصنفؒ ان افعال قلوب کا عمل بتا رہے ہیں کہ افعال قلوب جملہ اسمیہ یعنی مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیتے ہیں۔

سوال : یہ افعال قلوب جملہ اسمیہ پر کیوں داخل ہوتے ہیں اور انکو جملہ اسمیہ پر داخل کر کے متکلم کی غرض اور مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب : فعل کا جملہ پر اس لئے داخل ہونا کہ جملہ کے ہر ہر جزء میں وہ فعل عمل کرے یہ جملہ اسمیہ میں ہوسکتا ہے جملہ فعلیہ میں نہیں اس لئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں باقی رہی یہ بات کہ ان افعال کو جملہ اسمیہ پر داخل کرنے سے متکلم کی غرض اور مقصد کیا ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ متکلم مخاطب کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ جملہ از قبیل علم ہے یا از قبیل ظن ہے جیسے زید قائم جملہ تھا لیکن اسمیں یہ علم نہیں تھا کہ یہ علم کے قبیلے سے تھا یا ظن کے قبیلے سے لیکن جب اس پر علمت یا ظننت کو داخل کر دیا جائے اور کہا جائے علمت زیدا قائمًا یا ظننت زیدا قائمًا تو اس سے مخاطب سمجھ جاتا ہے کہ جملہ کس قبیلے سے ہے۔

قولہ : واعلم اَنَّ لِھٰذِہِ الْاَفْعَالِ خواصَّ منھا اَنْ لاتُقْتَصَر علیٰ احد مفعولَیْھا بخلاف بابِ اعطیتُ فلا تقول علمتُ زیدًا

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق ان افعال کے لئے چند خاصے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے ان کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء نہیں کیا جاتا بخلاف باب اعطیت کے پس نہیں کہا جائے گا علمت زیدًا۔

تشریح : مصنفؒ افعال قلوب کی بعض خصوصیات بیان کر رہے ہیں۔
پہلا خاصہ : یہ ہے کہ اس کے دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز نہیں البتہ باب اعطیت کے دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے جس کی علت ماقبل میں بیان ہو چکی ہے البتہ دونوں مفعولوں کو اکٹھے حذف کرنا جائز ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ تو اس کے دونوں مفعول حذف ہیں اصل عبارت یہ ہے زعمتمو هم ایا هم۔

قولہ : ومنهاجوازُ الالغاءِ اذا توسَّطَتْ نحو زيدٌ ظَننتُ قائمٌ اوتأخّرَتْ نحو زيدٌ قائمٌ ظننتُ

ترجمہ : ان خواص میں سے ان کے عمل کو لفظاً اور معنیً باطل کرنے کا جواز ہے جب یہ درمیان میں آجائیں یا مؤخر ہو جائیں۔
تشریح : دوسرا خاصہ : کہ افعال قلوب کا الغاء جائز ہے الغاء کہتے ہیں کہ ان کے عمل کو لفظاً اور معناً دونوں اعتبار سے باطل کرنے کو جس کی دو صورتیں ہیں کہ افعال قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان میں آجائیں جیسے زید ظننت قائم یا یہ افعال قلوب دونوں مفعولوں سے مؤخر ہو جائیں جیسے زید قائم ظننت اور یادرکھیں ان دونوں صورتوں میں یہ افعال مصدر کے معنی میں ہو کر ظرف ہوں گے تقدیری عبارت یہ ہوگی زید فی ظنی قائم اور زید قائم فی ظنّی ۔
سوال : افعال قلوب کا الغاء کیوں جائز ہے یعنی ان دونوں صورتوں میں عمل کو باطل قرار دینا کیوں جائز ہے اور عامل بنانا کیوں جائز ہے؟
جواب : ان دونوں صورتوں میں دونوں مفعولوں کے اندر مبتدا اور خبر ہونے کی اور کلام مستقل بننے کی صلاحیت موجود ہے اور جبکہ افعال قلوب درمیان میں ہونے کیوجہ سے یا مؤخر ہونے کی وجہ سے ضعیف العمل ہو چکے ہیں اسی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ان کو کلام مستقل بنا کر افعال قلوب کے عمل باطل کر دینا جائز ہے۔

قولــہ : ومنها انّها تُعلّقُ اذا وقَعَتْ قبل الاستفهامِ نحوعلمتُ ازيدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمرٌو وقبل النفى نحو علمتُ مازيدٌ فى الدّار وقبل لامِ الابتداءِ نحو علمتُ لزيدٌ مُنطلقٌ

ترجمہ: اور ان خواص میں سے ہے کہ ان کو معلق کیا جاتا ہے جب واقع ہوں استفہام سے پہلے یا نفی سے پہلے یا لام ابتداء سے پہلے۔
تشریح : تیسرا خاصہ : کہ افعال قلوب کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ اسمیں تعلیق جائز ہے اور تعلیق کہتے ہیں کہ لفظاً عمل باطل ہو جائے لیکن معناً باقی رہے یعنی اہمال لفظی اور اعمال معنوی کو تعلیق کہا جاتا ہے اسکی مثال اس عورت کی سی ہے جس کا خاوند مفقود الخبر ہو وہ عورت نہ تو صاحب شوہر ہے اور نہ ہی فارغ ہے اسی طرح یہ افعال بھی بعض صورتوں کے اندر نہ تو کلیۃً عامل ہوتے ہیں اور نہ کلیۃً مہمل ہوتے ہیں افعال قلوب کی تعلیق کی تین صورتیں ہیں ① افعال قلوب استفہام سے پہلے آجائیں جیسے

علمت زید عندك ام عمر ② نفی سے پہلے آجائیں جیسے علمت ما زیده فی الدار ③ لام ابتداء سے پہلے آجائیں جیسے علمت لزید منطلق۔

سوال: ان تینوں صورتوں کے اندر افعال قلوب کی تعلیق کیوں ہو جاتی ہے اور اعمال کیوں جائز نہیں ہوتا؟

جواب: یہ تینوں چیزیں استفہام، نفی، اور لام ابتدا یہ تینوں حروف جملے کے شروع میں آتے ہیں اور اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ جملہ اپنی صورت اور حالت پر باقی رہے جب کہ یہ افعال اس جملے کے اندر تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں تو دونوں کا لحاظ کیا گیا ہے کہ باعتبار لفظ کے ان افعال کا عمل ختم کر دیا گیا معلق کر دیا گیا اور ان افعال کا لحاظ اور رعایت کی گئی ہے باعتبار معنی کے کہ معنے کے اعتبار سے دونوں ان کے لئے مفعول بنتے ہیں۔

ان افعال کے اندر تعلیق ہوتی ہے اور یہ افعال معلق ہو جاتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی

مصنف نے قبل الاستفہام سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کر دیا کہ اگر افعال قلوب استفہام کے بعد واقع ہوں تو ان کا عمل باقی رہتا ہے باطل نہیں ہوتا۔

قولہ: ومنها اَنّها یجوزُ ان یکون فاعِلُها ومفعولها ضمیرین لشی واحدٍ نحو علمتُنی منطلقًا وظننتُكَ فاضِلًا

ترجمہ: اور ان خواص میں سے یہ ہے کہ تحقیق قصہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول دو ضمیریں شیٔ واحد کے لئے ہوں۔

تشریح: افعال قلوب کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں ضمیریں متصل ایک شیٔ کے لئے ہوں یعنی صرف متکلم کے لئے، مخاطب کے لئے یا غائب کے لئے یہ جائز ہے علمتنی منطلقا میں نے آپنے آپ کو چلنے والا جانا اسمیں فاعل اور مفعول اوّل دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں جو کہ متصل بھی ہیں اور ہیں بھی شیٔ واحد یعنی متکلم کی طرف لوٹنے والی لیکن یہ اجتماع دوسرے افعال میں ہرگز جائز نہیں لہٰذا ضربتنی کہنا جائز نہیں بلکہ اس صورت میں فصل لایا جائے گا ضربت نفسی کہا جائے گا۔

سوال: افعال قلوب کے اندر یہ اجتماع ضمیریں کیوں جائز ہیں اور دوسرے افعال میں کیوں جائز نہیں؟

جواب: افعال قلوب کا مفعول حقیقت کے اعتبار سے دوسرا ہی ہوتا ہے اور پہلا مفعول تو محض تمہید کے لئے ہوتا ہے لہٰذا افعال قلوب کے فاعل اور مفعول اوّل کے درمیان ایک شیٔ کے لئے ضمیر لانے کی صورت میں اتحاد لازم نہیں آتا لیکن دوسرے افعال کے اندر فاعل اور مفعول میں اتحاد لازم آتا ہے اس لئے افعال قلوب میں جائز ہے دوسرے میں جائز نہیں۔

قولہ: واعلم انهٗ قدیکونُ ظننتُ بمعنی اِتهمتُ وعلمتُ بمعنی عرفتُ ورأیتُ بمعنی ابصرتُ ووجدتُ بمعنی اَصبتُ الضَّالَّۃَ فتنصبُ مفعولًا واحدًا فقط فلَاتکونُ حینئذٍ من افعال القلوب

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ شان یہ ہے کہ کبھی کبھی ظننت اتھمت کے معنی اور علمت عرفت کے معنی اور رأیت ابصرت کے معنی میں اور وحدت اصبت الضالۃ کے معنی میں ہوتا ہے پس اس وقت یہ مفعول واحد کو نصب دیں گے پس نہیں ہوں گے اس افعال قلوب میں سے۔

تشریح : مصنفؒ ایک فائدہ بتا رہے ہیں کہ افعال قلوب میں سے بعض افعال قلوب کے لئے اور معانی بھی میں جن معانی کی وجہ سے وہ افعال قلوب نہیں رہے اور متعدی بھی ایک مفعول کی طرف ہوا کرتے ہیں مثلاً ظننت بمعنی اتھمت کے آتا ہے جس کے معنی تہمت کے ہوتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اور علمت بمعنی عرفت کے آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ اور اسی طرح رأیت بھی ابصرت کے معنی میں آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: مَا ذَا تَرَىٰ اور اسی طرح وحدت بھی اصبت کے معنی میں بھی آتا ہے۔

بحث افعال ناقصہ

فصل : الافعالُ الناقصةُ هِيَ افعالٌ وُضِعَتْ لِتَقرِيرِ الفاعلِ على صفةٍ غير صفةِ مصدرها وهي كان وصار وظل وبات الىٰ اخرها

ترجمہ : افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر جوان کے مصدر والی صفت کے علاوہ ہو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں اور وہ کان ، صار ، ظل ، بات ......الخ۔

تشریح : مصنفؒ افعال تام سے فارغ ہونے کے بعد اب افعال قاصرہ افعال ناقصہ کو بیان کر رہے ہیں۔

افعال ناقصہ کی تعریف : افعال ناقصہ ایسے افعال کو کہا جاتا ہے جو اپنے فاعل کے لئے مصدر کی صفت کے علاوہ کسی اور صفت کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔

وجہ تسمیہ : ان کو افعال ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ افعال دوسرے افعال کی طرح صرف فاعل کے ساتھ ملکر پوری کلام نہیں بنتے ناقص رہتے ہیں کہ کلام کے تمام ہونے میں خبر کے محتاج ہوتے ہیں تو اس نقصان کی وجہ سے ان کا نام ناقصہ رکھا جاتا ہے۔

قولہ : تدخل على الجملة الاسمية لافادة نسبتها حكم مَعْنَاهَا فترفعُ الاولَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيْ فتقول كَانَ زيدٌ قائمًا

ترجمہ : افعال ناقصہ داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر جملہ کی نسبت کو اپنے معنی کے اثر کا فائدہ دینے کے لئے پس رفع دیتے ہیں اول کو اور نصب دیتے ہیں ثانی کو۔

تشریح : مصنفؒ افعال ناقصہ کا عمل بتا رہے ہیں کہ یہ افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں پہلے اسم یعنی مبتدا کو رفع دیتے ہیں اوران کو اسم کہا جاتا ہے اور دوسرے اسم کو نصب دیتے ہیں جس کا نام خبر رکھا جاتا ہے جیسے کان زید قائما اصل میں زید قائم جملہ اسمیہ خبریہ تھا تو اس پر کان نے داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیا اور اس کان نے اپنے فاعل یعنی زید کے لئے اپنے مصدر والی صفت کون کو ثابت نہیں کیا بلکہ اپنے مصدر کے علاوہ کسی اور صفت یعنی خبر والی صفت کو جو کہ قیام ہے زید کے لئے ثابت کیا ہے اور افعال تام اپنے فاعل کے لئے اپنے مصدر والی صفت کو ثابت کرتے ہیں جیسے ضرب زید ، ضرب فعل نے اپنے فاعل زید کے لئے اپنے مصدر ضرب والی صفت کو ثابت کیا ہے۔

وجہ تسمیہ ①: ان افعال کو افعال ناقصہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ افعال دوسرے افعال کی نسبت ناقص ہیں کیونکہ ان کی دلالت فقط زمانے پر ہوتی ہے۔

وجہ تسمیہ ②: یہ افعال اپنے فاعل یعنی اپنے مرفوع کے ساتھ ملکر تمام نہیں ہوتے بلکہ منصوب اور خبر کی طرف محتاج ہوتے ہیں جب کہ دوسرے افعال اپنے فاعل کے ساتھ تمام ہو جاتے ہیں اور پوری کلام بن جاتے ہے کسی منصوب کی طرف محتاج نہیں ہوتے اس لئے ان افعال کو افعال ناقصہ کہتے ہیں۔

سوال : افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر کیوں داخل ہوتے ہیں؟

جواب : افعال ناقصہ اپنے معنے کے ثبوت کا حکم اور اثر خبر کو عطا کرنے کے لئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوا کرتے ہیں جیسے کان زید قائما میں کان فعل ناقص ہے جو زید قائما جملہ اسمیہ پر داخل ہے اس لئے کہ یہ اپنے معنے ثبوت کے حکم کا اثر اپنی خبر یعنی قیام کو عطا کر رہا ہے۔

قولـــه : وكان علىٰ ثلثة اقسامٍ ناقصة وهى تدُل على ثبوتِ خبرها لفاعلها فى الماضى امّا دائمًا نحو كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا او منقطِعًا نحو كانَ زيدٌ شَابًّا وتامَّةٌ بمعنىٰ ثَبَتَ وَحَصَلَ نحو كانَ الْقِتَالُ اى حَصَلَ الْقِتَالُ

ترجمہ : اور کلمہ کان تین قسم پر ہے ایک ناقصہ اور وہ وہ ہے جو اپنے فاعل کے لئے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرے خواہ یہ ثبوت زمانہ ماضی میں دائمی ہو جیسے كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا یا منقطع ہو یعنی خبر اسم سے جدا ہونے والی ہو جیسے کان زید شابا اور دوسری قسم تامہ بمعنی ثبت وحصل ہے جیسے کان القتال یعنی حصل القتال ۔

تشریح : مصنفؒ ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ کان تین قسم پر ہوتا ہے ① ناقصہ ② تامہ ③ زائدہ۔

ناقصہ : وہ جو اپنی خبر اپنے فاعل کے لئے ثابت کرے عام ازیں زمانہ ماضی میں ہو خواہ وہ ثبوت دائمی ہو جیسے كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا یا منقطع ہو جیسے کان زید شابا یا زمانہ حال استقبال میں ہو۔

تامہ: اس کو تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے اسم پر تام ہوتا ہے خبر کا محتاج نہیں ہوتا جیسے کان القتال کا معنی ہے حصل القتال کہ قتال ہوا۔

قولہ : وزائدة لايتغير باسقاطها معنى الجملة كقول الشاعر

شعر : جِيَادُ ابِنِي ابى بَكْرٍ تَسَامٰى علىٰ كَانَ المسَوَّمَةِ العِرَابِ ......اى على المسومة

ترجمہ : اور تیسری قسم زائد ہے جس کے گرانے سے جملہ کا معنی تبدیل نہیں ہوتا جیسے شاعر کا قول ہے شعر ......الخ

تشریح : زائدہ : وہ جس کے حذف کردینے سے جملے کے معنیٰ میں تبدیلی نہ ہو۔ جیسے شاعر کا شعر ہے:

جیاد ابن ابی بکر تسامیٰ علی کان المسومة العراب

اس میں کان زائدہ ہے اصل عبارت ہے علی المسومة العراب ۔

سوال : کان کی یہ دو قسمیں کان تامہ، کان زائدہ یہ دونوں افعال ناقصہ سے تو نہیں ان کو یہاں کیوں بیان کیا گیا یہ تو خروج عن المبحث ہے؟

جواب : بطور فائدہ کے ذکر کیا تا کہ طالب علم کو تمام استعمالات کا علم ہو جائے کہ کان کی کتنی قسمیں ہیں اور کتنی استعمالیں ہیں۔

قولہ : وصار للانتقالِ نحو صارزيدٌ غنيا

ترجمہ : اور صار ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے جیسے صار زید غنیا ۔

تشریح : افعال ناقصہ میں سے صار انتقال کے لئے آتا ہے اور انتقال کی چند صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : کہ ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف انتقال ہو جائیں جیسے صار زید عالما کہ زید صفت جاہل سے صفت علم کی طرف منتقل ہو گیا۔

دوسری صورت : ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال ہو جیسے صار الطین یعنی خزفًا کیچڑ ٹھیکر ہو گئی۔

تیسری صورت : صار کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے۔

چوتھی صورت : ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے ان آخری دو صورتوں میں یہ صار الی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے جیسے صار زید من قریہ الی قریہ۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف انتقال کی مثال ہے اور ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کی مثال جیسے صار زید من خاید الی عامر۔

سوال : اور رجع اور ارتد اور استحال اور تحوّل یہ بھی صار کے معنی میں آتے ہیں ان کو یہاں کیوں بیان نہیں کیا؟ قرآن مجید میں آتا ہے فَارْتَدَّ بَصِيرًا یعنی صار یعقوب بصیرًا ؟

جواب : یہ افعال صار سے ملحق ہیں اس لئے اصل کو بیان کیا ہے فرع کو ترک کر دیا ہے۔

قولہ : واصبحَ وامسٰی واضحٰی تدُل علیٰ اقترانِ مضمُونِ الجملة بتلك الاوقات نحو اصْبَحَ زيدٌ ذاكر ای کان ذاکرًافی وقتِ الصبح وبمعنیٰ صار نحو اَصبحَ زيدٌ غَنِيًّا وتامَّةً بمعنیٰ دَخَل فی الصَّبَاحِ والضحٰی والمساء

ترجمہ : اصبح اورامسی اوراضحی یہ تینوں افعال مضمون جملہ کواپنے اوقات صبح وشام اور چاشت کے ساتھ مقترن ہونے پر یعنی ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے اصبح زید ذاکر ای کان ذاکر فی وقت الصبح اور یہ تینوں کبھی بمعنی صار بھی ہوتے ہیں جیسے اصبح زید غنیا اور تینوں کبھی تامہ بھی ہوتے ہیں اس وقت اصبح کا معنی ہوگا دخل فی الصباح والضحی والمساء۔

تشریح : افعال ناقصہ میں سے اصبح ، امسی اور اضحیٰ یہ تینوں جملے کے مضمون کواپنے اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جیسے اصبح زید ذاکرزید صبح کے وقت ذکر کرنے والا تھا اور امسی زید مسرورا زید شام کے وقت خوش ہوا

فائدہ : مضمون جملہ سے مراد یہ ہے کہ خبر یا متعلق خبر کا مصدر نکال کراسم کی طرف اس کی اضافت کردی جائے تو یہ مرکب اضافی بن جاتا ہے اسی کو مضمون جملہ کہتے جیسے امسیٰ زید قائمًا اس کا مضمون جملہ بنے گا قیام زید۔

سوال : ہر فعل جملہ کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملاتا ہے اقتران پر دلالت کرتا ہے لہٰذا ان افعال ثلاثہ کا اس حکم کے ساتھ خاص کرنے کا کیا مقصد ہے؟

جواب : یہاں اوقات سے مراد مطلق اوقات نہیں بلکہ وہ اوقات جوان افعال کے معانی اور مدلولات ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ باقی افعال اوقات پر دلالت کرتے ہیں لیکن وہ اوقات ان کے معانی اور مدلولات نہیں ہوتے۔

فائدہ : یہ تینوں افعال کبھی صار کے معنی میں آتے ہیں اسوقت ان کے معنے کے اندر اوقات کالحاظ نہیں ہوتا جیسے اصبح زید غنیًا کا معنی ہے صار زید غنیًا۔

فائدہ : یہ تینوں افعال کبھی تام بھی ہوتے ہیں اسوقت فاعل ان افعال کے معنی میں داخل ہوتا ہے اصبح زید کہ زید صبح کے وقت داخل ہوا۔

قولہ : وظَلَّ وباتَ يدُلّانِ علی اقتران مضمُونِ الجُمْلَةِ بوقتَيْهما نحو ظَلَّ زيدٌ كاتبًا وبمعنی صار

ترجمہ : اور ظل اور بات یہ دونوں مضمون جملہ کواپنے اپنے اوقات یعنی دن اور رات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظل زید کاتبًا اور یہ دونوں کبھی صار کے معنی میں ہوتے ہیں۔

تشریح : افعال ناقصہ میں ظل اور بات یہ دونوں فعل جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جیسے ظل زید کاتبا زید تمام دن لکھنے والا رہا۔

فائدہ : کبھی یہ دونوں فعل صار کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے ظل زید غنیا بمعنی صار زید غنیاً زید مالدار ہوگیا۔

سوال : جب ظل بات یہ دونوں فعل اصبح ، امسیٰ، اضحی کی طرح مضمون جملہ کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملاتے ہیں تو ان پانچوں فعلوں کو اکٹھا ذکر کیوں نہیں کیا گیا اور ان دو کو علیحدہ ذکر کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : یہ پانچوں فعل دو چیزوں میں مشترک تھے ① اقتران مضمون کے اندر ② صار کے معنی میں بھی لیکن تامہ ہونے میں افتراق تھا کہ وہ تامہ واقع ہوتے ہیں اور ان کا تامہ واقع ہونا انتہائی قلیل ہے اسی وجہ سے مصنفؒ نے ان دو کو علیحدہ ذکر کیا۔

قولہ : **ومازال ومَافتئی ومابَرِحَ ومَاانفكَّ تدُلُّ علیٰ استمرار ثبوت خبرھا لفاعِلھا مذ قبِلَہٗ نحو مازَالَ زیدٌ اَمِیرًا ویلزمُھا حرفُ النفِی**

ترجمہ : مازال ومافتئی ومابرح ومانفلک یہ چاروں دلالت کرتے ہیں ثبوت کے استمرار ودوام پر اپنی خبر کے ثبوت کا اپنے فاعل کے لئے جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا جیسے مازال زید امیرًا اور حرف نفی ان کو لازم ہے۔

تشریح : افعال ناقصہ یہ چاروں افعال اپنی خبر کو اپنے فاعل کے لئے دائمی اور استمراری طور پر ثابت کرتے ہیں البتہ یہ ثبوت استمرار مطلقاً نہیں ہوتا بلکہ اس زمانے سے ہوتا ہے جب سے فاعل نے اس خبر کو قبول کیا ہو جیسے ما زال زید امیرا زید کی امارت اس زمانہ سے دائمی ہے جب سے زید نے امارت کو قبول کیا ہے۔

سوال : یہ چاروں افعال استمرار پر کیوں دلالت کرتے اسکی کیا وجہ اور علت ہے؟

جواب : ان افعال کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے پھر جب ان پر نفی داخل ہوتی ہے تو نفی النفی ہو جاتی ہے اور نفی کی نفی سے استمرار اور دوام حاصل ہوتا ہے لہٰذا دوام واستمرار پر دلالت کرتے ہیں۔

ضابطہ : ان چاروں افعال کے لئے حرف نفی کا ہونا لازمی ہے جب ان افعال سے دوام واستمرار والا معنی مقصود ہو اور نفی سے مراد عام ہے خواہ وہ نفی لفظوں میں ہو یا تقدیراً ہو حرف نفی لفظی کی مثال گذر چکی ہے۔ حرف نفی تقدیری کی مثال تَاللّٰہ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ اصل میں تھا لا تفتئو تذکر یوسف ، ما زال اصل میں تھا زال جس کا معنی ہوتا ہے زائل ہونا حرف نفی کے آجانے کی وجہ سے ہمیشہ والا معنی ہوتا ہے۔

فائدہ : باب سمع یسمع سے آتا ہے زال یزال باب نصر سے زال یزول نہیں وہ افعال تامہ سے ہے اور ما فتئی فتی سے جس کا معنی ہے ختم کرنا اور حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد اسکا معنی بھی ہمیشہ والا ہے اور یہ باب بھی سمع یسمع سے ہے اور ما

برح یہ براح سے بمعنی زائل ہونا حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد اسکا معنی بھی ہمیشہ والا ہو گیا ہے اور یہ باب بھی سمع یسمع سے آتا ہے اور ما انفك یہ انفاك سے ہے جس کا معنی ہے جدا ہونا لیکن حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد ان چاروں افعال کے اندر معنی ہمیشہ والا ہو گا۔

قولہ : ومادامَ يدُلُّ على توقيتِ اَمرٍ بمدّة ثبوتِ خبرها لفاعِلِهانحو اقُومُ مَادَامَ الاميرُ جالسًا

ترجمہ : اور مادام دلالت کرتا ہے کسی چیز کو موقت کرنے پر اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ اپنے فاعل کے لئے جیسے اقوم مادام الامیر جالسا۔

تشریح : افعال ناقصہ میں سے ما دام اپنے اسم کے لئے اپنی خبر کو ایک وقت مقرر میں ثابت کرنے کے لئے آتا ہے جس وقت تک اس کی خبر اس فاعل کے لئے ثابت ہو جیسے اقوم مادام الامیر جالسًا میں کھڑا رہوں گا اسوقت تک کہ امیر بیٹھنے والا ہے اسمیں کہنے والے نے اپنے بیٹھنے کی مدت اپنے امیر کی مدت تک معین اور مؤکد کر دیا ہے اور یاد رکھیں ما دام پہلے جملے کے لئے ظرف واقع ہوتا ہے جیسے اجلس ما دام زید جالسا ۔

قولہ : وليسَ يدل علىٰ نفي معنَى الجُملة حالًا وقيل مطلقًا

ترجمہ : اور لیس دلالت کرتا ہے اوپر نفی معنی جملہ کے درانحالیکہ وہ حال ہو اور کہا گیا ہے مطلق نفی پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح : افعال ناقصہ میں سے لیس کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک لیس زمانہ حال کی نفی کے لئے آتا ہے زمانہ ماضی اور استقبال کی نفی نہیں کرتا اور بعض کے نزدیک لیس مطلق نفی کے لئے آتا ہے زمانہ ماضی ہو یا حال ہو یا استقبال۔

قولہ : وقد عرفتَ بقيةَ احكامهافي القسمِ الاول فلانعِيدُهَا

ترجمہ : اور تحقیق پہچان چکا ہے تو بقیہ احکام ان افعال ناقصہ کے قسم اول میں پس ہم ان کو نہیں لوٹائیں گے۔

تشریح : افعال ناقصہ کے بقایا احکام مثلاً خبروں کا اسموں پر مقدم کرنا اور اسی طرح اخبار کا افعال پر مقدم ہونا قسم اول میں گذر چکے ہیں ان کو دوبارہ ذکر نہیں کیا جاتا۔

بحث افعال مقاربہ

فصل : افعالُ المقاربةِ هی افعالٌ وُضِعَتْ للدّلالةِ علىٰ دُنُوِّالخبرلفاعِلها

ترجمہ : افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو وضع کئے گئے ہیں کہ دلالت کریں اپنی خبر کو اپنے فاعل کے نزدیک کرنے پر ۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں مقاربہ کو بیان کر رہے ہیں۔

افعال مقاربہ کی تعریف : افعال مقاربہ ایسے افعال کو کہا جاتا ہے جو اپنے اسم کے لئے خبر کو قریب کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔

قولـه : وهي ثَلٰثَةُ اقسامٍ الاول للرَّجاء وهو عَسٰى وهو فعلٌ جامِدٌ لايستَعْملُ منه غيرُالماضى وهو فى العمل مثل كَادَ اِلَّا اَنَّ خبرهٗ فعلٌ مضارع معَ اَنْ نحوعَسىٰ زيدٌ اَنْ يَّقُوْمَ

ترجمہ : اوروہ تین قسم پر ہیں پہلا امید کے لئے ہےاوروہ عسیٰ ہےاوروہ فعل جامد ہےنہیں استعمال کیا جاتا اس سے سوا ماضی کےاوروہ عمل میں کاد کی طرح ہے مگر تحقیق اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہےاَن کے بغیر جیسے عسیٰ زیدٌ ان یقوم ۔

تشریح : پہلی قسم :امید کے لئے ہے یعنی متکلم امید رکھتا ہے کہ خبر کا حاصل ہونا فاعل کے لئے قریب ہےاوراس پہلی قسم کے لئے افعال مقاربہ میں سے فعل عسیٰ ہےاور یہ فعل جامد ہےاس سے صرف ماضی آتی ہے مضارع امرونھی ،اسم فاعل واسم مفعول وغیرہ کے صیغے نہیں آتے اور ماضی کے بھی فقط چند صیغے استعمال ہوتے ہیں① واحد مذکر غائب عسیٰ ② واحدہ مؤنثہ غائبہ عست اور چھ مخاطب کے عسیت ، عسیتما ، عسیتم ، عسیت ، عسیتما، عسیتنّ ایک واحد متکلم کا عسیتُ تو یہ کل نو صیغے استعمال ہوتے ہیں۔

فائدہ : عسیٰ عمل میں کاد کی طرح ہے یعنی جس طرح اسم کو رفع دیتا ہےاور خبراس کی فعل مضارع ہوتی ہےاسی طرح عسیٰ بھی اسم کو رفع دیتا ہےاور خبر فعل مضارع ہے۔البتہ تھوڑا فرق ہے کہ عسیٰ کی خبر فعل مضارع مع ان ہوتی ہےاور کاد کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے آتی ہے جیسے عسیٰ زید ان یقوم اسمیں زید عسیٰ کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہےاور ان یقوم یہ مضارع منصوب محلا خبر ہے۔

قولـه : ويجوز تقدِيْمُ الخبرِ علىٰ اسمهٖ نحو عَسىٰ ان يقُومَ زيدٌ وقد يُحذف اَنْ نحو عسىٰ زيدٌ يقُومُ

ترجمہ : اور جائز ہے مقدم کرنا خبر کو عسیٰ کے اسم پر جیسے عسیٰ اَنْ یقوم زید اور کبھی اَنْ کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے عسیٰ زید یقوم ۔

تشریح : ضابطہ : عسیٰ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے عسیٰ زید ان یقوم کو عسیٰ ان یقوم زید پڑھنا جائز ہےاس عبارت میں عسیٰ ان یخرج زید میں ترکیبی احتمال تین ہیں۔

پہلی ترکیب : زید یہ اسم مؤخر ہو ان یخرج مضارع یہ خبر مقدم ہو۔

دوسری ترکیب : یہ ترکیب باب تنازع سے ہواور تنازع ہے عسیٰ اور یخرج کا زید کے اندر اگر دوسرے فعل کو عمل دیا جائے گا توعسیٰ کا اسم اسمیں ضمیر مستتر ہوگی جو زید کی طرف لوٹے گی اور خبر یہ ہے ان یخرج ۔

تیسری ترکیب : ان یخرج زید مرفوع اور منصوب دونوں کے قائم مقام ہو جیسا کہ جب جملہ ان کے ساتھ ہو تو افعال قلوب دو مفعولوں کے قائم مقام ہوا کرتا ہے تو یہ بھی قائم مقام بن جائے گا ان تینوں ترکیبوں کے اندر عسیٰ فعل ناقص ہی رہے گا۔

چوتھی ترکیب : ان یخرج زید یہ فاعل بن جائے گا عسیٰ کا اس کو خبر کی احتیاج نہ ہو تو یہ فعل تام بن جائے گا۔

سوال : عسیٰ یہ فعل جامد فعل غیر متصرف کیوں ہے اس کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : یہ عسیٰ انشاء طمع کے لئے آتا ہے اور انشاءات اکثر استعمال میں حروف کے معانی ہوتے ہیں اور چونکہ حروف غیر متصرف ہوتے ہیں لہٰذا عسیٰ بھی غیر متصرف ہوگا۔

قد یحذف ان نحو عسیٰ ...... **اس عبارت سے ضابطے کا بیان۔**

ضابطہ : کبھی استعمال اوّل کے اندر عسیٰ کی خبر سے ان مصدریہ کو حذف کر دیا جاتا ہے اس لئے عسیٰ کی مشابہت ہے کاد کے ساتھ مقاربت میں جس طرح اس کی خبر بغیر مضارع کے آجاتی ہے تو اس کی خبر سے ان کو حذف کر دینا جائز ہے عسیٰ زید یقوم۔

قولہ : والثاني للحُصُول وهو كادَ وخبرُهُ مضارعٌ دُون اَنْ نحو كادَ زيدٌ يَقُومُ وقد تدخل اَنْ نحو كَادَ زيدٌ اَنْ يَقُوم

ترجمہ : اور دوسری قسم حصول کے لئے ہے اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے جیسے کاد زید یقوم اور کبھی داخل ہوتا ہے اَنْ (مصدریہ) کاد کی خبر پر جیسے کاد زیدٌ اَن یقوم۔

تشریح : افعال مقاربہ کی دوسری قسم حصول کے لئے ہے یعنی متکلم یہ بتاتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقینی ہونے والا ہے اور اس معنی کے لئے افعال مقاربہ میں سے کاد آتا ہے جیسے کاد زید یخرج زید یقیناً کھڑا ہونے کے قریب اور کاد کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے آتی ہے جیسے کاد زید یقوم۔

قولہ : والثالث للاخذ والشروعِ في الفعلِ وهُوَ طَفِقَ وجعل وكرب واخذ واستعمالُها مثل كاد نحو طَفِقَ زيدٌ يكتُبُ واوشَكَ واستعمالها مثل عسىٰ وكادَ

ترجمہ: اور تیسری قسم اخذ اور شروع کے لئے فعل میں اور وہ طفق اور جعل اور کرب اور اخذ اور ان چاروں کا استعمال کاد کی طرح ہے جیسے کاد زید یکتب اور تیسری قسم میں ایک لفظ اوشك بھی ہے اور اس کا استعمال عسی اور کاد دونوں کی طرح ہے۔

تشریح : **تیسری قسم** : افعال مقاربہ کی وہ فعل کے شروع کرنے کے لئے ہے یعنی متکلم فاعل کے لئے خبر کے حصول کے قریب کی

خبر دیتا ہے اس وجہ سے کہ متکلم کو اس کے شروع کا یقین ہے اس کے معنے کے لئے چار فعل ہیں طفق ، اخذ ، جعل ، کرب۔
ان چاروں افعال کا استعمال کاد کی طرح ہے کہ جس طرح کاد اسم وخبر کو چاہتا ہے اس طرح یہ بھی اسم وخبر کو چاہتے ہیں اور جس طرح کاد کی خبر مضارع بغیر ان کے آتی ہے اس طرح ان کی بھی آتی ہے البتہ او شك کا استعمال عسیٰ اور کاد کی طرح ہے اور عسیٰ کے دونوں استعمالوں کی طرح یہ بھی مستعمل ہے یعنی کبھی خبر کو چاہتا ہے جیسے او شك زید ان یقوم کبھی خبر کو نہیں چاہتا جیسے او شك ان یقوم اور وہ کبھی کاد کی طرح اسم وخبر کو چاہتا ہے لیکن خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے او شك زید یقوم۔

بحث فعل تعجب

فصل: فعلا التعجب ماوُضِعَ لانشاءِ العجَبِ ولہٗ صیغتانِ ماافعلَہٗ نحو مااَحْسَنَ زیدًا ای ایُّ شیءٍ اَحْسَنَ زیدًا وفی اَحْسَنَ ضمیر وھُوفاعلُہٗ واَفْعِلْ بہٖ نحو اَحْسِنْ بَزیدٍ

ترجمہ : تعجب کے دو فعل، فعل تعجب وہ ہے جو وضع کیا گیا ہو انشاء تعجب کے لئے اور اس کے لئے دو صیغے ہیں ایک ما افعله اور دوسرا افعل به ۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں فعل تعجب کی بحث ذکر کی ہے تعجب اصطلاح میں کہتے ہیں انفعال النفس عند ادراك ما خفی سببه کہ نفس کا ایسی چیز کے ادراک کے وقت جس کا سبب مخفی ہو متاثر ہونا۔

تعریف : فعل تعجب وہ ہے جو انشاء تعجب اور اظہار تعجب ایجاد تعجب کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

فعل تعجب کے دو صیغے آتے ہیں ① ما ا فعله جیسے ما احسن زید.② افعل به جیسے احسن بزید۔

ای ایُّ شئی احسن زید و فی احسن ضمیر و هو فاعله۔ مصنفؒ اس پہلے صیغہ کی ترکیب بتا رہے ہیں جس میں تین قول ہیں۔

پہلا قول :ما استفہامیہ بمعنی ایُّ شیءٍ مبتدا احسن فعل ضمیر دورے مستتر مرفوع محلاً فاعل اور زید ا منصوب محلاً مفعول بہ فعل فاعل مفعول بہ ملکر جملہ فعلیہ یہ خبر ہے مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ یہ فرّا کا مذھب ہے۔ مصنف کو فرا کا مذھب پسند ہے اس لئے اس ترکیب کو ذکر کیا۔

دوسرا مذھب : سیبویہ کے نزدیک ما بمعنی شئ نکرہ مبتدا اور مابعد والا جملہ خبر ہے۔

تیسرا مذھب :اخفش کے نزدیک یہ ما موصولہ ہے اور اس کا مابعد جملہ صلہ ہے موصول کا، موصول صلہ ملکر مبتدا ہے جس کے لئے

خبر محذوف شیء عظیم ہے۔

و افعل بہ نحو احسن بزید ۔ اس دوسرے صیغے کی ترکیب میں اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک احسن صیغہ امر کا ہے لیکن ماضی احسن کے معنی میں ہے اور زید پر باجارہ زائدہ ہے اور زید اس کا فاعل ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے تو اس ترکیب میں احسن کے اندر کسی قسم کی کوئی ضمیر نہیں تو معنی یہ ہوگا صار زید ذا حسن زید صاحب حسن ہو گیا۔

امام اخفش کے نزدیک یہ احسن صیغہ امر کا اپنے معنے پر باقی ہے اور یہ مشتق ہے احسن لازم بمعنی ثبوت حسن سے اور ضمیر اسمیں فاعل اور بزید میں با تعدیہ کی ہے اور زید اس کا مفعول بہ ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی احسن انت بزید ای صرت ذا حسن اور اگر احسن یہ احسن متعدی سے مشتق مانا جائے تو با زائدہ ہوگی اور ہمزہ تعدیہ کا ہوگا اور اس صورت کے اندر بھی احسن کے اندر ضمیر فاعل ہوگی عبارت یہ ہوگی احسن انت زید لیکن یاد رکھیں دونوں مذھبوں کے مطابق ترجمہ ایک ہی ہوگا ''زید کیا ہی حسین ہے''۔

قولہ : ولایُبْنَیَانِ اِلَّا ممایُبْنٰی منہ افعلُ التفضیل ویُتَوَصَّلُ فی الممتنع بمثلِ مااَشَدَّ استخراجًافی الاولِ واَشْدِدْباستخراجہ فی الثانی کماعرفتَ فی اسم التفضیل

ترجمہ : اور نہیں بنائے جاتے یہ دو صیغے مگر اسی سے جس سے افعل التفضیل بنایا جاتا ہے اور ممتنع میں ذریعہ بنایا جائے گا ما اشد استخراجا کی مثل کو اول صیغہ میں اور اشدد باستخراجہ کو ثانی صیغہ میں جیسا کہ اسم تفضیل میں آپ پہچان چکے ہیں۔

تشریح : مصنفؒ فعل تعجب کے بارے ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کن ابواب سے فعل تعجب آتا ہے اور کن ابواب سے نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل تعجب کے دونوں صیغے ان ابواب سے بنائے جاتے ہیں جن ابواب سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے لہٰذا فعل تعجب کے دونوں صیغے ثلاثی مجرد کے ان ابواب سے بنائے جائیں گے جن میں لون اور عیب والا معنی بھی نہ ہو اور زیادت اور نقصان کو قبول بھی کرتے ہوں لہٰذا موت سے فعل تعجب نہیں آئے گا کیونکہ موت زیادت اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

سوال : اس ضابطے کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : فعل تعجب اور افعل تفضیل میں مشابہت ہے کہ یہ دونوں تاکید اور مبالغے کے لئے آتے ہیں۔

فائدہ : جس طرح افعل تفضیل کا صیغہ فاعل کے لئے آتا ہے اسطرح فعل تعجب کا صیغہ بھی فاعل کے لئے آتا ہے مفعول کے لئے نہیں اور ما اشغلہ یہ مفعول کے لئے آتا ہے لیکن یہ قلیل اور شاذ ہیں۔

ضابطہ : اگر ان ابواب سے فعل تعجب کا معنی حاصل کرنا ہو جن سے فعل تعجب نہیں آتا تو اس کی صورت کیا ہوگی اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے صیغے کو اس طرح بنایا جائے گا کہ ما اشدّ یا اس جیسا کلمہ ما اضعف ، ما احسن یا ما اقبح لایا جائے گا اور اس کے بعد

وہ مصدر جس سے فعل تعجب کا معنی حاصل کرنا ہو اس کو بطور تمیز کے ذکر کر دیا جائے گا جیسے ما اشد استخراجًا اور دوسرا صیغہ اس طرح بنایا جائے گا اس سے پہلے اشدد یا اس جیسا کلمہ اس کے شروع میں لایا جائے گا اور اس کے بعد اس مصدر کو ذکر کیا جائے جس سے فعل تعجب کا معنی حاصل کرنا ہے اور اس پر با زائدہ جارہ کو داخل کیا جائے گا جیسے اشدد با استخراجہ پہلے صیغے کا ترجمہ لفظی تو یہ ہوگا کہ کسی چیز نے اس کے استخراج کو صاحب شدت کیا اور با محاورہ ترجمہ یہ ہوگا کہ اس کا باہر نکلنا کیا ہی سخت مشکل ہے اور دوسرے صیغے اشدد با استخراجہ اس کا باہر نکالنا کیا ہی سخت ہے۔

قولہ : ولا یجوز التصرُّفُ فیھما بتقدیم ولاتاخیر ولافصل والمازنیُّ اجاز الفصلَ بالظرفِ نحو مااَحْسَنَ الیُوْمَ زیدًا

ترجمہ : اور نہیں جائز تصرف ان دونوں میں تقدیم وتاخیر کا اور نہ ہی فصل۔ اور مازنی نے جائز کیا فصل ساتھ ظرف کے جیسے ما احسن الیوم زیدًا۔

تشریح : ضابطہ : کہ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم اور تاخیر کا تصرف بالکل نہیں ہوگا یہاں تک کہ جار اور مجرور اور مفعول بہ کو بھی ان پر مقدم نہیں کیا جائے گا لہٰذا مازیدا احسن اور بزید احسن کہنا ناجائز ہے اور فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ بالکل ناجائز ہے لہٰذا ما احسن فی الدار زیدا اور اسی طرح احسن الیوم بزید کہنا بھی ناجائز ہے۔ لیکن مازنی کے نزدیک ظروف کا فاصلہ جائز ہے جس طرح دوسرے مقامات میں ظروف کے لئے گنجائش نکالی جاتی ہے اسی طرح یہاں پر بھی ظروف میں وسعت ہے اور ان کا فاصلہ جائز ہے ما احسن الیوم زید کہنا جائز ہے۔

فائدہ : یاد رکھیں! فعل تعجب کے ان دونوں صیغوں سے نہ مضارع آتا ہے نہ فعل مجہول اور نہ نہی اور نہ اس کے ساتھ علامت تانیث کی لگتی ہے نہ تثنیہ کی نہ جمع کی۔

سوال : فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تصرف کیوں جائز نہیں؟

جواب : یہ دونوں فعل تعجب کے صیغے صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں اس لئے کہ ان میں انشاء کا معنی موجود ہے اور انشاء صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اسی وجہ سے ان کے معمول کو مقدم کرنا جائز نہیں۔

بحث افعال مدح وذم

فصل : افعالُ المدح والذم ماوُضِعَ لاِنْشاءِ مدحٍ اوذمٍ

ترجمہ : افعال مدح اور ذم وہ ہے جو وضع کیا گیا ہو واسطے انشاء مدح اور ذم کے۔

تشریح : اس فصل میں مصنفؒ افعال مدح وذم کی بحث ذکر کرنا چاہتے ہیں۔
تعریف : افعال مدح وذم وہ فعل ہیں جوانشاء مدح وذم یعنی اظہار مدح وذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں لہذا مدحت ، ذممت اوراس جیسے فعل نکل جائیں گے کیونکہ یہ فعل اخبار مدح وذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں انشاء کے لئے نہیں۔
سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں امدح اور اذم پر صادق آتی ہے کیونکہ دونوں فعل انشاء مدح اورانشاء ذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں حالانکہ یہ افعال مدح وذم سے نہیں؟
جواب : ہماری مراد وہ افعال ہیں جواس لقب کے ساتھ مشہور ہوں اور یہ افعال وضع مدح وذم کے لئے ہے لیکن اس نام اورلقب کے ساتھ مشہور نہیں۔
قولہ : امّاالمدح فلہٗ فِعلَانِ نِعْم وفاعِلُہٗ اسمٌ مُعَرَّفٌ باللام نحو نعْمَ الرّجُلُ زیدٌ او مضافٌ الَی المعرف باللام نحونعم غلامُ الرَّجُل زیدٌ
ترجمہ: لیکن مدح کے لئے دو فعل ہیں ایک نعم اوراس کا فاعل اسم معرف باللام ہوتا ہے جیسے نعم الرحل زید یا مضاف طرف معرف باللام کے جیسے نعم غلام الرحل زیدٌ ۔
تشریح : افعال مدح دو ہیں ① نعم اور حبذ ۔نعم پر شھد والا قانون جاری ہے یہ فعل کی صورت ہے اور حلقی العین ہے اسکو چار وجہ سے پڑھنا جائز ہے نَعِم ، نَعْم ، نِعْم ، نِعِم ۔
نعم کے فاعل کی تین صورتیں ہیں:
پہلی صورت : کہ اس کا فاعل معرف باللام ہوگا جیسے نعم الرجل ۔
دوسری صورت : اس کا فاعل مضاف ہوگا معرف باللام کی طرف جیسے نعم صاحب الرجل زید ۔
قولــہ: وقدیکونُ فاعلُہٗ مُضْمَرًا وَیَجِبُ تمییزہٗ بنکرۃ منصوبۃٍ نحو نعم رجُلًا زیدٌ اوبما نحو قولہ تعالیٰ فَنِعِمَّاھِیَ ای نعم شیْئًا ھی
ترجمہ : اور کبھی ہوتا ہے اس (نعم) کا فاعل ضمیر مستتر اور واجب ہے اس وقت اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے نعم رحلا زید یا ساتھ ما کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان فَنِعِمَّاھِیَ ای نعم شیئًا ھِیَ ۔
تشریح : تیسری صورت : کبھی نعم کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی اوراس وقت اس ضمیر مبہم کے لئے نکرہ منصوبہ تمیز لانا واجب ہوگا جیسے نعم رحلا زید اسمیں نعم کے اندر ضمیر مستتر فاعل ہے اور رحل اس سے تمیز ہے اور کبھی تمیز لفظ ما ہوگی بمعنی شیء ہوکر منصوب محلا تمیز ہوگی جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے فَنِعِمَّا ھِیَ کہ وہ صدقات از روئے شی کے اچھے ہیں اس مثال میں نعم کے

اندر ضمیر مستتر فاعل ہے اور ما نکرہ بمعنی شی یہ تمیز ہے۔

قولہ : وزيدٌ يسمّٰى المخصوصَ بالمدح

ترجمہ : اور زید نام رکھا جاتا ہے اس کا مخصوص بالمدح ۔

تشریح : افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد ایک اسم واقع ہوتا ہے اگر وہ فعل مدح کے بعد ہے تو اسے مخصوص بالمدح کہتے ہیں اگر فعل ذم کے بعد ہے تو اسے مخصوص بالذم کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ : کہ یہ افعال و مدح ذم لانے کا مقصدان کی مدح وذم ہوتی ہے اسی وجہ سے اسے مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہا جاتا ہے۔

ضابطہ : یہ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم فاعل کے مطابق لانا واجب ہے افراد اور تثنیہ اور جمع میں اور اسی طرح تذکیر و تانیث میں جیسے نعم الرحل زيد ، نعم الرحلان الزيدان ، نعم الرحال الزيد و ن ، نعم المراة هند، نعمت المر أ تان هند ان و نعمت النسباء ا لهندات ۔

سوال : بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اس آیت قرآنی میں فاعل مفرد ہے اور مخصوص بالذم الذين جمع ہے تو یہاں مطابقت نہ ہوئی لہٰذا یہاں آپکا ضابطہ ٹوٹ گیا؟

جواب : یہاں پر یہ تاویل کریں گے مخصوص بالذم کے شروع میں لفظ مثل محذوف مانیں گے اصل عبارت یہ ہوگی بئس مثل القوم مثل الذين كذبو با يتنا لہٰذا فاعل بھی مفرد ہوگا اور مخصوص بالذم بھی مفرد۔

فائدہ : مخصوص بالمدح مخصوص بالذم کی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں نعم الرحل زيدا کی۔

پہلی ترکیب : نعم الرحل فعل فاعل مل کر خبر مقدم اور زید مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر۔

دوسری ترکیب : نعم الرحل یہ علیحدہ جملہ فعلیہ ہے اور زيد مخصوص بالمدح خبر ہے مبتدا محذوف کی جو کہ هو ہے پہلی ترکیب کے اندر ایک جملہ اور دوسری ترکیب کے اندر دو جملے ہوں گے۔

سوال : پہلی ترکیب میں لازم آتا ہے جملہ کا خبر لانا بغیر عائد کے حالانکہ جب جملہ خبر لائی جائے تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے؟

جواب : اتنی بات تو ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ خبر کے لئے عائد کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ عائد صرف ضمیر ہوتی ہے بلکہ عائد کی چند قسمیں ہیں جو کہ ماقبل میں گذر چکی ہیں تو یہاں پر عائد الف لام ہے جو الرحل پر موجود ہے۔

قولہ : وحبذا نحو حبّذازيدٌ حَبَّ فعلُ المدح وفاعلُهُ ذا اوالمخصوصُ بالمدح زيدٌ

ترجمہ : اور حبذا جیسے حبذا زید حب فعل مدح ہے اور اس کا فاعل ذا اور مخصوص بالمدح زید ہے۔

تشریح : دوسرا فعل مدح حبّذا ہے جو کہ فعل اور فاعل سے مرکب ہے حب فعل ہے اور ذا اس کا فاعل ہے۔

ضابطہ : یہ ذا ہمیشہ فاعل ہوتا ہے اور یہ نہ کبھی محذوف ہوتا ہے نہ کبھی تبدیل ہوتا ہے لہذا وہ قاعدہ یہاں جاری نہیں ہوگا کہ مخصوص بالمدح فاعل کے مطابق کہ اس کا مخصوص بالمدح تثنیہ ہو جمع ہو مذکر ہو، مؤنث ہو ہر حالت میں اس کا فاعل ذا ہی رہے گا جیسے حبّذا زید ......الیٰ آخرہٖ ۔

قولہ : ویجوزُ ان یقع قبل مخصوص اوبعدَہ تمییزٌ نحو حبَّذا رجُلًا زیدٌ وحبَّذَا زیدٌ رجُلًا اوحالٌ نحو حبَّذَا راکبًا زیدٌ وحبَّذَا زیدٌ راکبًا

ترجمہ : اور جائز ہے کہ واقع ہو مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمییز جیسے حبذا زید رجلا یا حال جیسے حبذا راکبا زیدٌ وحبذا زیدٌ راکبًا ۔

تشریح : **ضابطہ** : حبّذا کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمییز اور حال کا لانا جائز ہے جو نہ تو تثنیہ نہ تو جمع ہے نہ تذکیر و تانیث مخصوص بالمدح کے مطابق لانا جیسے حبّذا رجل زید، حبّذا زید رجلا مثال کے اندر مخصوص بالمدح سے تمییز مقدم اور دوسری سے موخر اور حال کی مثال حبّذا راکبا زید، حبّذا زید راکبا۔

یاد رکھیں! یہ تمییز اور حال سے ہوگی مخصوص بالمدح سے نہیں۔

قولہ : واما الذم فلہٗ فعلانِ ایضًا بِئْسَ نحو بِئْسَ الرجُلُ عَمْرٌو وبئْسَ غلام الرجُل عَمْرٌو وبئسَ رجُلًا عمرٌو وساء نحو سآءَ الرجُلُ زیدٌ وسآء غلام الرجُل زیدٌ وسآءَ رجلًا زیدٌ وساء مثل بئس فی سائر الاقسام

ترجمہ : اور لیکن ذم پس اس کے لئے بھی دو فعل ہیں ایک بئس جیسے بئس الرجل عمرٌو ......الخ اور دوسرا ساء اور ساء الرجل زید اور ساء بئس کی طرح ہے تمام اقسام میں۔

تشریح : ذم کے لئے بھی دو فعل ہیں ایک بئس اور دوسرا ساء اور ان دونوں فعلوں کا استعمال نعم کی طرح ہے لہذا جس طرح نعم فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا یا ان کا فاعل ضمیر مستتر ہوگا یا تمییز نکرہ منصوبہ ہوگی اسی طرح یہ ہی حال ہوگا ان دونوں فعلوں کے فاعل کے لئے جیسے بئس الرجل عمرو، بئس غلام الرجل عمرو، بئس رجل عمر، ساء الرجل زید، ساء غلام الرجل زید، و ساء رجلا ۔

فائدہ : بئس کو بھی نعم کی طرح چار وجہ سے پڑھا جاسکتا ہے بئس، بِئس، بِئِس، بَئِس۔

فعل کی بحث بفضل اللہ مکمل ہوگی۔

القسم الثالث فی الحروف

تیسری قسم حروف میں

قولہ : وقد مضٰی تعریفُهٗ واقسامُهٗ سبعةَ عَشَرَ حُرُوفُ الجر والحُرُوفُ المشبهةُ بالفعل وحُروفُ العطف وحُروف التنبيه وحروف النداءِ وحُرُوفُ الايجابِ وحُروفُ الزيادةِ وحَرفَاالتفسير وحُرُوفُ المصدرِ وحروف التحضيضِ وحروف التوقّعِ وحرفا الاستفهامِ وحُروف الشرط حرفُ الرّدعِ وتاءُ التانيثِ الساكنةُ والتنوينُ ونونا التاكيد

ترجمہ : اورحرف کی تعریف گذر چکی ہے اوراس کے سترہ قسمیں ہیں حروف الجر......الخ۔

تشریح : مصنف تیسری قسم بیان کرنا چاہتے ہیں جوکہ حروف کی بحث میں ہے قسم اوّل میں اسماء کی بحث تھی قسم ثانی میں افعال کی بحث تھی اب اس تیسری قسم میں حروف کی بحث ہے و قد مضی تعریفہ مصنف نے بتادیا اے طالب علم حروف کی تعریف ضروریاد کرلے جوکہ ماقبل اورمقدمہ میں گذرچکی ہے۔

حروف کی سترہ قسمیں ہیں ① حروف جارہ ② حروف مشبہ ③ حروف عطف ④ حروف التنبیہ ⑤ حروف النداء ⑥ حروف الایحاب ⑦ حروف الزیادہ ⑧ حرفا التفسیر ⑨ حروف المصدر ⑩ حروف التحصیص ⑪ حروف التوقع ⑫ حرفا الاستفهام ⑬ حروف الشرط ⑭ حروف الرّدع ⑮ تاء نیث ساکنہ ⑯ تنوین ⑰ نونا التاکید۔

بحث حروف جارہ

فصل : حُروفُ الجرحُروفٌ وُضِعَتْ لافضاء الفعل وشبهِهٖ اومعنى الفعل الىٰ ماتليه نحو مررتُ بزيد وانا مارٌّ بزيد وهٰذا فى الدارِ ابوك اى اشير اليه فيها

ترجمہ : حروف جروہ حروف ہیں جووضع کئے گئے ہیں واسطے پہنچانے فعل اورشبہ فعل یامعنی فعل کے طرف اس چیز کے جس چیز کے ساتھ یہ حروف متصل ہیں۔

تشریح : اس پہلی فصل میں مصنفؒ حروف جارہ کو بیان کررہے ہیں۔

سوال: مصنفؒ نے حروف جارہ کوتمام حروف پر کیوں مقدم کیا حالانکہ مناسب یہ تھا کہ حروف مشبہ بالفعل کومقدم کیا جائے کیونکہ

حروف مشبہ بالفعل ناصب اور رافع ہیں جب کہ یہ حروف جارہ ہیں جس طرح ماقبل میں مرفوعات کو منصوبات پر اور منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیا اس طرح ان کے عوامل کو بھی مقدم کرنا چاہیئے تھا مجرورات کے عوامل پر۔

جواب اول : حروف جارہ کا عمل یہ اصالت کی وجہ سے ہے مشابہت اور فرعیت کی وجہ سے نہیں جب کہ حروف مشبہ بالفعل کا عمل فرعیت کی وجہ سے ہے یعنی فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے تو اس اصالت کا اعتبار کرتے ہوئے مصنف نے حروف جارہ کو مقدم کیا۔

جواب ثانی : کہ حروف جارہ کثیر ہیں اور العزة للتکاثر کے قاعدے کی بناء پر مصنف ؒ نے اسے مقدم کر دیا۔

حروف جارہ کی تعریف : حروف جارہ ایسے حروف کو کہا جاتا ہے جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو ایسے اسم کی طرف پہنچائیں جو اسم ان حروف کے متصل ہیں یعنی اپنے مدخول کی طرف پہنچائیں، فعل کی تعریف تو ماقبل میں گذر چکی ہے۔

شبہ فعل کی تعریف : شبہ فعل وہ اسم ہے جو فعل جیسا عمل کرے اور فعل کے مادہ سے ہو جیسے مصدر اور اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت شبہ وغیرہ۔

معنی فعل کی تعریف : معنی فعل وہ ہے جس سے معنی فعل مستنبط ہو لیکن وہ فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے اسم اشارہ، اسمائے افعال، حروف تنبیہ ظرف ، جارہ مجرور ، حروف تمنی ، حروف ترجی ، حروف تشبیہ یہ معنی فعل پر دلالت کرتے ہیں لیکن فعل کے مادہ سے نہیں جیسے اسم اشارہ یہ اشیر پر دلالت کرتا ہے حروف تنبیہ یہ انبہ فعل پر دلالت کرتے ہیں۔ فعل کی مثال مررت بزید شبہ فعل کی مثال ان مار بزید اسمیں مار شبہ فعل ہے اور معنی فعل کی مثال جیسے هذا فی الدار ابوك اسمیں معنی فعل ہے تو معنی یہ ہوگا اشیر الی ابیك فی الدار۔

سوال : مصنف ؒ نے حروف جارہ کی تعریف میں لفظ ما کیوں ذکر کیا حالانکہ مراد اس سے اسم تھا تو اسم کو ذکر کر دیتے؟

جواب : لفظ ما کو ذکر کر کے تعمیم بیان کر دی کہ اسم عام ہے خواہ اسم صریحی ہو جیسے مررت بزید یا اسم تاویلی ہو جیسے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ یہ ما مصدریہ ہے اور رحبت مصدر کی تاویل میں ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی ضاقت علیهم الارض برحبها۔

فائدہ : مصنف ؒ کو چاہیئے تھا کہ حروف جارہ کی تعریف میں افضاء کے بعد الفعل سے پہلے با لاتے یوں کہتے وضعت للافضاء بالفعل کیونکہ الافضاء لازمی ہے جس کا معنی وصول ہے پہنچانا نہیں جس طرح کے صاحب نے با لائی ہے للافضاء بالفعل۔

فائدہ : حروف جارہ تین قسم پر ہیں ① جو فقط حروف ہیں ② جو مشترک ہیں اسمیت اور حرفیت میں ③ جو مشترک ہیں فعلیت

اورحرفیت میں جس کی تفصیل احقر کی تصنیف ''ضوابط نحویہ'' حروف جارہ کی بحث میں دیکھئے۔

قولہ : وھی تسعة عشر حرفًا من وھی لابتداء الغایة وعلامتهٗ ان یصحَّ فی مُقابلَتِهٖ الانتهاءُ کماتقولُ سِرتُ مِنَ البَصْرَةِ اِلَی الکوفَةِ

ترجمہ : حروف جرانیس حرف ہیں ایک ان میں من ہے اوروہ ابتداء غایت کے لئے آتا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ صحیح ہو اس مقابلہ میں انتہاء جیسے کہے تو سرت من البصرة الی الکوفه ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے مصنفؒ سب سے پہلے من کی بحث ذکر کررہے ہیں کہ من ابتداء غایت کے لئے آتا ہے اور یہ معنی کثیر استعمال ہے یہاں تک کہ بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ من کا معنی حقیقی ہے ہی ابتداء غایت والا، باقی معانی میں استعمال ہونا مجازی ہے۔

سوال : مصنفؒ نے حروف جارہ میں سے من کو کیوں مقدم کیا؟

جواب : من کا معنی ابتداء ہے تو مقام کے مناسب یہی تھا کہ ایسے حرف سے ابتداء کرتے جس کا معنی ابتداء والا ہو۔

سوال : ابتداء کی اضافت کرنا غایت کی طرف غلط ہے اس لئے ابتداء کا معنی ہے اوّل الشـیء اور غایت کا معنی ہوتا ہے اخـر الشیء یہ نقیض کی دوطرفیں ہیں حالانکہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری ہوتا ہے؟

جواب : غایت کا معنی یہاں مسافت ہے تو یہ من قبیل اطلاق الجزء علی الکل سے ہے اور مصنفؒ نے ابتداء کی غایت کی طرف اضافت کرکے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ کلمہ مـن اس چیز کی ابتداء بتانے کے لئے آتا ہے جس کی انتہاء ہو اور اس چیز کی ابتدا بتانے کے لئے ہرگز نہیں آتا جس کی کوئی انتہاء نہ ہو جیسے امور ابدیہ ۔

مـن ابتدائیہ کی پہچان : اور علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں الی کا ذکر صحیح ہو جو انتہاء غایت کے لئے آتا ہے یا ایسی چیز کا ذکر کرنا جو الی کے معنی میں ہو۔ اوّل کی مثال جیسے سـرت مـن البـصرت الی الکوفه ۔ دوسرے کی مثال اعـوذ بـالله من الشیطّان الرّجیم اسمیں اعوذ بالله کے معنی التجئ الیه کے ہیں کہ اسمیں با الی کے معنی میں ہے اور لجاء کا معنی ہوتا ہے پناہ لینا۔

قولہ : وللتبیین وعلامتهٗ ان یصحَّ وضعُ لفظِ الذی مکانهٗ کقولهٖ تعالیٰ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ

ترجمہ : اور ثابت ہے واسطے وضاحت کے اور علامت اس کی یہ ہے کہ من کی جگہ لفظ الذی رکھنا صحیح ہو جیسے فـاجتنبو الرجس من الاوثان ۔

تشریح : من حرف جار کے معانی میں سے ایک معنی تبیین ہے من سے پہلے ایک امر مبہم ذکر ہوتا ہے اور من کو اس امر مبہم سے

جو مقصود ہے اس کو بیان کرنے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔

من بیانیہ کی پہچان : علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ الذی کا رکھنا درست ہے فاجتنبو الرجس من الاوثان میں من بیانیہ ہے کہ اس کی جگہ الذی کو رکھا جائے جیسے فاجتنبو الرجس الذی ھو الاوثان ۔

قولہ : وللتبعیض وعلامتہٗ ان یصِحَّ لفظ بعضٍ مکانہٗ نحو اخذتُ مِنَ الدَّرَاھِمِ

ترجمہ : اور من ثابت ہے واسطے تبعیض کے اور علامت اس کی یہ ہے کہ لفظ بعض کو اس کی جگہ رکھنا صحیح ہوتا ہے جیسے اخذت من الدراھم ۔

تشریح : اور من تبعیض کے لئے بھی آتا ہے یعنی اس امر کے لئے کہ فعل بعض مجرور کے ساتھ متعلق ہے۔

من تبعیضیہ ہونے کی پہچان : پہچان یہ ہے کہ من کی جگہ لفظ بعض رکھا جائے تو معنی درست ہو جیسے اخذت من الدراھم میں من تبعیضیہ ہے اس من کو ہٹا کر اس کی جگہ بعض رکھا جائے تو تقدیر عبارت یوں ہوگی اخذت بعض الدأراھم میں نے بعض دراہم دیئے یہ معنی بالکل درست ہے۔

قولہ : وزائدۃ وعلامتہٗ اَن لا یختلَّ المعنیٰ باسقاطِھا نحو ماجاءَ نِیْ مِنْ احَد

ترجمہ : (زائدہ کا عطف ہے للابتداء پر اور ھی مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے) یعنی من جر زائدہ ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کو گرانے سے معنی فاسد نہیں ہوتا جیسے ماجاء نی من احد۔

تشریح : من زائدہ کی پہچان : علامت یہ ہے کہ اگر اس کو کلام سے ساقط کر دیا جائے تو معنے میں کوئی خرابی نہ آئے جیسے ما جاء نی من احد کے اندر من زائدہ ہے اس کو حذف کر دیا جائے تو معنی پھر بھی درست رہتا ہے جیسے ما جاء نی احد میرے پاس کوئی نہیں آیا اس طرح ھل جاء ك من احد کو ھل جاء ك احد بھی پڑھنا درست ہے۔

قولہ: ولاتُزَادُ مِنْ فی الکلام الموجَب خلافًا للکوفیین واماقولھم قَدکان مِنْ مَّطَرٍ وشبھُہٗ فمُتَاَوَّلٌ

ترجمہ : اور کلمہ مــن نہیں زائدہ ہوتا کلام موجب میں بخلاف کوفیوں کے (ان کے نزدیک کلام موجب میں بھی زائدہ ہوتا ہے) اور لیکن عرب کا قول قد کان من مطر اور اس کے مثل کوئی اور قول پس وہ ماٗ ول ہوگا۔

تشریح : ضابطہ : کہ مــن کلام غیر موجب میں زائدہ ہوتا ہے کلام موجب میں نہیں اور کلام غیر موجب اس کو کہتے ہیں جسمیں نفی یا نہی یا استفہام ہو اور کلام موجب وہ ہے جسمیں نفی، نہی، استفہام نہ ہو یہ مذھب بصریین کا ہے اور کوفیین کے نزدیک مــن کلام موجب میں بھی زائدہ ہوتا ہے۔

دلیل : یَغْفِرْ لَکُمْ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ یہاں من زائدہ ہے کہ جمیع گناہوں کا بخشنا مقصود ہے جیسے اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔

دلیل کا جواب : یغفر لکم من ذنوبکم یہ خطاب ہے نوح علیہ السلام کی قوم کو جسمیں من تبعیضیہ ہے جسمیں بعض گناہوں کے بخشنے کا وعدہ ہے جبکہ دوسری آیت اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا یہ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوات کو خطاب ہے ان کے لئے وعدہ جمیع گناہوں کو بخشنے کا ہے۔

و اما قولھم قد کان من مطر و شبھہ فمتاول ایک سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال : قد کان من مطر یہ کلام موجب ہے اسمیں من زائدہ آیا ہوا ہے لہٰذا کلام موجب میں بھی من زائدہ آتا ہے؟

جواب : مصنفؒ نے جواب دیا کہ اس قسم کی مثالوں میں تاویل کی جائے گی یعنی ہر وہ کلام جس میں من کی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو سب کی تاویل کی جائے گی کہ وہ من تبعیضیہ یا من تبیینیہ ہے اور مثال مذکور قد کان من مطر میں من تبعیضیہ ہے معنی قد کان بعض مطر یا تبیین کے لئے ہو تو عبارت ہوگی قد کان شیء من مطر یا بر سبیل حکایت واقع ہے گویا کہ کسی کہنے والے نے کہا ھل کان من مطر تو اس کے جواب کہا قد کان من مطر۔

فائدہ : مصنفؒ نے من کے چند معانی بیان کئے ہیں لیکن یاد رکھیئے من کے چند اور معانی بھی آئے ہیں من بمعنی فی کے ہے نودی للصوۃ من یوم الجمعۃ ای فی یوم الجمعہ اور کبھی من بمعنی با کے آتا ہے جیسے ینظرون من طرف خفی یہاں من بمعنی با کے ہے بطرف خفی اور کبھی بمعنی بدل کے بھی آتا ہے جیسے ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ اسمیں من بمعنی بدل کے ہے بدل الاخرہ اور کبھی بمعنی علی کے بھی آتا ہے جیسے نصرناہ من القوم ای علی القوم اور من بمعنی قسم کے بھی آتا ہے جیسے من ربی لا فعلن کذا اور کبھی یہ من فصل کے لئے بھی آتا ہے جبکہ دو متضادین امرین میں سے دوسرے امر پر داخل ہو جیسے و اللّٰہ یعلم المفسد من المصلح ۔

قولہ : والیٰ وھی لانتھاء الغایۃ کما مرَّ

ترجمہ : اور دوسرا حروف جر میں سے الی ہے اور وہ ثابت ہے واسطے انتہاء غایت کے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

تشریح : حروف جارہ میں سے دوسرا حرف الی ہے۔

سوال : حروف جارہ میں الیٰ کو باقی حروف جارہ سے مقدم کیوں کیا؟

جواب : پہلے حرف مــــن کو ذکر کیا جو ابتدائے غایت کے لئے آتا ہے تو مناسب یہ تھا کہ اس کے بعد ایسے حرف کو لایا جائے جو انتہاء غایت بتائے وہ الیٰ تھا اس لئے الیٰ کو ذکر کیا ہے من کے بعد اور باقی حروف جارہ سے مقدم کیا اور یہ کلمہ الیٰ انتہاء غایت کے لئے آتا ہے اور یہ انتہاء کبھی مکان میں ہوگی جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفہ اور کبھی زمان میں ہوگی جیسے ثم اتموا الصیام الی اللیل کہ تم روزوں کو رات تک پورا کرو۔

فائدہ : الیٰ کا مابعد ماقبل میں داخل ہوگا یا نہیں اس کی تفصیل احقر کی تصنیف ''رفتہ العوامل شرح شرح مائۃ عامل'' میں دیکھئے۔

سوال : انتہاء کی اضافت غایت کی طرف صحیح نہیں اس لئے کہ اضافت الشئی الیٰ نفسہ لازم آتا ہے حالانکہ اضافت ایسی نسبت کا نام ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مغایرت کا تقاضہ کرتی ہے یہاں پر انتہاء اور غایت ایک چیز ہے جن میں بالکل مغایرت نہیں؟

جواب : یہاں غایت سے مراد مسافت ہے لہٰذا جو جزء کا نام تھا اسی کا کل کے نام پر اطلاق کردیا ہے یہ اضافت الجزء الی الکل کے قبیلے سے ہے۔

قولہ : و بمعنی مع قلیلاً کقولہٖ تعالیٰ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ

ترجمہ : اور بمعنی مع بھی آتا ہے آنا قلیل جیسے اللہ تعالیٰ کو فرمان ہے فاغسلوا ......الخ

تشریح : اور کبھی الیٰ مع کے معنی میں آتا ہے لیکن کم جیسے باری تعالیٰ کے فرمان میں فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق یہاں الیٰ بمعنی مع کے ہے یعنی اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت۔

قولہ : وحتّٰی وھی مثلُ الیٰ نحو نِمْتُ البارِحَۃَ حتَّی الصَّبَاحِ وبمعنی مع کثیرًا نحو قَدِمَ الحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاۃِ

ترجمہ : اور تیسرا حتی ہے اور وہ مثل الی کے ہے جیسے نمت البارحۃ حتی الصباح اور بمعنی مع آتا ہے کثرت کے ساتھ جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ یعنی مع الشاۃ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے تیسرا حرف حتیٰ ہے اور وہ مثل الی کے انتہاء غایت کے لئے ہے جیسے نمت البارحہ حتّی الصباح کہ گزشتہ رات میں صبح تک سویا رہا ہوں۔

حتی بمعنی مع کے آتا ہے لیکن کثیر جیسے قدم الحجاج حتی المشاۃ اسمیں حتیٰ بمعنی مع کے ہے ای مع المشاۃ مصنفؒ نے اس عبارت میں الی اور حتی کے درمیان فرق بھی بتادیا۔

پہلا فرق : الیٰ بھی مع کے معنی میں حتی بھی مع کے معنی میں آتا ہے لیکن الی کا مع کے معنی میں آنا قلیل ہے جبکہ حتی کا مع کے معنی میں آنا کثیر ہے۔

قولہ : ولاتدخُل الاعلی الظاھِر فلایقال حتّاہُ

ترجمہ : اور حتی نہیں داخل ہوتا مگر اسم ظاہر پر پس نہیں کہا جائے گا حتاہ۔

تشریح : مصنفؒ دوسرا فرق بتا رہے ہیں الیٰ اور حتّٰی کے درمیان کہ الیٰ اسم ظاہر پر اور اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے لیکن حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے اسم ضمیر پر ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔

سوال : حتیٰ اسم ظاہر کے ساتھ کیوں خاص ہے اسم ضمیر پر کیوں داخل نہیں ہوتا؟

جواب: حتیٰ کے بعد ضمیر منصوب بھی آتی ہے اور ضمیر مجرور بھی آتی ہے کیونکہ حتیٰ دو قسم پر ہے ایک جارہ اور دوسرا عاطفہ لہٰذا اگر حتیٰ جارہ کے بعد ضمیر آجائے تو التباس لازم آئے گا کہ یہ ضمیر منصوب ہے یا مجرور ہے اس التباس سے بچنے کے لئے قاعدہ بنادیا کہ حتی کبھی بھی ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔

قولہ : خلافًا للمبرد وقول الشاعر شعر ۔

فَلَاوَاللّٰهِ لَايُبْقِى اُنَاسٌ فَتًى حِتَّاكَ يَاابْنَ اَبِى زِيَادٍ ......شاذٌ

ترجمہ : اختلاف ہے مبرد کا اور شاعر کا قول فلا واللّٰہ ...... شاذ ہے۔

تشریح : مبرد کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اس کے نزدیک حتی ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے جس پر وہ اس شعر کو پیش کرتے ہیں جسمیں حتیٰ (ک) کاف ضمیر پر داخل ہے۔ مصنفؒ نے جمہور نحاۃ کی طرف سے جواب دیا کہ یہ استدال ضعیف ہے چند وجوہ سے

① غیر شعر کو شعر پر قیاس کرنا ضعیف ہے کیونکہ ضرورت شعری کی وجہ سے بہت ساری ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں۔

② کہ یہ قلیل ہے اور قاعدہ ہے کہ القلیل کالمعدوم۔

قولہ : وفی وھی للظرفیة نحو زیدٌ فی الدَّارِ والماءُ فی الکوزِ

ترجمہ : اور چوتھا حرف جرفی ہے اور وہ ثابت ہے واسطے ظرفیۃ کے جیسے زید فی الدار اور الماء فی الکوز۔

تشریح : ان حرف جارہ میں سے چوتھا حرف فی ہے اور یہ کلمہ فی ظرفیت کے لئے آتا ہے یعنی اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کے لئے ظرف بناتا ہے خواہ وہ ظرف حقیقی ہو جیسے زید فی الدار اسمیں الدار ظرف ہے اور زید مظروف ہے اسی طرح الما فی الکوز اسمیں ماء مظروف ہے اور کوز ظرف ہے یا مجازاً ظرف ہو جیسے النجاۃ فی الصدق اسمیں صدق اگرچہ حقیقتاً ظرف نہیں لیکن حکماً ظرف ہے۔

قولہ : وبمعنی علیٰ قلیلًا نحو قولہٖ تعالیٰ وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِىْ جُذُوْعِ النَّخْلِ

ترجمہ : اورفی بمعنی علی قلیل ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولاصلبنکم فی جذوع النخل۔

تشریح : فی علیٰ کے معنی میں آتا ہے لیکن کم جیسے باری تعالی کا ارشاد ہے فی جذوع النخل اسمیں فی علیٰ کے معنی میں ہے۔

فائدہ : صاحب مفصل اور صاحب کافیہ کا اختلاف ہے کہ یہاں فی علیٰ کے معنی میں ہے یا نہیں؟ صاحب مفصل کے نزدیک یہاں فی اپنے معنی میں ہے علیٰ کے معنی میں نہیں اس لئے کہ مصلوب کا جزع میں متمکن ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ شی ءکا گھر میں متمکن ہونا۔

اور علامہ ابن حاجب کے نزدیک یہاں فی علیٰ کی معنی میں ہے انہوں نے یہ **ضابطہ** بیان فرمایا ہے کہ ہر وہ شی ءجس میں استقرار منزلت کے معنی میں ہو تو وہاں پر فی کا مقام ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جس میں استعلاء کے معنی ہوں استقرار کا معنی نہ ہو تو وہاں علیٰ کی جگہ ہوتی ہے اور ہر وہ شی ءجس میں استقرار اور استعلاء کا معنی دونوں بن سکتے ہوں وہاں دونوں حرفوں میں سے جس کو لایا جائے درست ہے جیسے جلست فی الارض کہنا بھی درست ہے اور جلست علی الارض کہنا بھی درست ہے لیکن اس آیت میں جذوع ایک ایسی چیز ہے جس میں استعلاء کے معنی ہیں اسی وجہ سے یہاں فی اپنے حقیقی معنی پر نہیں بلکہ علی کے معنی میں ہے۔

فائدہ : فی چند اور معنی میں بھی آتا ہے مثلاً فی مع کے معنی میں آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے : **اُدْخُلُوْا فِیْ اُمَمٍ۔** یہاں فی مع کے معنی میں ہے اور فی تعلیل کے لئے بھی آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے : **لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا اَخَذْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ** یہاں فی بمعنی لام تعلیل کے ہے لما اخذتم ۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: عذبت امرء ۃ فی ھزہ ای لاجل ھرۃ ۔ اور فی مقابلے کے لئے بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ** یہاں پر فی مقابلے کے لئے ہے، پس نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑی۔

قولہ : والباء وهي للالصاقِ نحو مَرَرْتُ بزيد اى التَصَقَ مُروري بموضعٍ يقربُ مِنه زيدٌ

ترجمہ : اور پانچواں حرف با ہے اور وہ ثابت ہے واسطے الصاق کے جیسے مررت بزید یعنی چمٹا ہوا ہے گزرنا میرا ساتھ جگہ کے جس کے قریب ہے زید۔

تشریح : حروف جارہ میں سے پانچواں حرف باء ہے یہ چند معانی کے لئے آتا ہے اسمیں ایک معنی الصاق ہے۔ الصاق کا معنی ایک شی ءکا دوسری شی ءکے ساتھ متصل ہونا یعنی اپنے مدخول کے ساتھ کسی شی ءکے چمٹنے کا فائدہ دیتا ہے عام ازیں کہ اتصال حقیقتاً ہو یا مجازاً ہو حقیقت کی مثال بہ داء اور مجاز کی مثال جیسے مررت بزید میں زید کے پاس گزرا یہ گزرنا حقیقتاً اس جگہ کے متصل ہے جو زید کے قریب ہے التصق مروری میرا گزرنا اس جگہ کے ساتھ جس جگہ سے زید قریب ہے یہ مثال الصاق مجازی کی ہے حقیقی کی نہیں۔

سوال : مصنفؒ نے صرف مجازی کی مثال پر اکتفا کیا ہے حقیقی کی مثال کیوں نہیں دی؟

جواب : یہ واضح ہے کہ الصاق حقیقی واضح اور ظاہر تھا اور الصاق مجاز میں خفاء تھا اس لئے الصاق حقیقی کی مثال چھوڑ کر الصاق مجازی کی مثال دی ہے۔

قولہ : وللاستعانة نحو كتبتُ بِالْقَلَمِ

ترجمہ : اور با ثابت ہے واسطے استعانت کے جیسے كتبت بالقلم ۔

تشریح : اور باء استعانت کے لئے بھی آتی ہے استعانت کا لغوی معنی مدد چاہنا ہے اور یہ با استعانت کے لئے آتی ہے۔ یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ میرا مدخول فعل کے لئے آلہ ہے اسی وجہ سے اس با کو باء آلہ کی بھی کہتے ہیں۔ جیسے كتبت بالقلم ای مستعينًا بالقلم میں نے قلم کی مدد سے لکھا ہے یاد رکھیں کبھی باء استعانت کو باسببیت بھی کہتے ہیں اور للہ کو بمنزل سبب کے قرار دیتے ہیں۔

قولہ : وقد يكونُ للتعليل كقوله تعالىٰ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ وللمصاحبة كخَرَجَ زيدٌ بعَشيرتهِ وللمقابلة كبِعْتُ هٰذا بذاكَ وللتعديةِ كَذَهَبْتُ بزيدٍ وللظرفية كجَلَسْتُ بالمسْجِدِ

ترجمہ : اور کبھی کبھی با ہوتی ہے تعلیل کے لئے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ اور با ثابت ہے واسطے مصاحبت کے مثل خرج زيد بعشيرته اور با ثابت ہے واسطے مقابلے کے مثل بعت هذا بذاك اور با ثابت ہے واسطے تعدیہ کے مثل ذهبت بزيد اور با ثابت ہے واسطے ظرفیت کے مثل جلست بالمسجد ۔

تشریح : اور کبھی باء تعلیل کا معنیٰ بھی دیتی ہے یعنی یہ بتاتی ہے کہ میرا مدخول فعل کا سبب اور علت ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کے اس فرمان میں بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ اسمیں با تعلیلیہ ہے کہ تحقیق تم نے اپنے نفسوں پر بچھڑا کے الٰہ بنانے کے سبب ظلم کیا اسمیں سبب اور علت ہے ظلم کی۔

وللمصاحبه كخرج زيد بعشيرته: یعنی مع کے معنی میں آتی ہے اور اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ اس کا مجرور دوسرے کے ساتھ فعل کے تعلق میں شریک ہے باء مصاحبت کی دو علامتیں ہیں۔

پہلی علامت : یہ ہے کہ اس باء کی جگہ لفظ مع کو رکھا جائے تو معنی صحیح ہو۔

دوسری علامت : اس کے مدخول کو مصحوب سے حال بنایا جا سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ ای مع الحق یا پھر محقًا ۔

فائدہ : مصاحبت اور الصاق میں فرق ہے کہ مصاحبت عام ہے اور الصاق خاص ہے مثلاً خرج زيد بعشيرته کہ با مصاحبت کے لئے قبیلہ اور زید کا خروج میں اشتراک ضروری ہے کہ دونوں نکلے ہوں لیکن ان کا خروج کے وقت اتصال ضروری نہیں کہ دونوں

اکٹھے نکلے ہوں جبکہ الصاق میں یہ بات لازم ہے۔

و للمقابلة کبعت هذا بذالك باءمقابلے کے لئے آتی ہے یعنی اس بات کا فائدہ دینے کے لئے کہ اس کا مدخول کسی دوسری چیز کے مقابلہ میں ہے جیسے بعت هذا بذاك ای مقابلة ذاك ہم نے اس کو اس چیز کے مقابلہ میں بیچا ہے۔ اور جیسے باری تعالیٰ کا فرمان أَرَضِيتُم بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ

فائدہ : ابن مالک کے نزدیک جو باء مقابلہ امثال اور اعواض پر داخل ہو تو اس باء کو بابدل باعوض کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ عوض اور بدل پر داخل ہوتی ہے۔

للتعدية کذهبت بزید ۔ باء تعدیہ کے لئے آتی ہے، تعدیہ کا لغوی معنی تجاوز کرنا ہے اور اصطلاحی معنی فعل لازمی کو متعدی کرنا تو یہ باء فعل لازمی کو فعل متعدی بناتی ہے جیسے ذهب زید کہ زید چلا گیا ہے اسمیں ذهب لازمی لیکن باء جب داخل ہوئی فاعل پر ذهبت بزید تو اب فعل متعدی ہو گیا تو معنی یہ ہو گیا لے گیا میں زید کو اسی طرح ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ لے گیا اللہ ان منافقین کے نور کو

سوال : یہ تعدیہ باء کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام حروف جارہ میں موجود ہے؟

جواب : تعدیہ کے دو معنے ہیں ① فعل میں تصییر کے معنی کی تضمین کر لینا ② فعل کو اس کے معمول تک پہنچانا پہلے معنی کے اعتبار سے یہ مختص ہے باء کے ساتھ اور یہاں پر تعدیہ سے مراد یہ پہلا ہی معنی ہے۔

قوله : وزائدةٌ قياسًا فی خبر النفی نحو مازيدٌ بقائمٍ وفی الاستفهامِ نحو هل زيدٌ بقائمٍ

ترجمہ : اور با زائدہ ہوتی ہے قیاسی طور پر نفی کی خبر میں جیسے ما زيدٌ بقائم اور استفہام میں جیسے هل زيدٌ بقائم۔

تشریح : زائدہ کا عطف ہے للالصاق پر اور یہ بنا بر خبریت مرفوع ہے کہ باء زائدہ بھی ہوتی ہے سماعاً بھی اور قیاساً بھی اور باء کا قیاسی طور پر زائدہ ہونا دو مقام پر ہے۔

پہلا مقام : نفی کی خبر پر باء زائدہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھیں مطلق نفی مراد نہیں بلکہ ما اور لیس مراد ہے جیسے ما زید بقائم اور لیس عمرو بقاعدٍ۔

دوسرا مقام : کہ استفہام کی خبر میں بھی باء زائدہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھیں یہاں بھی استفہام سے مراد مطلق استفہام نہیں بلکہ هل مراد ہے کہ هل کی خبر پر باء زائدہ آتی ہے هل زید بقائم اسمیں باء زائدہ ہے۔

سوال : مصنفؒ نے نفی اور استفہام کو مطلق ذکر کیا جو نفی لیس کو ما ولا المشبهتين بليس کو اور لا نفی جنس کو بھی شامل اور استفہام کو مطلق ذکر کیا ہے یہ بھی ہمزہ استفہام اور هل کو شامل ہے حالانکہ یہ حکم خاص ہے ما مشبہ بلیس اور هل کے ساتھ تو

مصنفؒ نے مطلق کیوں ذکر کیا؟

جواب : چونکہ اس باب میں یہ مشہور تھا اس مشہور ہونے کی وجہ سے مطلق کو ذکر کر کے خاص مرادلیا ہے۔

قولــه : وسماعًا فی المرفوع نحو بحَسبكَ زیدٌ ای حَسْبُكَ زیدٌ و كفیٰ باللّٰهِ شهیدًا ای كفی اللّٰهُ وفی المنصوب نحو القٰی بیدهٖ ای القی یَدَهٗ

اور سماعی طور پر مرفوع میں جیسے بحسبك ......الخ اور منصوب میں جیسے القیٰ بیده ......الخ

تشریح : اور باء سماعی طور پر بھی زائدہ ہوتی ہے مرفوع میں بھی اور منصوب میں بھی مرفوع میں پھر تعمیم ہے خواہ مرفوع مبتدا ہو جیسے بحسبك زید اس میں باء زائدہ ہے حسبك مبتدا ہے یا خبر پر باء زائدہ ہو جیسے حسبك بزید اسمیں حسبك مبتدا ہے اور زید خبر ہے اور اس پر باء زائدہ ہے یا وہ مرفوع فاعل ہو جیسے كَفیٰ بِاللّٰهِ شَهِیْدًا اسمیں لفظ اللّٰه فاعل ہے اور باء زائدہ ہے اور اس طرح سماعی طور پر منصوب میں بھی زائد ہوتی ہے جیسے القی بیده، بیده اصل میں منصوب ہے القی یده اس پر باء زائدہ ہے اس طرح قرآن مجید میں ہے : وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ای لا تلقو انفس كم الی الهلاك بترك الجهاد ۔

فائدہ : باء عن کے معنی میں بھی آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے سَئَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ تو یہاں باء عن کے معنی میں ہے ای عن عذاب کسی سوال کرنے والے نے عذاب سے سوال کیا اور اس طرح باء من کے معنی میں آتی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ ای من الغمام اور باء علیٰ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے مَنْ اِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖ اِلَیْكَ اور کبھی باء تجرید کے لئے بھی آتی ہے جیسے رائیت زیدا با لعلم ای خالیاً عن العلم ۔

قولـه: واللام وهی للاختصاصِ نحو اَلجُلُّ لِلفَرسِ والمالُ لزَیْدٍ وللتعلیل كضربتهٗ للتادیب

ترجمہ: اور چھٹا حرف جر لام ہے اور وہ ثابت ہے واسطے اختصاص کے جیسے الحل للفرس والمال لزید اور لام ثابت ہے واسطے تعلیل کے مثل ضربتهٗ للتادیب ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے اور یہ اختصاص کے لئے آتا ہے اختصاص مصدر ہے باب افتعال کا یہ لازمی اور متعدی دونوں طرح آتا ہے خاص کرنا اور خاص ہونا اختصاص کا مطلب یہ ہے کہ لام کا مدخول ایک شیء کے لئے ثابت اور دوسری شیء سے منفی ہوتا ہے تو پھر یہ اختصاص دو طرح کا ہوتا ہے ایک اختصاص بطور استحقاق کے اور ایک اختصاص بطور ملک کے پہلے کی مثال جیسے الحل للفرس میں اور دوسرے کی مثال المال لزید یادرکھیں ایک اختصاص نسبت ہوتا ہے جیسے زید ابن لعمرو ۔

وللتعلیل كضربته للتادیب اور لام تعلیل کے لئے آتا ہے لام تعلیلیہ یہ بتاتا ہے کہ میرا مدخول ماقبل کے لئے علت اور سبب بن رہا ہے جیسے ضربته للتادیب میں نے اسے مارا ادب سکھانے کے لئے۔

قولہ : وزائدۃٌ کقولہٖ تعالیٰ رَدِفَ لَکُمْ ای رَدِفَکُمْ

ترجمہ : اورلام زائدہ ہوتا ہے مثل اللہ تعالیٰ کا فرمان ردفلکم ای ردِفکم۔

تشریح : اورلام زائدہ بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے : **رَدِفَ لَکُمْ** ای رَدِفَکُمْ کہ وہ تمہارے پیچھے ہو یہ لام زائدہ ہے اس لئے ردف فعل متعدی بنفسہ ہوا کرتا ہے اوراسمیں بھی ردف متعدی بنفسہ ہے۔

قولہ : وبمعنیٰ عَنْ اذا استُعْمِلَ مَعَ القول کقولہٖ تعالیٰ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَیْہِ

ترجمہ : اورلام بمعنی عَنْ ہوتا ہے جب استعمال کیا جائے سمیت قول کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ......الخ وفیہ نظرٌ اوراس میں نظر ہے۔

تشریح : لام عن کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن لام کا عن کے معنی میں استعمال ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ قول یااس کے مشتقات کے ساتھ متصل ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ اسمیں للذین میں جولام ہے یہ عن کے معنی میں ہے یعنی عن الذین امنو ان لوگوں نے کہا جن لوگوں نے کفر کیا ان لوگوں کے حق میں جو ایمان لائے کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو مومنین ہم پر اس دین کے طرف سبقت نہ کرتے بلکہ اوّلاً ہم ایمان لاتے اس لئے کہ ہم ان سے عقل وفہم میں زیادہ ہیں۔

وفیہ نظر : مصنفؒ بتارہے ہیں کہ اس آیت سے استدلال کرنا اوراستشہاد پیش کرنا کہ لام عن کے معنی میں آتا ہے محل نظر ہے درست نہیں اس لئے اگر لام عن کے معنی میں ہوتا تو سبقونا کی جگہ سبقتمونا ضروری تھا اس لئے کہ جب قول کا صلہ عن ہو تو مخاطب کے معنی میں ہوتا ہے۔البعض نے جواب دیا ہے کہ کفار نے اس قول کے تکلم کے وقت بعض مومنوں سے خطاب کیا تھا جیسے ابراھیم اوران کے ساتھی اور ما سبقونا سے دوسرے مومنین مراد ہیں جن سے خطاب نہیں کیا تھا جیسے عبداللہ بن سلام اوران کے ساتھی لہٰذا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ کافروں نے بعض مومنین سے خطاب کر کے کہا کہ آخر دین محمدی برحق ہوتا اور ہمارے دین سے اچھا ہوتا تو عبداللہ بن سلام وغیرہ مومنین ہم سے اس کی طرف سبقت نہ کرتے بلکہ ہم پہلے ہی ایمان لاتے۔

اور بعض شارحین نے اس امر کی دلیل دی ہے کہ یہاں لام بمعنی عن ہے کہ اگر لام عن کے معنی میں نہ ہوتا تو سبقونا کی جگہ سبقتمونا ہوتا اس لئے کہ قول کا صلہ جب لام ہو اور وہ بمعنی خطاب ہو تو مثلاً قالہٗ کہا جائے تو معنی یہ ہوگا اس نے اس سے خطاب کیا یعنی اس سے مخاطب ہو کر کہا اور جب قول کا صلہ لام بمعنی عن ہو تو اسوقت قول بمعنی روایت ہوتا ہے جیسے قلت لزید انہ لم یفعل الشرَّ ای رویت عن زید اس نے زید کی طرف سے کہا کہ اس نے شر نہیں کیا۔

وبمعنَی الواوِ فی القسم للتعجُّبِ کقول الھزلیّ شعر

لِلّٰهِ یبقٰی علی الایام ذوحَیدٍ بِمُشْمَخِرٍّ بِهِ الظَّیَّانُ والْاٰسُ

ترجمہ: اور لام بمعنی واؤ کے آتا ہے قسم میں جو قسم تعجب کے لئے ہو جیسے ہزلی کا قول.....الخ

تشریح: اس عبارت کی ترکیب سمجھیں کہ یہاں قسم سے مراد مقسم بہ ہے اور فی القسم ظرف مستقر ہوکر الواو سے حال ہے اور للتعجب یہ قسم متعلق ہے۔

اب تقدیر عبارت یوں ہوگی ان اللام یکون بمعنی الواو حال کو نہ فی المقسم به الذی یکون جو ابه من الامور العظام التی من شانها ان یتعجب منها یعنی لام جارہ بمعنی واو قسم کے آتا ہے جس کا جواب قسم امور عظام میں سے ہوتا ہے جن سے تعجب کیا جاسکتا ہو جیسے لله لا یوخر الا حل اللہ کی قسم موت موخر نہیں ہوتی یا وہ موت کو مؤخر نہیں کرتا اس کا استعمال امور میں ہوتا ہے لہٰذا یوں کہنا لله طار الذباب یہ غلط ہے اس لئے جواب قسم طار الذباب امور عظام میں سے نہیں۔

فائدہ: لام جارہ کبھی فی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول ہے: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ای فی یوم القیامه اور لام جارہ عند کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اسی آیت میں ای عند یوم القیامه اور لام جارہ بمعنی بعد بھی آتا ہے جیسے أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ ای بعد زوالها اور یہ بمعنی مع کے بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان: فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ای مع الجبین اور لام الیٰ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى اس طرح اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا۔

قولہ: ورُبَّ وهی للتقلیل کما انَّ کم الخبریةَ للتکثیر وتستحِقُّ صدرَ الکلامِ

ترجمہ: اور ساتواں حرف جر رب ہے اور وہ ثابت ہے واسطے تقلیل کے جیسا کہ تحقیق کم خبریہ ثابت ہے واسطے تکثیر کے اور یہ مستحق ہوتا ہے صدارت کلام کا۔

تشریح: ساتواں حرف جر ربَّ ہے اور یہ انشاء تقلیل کے لئے آتا ہے یعنی ربَّ یہ بتاتا ہے کہ میرے مدخول سے کم افراد مراد ہیں جس طرح کہ کم خبریہ انشاء تکثیر کے لئے آتا ہے کم خبریہ یہ بتاتا ہے میرے مدخول کے افراد کثیر مراد ہیں۔

فائدہ: ربَّ کا استعمال مجازاً اکثر اظہار کثرت کے لئے ہوتا ہے یہ بھی یاد رکھیں کہ کم خبریہ کا استعمال اظہار قلت کے لئے بالکل نہیں ہوتا اور رب کی مثال قد ہے جس طرح قد مضارع میں تقلیل کے لئے آتا ہے پھر تکثیر کے لئے مضارع کے اندر بھی استعمال ہوتا ہے جب مقام مدح میں ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ میں قد تکثیر کے لئے ہے۔

فائدہ: اخفش کے نزدیک یہ ربَّ اسم ہے اور صاحب مفتاح کے ہاں بھی ربَّ کا اسم ہونا مختار ہے۔

ربَّ صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اس لئے کہ اسمیں انشاء تقلیل ہے اور جس طرح کم خبریہ بھی انشاء تکثیر ہے وہ صدارت کلام کا

تقاضا کرتا ہے اسی طرح یہ بھی صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے یادرکھیں صاحب کافیہ کے نزدیک ربَّ کے لئے صدارت کلام ضروری اور واجب ہے۔

قولہ : ولاتدخل اِلّا علی نکرۃٍ موصوفۃٍ نحو رُبَّ رجُلٍ کریمٍ لقیتہٗ

ترجمہ: اور رب نہیں داخل ہوتا مگر نکرہ موصوفہ پر جیسے رب رجل کریم لقیتہ ۔

سوال : ربَّ نکرہ پر داخل کیوں ہوتا ہے پھر نکرہ موصوفہ پر کیوں داخل ہوتا ہے اس کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : کہ ربَّ انشاء تقلیل کے لئے اور کم خبریہ انشاء تکثیر کے لئے تو اس طرح کم خبریہ تمیز کا تقاضا کرتا ہے اسی طرح رب کا مدخول بھی تمیز ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمیز ہمیشہ نکرہ ہی ہوتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ نکرہ ہو کر موصوفہ کیوں ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ربَّ کا مدلول تقلیل ہے تو تقلیل اور قلت کو متحقق اور ثابت کرنے کے لئے موصوف ہونے کی قید لگادی اس لئے جو شیء موصوف ہوتی ہے وہ غیر موصوف سے اخص اور اقل ہوتی ہے۔

قولہ : او مضمرٍ مبھمٍ مفردٍ مذکرٍ ابدًا ممیزٍ بنکرۃ منصوبۃٍ نحو رُبَّہٗ رجُلًا ورُبَّہٗ رجُلَینِ ورُبَّہٗ رجالًا ورُبَّہٗ امراۃً کذٰلِکَ وعند الکوفین یجب المطابقۃُ نحو رُبَّھما رَجُلَینِ ورُبَّھُمْ رِجَالًا ورُبَّھَا امراۃً

ترجمہ : یا ایسی ضمیر مبہم پر جو مفرد مذکر ہوگی ہمیشہ نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے ربہ رجلا ۔۔الخ اسی طرح کوفیوں کے ہاں ضمیر اور تمیز میں مطابقت واجب ہے جیسے ربھما رجلین ...... الخ ۔

تشریح : کہ ربَّ یہ تو نکرہ موصوفہ پر داخل ہوگا یا ضمیر مبہم پر یعنی ایسی ضمیر جس کے لئے کوئی مرجع معین نہیں ایسی ضمیر مبہم پر جو ضمیر مبہم ہمیشہ مفرد مذکر ہوگی اور جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوگی کیونکہ جب مبہم ہے تو ابہام کے دور کرنے کے لئے تمیز لائی جاتی ہے تو اس لئے نکرہ منصوبہ تمیز لائی جائے گی۔

فائدہ : یہ مذہب بصریین کا ہے کہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر رہے گی خواہ تمیز تثنیہ ہو جمع ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو اور کوفیین کے نزدیک ضمیر مبہم اور تمیز کے درمیان مطابقت ہونا ضروری ہے کہ اگر تمیز تثنیہ ہے تو ضمیر بھی تثنیہ کی ہوگی جیسے ربھما رجلین اور تمیز جمع ہو تو ضمیر بھی جمع ہوگی جیسے ربھما رجالاً اگر تمیز مؤنث ہے تو ضمیر بھی مؤنث ہوگی جیسے ربھا امراۃ، ربھما امرأتین اور ربھن نساء ۔

قولہ : وقد تلحقھاما الکافۃُ فتدخُل علی الجُملتَینِ نحو رُبَّمَاقَامَ زیدٌ وَرُبَّمَازیدٌ قَائمٌ

ترجمہ : اور بھی بھی لاحق ہوجاتی ہے ما کافہ پس داخل ہوتی ہے دو جملوں پر جیسے رُبَّمَاقَامَ زیدٌ اور رُبَّمَازیدٌ قَائمٌ ۔

فائدہ : کہ کبھی ربَّ کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوتی ہے اور کافہ کا معنی ہوتا ہے روکنے والی کہ وہ رب کو عمل کرنے سے روک لیتی

ہےاور جب رب کے ساتھ مـا کافہ لاحق ہوتو یہ جملہ پرداخل ہوتا ہے جملہ اسمیہ پربھی داخل ہوتا ہے جملہ فعلیہ پربھی داخل ہوتا ہے اور یادرکھیں اس وقت وہ نسبت کی تقلیل اور تکثیر کے لئے ہوتا ہے جملہ فعلیہ پرداخل ہواس کی مثال ربما قام زید اور اسمیہ کی مثال ربما زید قائم ۔

فائدہ : مـا کافہ ہمیشہ متصلاً بغیر فاصلے کی لکھی جاتی ہےاوراس کے علاوہ مـا اسمیہ وغیرہ مفصولاً جدا کر کے لکھی جاتی ہے یہ ہی علامت اور پہچان ہے ما کافہ اور غیر کافہ کی۔

قولـه : ولابـد لهـا مِنْ فعْلٍ ماضٍ لانَّ رُبَّ للتقليل المحقّق وهو لايتحقّق الابه ويُحْذَفُ ذٰلك الفعلُ غالبًا كـقـولك رُبَّ رجُلٍ اكرمَنِيْ فی جوابِ مَنْ قَالَ هَل لقيتَ مَنْ اكرمك ای رُبَّ رجُلٍ اكرمَنِی لقيتُهٗ فاكرمنی صفةُ الرجلِ ولقتهٗ فعلُها وهو محذوفٌ

ترجمہ : اورلازمی ہےاس (رب) کے لئے فعل ماضی اس لئے کہ تحقیق رب تقلیل کے لئے ہےاور وہ نہیں متحقق ہوتی مگر فعل ماضی کے ساتھ اور حذف کیا جاتا ہے یہ فعل اکثر مثل تیرے قول رب رجل اکـرمنی جواب میں اس شخص کے جس کے نے کہا هل لقيت من اكرمك ......الخ

ضابطہ : کہ رب کے لئے جواب رب فعل ماضی کا ہونا ضروری ہےاس لئے کہ بر تقلیل واقع کے لئے آتا ہےاور یہ بات ظاہر ہے کہ قلت واقعی کا اظہار فعل ماضی کے ساتھ ہی ہوسکتا ہےاس لئے اس کا متعلق فعل ماضی ہونا ضروری ہے۔

سوال : باری تعالیٰ کا فرمان ہے : رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ یہاں پر رب مضارع پر داخل ہےاس کا کیا جواب ہے؟

جواب : یہاں تاویل کرلیں گے کہ مضارع یودّ بمعنی ماضی ودّ کے ہےاس لئے کہ وہ وعدہ سچا اور یقینی ہے گویا وہ ہو ہی چکا ہے بمنزل متحقق کے ہے۔

قولـه: وواو رُبَّ وهی الواو التی تُبتدأبِهَا فی اولِ الكلام كقول الشاعرِ شعر

وبَلدةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيسٌ اِلا اليَعَافِيرُ وَاِلَّا العِيسُ

ترجمہ : آٹھواں حرف جر واؤ رب ہےاور وہ واؤ ہےجس کے ساتھ کلام کو شروع کیا جائے جیسے شاعر کا قول......الخ

تشریح : آٹھواں حرف جار واو ربَّ ہے واو رُبّ وہ واو ہے جو شروع کلام میں لائی جاتی ہےاور یہ واو رب کے معنے میں ہونے کی وجہ سے رب کا حکم رکھتی ہے جس طرح ربَّ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے یہ بھی نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتی ہےاور جس طرح رب کا متعلق فعل ماضی ہوتا ہےاور اکثر محذوف ہوتا ہےاس کا بھی متعلق فعل ماضی ہوتا ہےاور اکثر محذوف ہوتا ہےالبتہ

ایک فرق ہے کہ رب ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے لیکن واو رب ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتی۔

فائدہ : واؤ رب کے عاملہ ہونے میں اختلاف ہے۔

سیبویہ اور بصریین کے نزدیک واؤ رب کے بعد ربّ مقدر ہوتا ہے وہ ہی جارہ اور عامل ہوتا ہے اور یہ واو عطف کے لئے ہوتی ہے۔

دوسرا مذہب **کوفیین** مبرد کا ہے ان کے نزدیک یہ واؤ رب خود جارہ ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ قصائد کی ابتدا اور افتتاح میں آتی ہے اگر یہ واو عطف کے لئے ہوتی تو یہ کبھی بھی ابتداء میں واقع ہوسکتی نہیں۔

بصریین کی طرف سے جواب دیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ متکلم اس واؤ کو قصیدہ کے اول میں اس بناء پر لایا کرتے ہوں کہ اس سے ایسی چیز پر عطف ڈالنا چاہتے ہوں جو ان کے ذہن میں ہے اور بصریین کی دلیل اس واو عاطفہ ہونے کے لئے یہ ہے کہ اگر یہ واو عاطفہ نہ ہوتی حرف جار ہوتی تو جس طرح اور حروف جارہ کے شروع میں حرف عطف آسکتے ہیں اس طرح اس کے شروع میں بھی حرف عطف آسکتے ہیں حالانکہ بالکل ایسا نہیں کہ اس کے شروع میں حرف عطف نہیں آسکتے یہ واضح دلیل ہے کہ واو عاطفہ ہے جارہ نہیں۔

قولہ : وواوُ القسمِ وهى تختص بالظاهر نحو واللّٰهِ الرحْمٰنِ لاضربَنَّ فلايقالُ وكَ

ترجمہ : نواں حرف جر واؤ قسم ہے اور وہ خاص کیا گیا ہے ساتھ اسم ظاہر کے جیسے واللہ ......الخ پس نہ کہا جائے گا وك ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے نواں حرف جار واو قســـــم یاد رکھیں کہ واو قسمیہ کے لئے تین تخصیصیں ہیں یا تین شرطیں سمجھ لی جائیں ① اس کا فعل قسم محذوف ہوتا ہے ② کہ واو قسمیہ سوال کے ساتھ نہیں لائی جاسکتی۔ ③ یہ ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے ضمیر پر کبھی نہیں لہٰذا و اللہ و الرحمن تو کہہ سکتے ہیں لیکن واو قسمیہ کو کاف ضمیر پر داخل کر کے وك نہیں کہہ سکتے۔

قولہ : وتاءُ القسم وهى تختصُّ بِاللّٰهِ وحدَهٗ فلايُقَالُ تالرحْمٰنِ وقولُهُمْ تَربِّ الكعبة شاذٌ

ترجمہ : اور دسواں حرف جر تاء قسم ہے اور وہ خاص کیا گیا ہے ساتھ لفظ اللہ فقط پس نہیں کہا جائے گا تـــالرحمن اور عرب کا قول ترب الكعبة شاذ ہے۔

تشریح : حروف جارہ میں دسواں حرف جار تـــا قسميه ہے اس تا قسمیہ کے لئے بھی وہی شرطیں ہیں جو واؤ قسمیہ کے لئے تھیں ① فعل کا حذف ہونا ② غیر سوال کے لئے استعمال ہونا البتہ ایک فرق اور تخصیص ہے کہ واو قسمیہ تو ہر اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے جبکہ تا قسمیہ صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے کسی اور اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوتی لہٰذا تا الرحمن ، تا الرحیم کہنا درست نہیں۔

سوال : اہل عرب تو تربّ الكعبة کہتے ہیں تو تا قسمیہ رب پر داخل ہے؟

جواب : یہ شاذ ہے جس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا البتہ امام اخفش کا نظریہ یہ ہے کہ تا قسمیہ لفظ اللہ کے سوا اور اسموں پر بھی داخل ہوسکتی ہے جنکی دلیل یہ بھی مقولہ ہے جس کا جواب دیا جاچکا ہے۔

قولہ : وباءُ القسَمِ وھی تدخل علی الظاھر والمضمر نحو باللّٰہِ وبالرحمٰنِ وبکَ ولابدَّ للقسم من الجواب وھی جملةٌ تسمی المقسمَ عَلیھا

ترجمہ : اور گیارہواں حرف جر با قسم ہے اور وہ داخل ہوتی ہے اسم ظاہر اور اسم ضمیر پر جیسے باللّٰہ اور بالرحمٰن اور بك اور لازمی ہے قسم کے لئے جواب قسم اور وہ ایسا جملہ ہے جس کا نام رکھا جاتا ہے مقسم علیہا۔

تشریح : حروف جارہ میں سے حرف جر باء قسمیہ ہے اس باء قسمیہ میں تین تعمیمیں ہیں۔

پہلی تعمیم : یہ قسم مذکور اور محذوف دونوں طرح استعمال ہوسکتی ہے یوں کہنا باللّٰہ اور اقسم باللّٰہ کہنا بھی درست ہے۔

دوسری تعمیم : کہ سوال اور غیر سوال دونوں کے لئے استعمال ہوتی ہے جیسے باللّٰہ لا فعلن یاباللّٰہ اجلس ۔

تیسری تعمیم : یہ اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتی ہے اور ضمیر پر بھی داخل ہوتی ہے جیسے باللّٰہ لا فعلنّ بك لا فعلن پھر اسم ظاہر میں بھی تعمیم ہے کہ لفظ اللہ پر بھی اور اس کے علاوہ اسموں پر بھی داخل ہوتی ہے۔

سوال : واو قسمیہ کے لئے تم نے پہلی یہ شرط لگائی کہ فعل قسم محذوف ہو اور دوسری شرط لگائی کہ وہ سوال میں استعمال نہیں ہوسکتی یوں نہیں کہا جاسکتا واللہ اخبرنی اس کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : یہ واو قسمیہ قسم میں کثرت استعمال کی وجہ سے فعل کے مذکو ہونے کی ضرورت نہیں اور دوسری شرط کہ یہ واو سوال میں استعمال نہیں ہوتی اس کی علت اور وجہ یہ ہے کہ باء قسم میں اصل ہے اور یہ فرع ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ فرع کا اصل سے درجہ کم ہوتا ہے اسی وجہ سے باء قسمیہ تو سوال اور غیر سوال دونوں میں استعمال ہوتی ہے جبکہ یہ غیر سوال میں استعمال ہوتی ہے تیسری شرط یہ تھی کہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص اس کی علت اور وجہ بھی یہی ہے کہ باء قسمیہ اصل ہے اور یہ فرع ہے تو اصل اسم ظاہر ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے یہ چونکہ فرع ہے اس کا درجہ اس سے کم ہے اس لئے یہ صرف اسم ظاہر پر ہی داخل ہوتی ہے۔

سوال : تاء قسمیہ کو لفظ اللہ کے ساتھ خاص کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : اس کا درجہ واو سے بھی کم ہے تو اس لئے اس کو اسم ظاہر میں سے صرف لفظ اللّٰہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ لفظ اللہ باب قسم میں اصل ہے۔

قولہ : فان کانت موجبةً یجبُ دُخولُ اللام فی الاسمیةِ والفعلیة نحو واللّٰہِ لزیدٌ قائمٌ ووَاللّٰہِ لَاَفْعَلَنَّ کذا وإنَّ فی الاسمیةِ نحو واللّٰہِ إنَّ زیدًا لقائمٌ وإنْ کانَتْ مَنفِیةً وجب دخُولُ مَا ولَانحو وَاللّٰہِ مازیدٌ بقائمٍ وَوَاللّٰہِ

لایقومُ زیدٌ

ترجمہ : پس اگر وہ جملہ (جواب قسم) موجبہ ہے واجب ہے داخل کرنا لام کا جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ جیسے واللہ لزید ......الخ اور جملہ اسمیہ میں اِنَّ کا داخل کرنا ضروری ہے جیسے واللہ اِنَّ زیدًا لقائم اور اگر وہ جملہ منفیہ ہو تو واجب ہے داخل کرنا لفظ ما اور لا کا جیسے واللہ مازید......الخ ۔

تشریح : لام تاکید تو جملہ اسمیہ مثبتہ اور فعلیہ مثبتہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور اِن مکسور صرف جملہ اسمیہ مثبتہ پر داخل ہوتا پھر کبھی لام تاکید اور اِن دونوں داخل ہوتے ہیں کبھی ان میں سے کوئی ایک اور اگر وہ جملہ جو جواب قسم ہے وہ منفیہ ہو خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ تو اس وقت جواب قسم پر لفظ ما یا لا کا داخل کرنا ضروری ہے جملہ اسمیہ پر لفظ ما داخل ہونے کی مثال واللہ مازید بقائم جملہ فعلیہ پر لا نافیہ داخل ہونے کی مثال: واللہ لایقوم زید ۔

قولـه : واعلم انَّہٗ قَد یُحذف حرفُ النفی لزوَالِ اللّبْسِ کقولہٖ تعالیٰ تَاللّٰہِ تَفتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ ای لا تَفتَؤُ ویُحْذَفُ جَوابُ القَسَمِ اِنْ تَقَدَّمَ مایَدُلُّ علیہ نحو زیدٌ قائمٌ واللّٰہِ او توسَّطَ القسم نحو زیدٌ وَاللّٰہِ قائمٌ

ترجمہ : اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ حذف کیا جاتا ہے کبھی کبھی حرف نفی کو بوجہ زائل ہونے التباس کے مثل اللہ تعالیٰ کے فرمان تاللہ ......الخ اور حذف کیا جاتا ہے جواب قسم اگر قسم پر ایسی چیز مقدم ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتی ہو جیسے زید قائم واللہ یا جواب قسم درمیان میں ہو جیسے زید ......الخ ۔

تشریح : تـاللہ تفتؤ یعنی لاتفتؤ جواب قسم ہے اس سے حرف نفی کو حذف کیا گیا اصل میں لاتفتؤ تھا یہاں التباس کا خطرہ نہیں تھا کیونکہ جب مضارع مثبت جواب قسم ہوتا ہے تو اس پر لام تاکیدیہ کا آنا ضروری ہے اور یہاں تـفتؤ مضارع مثبت میں لام تاکیدیہ نہیں تو معلوم ہوا کہ مضارع مثبت نہیں بلکہ منفی ہے اور حرف نفی محذوف ہے۔

قولـه : وعَنْ للمُجَاوزۃ نحو رَمَیْتُ السھم عن القوس الَی الصَّیْدِ

ترجمہ : بارھواں حرف جر عن ہے جو ثابت ہے واسطے مجاوزت کے لئے جیسے رمیت ......الخ ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے بارھواں حرف جار عـــن ہے یہ حرف جار تجاوز کے لئے آتا ہے یعنی اپنے مجرور سے کسی چیز کو دور کرنے سے مجاوزۃ تین طریقے سے ہوتی ہے۔

① وہ چیز مفصول عن کے مدخول سے زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے رمیت السھم عن القوس میں نے تیر کو کمان سے شکار کی طرف پھینکا۔

② وہ مفصول چیز عن کے مجرور سے زائل ہوئے بغیر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے اخذت عنہ العلم میں نے اس

سے علم لیا۔

③ وہ چیز مفصول مجرور عن سے بغیر وصول کے زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے اتیت عنہ الدین الی زید میں اس کی طرف سے زید کو قرضہ ادا کر دیا۔

فائدہ: عن چند اور معانی کے لئے بھی آتا ہے جیسے بدل کے واسطے جیسے وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا یعنی بدل نفس

استعلاء کے لئے جیسے فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ۔

تعلیل کے لئے جیسے وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ یعنی لاجل قولك ۔

استعانت کے لئے جیسے رمیت السهم عن القوس۔

بعد کے معنی کے لئے جیسے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ یعنی حالۃ بعد حالۃ ۔

من کے معنی میں جیسے وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ای من عبادہ اور زائدہ بھی آتا ہے۔

قولہ: وعلیٰ للاستعلاءِ نحو زیدٌ علی السَّطحِ وقد یکونُ عن وعلی اسمَین اِذا دَخَل علیهما مِنْ کما تقول جلستُ مِنْ عَن یمینهٖ ونزلتُ مِنْ علَی الفرسِ

ترجمہ: اور تیرہواں حرف جر علی ہے جو ثابت ہے واسطے استعلاء کے جیسے زید علی السطح اور کبھی کبھی ہوتے ہیں عن اور علی دونوں اسم جب داخل ہوا ن دونوں پر مِنْ جیسے کہے تو جلستُ ......الخ ۔

تشریح: تیرھواں حرف جر علیٰ ہے یہ استعلاء کے لئے آتا ہے عام ازیں کہ استعلاء حقیقی جیسے زید علی السطح کہ زید چھت پر ہے یا استعلاء مجازی جیسے و علیه دین کہ اس پر قرض ہے۔

فائدہ: کہ عن اور علیٰ کبھی اسم بھی ہوتے ہیں جس کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ ان پر من جارہ داخل ہوتا ہے اور اسوقت عن جانب کے معنے میں ہوتا ہے اور علیٰ بمعنے فوق کے ہوتا ہے جیسے جلست من عن یمینه یعنی من جانب یمینه اس کی دائیں جانب سے بیٹھ گیا میں اور و نزلت من علیٰ الفرس یعنی من فوق الفرس یعنی میں گھوڑے کے اوپر سے اترا۔

قولہ: والکاف للتشبیه نحو زیدٌ کعمرٍو وزائدۃ کقولهٖ تعالیٰ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

ترجمہ: اور چودھواں حرف جر کاف ہے جو ثابت ہے واسطے تشبیہ کے۔

تشریح: چودھواں حرف جار کاف ہے یہ تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے زید کالاسد اسمیں کاف تشبیہ کے لئے ہے۔

یہ کاف زائدہ بھی ہوتا ہے جیسا باری تعالیٰ کا فرمان ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۔

فائدہ: اسمیں تین احتمال اور تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: کہ کاف زائدہ ہو لیکن لفظ مثل زائدہ نہ ہو۔

دوسری صورت: کہ کاف زائدہ نہ ہو لفظ مثل زائدہ ہو اس لئے کہ کاف پہلے ہے اور لفظ مثل بعد میں ہے لہٰذا کاف سے ضرورت پوری ہوگی تو لفظ مثل زائدہ ہوگیا۔

تیسری صورت: یہ ہے کہ نہ کاف زائدہ ہو نہ لفظ مثل اس لئے کہ نفی مثل کے مثل کی کی جارہی ہے جس سے بطور کنایہ مثل کی نفی لازم آتی ہے اس لئے کہ مماثلت تو دونوں طرفوں سے ہوا کرتی ہے جبکہ اللہ کے مثل کے لئے مثل نہیں تو اللہ کے لئے بھی مثل نہیں اور قاعدہ ہے الکنایۃ ابلغ من الصریح لہٰذا اسی صورت کو ترجیح حاصل ہے کہ نہ تو کاف زائدہ ہے نہ لفظ مثل۔

قولہ: وقد تکونُ اسمًا کقول الشاعر ۔ یضحَکنَ عن کالبرد المُنْهَمِ

ترجمہ: اور کاف جارہ کبھی اسم ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول......الخ۔

تشریح: کاف عن اور علیٰ کی طرح اسمیہ ہوتا ہے جیسے اس شعر میں کاف مثلیہ اسمیہ ہے اسی وجہ سے اس پر عن حرف جر داخل ہے۔

قولہ: ومُذ ومُنْذُ للزمانِ اِمَّا للابتداءِ فی الماضی کما تقولُ فی شَعْبَانَ مارأیتُہٗ مُذْ رَجَبَ او للظرفیۃ فی الحاضِرِ نحو مارأیتُہٗ مُذْ شَهْرِنَا ومُنْذُ یَومِنَا ای فی شَهْرِنَا وفی یَومِنَا

ترجمہ: اور پندرھواں اور سولھواں حرف جر مذ اور منذ ہیں جو ثابت ہونے والے ہیں واسطے زمان کے......واسطے ابتداء کے ماضی میں جیسا کہ کہے تو ماہ شعبان میں مارأیتہٗ مذ رجب یا واسطے ظرفیت کے زمانہ موجودہ میں جیسے ما رأیتہ ......الخ۔

تشریح: پندرھواں حرف مذ ہے اور سولھواں منذ ہے اور یہ دونوں حروف یاد رکھیں زمان کے لئے آتے ہیں اور یہ زمانہ ماضی میں زمانہ فعل کی ابتداء کے لئے آتے ہیں جیسے مارأیت مذ الشهر الماضی اس کو گذشتہ ماہ سے دیکھا ہی نہیں یا زمانہ حاضر میں ظرفیت کے لئے جیسے ما رأیتہ مذ یومنا یعنی اس کو میرے نہ دیکھنے کا دن آج کا دن ہے مزید تفصیل مذ اور منذ کی تنویر شرح نحو میر میں اور ضوابط نحویہ میں دیکھ لیجئے۔

قولہ: وَخَلَا وعَدَا وحَاشَا للاستثناءِ نحو جاءَ نِیُ القومُ خَلازیدٍ وحاشا عَمرٍو وَعَدَا بکرٍ

ترجمہ: سترھواں اور اٹھارواں اور انیسواں حرف جر خلا اور عدا اور حاشا ہیں جو ثابت ہیں واسطے استثناء کے جیسے جاء نی ......الخ۔

تشریح: حروف جارہ میں سے سترھواں حرف جر خلا اور اٹھارواں عدا ہے اور انیسواں حاشا ہے۔ یہ تینوں استثناء کے

لئے آتے ہیں یاد رکھیں کہ ان کے بعد اگر ان کا مدخول مجرور ہے تو یہ حروف جارہ ہوں گے اگر منصوب ہے تو یہ فعل ہوں گے۔ مزید تفصیل کے لئے ضوابط نحو یہ حروف جارہ کی بحث دیکھئے۔

بحث حروف مشبہ بالفعل

فصل : الحُروفُ المشبهةُ بالفعل سِتَةٌ اِنَّ واَنَّ و كَاَنَّ وَلٰكِنَّ وليتَ ولَعَلَّ ۔

ترجمہ : حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں......الخ

تشریح : حروف کی بحث میں دوسری فصل حروف مشبہ بالفعل کے بیان میں ہے حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں ① انَّ ② ان ③ کان ④ لکن ⑤ لیت ⑥ لعل

وجہ تسمیہ : ان حروف کو مشبہ بالفعل کیوں کہتے ہیں ان کی وجہ تسمیہ کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان چھ حروف کو مشابہت ہے فعل کے ساتھ چار چیزوں میں لفظاً، عملاً، معناً، اقساماً جس کی تفصیل مرفوعات کی بحث میں گذر چکی ہے۔

قولــه : هٰذِه الحروفُ تدخل على الجملةِ الاسمية تَنْصِبُ الاِسمَ وترفعُ الخبر كما عَرَفتَ نحو اِنَّ زيدًا لقائمٌ وقد يلقحها ما الكافَّةُ فَتَكُفُّهَا عَن العملِ وحينئذٍ تدخُلُ على الافعالِ تقولُ اِنَّما قامَ زيدٌ

ترجمہ: یہ حروف داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر نصب دیتے ہیں اسم کو اور رفع دیتے ہیں خبر کو جیسا کہ تو پہچان چکا ہے مثل ان زیدًا لقائمٌ اور تحقیق لاحق ہوتی ہے ان کے ساتھ ما کافہ پس روک دیتی ہیں ان کو عمل سے اور اس وقت داخل ہوں گے افعال پر بھی جیسا کہ کہے گا تو انما قام زیدٌ ۔

تشریح : مصنفؒ حروف مشبہ بالفعل کا عمل بتا رہے ہیں کہ حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں کہ مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور ان کو اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں ان کو خبر کہا جاتا ہے جیسے ان زیدًا قائمٌ میں ان نے زید کو نصب دی اور قائم کو رفع دیا ہے جیسے بلغنی ان زید ا ان تعلمه یکر مك مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تحقیق زید کو اگر تم علم دیتے وہ تیرا اکرام کرے گا تو عبارت یہ بن جائے بلغنی اکرام زید عندتعلیمك ایاہ ۔

قولــه : واعلم اَنَّ اِنَّ المكسورة الهمزة لا تُغَيِّرُ معنى الجملَةَ بَلْ تؤكِدُهَا واَنَّ المفتوحةَ الهمزة مع مابعدَ ها مِنَ الاسمِ والخبر فى حُكمِ المُفْرِدِ ولِذٰلِكَ يجبُ الْكَسْرُ اذا كانَ فى ابتداءِ الكلام نحو اِنَّ زيدًا قائمٌ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق اِن مکسورۃ الہمزۃ نہیں تبدیل کرتا جملہ کے معنی کو بلکہ اس کو پکا کرتا ہے اور اَنَّ مفتوحۃ الہمزۃ اپنے مابعد

اسم اور خبر کے ساتھ مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے کسرہ واجب ہے جب ہو ابتداء کلام میں جیسے اِنَّ زیدًا قائم ۔

تشریح : مصنفؒ اسی ضابطہ پر تفریع بیان کر رہے ہیں جس کے ضمن میں مصنفؒ ان مکسورہ کے مقامات اور ان مفتوحہ کے مقامات بیان فرمائیں گے۔ تفریع کا حاصل یہ ہے جس مقام پر جملے کی ضرورت ہے وہاں پر اِن مکسورہ ہوگا اور جس مقام پر جملے کی ضرورت نہیں مفرد کی ضرورت ہے وہاں پر اَن مفتوحہ ہوگا اب دیکھئے۔

اِنَّ **مکسورہ کے مقامات** : **پہلا مقام** : ابتداء کلام میں اِن مکسورہ ہوتا ہے جیسے ان زیدا قائم اور ابتداء کلام سے مراد عام ہے کہ وہ متکلم کی کلام کے شروع میں ہو جیسے یہ ہی مثال متکلم کی کلام کے درمیان میں ہو لیکن دوسری کلام کی ابتدا میں ہو جیسے اکرم زید ا انه فاضل تو انهٗ فاضل یہ جملہ معللہ ہے یہاں پر اِنَّ مکسورہ ہی پڑھا جائے گا۔

فائدہ : یاد رکھیں حروف تنبیہ اور حروف افتتاح اور حتی ابتدائیہ اور کلا زجریہ اور حروف تحضیض کے بعد ان ہو تو یہ بھی ابتداء کلام ہے حکما جیسے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ اور قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ اور كَلَّآ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۔

سوال : ابتدائے کلام میں اِن مکسورہ کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : ابتدائے کلام جملہ کی جگہ اور مقام ہے اس لئے کہ مفردات کے ساتھ تکلم کرنا باطل ہوتا ہے کیونکہ مفردات سے کلام کرنے سے کوئی فائدہ تامہ حاصل نہیں ہوتا لہٰذا ابتدائے کلام جب جملہ کی جگہ ہے اور جملہ کی تاکید کے لئے ان مکسورہ پڑھنا واجب ہے۔

قولہ : وبَعد القولِ كقولهٖ تعالىٰ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ وبعد الموصُول نحو مارأيتُ الَّذِى اِنَّهٗ فى المساجد واذا كانَ فى خبرها اللام نحو اِنَّ زيدًا لقائمٌ

ترجمہ : **اور بعد قول کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے** یقول انها بقرة **اور بعد موصول کے جیسے** مارأيت الذى انه فى المساجد **اور جب ہو اس کی خبر میں لام جیسے** اِنَّ زيدًا لقائمٌ ۔

تشریح : **دوسرا مقام** : اِن مکسورہ کا یہ ہے کہ کلمہ قول اور اس کے مشتقات کے بعد جب واقع ہو تو وہاں بھی اِن مکسورہ ہوگا جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے **يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ** ۔

سوال : قول کے بعد اِن مکسورہ ہونے کی علت اور وجہ کیا ہے دلیل کیا ہے؟

جواب : قول کا مقولہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے اور چونکہ یہ مقولہ کے شروع میں ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جملہ کے مقام میں اِنَّ ہی ہوتا ہے لہٰذا یہاں پر اِن مکسورہ ہی ہوگا۔

تیسرا مقام : اِنَّ مکسورہ کا کہ موصول کے بعد ہو تو بھی اِن پڑھا جائے گا جیسے ما رأيت الذى انه فى المساجد یہ الذی

موصول کے بعد ہے اس لئے اِن ہے۔

سوال : اس مقام پر اِنَّ مکسورہ ہونے کی دلیل اور علت کیا ہے؟

جواب : کہ صلہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے تو بنا بر ضابطہ جہاں جملے کا مقام اور جگہ ہو وہاں اِنَّ مکسورہ ہوتا ہے۔

چوتھامقام : کہ جب اس کی خبر پر لام ہو تو اسوقت بھی اِنَّ مکسورہ ہوگا جیسے ان زید لقائم ۔

سوال : اس مقام پر ان کے مکسور ہونے کی دلیل کیا ہے؟

جواب : لام جملے کے معنے کی تاکید کے لئے آتا ہے بنا بر ضابطہ جو جملے کی جگہ ہے وہاں ان مکسورہ ہی ہوتا ہے لہٰذا یہاں پر بھی اِنَّ مکسورہ ہی ہوگا۔ مصنفؒ نے اِنَّ مکسورہ کے چار مقامات بیان فرمائے ہیں، ان کے علاوہ اور مقامات بھی ہیں جن کی تفصیل تنویر شرح نحو میر صفحہ (۵۳) پر دیکھی جاسکتی ہے۔

قولہ : **ویجبُ الفتحُ حیثُ یقعُ فاعِلًا نحو بَلَغَنِیْ اَنَّ زیدًا قائمٌ وحیث یقعُ مفعولًا نحو کرهتُ اَنَّكَ قائمٌ وحیثُ یقع مُبتدأً نحو عِنْدِیْ اَنَّكَ قائمٌ وحیثُ یقع مضافًا الیه نحو عجبتُ مِنْ طول اَنَّ بكرًا قائمٌ وحیثُ یقع مجرورًا نحو عجبتُ مِنْ اَنَّ بكرًا قائمٌ وبعد لو نحو لو انَّكَ عندنا لاكرمتُكَ وبعد لولا نحو لولا اَنَّهٗ حاضرٌ لغابَ زیدٌ**

ترجمہ : اور واجب ہے فتحہ (اَنَّ) جس جگہ واقع ہو فاعل جیسے بلغنی انّ زیدًا قائم اور جس جگہ مفعول واقع ہو جیسے کرهت انك قائم اور جس جگہ واقع ہو مبتداء جیسے عندی انك قائم اور جس جگہ واقع ہو مضاف الیہ جیسے عجبت ......الخ اور جس جگہ واقع ہو مجرور جیسے عجبت ......الخ اور بعد لو کے......اور بعد لولا کے......الخ

تشریح : **دوسرا مقام** : جہاں انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مفعول واقع ہو وہاں اَن مفتوحہ ہی ہوگا جیسے کرهت انك قائم اس کی تاویل ہوگی کرهت قیامك ۔

تیسرا مقام : جہاں انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مبتدا واقع ہو وہاں انّ مفتوحہ ہوگا جیسے عندی انك قائم ۔

چوتھامقام : جہاں انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مضاف الیہ واقع ہو جیسے عجبت من طول ان بكرا قائم تاویل مفرد کی یوں ہوگی عجبت من طول قیام بكر کہ میں بکر کے طول قیام سے متعجب ہوا۔

پانچواں مقام : جہاں انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مجرور واقع ہو وہاں بھی ان مفتوحہ ہوگا جیسے عجبت من ان بكر قائم تاویل مفرکی یوں ہوگی عجبت من قیام بكر ۔

سوال : ان پانچ مقامات میں انّ مفتوحہ ہونے کی کیا وجہ ہے یہاں پر انّ مکسورہ کیوں نہیں ہوسکتا؟

جواب : اس لئے کہ فاعل ومفعول اور مبتداء اور مضاف الیہ اور مجرور یہ مفرد ہی ہوتے ہیں اور یہ مقام مفرد کا ہے جملہ کا نہیں لہٰذا یہاں پر انّ مفتوحہ ہی ہوسکتا ہے انّ مکسورہ نہیں ہوسکتا۔

چھٹا مقام : لو شرطیہ کے اَن مفتوحہ ہوتا ہے جیسے لو ان ك عندنا لا كرمتك ۔

سوال : لو شرطیہ کے بعد اَن مفتوحہ کیوں ہوگا اس کی علت کیا ہے؟

جواب : لو حرف شرط ہے جو فعل کا تقاضا کرتا ہے خواہ فعل لفظوں میں ہو یا مقدر ہو لہٰذا لو کا مابعد فعل محذوف کا فاعل ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ فاعل ہمیشہ مفرد ہوتا ہے لہٰذا یہ مقام اَن مفتوحہ کا ہے اس لئے اَنّ ہونا واجب اور ضروری ہے۔

ساتواں مقام : لو لا کے بعد ان مفتوحہ ہوگا۔

سوال : لو لا کے بعد اَن مفتوحہ ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : لو لا امتناعیہ کے بعد مبتدا ہوتا ہے لہٰذا اَن مفتوحہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتدا ہوگا اور مبتدا کا مفرد ہونا واجب ہے جیسے لو لا انه حاضرلغاب زيد اور لو لا تحضیضیہ کے بعد ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد اس فعل کا فاعل یا مفعول ہوتا ہے جس پر لو لا تحضیضیہ کا داخل ہونا ضروری ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ فاعل اور مفعول مفرد ہوتے ہیں۔

قولــه : ويجوزُ العطفُ على اسمِ اِنَّ المكسورةِ بالرفعِ والنصب باعتبار المحلِّ و اللفظ مثلُ اِنَّ زيدًا قائمٌ وعمروٌ وعمرًوا

ترجمہ : اور جائز ہے عطف اِنَّ کے اسم پر رفع ونصب کے ساتھ باعتبار محل ولفظ کے مثل اِنَّ ......الخ۔

تشریح : اس عبارت کا عطف ہے يجب الكسرة پر یہ بھی ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ ان مکسورہ جملے کے معنی میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا بلکہ تاکید پیدا کرتا ہے لہٰذا ان مکسورہ کے اسم پر اگر عطف ڈالنا ہو تو دو صورتیں جائز ہیں رفع بھی اور نصب بھی۔

رفع تو اس بنا پر کہ محل کا اعتبار کیا جائے گا کہ وہ اسم محل کے اعتبار سے مبتدا ہے اور مرفوع ہے اور نصب اس بنا پر لفظ کا اعتبار کیا جائے کہ اسم لفظاً منصوب ہے تو اسے منصوب پڑھا جائے گا جیسے ان زيداً قائم و عمرو رفع کے ساتھ اور عمر ونصب کے ساتھ بھی جائز ہے۔

قولـه : واعلم اَنَّ اِنَّ المكسورةَ يجوز دُخُوْلُ اللام علىٰ خبرهَا

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق اِنَّ کی خبر پر لام کا داخل ہونا جائز ہے۔

تشریح : یہ عبارت بھی اصل میں اسی پر متفرع ہے کہ جب ماقبل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انّ مکسورہ جملہ کے معنےٰ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا لہٰذا اس کی خبر پر لام تاکید کو داخل کرنا جائز بھی ہے کیونکہ لام تاکید بھی جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے البتہ اَن مفتوحہ کی خبر پر

لام تاکید کا لانا درست نہیں اس لئے کہ وہ جملہ کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے جبکہ لام تاکید جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے اور یاد رکھیں اِنَّ مکسورہ کبھی اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جبکہ ان اور اس کے درمیان فاصلہ واقع ہو۔

مسئلہ تخفیف

قولہ : وقد تُخَفَّفُ فیلزمُھَا اللام کقولہٖ تعالیٰ وَاِنْ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ

ترجمہ : اور کبھی کبھی اس کو مخفف کیا جاتا ہے پس اس کو لام لازم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان و ان کلا......الخ۔

تشریح : یہاں سے تخفیف کا مسئلہ شروع ہو رہا حروف مشبہ بالفعل میں چار حروف مشدد ہیں جن کو مخفف پڑھنا جائز ہے اور بعد تخفیف کون سے عامل رہتے ہیں اور کن کا عمل باطل ہو جاتا ہے سب کی تفصیل آگے آ رہی ہے تو اس عبارت میں ان مکسورہ کی تخفیف کے مسئلے کا بیان ہے کہ ان مکسورہ کو مخففہ کر لیا جاتا ہے لیکن ان مخففہ من المثقلہ کے بعد لام کا لانا واجب ہے۔

سوال : ان مخففہ من المثقلہ کے بعد لام لانا کیوں لازم ہے؟

جواب : ان مخففہ اور ان نافیہ کے درمیان فرق کرنے والی یہی لام تاکید ہوتی ہے جیسے اِنْ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ اس میں ان مخففہ ہے اور کلّا یہ اسم ہے جس پر تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے اور لام فارقہ ہے ان مخففہ اور نافیہ کے درمیان اور لیوفینّھم یہ قسم محذوف کا جواب ہے لہٰذا لیوفینّھم پر جو لام ہے یہ لام جواب قسم ہے تو ان دونوں لاموں کے درمیان ما زائدہ لایا گیا ہے تا کہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ مکروہ ہے۔

قولہ : وحینئذٍ یجوز الغاؤُھا کقولہٖ تعالیٰ وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ

ترجمہ : اور اس وقت جائز ہے اس کو لغو کرنا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان و ان کل لما ......الخ۔

تشریح : ان مخففہ کے عمل کے بارے بتا رہے ہیں کہ ان مخففہ کا الغاء یعنی اس کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے یاد رکھیں ان مخففہ من المثقلہ کا عامل بنانا بھی جائز ہے یعنی اعمال اور الغاء دونوں جائز ہیں۔ لیکن الغاء یہ اعمال سے کثیر الاستعمال۔

سوال : ان مخففہ من المثقلہ کا ابطال عمل یعنی الغاء کیوں جائز ہے پھر الغاء یہ اکثر کیوں ہے؟

جواب : انَّ کا عامل ہونا فعل کی مشابہت کی وجہ سے تھا اور چونکہ بعد از تخفیف اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ناقص ہو گئی تھی اس لئے فعل کا آخر مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اور فعل سہ حرفی ہوتا ہے جبکہ اس کا آخر ساکن اور یہ دو حرفی ہے اسی وجہ سے ان مخففہ کا عمل باطل ہو گیا لیکن اصل کا اعتبار کرتے ہوئے عمل دینا بھی جائز ہے جیسے گذشتہ آیت میں ان مخففہ کو عمل دیا گیا ہے۔

قولــه : ویجوز دُخُولها علی الافعال علی المبتدأ والخبر نحو قوله تعالیٰ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ

ترجمہ : اور جائز ہے داخل ہونا (انّ) کا ان افعال پر جو مبتداء پر داخل ہونے والے ہیں مثل اللہ تعالیٰ کا فرمان ..... الخ۔

تشریح : انّ مکسورہ مخففہ ہو جانے کے بعد اسمیں دو تغیر اور تبدیلیاں ہوتی ہیں پہلی تبدیلی کہ الغاء جائز ہے جو کہ اکثر ہے۔ دوسری تبدیلی یہ ہے کہ یہ افعال پر بھی داخل ہو جاتا ہے لیکن تمام افعال پر نہیں بلکہ ایسے افعال پر جو مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں افعال ناقصہ و ان کنت من قبلہ لمن الغفلین دوسرا افعال قلوب ان نظنك لمن الكذبين تحقیق ہم تم کو جھوٹ بولنے والوں سے خیال کرتے ہیں۔

سوال : افعال پر داخل ہونے کی علت اور وجہ کیا ہے کہ افعال کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسے افعال ہوں جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں؟

جواب : ان مخففہ کے لئے اصل یہ تھا کہ مبتداء خبر پر داخل ہوں لیکن تخفیف کی وجہ سے یہ اصل جاتی رہی لہٰذا افعال پر داخل ہونا چاہئے لیکن اصل کی رعایت بھی حتی الامکان کرنی چاہئے اس لئے یہ شرط لگادی کہ وہ افعال ایسے ہوں جو مبتدا خبر پر داخل ہوں۔

قولــه : وكذٰلك اَنَّ المفتوحةُ قد تُخفَّفُ فحينئذٍ يجبُ اِعْمَالُها فی ضمیر شانٍ مقدّرٍ فتدخل علی الجملة اسميةً كانت نحو بلغنی اَنَّ زيدًا قائمٌ اوفعليةً نحو بلغَنِیْ اَنْ قَدْ قَامَ زيدٌ

ترجمہ : اور اسی طرح انّ کبھی کبھی مخفف کیا جاتا ہے پس اس وقت اس کو ضمیر شان مقدر میں عمل دینا واجب ہے پس وہ جملہ پر داخل ہوگا خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ۔

تشریح : اس میں انّ مفتوحہ کی تخفیف کے مسئلے کا بیان ہے کہ ان مفتوحہ کو مخفف کر دینا بھی جائز ہے لیکن جب ان مفتوحہ مخففہ ہو اسوقت اس کا اعمال واجب ہے انّ مکسورہ مخففہ کی طرح الغاء جائز نہیں اور اس کا عمل وجوبی طور پر ضمیر شان مقدر میں ہوتا ہے اور بعد والا جملہ جو ضمیر شان کی تفسیر واقع ہوتا ہے وہ خبر واقع ہوتا ہے اور ضمیر شان اسم ہوتا ہے اور یہ ان مفتوحہ مخففہ من المثقلہ جملے پر داخل ہوگا خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے بلغنی ان زید قائم یا فعلیہ ہو جیسے بلغنی ان قد قام زید۔

سوال : ان مخففہ ہمیشہ ضمیر شان میں عمل کیوں کرتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب : انّ مفتوحہ بنسبت مکسورہ کے فعل کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے ان مخففہ اصل ہوا اور ان مخففہ فرع ہوا جبکہ ان مخففہ کلام نثر میں بھی کبھی کبھی عمل کرتا اور ان مفتوحہ مخففہ کبھی بھی عمل نہیں کرتا لہٰذا ہم نے ان مفتوحہ کے عمل کو لازم کر دیا ضمیر شان مقدر میں تا کہ فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے۔

سوال : پھر بھی فرع کی زیادتی اصل پر لازم آتی ہے اس لئے کہ ان مکسورہ مخففہ تو اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے جبکہ ان مفتوحہ مخففہ تو ضمیر میں عمل کرتا ہے؟

جواب : ہمیشہ ہمیشہ ضمیر میں عمل کرنا یہ اولیٰ اور اقویٰ ہے اسم ظاہر میں کبھی کبھی عمل کرنے سے۔

قولہ: ویجبُ دُخُول السین اوسوف اوقَدْ اوْ حرفُ النفي علی الفِعل کقولہٖ تعالیٰ عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنکُمْ مَّرْضٰی والضمیر المستتر اسم اَن والجملۃ خبرُھا

ترجمہ : اور واجب ہے سین یا سوف یا حرف نفی کا فعل پر داخل ہونا......الخ

تشریح : ضابطہ : کہ ان مفتوحہ مخففہ فعل پر داخل ہو تو اسوقت فعل پر چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا داخل کرنا ضروری ہے ① سین ② سوف ③ قد ④ حرف نفی جیسے اس مثال میں۔

سوال: اس کی علت اور وجہ کیا ہے سین سوف ان چار چیزوں میں سے کسی ایک کا داخل کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب : یہ تین چیزیں سین سوف قد ان مخففہ اور ان مصدریہ کے درمیان فرق کرنے کے لئے لائی جاتی ہیں اور باقی رہا حرف نفی وہ چونکہ دونوں کے ساتھ آتا ہے لہٰذا وہاں پر فرق کرنے کے لئے کسی اور قرینے کی ضرورت ہے جس کے لئے دو قرینے ہیں۔

قرینہ لفظیہ : کہ ان کے بعد اگر فعل مضارع منصوب ہے تو ان مصدریہ ہوگا اور اگر فعل مضارع مرفوع ہے تو ان مخففہ ہوگا۔

قرینہ معنویہ : کہ اگر وہ استقبال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے تو ان مصدریہ ہے اگر استقبال کے ساتھ خاص نہیں کرتا تو وہ ان مخففہ ہوتا ہے۔

سوال : وَأَن لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور اسی طرح وَأَنْ عَسٰی أَن یَکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُھُمْ ان دونوں مقامات پر ان فعل پر داخل ہے لیکن ان چار چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں؟

جواب : فعل سے مراد فعل متصرف ہے اور آپ نے جو مثال پیش کی ہے فعل غیر متصرف کی ہے فعل غیر متصرف پر ان تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا لانا ضروری ہے۔

سوال : فعل متصرف اور فعل غیر متصرف میں یہ فرق کیوں کیا جاتا ہے کہ فعل متصرف پر تو ان چیزوں کا لانا واجب اور فعل غیر متصرف پر کیوں واجب نہیں؟

جواب : یہ چیزیں اور یہ حروف ان مخففہ اور ان مصدریہ کے درمیان فرق کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اور فعل متصرف میں تو فرق کرنے کی ضرورت ہے لیکن فعل غیر متصرف میں فرق کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ فعل غیر متصرف پر ان مصدریہ داخل ہی نہیں

ہوتا لہٰذا جب بھی فعل غیر متصرف پر ان ہوگا تو ہمیشہ ان مخففہ من الثقلہ ہوگا۔

ضابطہ : مصنفؒ ان مخففہ من المثقلہ کی ترکیب کے لئے ضابطہ بتا رہے ہیں کہ ان مخففہ من المثقلہ کا اسم ہمیشہ ضمیر شان ضمیر مستتر ہوتی ہے اور بعد والا جملہ ہمیشہ خبر ہوتا ہے۔

قولہ : وكَاَنَّ للتشبيه نحو كَاَنَّ زيدنِ الاسدُ وهو مركبٌ من كافِ التَّشْبِيْهِ واِنَّ المكسورةِ واِنَّما فُتِحَتْ لتقدُّمِ الكافِ عليها تقديرُه اِنَّ زيدًا كالاسد وقد تخفَّفُ فتُلغى نحو كَاَنْ زيدٌ اَسَدٌ

ترجمہ : اور کَاَنَّ ثابت ہے واسطے تشبیہ کے جیسے کاَنَّ زید ن الاسد اور وہ مرکب ہے کاف تشبیہ اور اِنَّ سے اور سوا اس کے نہیں کہ اس کو مفتوح کیا گیا کاف جارہ کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے اصل عبارت اس کی ان زید کالاسد ہے اور کبھی کبھی اس کو مخفف کیا جاتا ہے پس وہ ملغی عن العمل ہو جاتا ہے جیسے کان زید اسد۔

تشریح : حروف مشبہ بالفعل میں سے ایک کاَنَّ ہے جس میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ یہ مرکب ہے یا حرف بناسے ہی مفرد ہے امام خلیل کے نزدیک یہ مرکب ہے کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے اور جمہور کے نزدیک مفرد ہے بأسہ ہے کسی سے مرکب نہیں مصنفؒ کے نزدیک امام خلیل کا مذہب مختار تھا اس لئے اس کو ذکر کیا۔

سوال : یہ کاَنَّ حرف تشبیہ اور ان مکسورہ سے مرکب ہے تو کاف کو مقدم کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : تا کہ کلام کے ابتداء ہی سے معلوم ہو جائے کہ یہ کلام انشاء تشبیہ کے لئے ہے۔

و انما فتحت لتقدم الكاف عليها تقديره' ان زيدا كالاسد یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جب کاَنَّ مرکب ہے کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے پھر ہمزہ مکسورہ کیوں نہیں ہے مفتوحہ کیسے ہوگیا؟

جواب : کاَنَّ میں ہمزہ کو فتحہ اس لئے دیا گیا کہ کاف حرف جار ہے اور حرف جار انَّ پر داخل ہوتا ہے ان پر نہیں اسی لئے اگرچہ حرف جار جار ہونے کے حکم سے نکل گیا لیکن اس کی اصل کی رعایت کرتے ہوئے ہمزہ مکسورہ کو مفتوحہ سے بدل دیا اور کان زیدا الاسد کی تقدیر عبارت یہ ہوگی ان زیدا کا الا سد۔

ضابطہ : کاَنَّ مثقلہ مشددہ کو مخفف پڑھنا جائز ہے لیکن تخفیف کے بعد یہ ملغی عن العمل ہو جاتا ہے عمل نہیں کرتا کیونکہ فعل کے ساتھ اس کی مشابہت ختم ہوگئی اس کے آخر میں جو فتحہ تھا وہ زائل ہو چکا ہے۔

قولہ : ولٰكِنَّ للاستدراكِ ويتوسط بين كلامَين متغائرَين فى المعنى نحو جآء نى القومُ لٰكِنَّ عمرًوا جاءَ و غاب زيدٌ لٰكِنَّ بكرًا حاضِرٌ

ترجمہ : اور لکن ثابت ہے واسطے استدراک کے اور ایسی دو کلاموں کے درمیان آئے گا جو معنی میں متغایر ہوں جیسے جاء نی

...... الخ ۔

تشریح : حروف مشبہ بالفعل سے ایک لکن ہے اور یہ استدراک کے لئے آتا ہے۔ استدراک کا لغوی معنی ہے پانا کسی چیز کو اور اصطلاح میں استدراک کہتے ہیں کہ کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم اور ابہام کو دور کرنا اور یہ لکن ایسی دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنی کے اعتبار سے مختلف ہوں عام ازیں لفظ کے اعتبار سے متغائر ہوں یا نہ ہوں لفظوں کے اعتبار سے متغائر ہو یعنی ایک کلام مثبت ہو اور ایک منفی جیسے جاء زید لکن عمرو الم یجئی یا لفظوں کے اعتبار سے متغائر بالکل نہ ہوں جیسے زید حاضر ولکن عمروا غائب لفظوں کے اعتبار سے مغائر نہیں کہ دونوں مثبت ہیں معنی کے اعتبار سے تغائر ضروری ہے۔

قولہ : ویجوز معھا الواوُ نحو قَامَ زیدٌ ولٰکِنَّ عمرًوا قاعِدٌ وقدتخفف فتلغٰی نحو مشیٰ زیدٌ لٰکنْ بکرٌ عندنا

ترجمہ : اور جائز ہے اس لکن کے ساتھ واؤ جیسے قام زید ...... الخ اور کبھی کبھی مخفف بھی ہوتا ہے پس اس وقت ملغی عن العمل ہو جاتا ہے جیسے مشی ...... الخ ۔

تشریح : لکن حرف مشبہ بالفعل کے ساتھ واؤ کو ذکر کرنا بھی جائز ہے خواہ یہ لکن مشدد ہو یا مخفف ہو جیسے قام زید و لکن عمروا قاعد ۔

فائدہ : لکن سے پہلے جو واؤ آتی ہے اسمیں نحاۃ کا اختلاف ہے بعض نحوی اس کو واؤ عاطفہ قرار دیتے ہیں کہ اس کے ذریعے جملے کا جملے پر عطف ہوتا ہے اور بعض نحویوں کے نزدیک یہ واؤ اعتراضیہ ہے اور شیخ رضی نے بھی اسی کو اظہر قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ واؤ عاطفہ جو جمع کے لئے آئی ہے حالانکہ مقصود یہاں پر جمع نہیں کہ زید کا آنا اور عمر کا نہ آنا یہ دونوں حکم مختلفہ ایک ہی امر میں متحقق ہوں بلکہ یہ تو پہلی کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے اسی لئے یہ واؤ اعتراضیہ ہی ہے۔

و قد تخفف فتلغی نحو مشی زید لکنّ بکر عندنا لکن۔ میں بھی تخفیف کر لی جاتی ہے لیکن یہ لکن تخفیف کے بعد ملغی عن العمل ہو جاتا ہے عمل نہیں کرتا اس لئے کہ عمل تھا فعل کی مشابہت کی وجہ سے اور فعل کی مشابہت ختم ہوگئی اب اس کی مشابہت لکن عاطفہ کے ساتھ ہو چکی ہے لفظاً بھی اور معناً بھی اور جس طرح لکن عاطفہ عامل نہیں اسی طرح یہ بھی عامل نہیں۔

قولہ : ولیت للتمنی نحو لیتَ ھِندًا عندنا واجاز الفراءُ لیتَ زیدًا قائمًا بمعنی اتمنّٰی

ترجمہ : اور لیت ثابت ہے واسطے تمنی کے جیسے لیت ھندًا عندنا اور جائز رکھا ہے امام فراء نے لیت ...... الخ

تشریح : یہ حروف مشبہ بالفعل میں سے لیت ہے اور یہ لیت انشاء تمنی کے لئے آتا ہے یعنی کسی چیز کا بطور محبت طلب کرنا جیسے لیت ھندا عندنا کاش ھندہ ہمارے پاس ہوتی۔ امام فراء کے نزدیک لیت بمعنی فعل اتمنی کے ہے اور اس کے بعد دونوں جزؤوں کو مفعول ہونے کی بنا پر منصوب پڑھنا جائز ہے جیسے لیت زیدا قائما بمعنی اتمنی زیدا قائمًا کہ میں زید کے قیام کی

تمنا کرتا ہوں۔

قولہ: ولعل للترجّیْ کقول الشاعر شعر

اُحِبُّ الصَّالِحِینَ وَلَسْتُ مِنھُم لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

ترجمہ: اور لعل ثابت ہے واسطے ترجی کے جیسے قول شاعر کا......الخ

تشریح: حروف مشبہ بالفعل میں سے لعل انشاء ترجی کے لئے آتا ہے جیسے کہ شاعر کہتا ہے کہ میں نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہوں اور میں ان میں سے نہیں شاید کہ اللہ تعالی مجھے صلاحیت عطا فرمادے۔ (لیت اور لعل کا فرق تنویر میں دیکھئے)

قولہ: وشذُّ لجرِّبھا لعَلَّ زیدٍ قائمٌ وفی لعلَّ لغاتٌ عَلَّ وَعَنَّ واَنَّ ولَاَنَّ ولَعَنَّ وعند المبرد اصلُہٗ عَلَّ زِیدَ فیہ اللامُ والبواقی فُروعٌ

ترجمہ: اور لعل کے ذریعے جر پڑھنا شاذ ہے جیسے لعل زیدٍ قائم اور لعل میں کئی لغتیں ہیں......اور مبرد کے ہاں ان میں سے اصل عل ہے اس میں لام زیادہ کیا گیا ہے باقی سب فروعات ہیں۔

تشریح: لعل کو حروف جارہ سے شمار کرنا اور اسی طرح اس کے ساتھ مابعد کو جر دینا یہ شاذ ہے اور خلاف قیاس ہے۔

و فی لعلَّ لغات۔ لعل کے اندر دس لغتیں ہیں مصنفؒ نے چھ کو ذکر کیا ہے دس لغات کی تفصیل یہ ہے

① لام کو حذف کردیا جائے اور عل باقی رکھا جائے۔

② عن پڑھا جائے جس میں لام اول کو حذف کردیا گیا ہو اور لام ثانی کو نون سے بدل دیا۔

③ ان یعنی جسمیں لام اول کو حذف کردیا گیا ہے اور عین کلمہ کو ہمزہ سے تبدیل کردیا گیا ہے اور لام ثانی کو نون سے تبدیل کردیا گیا

④ لان عین کو ہمزہ سے تبدیل کیا اور لام ثانی کو نون سے تبدیل کیا۔

⑤ لعن دوسرے لام کو نون مشدد سے تبدیل کیا

⑥ لعلَّ یہ اپنی اصل پر باقی ہے۔

عند المبرد اصلہ عل مبرد کے نزدیک لعلَّ کی اصل عل ہے پھر عل کے شروع میں لام زائدہ لایا گیا تو لعل ہوگیا اور باقی لغتیں اس کی طرح ہیں لیکن یادرکھیں جمہور نحویوں کے نزدیک لعلَّ افصح ہے اور مشہور ہے۔

بحث حروف عطف

فصل : حروفُ العطفِ عشرة الواو والفاءُ وثمّ وحتّٰی واَوْ اِمّاوامْ ولا وبَلْ ولٰکِنْ فالاربعةُ الاُوَلُ للجمعِ فالواوُ للجمع مُطلقًا نحو جاءَنِی زیدٌ وعمرٌو سواء کانَ زیدٌ مقدّمًا فی المجیٔ اوعمرٌو والفاء للترتیب بلا مهلَةٍ نحو قامَ زیدٌ فعمرٌو اذا کان زیدٌ متقدّمًا وعمرٌو متأخّرا بلا مهلَةٍ وثمّ للترتیب بمهلةٍ نحو دَخَل زیدٌ ثم عمرٌو اذا کانَ زیدٌ متقدمًا وبینهما مُهْلَةٌ

ترجمہ : حروف عطف دس ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں واواورثم......الخ پس چار پہلے جمع کے لئے ہیں پس واو مطلق جمع کے لئے ہے جیسے جاء نی زید وعمرٌو برابر ہے ہوزید پہلے آنے میں یا عمرواور فاء واسطے ترتیب کے بغیر مہلت کے جیسے قام زید فعمرٌو جب زید پہلے آیا ہواور عمرواس کے فورا بعد بغیر مہلت کے آیا ہواور ثم واسطے ترتیب کے ہے ساتھ مہلت کے جیسے دخل زید ثم عمرو جب زید پہلے داخل ہوااور عمرو بعد میں اوران کے درمیان مہلت بھی ہو۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں حروف عاطفہ کی بحث ذکر کررہے ہیں حروف عطف دس ہیں ① واو ② فاء ③ ثم ④ حتی ⑤ او ⑥ اما ⑦ ام ⑧ لا ⑨ بل ⑩ لکن۔

وجہ تسمیہ : سوال : ان حروف کوحروف عطف کیوں کہتے ہیں؟

جواب : عطف کالغوی معنی ہے مائل کرنا اور یہ حروف بھی چونکہ معطوف کوحرکات اوراعراب کے اندر معطوف علیہ کی طرف مائل کرتے ہیں اس لئے ان کوحروف عاطفہ کہا جاتا ہے۔

فالاربعه الاول للجمع مصنفؒ چند حروف عاطفہ کی تفصیل بیان کررہے ہیں کہ پہلے چارحروف عاطفہ یعنی واو، فاء ثم، حتی، یہ جمع کے لئے آتے ہیں یعنی معطوف اور معطوف علیہ کوایک حکم میں جمع کرنے کے لئے آتے ہیں یہ ان کے ما بہ الاشتراك ہے

فالواو للجمع مطلقًا مصنفؒ یہاں پر چارحروف عاطفہ کے درمیان فرق بتارہے ہیں کہ واؤ مطلق جمع کے لئے آتی ہے جس میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کسی قسم کی تفریق اسی طرح معیت کا تقدیم وتاخیر کا کوئی اعتبار ولحاظ نہیں ہوتا جیسے جاء نی زید وعمرو واؤ نے صرف اتنا فائدہ دیا کہ زید اور عمرودونوں آئے ہیں لیکن اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ زید پہلے آیا ہواور عمرو کچھ دیر بعد آیا ہواوراسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں اکٹھے آئے ہوں لیکن مہلت ہواسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ زید اور عمرو دونوں ایک ہی وقت میں آئے ہوں۔

سوال : حروف عطف میں سے واؤ کو کیوں مقدم کیا گیا؟

جواب : باب عطف میں اصل یہی واؤ ہے اس لئے اس کو مقدم کیا گیا۔

و الفاء للترتيب بلا مهلةٍ حروف عطف میں سے فاء ترتیب کے لئے آتی ہے بغیر مہلت کے یعنی یہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان ترتیب بتاتی ہے لیکن دونوں میں مہلت نہیں ہوتی جیسے قام زيد فعمرو فاء نے بتایا کہ زید معطوف علیہ پہلے آیا یعنی پہلے کھڑا ہوا اور عمرو بعد میں کھڑا ہوا جن میں مہلت نہیں تھی جونہی زید کھڑا ہوا فوری طور پر عمرو بھی کھڑا ہو گیا۔

و ثم للترتيب بمهلةٍ ۔ ثم ترتیب مع مہلت کے لئے آتا ہے یعنی یہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان تاخیر اور مہلت بتاتا ہے جیسے دخل زيد ثم عمرو ، ثم نے بتایا کہ زید پہلے داخل ہوا اور کچھ دیر بعد عمرو داخل ہوا۔

قوله : وحتّٰی كثُمَّ فی الترتیب والمهلةِ الا ان مُهلَتَها اقَلُّ من مهلةِ ثم و يشترط ان يكونَ معطوفُها داخِلًا فی المعطوفِ علیه وهی تُفیدُ قوّةً فی المعطوفِ نحو مات الناسُ حتّٰی الْاَنْبِیاءُ وضعفًا نحو قدم الحاجُّ حتی المشاةُ

ترجمہ : اور حتی مثل ثم کے ہے ترتیب اور مہلت میں مگر مہلت حتی کی کم ہے مہلت ثم سے اور شرط کیا گیا حتی میں کہ اس کا معطوف، معطوف علیہ میں داخل ہو اور یہ فائدہ دیتا ہے قوت کا معطوف میں جیسے مات ......الخ یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے جیسے قدم الحاج ......الخ ۔

تشریح : اور حتی ترتیب اور مہلت کے لئے آتا ہے جس طرح کہ ثم آتا ہے البتہ تھوڑا سا ان میں فرق ہے حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں کچھ زیادہ ہوتی ہے۔

و يشترط ان يكون معطوفها ...... مصنفؒ حتی کے عطف کے لئے شرط بیان کر رہے ہیں اصل یہ ہے کہ حتی کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو یعنی معطوف اپنے متبوع کا جزء ہو اور اسی طرح کہ حتی معطوف میں یا تو قوت کا فائدہ دیتا ہے یا ضعف کا یعنی اگر جزء قوی ہے تو قوت کا فائدہ دے گا جیسے مات الناس حتی الانبیاء کہ لوگ مر گئے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی وفات پا گئے اور اگر معطوف معطوف علیہ کا جزء ضعیف ہو تو ضعف کا فائدہ دے گا جیسے قدم الحاج حتّی المشاة کہ سوار حاجی بھی آ گئے یہاں تک کہ پیادہ حاجی بھی۔

حتـــی کے لئے کل چار شرطیں ہیں ① اسم ہو ② اسم ظاہر ہو ③ معطوف معطوف علیہ کا بعض ہو ④ ماقبل سے زیادتی ہو جیسے مات الناس حتی الانبیاء یا ماقبل سے نقص ہو جیسے المؤمن يجزى با الحسنات حتى مثقال ذرة ۔

فائدہ : ثم اور حتی میں تین فرق ہو گئے۔

پہلا فرق : حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں زیادہ۔

دوسرا فرق : حتی کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہوتا ہے۔

تیسرا فرق : حتی میں مہلت ذہنی ہوتی ہے اور ثم میں مہلت خارجی ہوتی ہے جیسا کہ گذشتہ مثال سے واضح ہے مات الناس حتی الانبیاء میں یہ تمام آدمیوں کی وفات کے بعد انبیاء کی وفات ایک ذہنی چیز ہے خارج میں یہ ترتیب نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات انسانوں کی موت کے درمیان میں ہے۔

قوله : **وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ ثلٰثتُهَا لثبوتِ الحكم لاحد الامرين مبهمًا لابعينهٖ نحو مررتُ برجلٍ اوامرأةٍ واِمَّا انما تكون حرف العطف اذا تقدَّمَتهَا اِما اُخرىٰ نحو العددُ اِمَّازوجٌ واِمّافردٌ ويجوزُان يتقدم اِمّا علىٰ اوْ نحوزيدٌ اِمّاكاتبٌ او اُمِيٌّ**

ترجمہ : اور اما اور ام یہ تینوں حروف دو چیزوں میں سے کسی ایک مبہم غیر معین چیز کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے مررت برجل او امرأة اور اما سوا اس کے نہیں کہ وہ ہوتا ہے حرف عطف جب اس سے پہلے ایک اور اما ہو جیسے العدد اما زوج و اما فرد اور جائز ہے تقدیم اما کی او پر جیسے زید اما کاتب او اُمی۔

تشریح : حروف عاطفہ میں سے او اور اما اور ام یہ تینوں حروف دو امر میں سے کسی ایک امر مبہم کے لئے حکم ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں جو امر متکلم کے ہاں معین نہیں ہے۔ یاد رکھیں اس وقت دونوں امروں کو مراد بھی نہیں لیا جا سکتا اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں امر میں سے کوئی ایک بھی مراد نہ ہو کسی ایک کے لئے بھی حکم ثابت نہ ہو۔

اما کے عاطفہ ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے دوسرا اما ہو تا کہ ابتداء ہی سے مخاطب کو یہ معلوم ہو جائے کہ حکم دو امروں میں سے کسی ایک کے لئے ہے نہ کہ دونوں کے لئے لیکن یاد رکھیں او حرف عاطفہ سے پہلے اما کا لانا واجب نہیں جائز ہے جیسے زید اما کاتب او امی یا زید کاتب او امی دونوں طرح جائز ہے۔

فائدہ : اما کے بارے میں نحویوں کا اختلاف ہے۔

پہلا اختلاف : کہ کتب کے نزدیک اما کو بفتح ہمزہ اما پڑھنا بھی جائز ہے جبکہ باقی اور نحاۃ کے نزدیک اما بکسر ہمزہ ہی پڑھا جائے گا بفتح ہمزہ پڑھنا جائز نہیں۔

دوسرا اختلاف : یہ کلمہ مفرد مستقل ہے یا مرکب ہے۔ امام سیبویہ کے نزدیک یہ مرکب ہے ان اور ما سے اور جمہور کے نزدیک یہ مفرد مستقل کلمہ ہے جس طرح کہ حروف میں اصل مفرد ہونا ہے مرکب ہونا نہیں۔

تیسرا اختلاف : عبد القاہر اور ابو علی کے نزدیک یہ حرف عاطفہ نہیں اس پر وہ دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل : یہ معطوف علیہ کے اول میں آتا ہے حالانکہ حرف عطف معطوف سے پہلے نہیں آیا کرتے درمیان میں آتے ہیں۔
دوسری دلیل : اما سے پہلے واو عاطفہ موجود ہوتی ہے جو کہ حروف عاطفہ میں سے اصل ہے لہٰذا وہی واو عاطفہ ہوگی اما نہیں ہوگا تو یہ دونوں اما عطف کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

قولــه : وَاَمْ علٰی قسمَیْنِ متّصلَۃٌ وھی مایُسالُ بھا عَنْ تَعْیِیْنِ احد الامرینِ والسائِلُ بھا یعلم ثبوت احدِ ھما مُبھمًا بخلافِ اَوْ اِمَّا فانّ السَّائِلَ بھما لایعلَم ثبوت احدِھما اَصْلًا

ترجمہ : اورام دو قسم پر ہے ایک متصلہ اور وہ وہ ہے کہ سوال کیا جائے ساتھ اس کے دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین کا اور سوال کرنے والا ساتھ اس کے جانتا ہے ثابت ہونا ایک چیز کا ان دو میں سے بخلاف او اور اما کے پس تحقیق سوال کرنے والا ساتھ ان دونوں کے نہیں جانتا ثابت ہونا کسی ایک چیز کا بالکل۔

تشریح : مصنفؒ حروف عطف میں سے ام کی تحقیق بیان فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ان تینوں حروف عاطفہ ام اور امـا اور او کے درمیان فرق بھی بتا رہے ہیں اس لئے کہ ام کی دو قسمیں ہیں ① متصلہ ② منقطعہ۔

ام متصلہ کی تعریف : ام متصلہ وہ ہے جس کے ذریعے دو امروں میں سے کسی ایک کی تعیین کے بارے سوال کیا جاتا ہے اور متکلم اور سائل اس بات کو جانتا ہے کہ ان دونوں امروں میں سے کوئی ایک لاعلی التعیین ضرور ثابت ہے لیکن یاد رکھیں او اور اما کے ذریعے سوال کرنے والا قطعاً نہیں جانتا کہ ان امروں میں سے کوئی ایک ثابت ہے نہ تو علی التعیین جانتا ہے اور نہ بطریق ابہام جانتا ہے۔
ام اور امـا اور او کے درمیان فرق کا خلاصہ یہ ہوا کہ ام کے ذریعے تعیین کا سوال ہوتا ہے ثبوت کا علم پہلے سے ہوتا ہے جبکہ او اور اما کے ذریعے ثبوت کا سوال ہوتا ہے جیسے ازید عندك عمرو ، ام متکلم سے مقصود یہ ہے کہ زید اور عمرو میں سے کوئی ایک مخاطب کے پاس موجود ہے تعیین کا علم نہیں مخاطب سے تعیین کرانا چاہتا ہے لیکن جب یہ کہا جائے گا کہ ازیـد عـنـدك او عمرو یا اما لایا جائے او امـا زیـد عندك و اما عمرو اس میں متکلم یہ نہیں جانتا کہ زید اور عمرو میں سے کوئی ایک موجود ہے یا نہیں، بلکہ اسی کے بارے میں سوال کر رہا ہے مخاطب سے کہ آپ بتایئے ان میں سے کوئی ایک موجود ہے یا نہیں تو ان کے ذریعے ثبوت اور وجود کا سوال کیا جاتا ہے نہ کہ تعیین کا۔

قولـه : وتُسْتَعملُ بثلٰثۃِ شَرائِطَ الاولُ اَنْ یقعَ قبلَھا ھمزۃٌ نحو ازیدٌ عِنْدَکَ ام عَمرٌو والثانی اَنْ یَلیَھا لفظٌ مثلُ مـایَلی الھمزۃَ اعنِی اِنْ کانَ بعدَ الھمزۃ اسمٌ فکذٰلك بعد اَمْ کمامرّ وان کانَ بعد الھمزۃِ فِعْلٌ فکذٰلِکَ بعدَھَا نحو اقام زیدٌ ام قَعَدَ فلایُقالُ ارأیتَ زیدًا ام عَمرًا

ترجمہ : اور استعمال کیا جاتا ہے ام تین شرائط کے ساتھ اول یہ کہ واقع ہو اس سے پہلے ہمزہ جیسے أزیـد عـنـدك ام عمرو دوسری

شرط: کہ ام متصلہ کے بعد وہ لفظ واقع ہو جو اس لفظ کی مثل ہو جو ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہوا ہے یعنی اگر ہو بعد ہمزہ کے اسم پس اسی طرح ام کے بعد بھی اسم ہو جیسا کہ گذر چکا ہے اور اگر ہو بعد ہمزہ کے فعل اسی طرح ام کے بعد بھی فعل ہو جیسے اقام زید ام قعد پس نہیں کہا ارأیت زیدًا ام عمرًوا۔

تشریح : مصنفؒ ام متصلہ کے استعمال کے لئے تین شرطیں ذکر کر رہے ہیں۔

پہلی شرط : کہ ام متصلہ سے پہلے ہمزہ استفہام ہو اور ہمزہ استفہام میں تعمیم ہے خواہ وہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو۔

دوسری شرط : ام متصلہ کے بعد اس طرح کا لفظ ہمزہ استفہام کے بعد ہو یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہو تو ام کے بعد بھی اسم ہو جیسا کہ گذشتہ مثال میں اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہے تو ام کے بعد بھی فعل ہو جیسے قامَ زید ام قعد لہٰذا اریت زیداً ام عمرو یہ کہنا غلط ہوگا کیونکہ ہمزہ استفہام کے بعد فعل ہے اور ام کے بعد اسم۔

قولہ : والثالثُ اَن یکونُ احَدُ الامرین المستویین محققًا وانما یکونُ الاستفهام عن التعیین فلِذٰلکَ یجبُ اَنْ یّکونَ جوابُ اَمْ بالتعیین دُوْنَ نعَم اولا فاذا قیلَ ازیدٌ عِنْدَکَ ام عمرٌو فجوابه بتعیین احدهما اما اذا سُئِلَ باَوْ وامَّا فجوابه نعَم اولا۔

ترجمہ : اور تیسری شرط یہ ہے کہ امرین متساوبین میں سے کوئی ایک محقق وثابت ہو اور سوا اس کے ہو استفہام تعیین کے لئے پس اس لئے واجب ہے کہ ام کا جواب تعیین کے ساتھ ہو نہ کہ نعم یالا کے ساتھ پس جب کہا جائے ازید عندك ام عمرو پس اس کا جواب ان دونوں میں سے ایک کی تعیین ہے اور جب سوال کیا جانے گا ساتھ او اور اما کے پس اس کا جواب نعم یالا ہوگا۔

تشریح : **تیسری شرط**: کہ متکلم کے نزدیک دونوں امروں میں سے کوئی ایک یقینی طور پر ثابت ہو اور سوال فقط تعیین کا ہو نہ کہ ثبوت کا جیسا کہ گذشتہ مثال میں۔

فائدہ : چونکہ ام کے ذریعے تعیین کا سوال ہوتا ہے ثبوت کا سوال نہیں ہوتا اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ام کا جواب نعم کے ساتھ دینا غلط ہوگا لہٰذا ازید ام عندك عمرو کا جواب زید عندنا یا عمرو عندنا ہوگا لیکن او اور امّا کے ذریعے چونکہ سوال کا ثبوت ہوتا ہے اس لئے ان کے جواب میں ام اور لا کہا جا سکتا ہے جیسے کوئی کہے اجاء زید او عمرو یا اجاء زید اما عمرو جواب میں کہا جائے لا یا کہا جائے گا نعم تو درست ہوگا۔

قولــه : ومنقطعةٌ وهیَ ما تکونُ بمعنیٰ بل مع الهمزةِ کمارأیت شبحًا مِنْ بعید قلتَ اِنَّها لَاِبلٌ علیٰ سَبِیْلِ القَطْعِ ثم حَصَل لکَ شكٌّ انها شاةٌ فقُلتَ ام هی شاةٌ تقصُد الاعراضَ عَنِ الاخبار الاول والاستیناف بسُؤَالٍ اٰخرَ معناه بل هی شاةٌ

ترجمہ : دوسری قسم ام منقطعہ ہے اور وہ وہ ہے کہ ہو ام بمعنی بل سمیت ہمزہ کے جیسا کہ تو نے دیکھا شبح صورت کو دور سے تو یقین کر کے کہا" انھا لابل پھر آپ کو شک ہوا کہ بکری ہے پس کہا تو نے ام ھی شاۃ تو آپ نے ارادہ کیا پہلی خبر سے اعراض کا اور دوسرے سوال کی ابتداء کا اس کا معنی ہے بل ھی شاۃ ۔

تشریح : ام کی دوسری قسم ام منقطعہ ہے۔

ام منقطعہ کی تعریف : ام منقطعہ وہ ہے جو بمعنی بل اور ہمزہ کے ہو اور یہ ام منقطعہ جہاں ہوگا وہاں پر پہلی کلام سے اعراض ہوگا اور دوسری کلام میں ام کے بعد ہوگا جیسے انھا لا بل ام ھی شاۃ جب دور سے کوئی صورت دیکھی تو یقین کرلیا کہ متکلم نے کہا انھا لا بل تحقیق پکی بات ہے کہ وہ اونٹ ہے۔ پھر جس وقت وہ صورت قریب ہوئی تم نے پھر دیکھا تو کہا ام ھی شاۃ کہ شک ہوا وہ اونٹ نہیں ہے بلکہ وہ بکری ہے تو پہلی کلام سے اعراض اور دوسری کلام میں سوال اور شرط ہے تو ام ھی شاۃ کا معنی ہوگا بل ھی شاۃ بلکہ وہ بکری ہے۔

سوال : اس کلام میں عطف اور انشاء کا اخبار پر لازم آتا ہے جو بالاتفاق ناجائز ہے؟

جواب : انشاء کا اخبار پر عطف کا ناجائز ہونا مطلقاً نہیں بلکہ اگر دونوں قصہ کی تاویل میں ہوں تو عطف جائز ہوتا ہے اور یاد رکھیں مقام اضراب میں اکثر ایسے ہی ہوتا ہے۔

فائدہ : ام منقطعہ اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ پہلی کلام سے اعراض ہوتا ہے اور دوسری کلام میں شک ہوتا ہے اور سوال ہوتا ہے لیکن کبھی ام صرف اضراب کے لئے آتا ہے جسوقت ام کا مابعد امر یقینی ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے **أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ** اور اسی طرح جب ام کا مابعد استفہام پر مشتمل ہو جیسے **أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ** یہاں دونوں مقام پر ام اضراب کے لئے ہے استفہام کا کچھ معنی نہیں۔

قولہ : واعلم اَنَّ اَمِ المنقطعة لاتُستَعْملُ اِلَّا في الخبر كما مَرَّ وفى الاستفهامِ نحواعندك زيدٌ ام عمرٌو سالتَ اولاًعَنْ حُصُوْلِ زيد ثم اَضربتَ عن السُّؤَالِ الاولِ واخذتَ فى السؤالِ عن حُصُول عمرٍو

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق ام منقطعہ نہیں استعمال کیا جاتا مگر خبر میں جیسا کہ گزر چکا ہے اور استفہام میں جیسے اعندك زيد ام عمرو اور سوال کیا تو نے پہلے زید کے متعلق پھر اعراض کیا پہلے سوال سے اور سوال کیا عمرو کے متعلق۔

تشریح : مصنفؒ فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ ام منقطعہ کے استعمال کی صرف دو صورتیں ہیں

① یہ خبر کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے گذشتہ مثال میں۔

② یہ استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے ازید عندك ام عمرو اس میں اولاً ذات زید کے بارے میں سوال کیا گیا ہے پھر پہلے

سوال سے اعراض کر کے عمرو کے موجود ہونے کے بارے میں سوال شروع کر دیا گیا ہے۔

قولہ : ولا وبل ولٰکن جمیعُھا لثُبُوتِ الحُکمِ لاَحَدالاَمرین مُعیناً امّا لا فللنفی ماوَجَبَ لِلاَولِ عَنِ الثانی نحو جاء نی زید لاعَمرٌو

ترجمہ : اور لااور بل اور لٰکن یہ تمام حروف دو چیزوں میں سے کسی ایک معین چیز کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں لیکن حرف لا پس واسطے نفی اس چیز کے لئے ہے جو اول کے لئے ثابت ہے جیسے جاء نی زید لاعمرو۔

تشریح : حروف عطف میں سے لا اور بل اور لٰکن ان تینوں حروف کی تفصیل بتائی جارہی ہے جس کے ذریعے فرق بھی ہو جائے گا ان تینوں میں سے ایک حرف عطف لا ہے اور یہ لا عاطفہ ثانی سے نفی کے لئے آتا ہے جو اول کے لئے ثابت ہے یعنی معطوف سے اس حکم کی نفی کرتا ہے جو معطوف علیہ کے لئے جاری کر چکا ہے یعنی میرے پاس زید آیا نہ عمرو اس میں مجیئت والا حکم معین طور پر صرف معطوف کے لئے ثابت ہے نہ کہ عمرو کے لئے۔

فائدہ : لا حرف عطف صرف کلام موجب میں آتا ہے لہٰذا ما جاء نی زید ولا عمرو کہنا ناجائز ہے۔

فائدہ : حرف لا کے ساتھ عامل کا ظاہر کرنا بہتر اور مستحسن نہیں ہے لہٰذا جاء زید ولا جاء عمرو کہنا درست نہ ہوگا۔

فائدہ : لا کے ذریعے اسم پر تو عطف ہو سکتا ہے لیکن فعل مضارع پر عطف ہونا نادر ہے۔

فائدہ : اگر لا کلمہ غیر کے بعد آجائے تو تاکید نفی کے لئے ہوتا ہے نہ کہ عطف کے لئے جیسے کہ باری تعالی کا فرمان ہے غَیرِ الْمَغضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

قولہ : وبَلْ للاضراب عن الاول والاثباتِ للثانی نحو جاءَنِی زیدٌ بَل عمرٌو مَعْنَاہُ بل جاءَنِی عمرٌو ومَا جَاءَ بکرٌ بل خالدٌ معناہ بَلْ ما جَاءَ خالد

ترجمہ : اور حرف بل اول سے اعراض اور ثانی کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے جاء نی زید بل عمرو اور معنی اس کا یہ ہے بل جاء نی عمرو منفی کی مثال: ماجاء بکر بل خالد اس کا معنی ہے بل جاء خالد۔

تشریح : ان حروف عاطفہ میں سے بل پہلے سے اعراض کر کے دوسرے کے لئے ثابت کرنے کے لئے آتا ہے یعنی معطوف علیہ سے حکم کو پھیر کر معطوف کے لئے حکم کو ثابت کرتا ہے خواہ کلام مثبت ہو یا کلام منفی ہو اور معطوف علیہ مسکوط عنہ کے حکم میں ہے یعنی اس کے لئے نہ تو حکم کا ثبوت ہوتا ہے نہ حکم کی نفی جیسے جاء نی زید بل عمرو میرے پاس زید آیا اس سے اعراض کر کے کہا نہیں بلکہ عمرو آیا ہے اور کلام منفی کی مثال ما جاء بکر بل خالد بکر نہیں آیا بلکہ خالد نہیں آیا۔

قولہ : ولٰکن لِلاستدراکِ ویلزمُھا النفی قبلھا نحو ماجآء نی زیدٌ لٰکِن عمرٌو جاء او بعدھا نحو قامَ بکرٌ

لٰکن خالدٌ لم یقُمْ

ترجمہ : اورلکن استدراک کے لئے آتا ہےاور لازم ہےاس کونفی اس سے پہلے جیسے ماجاء نی زید لکن عمرو جاء یااس کے بعد جیسے قام بکر لکن خالد لم یقم ۔

تشریح : ان تین حروف عاطفہ میں سے ایک حرف عاطفہ لکن ہے یہ استدراک کے لئے آتا ہے استدراک کا معنی کہ وہم سابق کو دفع کرنا جیسے ما قام زید لکن عمرو جاء اور لکن کونفی لازم ہےاور یہ لکن بغیرنفی کے مستعمل نہیں ہوتا کیونکہ یہ لکن معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان معناً مغایرت کے لئے آتا ہے لہٰذا اگر لکن کے ذریعے مفرد پر عطف کرنا ہوتو نفی کو پہلے لانا ضروری ہےاور معطوف کے لئے اس حکم کوثابت کرنے کے لئے لکن لایا جاتا ہےاور وہ حکم معطوف سے ہوگا جیسے ما قام زید لکن عمرو یعنی لکن عمرو قام زید نہیں کھڑا ہوا لیکن زید کھڑا ہوا ہےاور اگر جملے کا جملے پر عطف کرنا ہےتو اسوقت اس سے قبل یااس کے بعد نفی کا ہونا ضروری ہےاور یہ نفی کے بعد اپنے مابعد کے اثبات کے لئے جیسے ما جاء نی زید لکن عمرو جاء زید میرے پاس نہیں آیا لیکن عمرو میرے پاس آیا ہےاور اثبات کے بعد اپنے مابعد کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے قام بکر لکن حائضا لکم ۔

بحث حروف تنبیہ

فصل : حروف التنبیہ ثلٰثۃٌ اَلَا واَمَا وھَا وُضِعَتْ لتَنبیہِ المخاطبِ لِئَلَّا یفوتَہٗ شیءٌ من الکلام فالَا واَمَا لایَدخُلَانِ الاعلَی الجملۃِ اسمیۃً کانَتْ نحو قولِہٖ تعالیٰ اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وقولِ الشاعر شعر ۔

اَمَا والذی اَبْکیٰ واضحکَ والذِیْ اَمَات واَحْییٰ والذی امرُہٗ الامرُ ۔

اوفعلیۃً نحو اما لاتفعل واَلَا لَا تضربُ

ترجمہ : حروف تنبیہ تین ہیں الا اور اما اور ھا وضع کیے گئے ہیں واسطے تنبیہ مخاطب کے تاکہ نہ فوت ہوکلام کا کوئی حصہ۔ پس الا اور اما نہیں داخل ہوتے مگر جملہ پر اسمیہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان الا......الخ اور شاعر کا قول:اما والذی ......الخ یافعلیہ جیسے اما لا تفعل واَلاتضرب ۔

تشریح : حروف تنبیہ تین ہیں متنبہ کا معنی ہوتا ہے تنبیہ کرنا آگاہ کرنا اور خبردار کرنا تاکہ کلام کا کچھ حصہ بھی اس مخاطب سے فوت نہ ہوجائے۔

ان حروف تنبیہ میں سے الا اور اما یہ دونوں فقط جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ، جملہ اسمیہ جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ اور جملہ فعلیہ جیسے اما لا تفعل الا ترجعون ۔

سوال : یہ دو حرف تنبیہ الا اور اما جملے پر داخل ہوتے ہیں مفرد پر کیوں نہیں داخل ہوتے ؟

جواب : یہ دو حروف وضع کئے گئے ہیں مضمون جملہ کی تاکید کے لئے اسی لئے یہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں مفرد پر داخل نہیں ہوتے ۔

فائدہ : اما میں چند لغتیں ہیں ① ہمزہ کو ہا سے بدل کر ھما پڑھنا ② ہمزہ کو عین سے بدل کو عما پڑھنا ③ ھما کے الف کو گرا کر ھم پڑھنا ④ عما کے الف کو گرا کر عم پڑھنا ⑤ اما کے الف کو گرا کر ام پڑھنا۔

قولہ : والثالثُ هَا تدخُلُ علَى الجملة الاسمية نحو هَا زيدٌ قائمٌ والمفردِ نحو هٰذا وهٰؤلاءِ

ترجمہ : اور تیسرا حرف تنبیہ کلمہ ھا ہے اور وہ داخل ہوتا ہے جملہ اسمیہ مثل ھا زید قائم اور مفرد پر جیسے ھذا وھؤلاء ۔

تشریح : تیسرا حرف حروف عطف تنبیہ میں سے ھا ہے یہ جملہ پر داخل ہوتا ہے خواہ اسمیہ ہو جیسے ھا زید قائم یا جملہ فعلیہ جیسے ھا افعل اور مفرد پر داخل ہوتا ہے جیسے ھذا ھولاء ۔

فائدہ : مصنفؒ کی عبارت یہ بتاتی ہے کہ یہ ھا مفردات پر داخل ہوتا ہے حالانکہ یہ ھا تمام مفردات میں سے صرف اسم اشارہ پر ہی داخل ہوتا ہے۔

سوال : ھا تنبیہ اسم اشارہ داخل کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب : تا کہ مخاطب اشارہ سے غافل نہ ہو جائے کیونکہ اسم اشارہ کے معانی اشارہ ہی کے ساتھ متعین ہوتے ہیں اسی وجہ سے اسم اشارہ پر بھی تنبیہ کی ضرورت تھی اس لئے ھا تنبیہ کو داخل کیا گیا ہے۔

فائدہ : کبھی ھا تنبیہ اور اسم اشارہ کے درمیان فاصلہ لایا جاتا ہے یہ فاصلہ قسم کا ہوتا ہے جیسے ھا اللّٰہ اور حرف قسم محذوف ہوتا ہے یا ضمیر مرفوع متصل کا فاصلہ ہوتا ہے جیسے ھا انتم اولاء ۔

بحث حروف نداء

فصل : حُروفُ النِداءِ خمسةٌ يا وايا وهيا واَىْ والهمزةُ المفتوحةُ فاى والهمزة للقريب وايا وهَيَا للبَعِيْدِ ويَا لهُمَا وللمتوسِّطِ وقد مرّ احكام المنادىٰ

ترجمہ : حروف نداء پانچ ہیں یا اور ایا اور ھیا اور ای اور ہمزہ مفتوحہ پس ای اور ہمزہ مفتوحہ نداء قریب کے لئے اور ھیا نداء بعید کے لئے اور یا نداء قریب و بعید اور متوسط کے لئے اور منادی کے احکام گذرے چکے ہیں۔

تشریح : اس فصل میں مصنفؒ حروف نداء کی بحث ذکر کر رہے ہیں

نـداء کا معنی ہے آواز دینا یہ مصدر ہے باب مفاعلہ کا اور اس کی تعریف ماقبل میں گذر چکی ہے مفعول بہ کی بحث میں، حروف نداء پانچ ہیں ① یا ② ایا ③ هیا ④ ای ⑤ همزه مفتوحه ۔ ان پانچ میں سے ایا اور هیا ندائے بعید کے لئے اور ای اور ہمزہ مفتوحہ ندائے قریب کے لئے ہیں اور یا عام ہے ندائے قریب ندائے بعید اور ندائے متوسط سب کے لئے۔

سوال : اس کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : بعید کو آواز دینے کے لئے آواز کو لمبا کرنے کی ضرورت تھی اور ان حروف نداء میں سے ایـا اور هیـا کے اندر حروف کی زیادتی موجود تھی اور مد بھی تھی اس لئے ایا اور هیا کو ندائے بعید کے ساتھ خاص کر دیا اور ای اور همـزه مفتوحه میں حروف کی زیادتی نہیں تھی اور مد بھی نہیں تھی اسی وجہ سے ان دونوں کو ندائے قریب کے لئے خاص کر دیا البتہ ہمزہ اقرب کے لئے اور ای قریب کے لئے ہے اور باقی رہ گیا یـا اسمیں اگر چہ حرف کی زیادتی نہیں ہے لیکن مد ہے اسی وجہ سے یہ عام ہے ندائے قریب، بعید، متوسط سب کیلئے۔

فائدہ : جس طرح یـا حرف نداء معنی کے اعتبار سے عام ہے اسی طرح استعمال کے اعتبار سے بھی عام ہے یعنی حروف نداء میں سے یا کے لئے چند خصوصیات ہیں۔

پہلی خصوصیت : کہ حروف نداء میں سے فقط یا ہی حذف ہو سکتی ہے اور کوئی حرف نداء محذوف نہیں ہو سکتا۔

دوسری خصوصیت : کہ یا نداء میں بھی آتی ہے اور ندبہ مندوب میں بھی آتی ہے اور اس طرح استغاثہ میں بھی یہی یا آتی ہے اور حرف نداء کا استعمال نہیں ہو سکتا۔

تیسری خصوصیت : کہ لفظ اللہ پر حروف نداء میں سے یـا ہی داخل ہو سکتی ہے اس طرح ای ایۃ اس پر صرف یـا ہی داخل ہو سکتی ہے اور حرف حروف نداء میں سے داخل نہیں ہو سکتا۔

فـصـل : حـروف الایـجـاب ستةٌ نـعـم و بلیٰ و اَجَل و جَیْر و اِنَّ و اِی اما نعم فلتَقْرِیْر کلامٍ سابقٍ مُثْبَتًا کانَ اومَنْفِیًّا نحو اجاء زیدٌ قلتَ نعم و اَمَا جاء زیدٌ قلتَ نعم

ترجمہ : حروف ایجاب چھ ہیں نعم ...... الخ لیکن نعم پس واسطے ثابت کرنے کلام سابق کے خواہ وہ کلام مثبت ہو یا منفی جیسے جاء ...... الخ ۔

تشریح : اس فصل میں مصنفؒ حروف ایجاب کی بحث ذکر کر رہے ہیں ایجاب کا معنی ہے جواب دینا اور ثابت کرنا۔

وجہ تسمیہ : یہ حروف چونکہ جواب دینے کے لئے اور تصدیق کے لئے اور اسی طرح اثبات اور تحقیق کے لئے وضع کئے گئے ہیں اسی وجہ سے ان کو حروف ایجاب کہتے ہیں اور حروف تصدیق بھی کہا جاتا ہے۔

یادرکھیں! یہاں پرایجاب نفی کے مقابلے میں نہیں بلکہ یہاں پرایجاب سے مراد ہے جواب دینا خواہ نفی کے ساتھ ہو یا اثبات کے ساتھ۔

حروف ایجاب میں سے پہلا حرف نعم ہے یہ کلام سابق کی تثبیت اور تقریر کے لئے آتا ہے اگر کلام سابق مثبت ہے تو مثبت کی تقریر اور اثبات کے لئے آتا ہے جیسے کوئی شخص کہے اقام زید اس کے جواب میں کہا جائے نعم تو مطلب یہ ہوگا نعم قام زید اور اگر پہلی کلام منفی ہے تو یہ منفی کو ثابت کرے گا جیسا کہ کسی نے کہا ما جاء زید اس کے جواب میں کہا جائے نعم تو مطلب یہی ہوگا کہ زید کے لئے آنا ثابت نہیں۔

قولہ : وبلیٰ تختصُّ بایجاب مَا نُفِیَ استِفهامًا کقولہٖ تعالیٰ اَلَستُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلیٰ او خبرًا کمایُقَالُ لَمْ یَقُمْ زیدٌ قلتَ بلیٰ اَی قد قَامَ

ترجمہ : اور بلی خاص کیا گیا ہے ساتھ ثابت کرنے اس چیز کے جس کی نفی کی گئی ہو باعتبار استفہام کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: اَلَستُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلی یا باعتبار کے جیسے لم یقم ......الخ۔

تشریح : حروف ایجاب میں سے دوسرا بلی ہے یہ اس کام کے اثبات کے لئے آتا ہے جس کی پہلے نفی ہو چکی ہے یعنی یہ کلام منفی کے بعد آتا ہے اور اس کی نفی کو توڑ کر مثبت بنا دیتا ہے خواہ وہ نفی استفہام سے ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ہے الست بربکم قالو بلی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے جواب دیا ہاں آپ ہمارے رب ہیں خواہ خبر سے ہو جیسے لم یقم زید کے جواب میں کہا جائے بلی تو معنی یہ ہوگا بلی قام زید۔

قولہ : وایٰ للا ثباتِ بَعْدَ الاِستفهامِ ویلزمُهَا القَسَمُ کمااذاقیلَ هَل کان کذا قلتَ اِیْ واللّٰهِ قولہ : واَجَلْ وجَیْرِ واِنَّ لتصدِیْقِ الخبر کما اذا قیل جَاءَ زیدٌ قلتَ اَجَلْ اوجَیْرِ او انَّ ای اُصدِّقُکَ فی هٰذاالخبرِ

ترجمہ : اور ای واسطے اثبات کے بعد استفہام کے اور لازم ہے اس کو قسم جیسے جب کہا جائے هل کان کذا تو آپ جواب میں کہیں ای واللّٰہ۔

تشریح : حروف ایجاب میں سے تیسرا حرف ای ہے یہ حرف ایجاب استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے جس کے بعد قسم کا ہونا لازمی ہے البتہ فعل قسم مذکور نہیں ہوگا جیسے کہا جائے هل کان کذا یہ ایسا تھا اس کے جواب میں کہا جائے ای واللّٰہ ہاں اللہ کی قسم یہ ایسا تھا۔

ضابطہ : اس کا مقسم صرف تین چیزیں ہیں۔ لفظ رب اور لفظ اللّٰہ اور لفظ عمرو جیسے ای واللّٰہ اس طرح ای و ربی اور اسی طرح ای و لعمری۔

حروف ایجاب میں سے اجل اور جیر اور ان یہ تینوں کلمے خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں عام ازیں خبر مثبت ہو یا منفی ہو جیسے جاء زید کے جواب میں اجل اور جیر اور ان کہا جائے معنی یہ ہوگا اصدقك فی هذا الخبر میں تیری اس خبر کی تصدیق کرتا ہوں البتہ یاد رکھیں ان کا اس باب میں استعمال ہونا قلیل ہے۔

فائدہ : کبھی ان تصدیق دعا کے لئے بھی آتا ہے جیسے عبداللہ ابن زبیرؓ کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے ایک چیز کا سوال کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو وہ چیز نہ دی تو اعرابی نے کہا لعن اللہ ناقة حملتنی الیك اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا ان و راکبها یعنی اللہ اونٹنی پر بھی لعنت کرے اور اس کے راکب پر بھی۔

بحث حروف زیادۃ

فصل : حروفُ الزِّیادۃ سَبعَۃٌ اِنْ واَنْ وما ولا ومِنْ والباء واللام فان تُزَادُ مع ماالنافیۃِ نحو مااِنْ زیدٌ قائم ومعَ ماالمصدریّۃِ نحو انتظِرْ مااِنْ یجلسُ الامیرُ ومع لمَّا اَنْ جلستَ جلستُ

ترجمہ : حروف زیادت سات ہیں ان ......الخ ۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں حروف زیادۃ بیان کر رہے ہیں کہ حروف زیادۃ سات ہیں ① ان ② ان ③ ما ④ لا ⑤ من ⑥ باء ⑦ لام حروف زیادۃ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو اصل معنی میں کوئی خلل اور خرابی لازم نہ آئے۔

فائدہ : ان حروف کے زائدہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ ہمیشہ زائدہ ہوتے ہیں بلکہ جب متکلم ان کو کلام میں زائد لانا چاہے تو یہ زائدہ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

فائدہ : زائدہ ہونے کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ یہ بے فائدہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ جہاں پر بھی آئیں کوئی نہ کوئی فائدہ ان کا لفظی یا معنوی ضرور ہوتا ہے۔

فائدہ معنوی : مثلاً تاکید ہے ۔

فائدہ لفظی : لفظ کی فصاحت ہے اس طرح تزیین کلام کے لئے اور وزن شعر کی استقامت میں اسی طرح سجع بندی میں یہ فوائد ان حروف میں ہوتے ہیں۔

فان تزاد مع ما النافیه ...... حروف زیادۃ میں سے ان چند مقام پر زائدہ ہوتا ہے۔

پہلا مقام : ما نافیہ کے بعد جیسے ما ان زید قائم اور حضرت حسانؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر ہے

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی - و لکن مدحت مقالتی بمحمّد

فائدہ : بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ ان ما نافیہ پر اس لئے داخل کیا جاتا ہے تا کہ تاکید نفی کا فائدہ حاصل ہو جائے لیکن یہ بات درست نہیں اس لئے کہ نحاۃ کے نزدیک دو حرف اصلی کا انتخاب ایک معنی کے لئے مکروہ ہوتا ہے اسی وجہ سے تو ان لـزید قائم کہنا غلط ہے اس طرح الرحل وغیرہ کہنا جائز نہیں۔

قولـه : وَاَنْ تُزادُ مَعَ لَمَّا کقولہٖ تعالیٰ فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ وبینَ لو والقَسمِ المتقدم عَلَیها واللّٰہِ اَنْ لو قُمْتَ قُمتُ ومَا تُزادُ مَعَ اذا و مَتٰی و ایٌّ و اَنّٰی و اَیْنَ و اِنْ شرطیاتٍ کماتقولُ اذا ماصُمْتَ صمتُ وکذا البواقی

ترجمہ : اور کلمہ اَن زائدہ ہوتا ہے لما کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اور اس قسم کے درمیان جو لو پر مقدم ہو جیسے واللّٰہِ اَنْ قمتَ قمتُ اور کلمہ ما زائدہ ہوتا ہے ساتھ اذا ،ای ، انی ،این کے اور اِنْ کے ساتھ جب کہ یہ شرطیہ ہوں جیسے اذا صمتَ صمت اور اسی طرح باقی ہیں۔

تشریح : **دوسرا مقام** : ان کے زائدہ ہونے کا کہ ما مصدریہ کے ساتھ بھی زائدہ ہوتا ہے جیسے انتظر ما ان یجلس الامیر بمعنی انتظر مدۃ جلوس الامیر تو امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر۔

فائدہ : ان ما اسمیہ کے ساتھ بھی زائدہ آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَا اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ اور الا تنبیہ کے ساتھ بھی زائدہ جیسے الا ان قام زید ۔

تیسرا مقام : جہاں پر ان زائدہ ہوتا ہے کہ لما کے بعد ان زائدہ ہوتا ہے جیسے لمّا ان جلست جلست کہ جس وقت تک تو بیٹھا ہے میں بیٹھا ہوں یاد رکھیں اس لمّا کو لمّا حینیہ کہا جاتا ہے۔

و ان تزاد مع لما ...... حروف زائدہ میں سے دوسرا حرف ان ہے یہ چند مقام پر زائدہ ہوتا ہے

پہلا مقام : لما حینیہ کے ساتھ زائدہ آتا ہے جیسے فلما ان جاء البشیر ۔

فائدہ : لما حینیہ کے بعد ان مفتوحہ کا زائدہ ہونا کثیر ہے اور ان مکسورہ کا زائدہ ہونا قلیل ہے۔

ان کے زائدہ ہونے کا دوسرا مقام کہ قسم اور لو کے درمیان بھی ان زائدہ آتا ہے جبکہ قسم مقدم ہو جیسے واللّٰہ ان لو قمت قمت۔

فائدہ : حروف زائدہ میں سے تیسرا حرف ما زائدہ کا بیان ہے کہ ما زائدہ چند کلمات کے بعد آتی ہے ① اذا کے بعد ② متیٰ کے بعد ③ ای کے بعد ④ انی کے بعد ⑤ این کے بعد ⑥ ان شرطیہ کے بعد بشرطیکہ یہ اسمائے جازمہ ہوں، کلمات

شرطیہ ہوں ورنہ ما زائدہ نہیں ہوگا جیسے اذا مـا صمت صمت بمعنی اذا صمت صمت اسی طرح باقی کی امثلہ قرآن مجید میں ہیں ایا ما تدعو فله الاسماء الحسنیٰ اور باری تعالیٰ کا فرمان ہے اما تزهبنّ، اما ترینّ ۔

فائدہ : اما کے فعل میں نون تاکید کالانا ضروری ہوتا ہے کیونکہ جب حرف سے تاکید مقصود ہے تو فعل اور تاکید لانا بالکل نہیں لہٰذا بغیر نون تاکید کے فعل کا اما کے ساتھ آنا قلیل ہے۔

قولـــه : وبعد حرُوفِ الجر نحو قوله تعالیٰ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وعَمَّاقَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ ومِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وزيدٌ صِدِّيقی كما اَنَّ عَمرًا اَخِی

ترجمہ : اور کلمہ ما زائدہ ہوتا ہے بعض حروف جر کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: فبما رحمة من اللّٰهِ وغیرہ۔

تشریح : ما چند حروف جارہ کے بعد بھی زائدہ ہوتی ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے فبـما رحمةٍ من الله اور عما قليل اورمما خطيئتهم اغرقو فا دخلو ناراً ۔

فائدہ : جیسے بعض حروف جارہ کے بعد ما زائدہ آتی ہے اسی طرح کبھی کبھی مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان بھی ما زائدہ آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے مثل ما ان كم تنطقون اسمیں مثل کے بعد ما زائدہ ہے۔

قولـــه : ولاتُـزَادُ مَـعَ الـواوِ بَـعْدَ النَّفِیْ نحو ماجاءَنِیْ زیدٌ ولاعمرٌو وبعدَ اَنِ الْمَصْدرِيّةِ نحو قوله تعالیٰ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ وقبلَ القَسمِ كقَوْلِهٖ تعالیٰ لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْـبَلَدِ بمعنی اُقْسِمُ

ترجمہ : اور کلمہ لا اس واؤ عاطفہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے جو نفی کے بعد ہو جیسے ماجاء نی زید ولاعمرو اور اَن مصدریہ کے بعد زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :مـامـنـعك الا تسجد اور قسم سے پہلے زائدہ ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ فرمان ہے: لااقسم بهذا البلد یعنی اقسم ۔

تشریح : مصنفؒ حروف زائدہ میں سے لا کو بیان کر رہے ہیں کہ کلمہ لا اس واو عاطفہ کے بعد زائدہ ہوتا ہے جو واو عاطفہ نفی کے بعد ہو عام ازیں لفظاً ہو جیسے لا يدخل الملئكة بيتًا فيه كلب ولا تصاوير یا معناً جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے غير المغضوب عليهم ولا الضالين اسمیں لا زائدہ ہے اور نفی لفظوں میں اگرچہ نہیں لیکن معنی نفی لفظ غیر سے حاصل ہوتا ہے۔

و بعد ان المصدريه۔ **دوسرا مقام** : لا زائدہ کا ان مصدریہ کے بعد لا زائدہ ہوتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ما منعك ان لا تسجد اسمیں لا زائدہ ہے۔

و قبـل الـقـسـم ۔ **تیسرا مقام** : لا زائدہ کا لا زائدہ لفظ اقسم سے پہلے زائدہ ہوتا ہے جیسے لا اقسم بهـذا الـبـلـد اسمیں لا زائدہ ہے۔

قولہ : واما مِنْ والباءُ واللامُ فقَدْ مَرّ ذکرُھا فی حُروفِ الجر فلانُعیدُھَا

ترجمہ : اورلیکن من اورباء اورلام ان کاذکرحروف جرمیں گذر چکا ہے پس ہم ان کونہیں لوٹاتے۔

بحث حروف تفسیر

فصل : حَرفَا التفسیر اَیْ واَنْ فایْ کقولہٖ تعالیٰ وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ ای اھلَ الْقَرْیَۃِ کَاَنَّکَ تُفَسّرُہٗ اھلَ القریۃِ واَنْ انما یُفَسّرُ بھا فعلٌ بمعنی القَول کقولہٖ تعالیٰ وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰاِبْرٰھِیْمُ فَلَایُقَالُ قلتُ لَہٗ اَنِ اکتُبْ اذ ھو لفظُ القَول لامعناہٗ

ترجمہ : تفسیر کےدوحرف ای اوران ہیں پس ای مثل اللہ تعالیٰ کےقول کے وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ ای اھلَ الْقَرْیَۃِ گویا کہ آپ نے قریہ کی تفسیر کی اہل قریہ سے۔(دوسرا حرف تفسیر) اَنْ ہے تفسیر کی جاتی ہے ساتھ اس کے فعل کی جو بمعنی قول ہو مثل قول اللہ تعالیٰ کے وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰاِبْرٰھِیْمُ پس نہیں کہا جائے گا قلت له اَن اکتب جب وہ لفظ قول ہے نہ کہ اس کا معنی۔

تشریح : اس فصل میں مصنف حروف تفسیر کو بیان کررہے ہیں کہ حروف تفسیر دو ہیں ① ای ② ان۔

حروف تفسیر میں سے پہلا حرف ای ہے کلمہ ای ہر مبہم شیء کی تفصیل کے لئے آتا ہے خواہ وہ مبہم مفرد ہو یا جملہ ہو۔

مفرد کی مثال : جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے : واسئل القریہ ای اھل القریہ آپ بستی والوں سے سوال کریں یا وہ مبہم جملہ ہو جیسے کہا جاتا ہے قطع علیہ رزقہ ای مات کہ اس کا رزق بند ہو گیا یعنی وہ مر گیا۔

و ان انما یفسر بھا فعل بمعنی الیقین۔ حروف تفسیر میں سے دوسرا حرف ان ہے اور اس کلمہ ان کے ذریعے صرف اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو بمعنی قول ہو جیسے امر ہے اور نداء ہے اور کتابت وغیرہ اور یہ ان اکثر مفعول مقدر کی تفسیر کیا کرتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے و نادینہ ان یا ابراھیم اسمیں ان تفسیر یہ ہے اور یہ فعل نداء بمعنی قول کے بعد ہے اور فعل مقدر کی تفسیر ہے عبارت یہ ہوگی نا دینہ بلفظٍ ھو قولنا یا ابرھیم اور کبھی مفعول ظاہر کی تفسیر بھی کرتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے اذا وحینا الی امك ما یوحیٰ ان اقذ فیہ اسمیں ان قذفیہ ما یوحی کی تفسیر ہے جو اوحینا فعل کا مفعول ظاہر ہے۔

فائدہ : ای حرف تفسیر عام ہے اس سے مفرد اور جملے سب کی تفسیر کی جاتی ہے لیکن ان خاص ہے اس سے صرف فعل کی تفسیر کی جاتی ہے اور فعل میں سے صرف ایسے فعل کی جو بمعنی قول کے ہو لہذا وہ فعل جو لفظ قول ہے یا وہ فعل جو قول کے معنی میں نہیں ان کی تفسیر ان کے ساتھ نہیں کی جا سکتی۔

بحث حروف مصدریہ

فصل : حُروفُ المصدرِ ثلثةٌ ما وَاَنْ وَاَنَّ فالاُولَیَان للجُملَة الفِعلِیَّةِ کقولهٖ تعالیٰ وضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ای برُحْبِهَا وقول الشاعر شعر ۔ یَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَهَبَ اللَیَالِی وکَانَ ذَهابُهُنَّ لَهٗ ذَهَابًا

ترجمہ : حروف مصدر تین ہیں مااوران اوراَنَّ پس پہلے دوواسطے جملہ فعلیہ کے لئے ہیں مثل اللہ تعالیٰ کا قول وضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ای برُحْبِهَا اورشاعر کا قول یسر ....الخ

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں حروف مصدریہ کی بحث ذکر کررہے ہیں کہ حروف مصدر تین ہیں ① ما ② ان ③ ان یہ تینوں حروف مصدریہ اپنے مدخول کومصدر کے معنی میں کردیتے ہیں اسی وجہ سے ان کا نام حروف مصدریہ رکھا جاتا ہے۔

فـ لا ولیـان لـلـجملة الفعلیة...... حروف مصدریہ میں سے پہلے دویعنی ما اوران یہ دونوں جملہ فعلیہ کے ساتھ خاص ہیں اور جملہ فعلیہ پرداخل ہوتے ہیں اوراس کومصدر کی تاویل میں کردیتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے وضـاقـت علیهم الارض بما رحبت اس میں ما مصدریہ ہے جس نے رحبت کومصدر کی تاویل میں کردیا ہے ای برحبها کہ زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگئی اور ان تفسیریہ کی مثال جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے فـمـا کان جواب قومه الا ان قالو اسمیں ان تفسیریہ ہے اسی طرح قالوا فعل کومصدر کی تاویل میں کردیا ای قولهم

قـولـه : وَاَنْ نحو قولهٖ تعالیٰ فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا ای قولهم واَنَّ للجُملة الاسمیة نحو علمتُ اَنَّكَ قائمٌ ای قیامَكَ

ترجمہ : اوراَنْ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَا کَانَ جَوَابَ قَومِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا ای قولهم اوراَنَّ واسطے جملہ اسمیہ کے ہے: جیسے علمتُ اَنَّكَ قائمٌ ای قیامَكَ ۔

تشریح : حروف مصدریہ میں سے تیسرا حرف ان یہ جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہے اوراس کومصدر اور مفرد کی تاویل میں کردیتا ہے جیسے علمت انك قائم اسمیں ان حرف مصدریہ ہے اس نے جملہ کومصدر کی تاویل میں کردیا علمت قیامك ۔

فائدہ : ان کا جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہونا یہ اسوقت ہے جب یہ ان مشددہ مثقلہ ہو مخففہ نہ ہواس کے ساتھ ما کافہ بھی لاحق نہ ہو لیکن اگر یہ مخفف ہوجائے یااس کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوجائے تو یہ جملہ اسمیہ اورفعلیہ دونوں پرداخل ہوتا ہے۔

القسم الثالث فی الحروف

فصل : حرُوفُ التحضيضِ اربعةٌ هَلَّا واَلَّا ولَوْ لا ولَوْما لها صَدرُ الكلامِ ومعناها حَضٌّ على الفعل اِنْ دَخَلَتْ على المضارع نحو هَلَّا تَاكُلُ ولومٌ اِنْ دخلَتْ على الماضِي نحو هَلَّا ضَرَبْتَ زيدًا وحِيْنَئِذٍ لا تكونُ تَحضِيضًا اِلَّا باعتبارِ مافات

ترجمہ : حروف تحضیض چار ہیں ھلا اور اَلا اور لولا اور لوما اوران کے لئے صدارت کلام ہےاوران کامعنی برانگیختہ کرنا ہے فعل پر اگر داخل ہوں مضارع پر جیسے ھلا تاکل ......اور جب داخل ہوں فعل ماضی پر جیسے ھلا ضربت زیدا اوراس وقت برانگیختہ کرنانہیں ہوگامگر باعتبار مافات کے۔

تشریح : اس فصل میں مصنفؒ حروف تحضیض کو بیان کررہے ہیں۔

وجہ تسمیہ : تحضیض کالغوی معنی ہوتا ہے ابھارنا اور آمادہ کرنا چونکہ یہ حروف فعل کے کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور ابھارتے ہیں اسی لئے ان کا نام حروف تحضیض رکھا جاتا ہےاور حروف تحضیض چار ہیں ① ھلا ② الا ③ لو لا ④ لو ما ۔

یہ چاروں حروف ہمیشہ کلام کے شروع میں آتے ہیں اور ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں عام ازیں کہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً۔ یہ حروف جس وقت مضارع پر داخل ہوتے ہیں توان کا معنی ہوتا ہے فعل کے کرنے پر برانگیختہ کرنا تیار کرنا اور آمادہ کرنا جیسے ھلا تضرب تو نے کیوں نہیں مارااس کا مطلب یہ ہے کہ متکلم اپنے مخاطب سے فعل کے کرنے کا مطالبہ کررہے ہیں تواس صورت میں مضارع امر کے حکم میں ہوگالہٰذا ھلا تاکل کامعنی ہوگا کل یعنی تو کھا اور جب یہ ماضی پر داخل ہوں تو گذشتہ زمانے میں فعل کے ترک کرنے پر ملامت کرنا ہوتی ہےاور ندامت کا معنی دیتے ہیں۔

سوال : جب یہ حروف مضارع پر داخل ہوں تو تحضیض کا معنی دیتے ہیں اگر ماضی پر داخل ہوں تو تندیم کا معنی دیتے ہیں توان کا نام حروف تحضیض اور تندیم رکھنا چاہیے تھا؟

جواب : تندیم اور ندامت کا انجام بھی برانگیختہ کرنا ہے اسی وجہ سے ان کا نام صرف حروف تحضیض رکھا گیا ہے حروف تندیم نہیں رکھا گیا۔

سوال : یہ حروف تحضیض صرف فعل پر کیوں داخل ہوتے ہیں اسم پر داخل کیوں نہیں ہوتے ؟

جواب : تحضیض اور برانگیختہ کرنا یہ فعل پر ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ فعل پر ہی داخل ہوتے ہیں۔

قوله : ولاتدخُلُ الا على الفعل كمامرّ وإن وقَعَ بعدَها اِسْمٌ فبِاِضمار فعلٍ كما تقولُ لمن ضَرَب قومًا هَلَّا

زیدًا ای هَلَّا ضَربت زیدًا

ترجمہ : اور نہیں داخل ہوتے مگر فعل پر جیسا کہ گذر چکا ہے اور اگر واقع ہو بعد ان کے اسم پس ساتھ مقدر کرنے فعل کے ہوگا جیسے کہے تو اس شخص کو جس نے مارا ساری قوم کو هلا زیدًا یعنی هلاضربت زیدًا ۔

تشریح : تعمیم کا بیان ہے کہ یہ حروف فعل پر ہی داخل ہوتے ہیں عام ازیں کہ فعل لفظوں میں ہو یا مقدر ہو لہٰذا اس کے بعد اگر اسم واقع ہو تو وہاں پر فعل مقدر ہوگا جیسے هلا زید اتو اس کے بعد ضربت فعل مقدر ہے عبارت یہ ہوگی هلا ضربت زیدًا ۔

قولہ : وجمیعُها مركبةٌ جزؤُها الثانی حَرفُ النفی والاولُ حرفُ الشرط اوالاستفهامِ او حَرفُ المَصْدر

ترجمہ: اور تمام حروف تحضیض مرکب ہیں (دو جزؤں سے) دوسری جزء حرف نفی ہے اور پہلی حرف شرط یا استفہام اور حرف مصدر

تشریح: یہ تمام حروف تحضیض مفرد نہیں بلکہ مرکب ہیں دو جزؤں سے جن کا دوسری جز حرف نفی ہے اور پہلی جز حرف شرط ہے دو میں یعنی لو لا اور لو ما میں اور ایک میں حرف استفہام ہے جیسے هلا اصل میں تھا هل لا اور ایک حرف تحضیض میں ان حرف مصدر یہ ہے الا ہے۔

قولہ : وللَوْلَا معنًی اخرُ هُوَ اِمتِناعُ الجملَة الثانية لوُجُودِ الجُملة الاولىٰ نحو لولاعَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ وحِيْنَئِذٍ تُحتاجُ الى جملتين اُولٰهما اسميَّةٌ ابدًا

ترجمہ : اور لولا کا ایک معنی اور ہے وہ ہے ممتنع ہونا جملہ ثانی کا واسطے موجود ہونے جملہ اول کے جیسے لولاعلی لهلك عمر اور اس وقت لولا محتاج ہوگا طرف دو جملوں کے پہلا جملہ اسمیہ ہوگا ہمیشہ۔

تشریح : لولا کا ایک معنی تو تحضیض تھا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ لو لا یہ بتاتا ہے کہ جملہ ثانیہ منتفی ہے جملہ اولیٰ کے موجود ہونیکی وجہ سے جیسے لو لا علی لهلك عمر اگر علی نہ ہوتے ہو عمر ہلاک ہوجاتے چونکہ علی موجود تھے لہٰذا عمر ہلاک نہیں۔ لہٰذا وجود علی سبب ہوا عدم هلاکت عمر کا اس لو لا کا نام لو لا امتناعیہ ہے اور یہ لو لا امتناعیہ دو جملوں کی طرف محتاج ہوتا ہے جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے اور دوسرا جملہ اسمیہ بھی ہوسکتا ہے اور فعلیہ بھی ہوسکتا ہے۔

فائدہ : لو لا امتناعیہ اور لو لا تحضیضیہ میں فرق یہ ہے کہ لو لا تحضیضیہ ایک جملہ پر تمام ہوجاتا ہے اور لو لا امتناعیہ ایک جملہ پر تمام نہیں ہوتا بلکہ دو جملوں پر مکمل ہوتا ہے لو لا کی تفصیل اور ترکیب کاشفہ شرح کافیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

فصل: حَرْفُ التَّوقُّعِ قد وهِیَ فی الماضی لتقریب الماضی الی الحال نحو ركب الاميرُ ای قُبَيْلَ هٰذا ولاَجْلِ ذٰلِكَ سُمِّيَتْ حرفَ التقريب ايضًا ولهٰذا تَلزمُ الماضِیَ ليصلحَ اَنْ يقعَ حَالًا

ترجمہ : حرف توقع قد ہے اور وہ ماضی پر داخل ہو کر اس کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے ركب الامير ای قبيل هٰذا اور اسی

لئے اس کا نام رکھا جاتا ہے حرف تقریب بھی اور اسی لئے وہ ماضی کو لازم ہے تا کہ حال واقع ہو سکے۔

تشریح : اس فصل میں قد کی بحث ذکر کر رہے ہیں توقع کا معنی ہے امید والا ہونا۔

وجہ تسمیہ : حرف قد کے ذریعے اس خبر کی خبر دی جاتی ہے جس کے موجود ہونیکی امید ہوتی ہے اور اس حرف کا دوسرا نام حرف تقریب ہے کیونکہ جب یہ ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اس کو زمانہ حال کے قریب کرتا ہے اسی وجہ سے اس کا نام حرف تقریب بھی رکھا جاتا ہے۔

فائدہ : حرف قد جب ماضی پر داخل ہو تو ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے جیسے قد رکب الامیر ای قبیل ھذا یہ تقریب کے معنی کی تفسیر ہے یہ قبیل تصغیر ہے قبل کی جس کا معنی یہ ہے اس سے ذرا پہلے۔ اور اسی وجہ سے قد ماضی کو حال کے قریب کرتا ہے قد ماضی کو لازم ہے تا کہ ماضی میں حال واقع ہونیکی صلاحیت واقع ہو جائے۔

سوال : ماضی کے لئے قد کو کیوں لازمی قرار دیا گیا ہے؟

جواب : ماضی جب حال واقع ہو گی بغیر قد کے تو زمانہ عامل پر مقدم ہو گی جیسے جاء نی زید قد رکب ابوہ کہ میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا باپ سوار ہو چکا ہے تو اس مثال کے اندر رکوبِ اب مقدم ہے زید کی مجیئت پر حالانکہ یہ ضابطہ مسلم ہے کہ حال اور اس کے عامل کا زمانہ متحد ہوتا ہے، ایک ہوتا ہے اسی لئے قد کو لازم قرار دیا تا کہ وہ قد ماضی کو زمانہ عامل سے قریب کر دے جس سے حال اور اس کے عامل کا زمانہ حقیقتاً نہیں لیکن حکماً متحد اور ایک ہو جاتا ہے۔

قولہ : وَقَدْ تَجِيءُ لِلتاكيد اِذَا كَانَ جَوَابًا لمن يَّسألُ هَلْ قَامَ زيدٌ تقولُ قَدْ قَامَ زيدٌ

ترجمہ : اور قد آتا ہے واسطے تاکید کے جب ہو جواب میں اس شخص کے جس نے سوال کیا ہل قام زید تو تو کہے قد قام زید۔

تشریح : کبھی حرف قد محض تاکید کے لئے آتا ہے جبکہ ماضی سوال کے جواب میں واقع ہو جیسے کوئی سوال کرے ھل قام زید تو جواب دیا جائے قد قام کہ تحقیق زید کھڑا ہے۔

قولہ : وفي المضارعِ للتقليل نحو اِنَّ الكَذُوبَ قد يصدُقُ وان الجَوادَ قد يَبْخلُ وقد تجيءُ للتحقيق كقوله تعالىٰ قَدْيَعْلَمَ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ

ترجمہ : اور مضارع میں واسطے تقلیل کے جیسے ان الکذوب قد یصدُقُ اور ان الجواد قد یبخلُ اور قد آتا ہے واسطے تحقیق کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان قد یعلم اللہ المعوقین۔

تشریح : قد جب مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے ان الکذوب قد یصدق تحقیق جھوٹ بولنے والا کبھی سچ بولتا ہے اور ان الجواد قد یبخل تحقیق کبھی سخی بخل کرتا ہے اور کبھی مقام مدح میں تکثیر کے لئے آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنکُمْ لِوَاذًا۔ اور قد کبھی مضارع پر تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے قد یعلم اللہ المعوقین تحقیق اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو جانتا ہے۔

قولہ : ویجوز الفصلُ بینها وبین الفعل بالقَسمِ نحو قَدْ واللّٰہِ اَحْسَنْتَ وقد یُحذفُ الفعلُ بعد قَدْ عندَ القرینةِ کقول الشاعر شعر۔

اَفِدَ الترَحُّلُ غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا لَمَّا تزُلْ بِرِحَالِنَا وکَاَنْ قَدِنْ ......ای وکَاَنْ قَدْ زالت

ترجمہ : اور جائز فاصلہ درمیان قد اور فعل کے ساتھ قسم کے جیسے قد واللہ احسنت اور کبھی حذف کردیا جاتا ہے قد کے فعل کو وقت موجود ہونے قرینہ کے جیسے شاعر کا شعر ہے افد الترحل ......الخ

تشریح : فائدہ کا بیان قد اور فعل کے درمیان قسم کا فاصلہ لانا جائز ہے جیسے قد واللہ احسنت اللہ کی قسم تو نے اچھا کیا۔

فائدہ : قرینہ موجود ہو تو قد کے بعد والے فعل کو حذف بھی کردیا جاتا ہے جیسے شعر ہے

فذفه الترحل غیر ان رکابنا لماتنزل بر حالنا و کان قد ن= ای و کان قد زالت

ضابطہ : کہ قد مضارع پر اسوقت داخل ہوگا جب مضارع نواصب اور جوازم اور حروف تنفیس یعنی سین اور سوف سے خالی ہو اگر خالی نہ ہوگا تو پھر مضارع پر قد ہرگز داخل نہ ہوگا۔

بحث حروف استفہام

فصل : حرفا الاستفهامِ الهمزةُ وهَلْ لهُمَا صدرُ الکلامِ وتدخُلان عَلَی الجملةِ اسمیّةً کانَتْ نحو ازیدٌ قائمٌ او فعلیةً نحو هَلْ قام زیدٌ ودُخُولهُما علی الفعلِیّةِ اکثر اِذِالاستفهامُ بالفعل اولیٰ

ترجمہ : حرف استفہام کے ہمزہ اور ھل ہیں ان دونوں کے لئے صدارت کلام ہے اور دونوں داخل ہوتے ہیں جملہ پر اسمیہ ہو جیسے ازید قائم یا فعلیہ ہو جیسے ھل قام زید اور دونوں کا داخل ہونا فعل پر زیادہ ہے کیونکہ استفہام ساتھ فعل کے اولی ہے۔

تشریح : مصنفؒ اس بارہویں فصل میں حرف استفہام کی بحث ذکر کر رہے ہیں کہ حرف استفہام دو ہیں ① ہمزہ ② ھل۔ یہ حروف استفہام شروع کلام میں آتے ہیں تاکہ ابتداء ہی مخاطب کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کلام کس نوع کی ہے یعنی یہ کلام استفہامی ہے یاد رکھیں اسی وجہ سے نہ تو ان کا ماقبل مابعد میں داخل ہوتا ہے اور نہ ان کا مابعد ماقبل میں اور ماقبل نہ مابعد میں عمل کرتا ہے اور نہ مابعد ماقبل میں عمل کرتا ہے۔

فائدہ : دونوں اسم کے جملوں پر داخل ہوتے ہیں جیسے زید قام ، ازید قائم اوراسی طرح جملہ فعلیہ پر اقام زید اسی طرح ھل بھی دونوں جملوں پر داخل ہوتا ہے اسمیہ پر بھی اور فعلیہ پر بھی۔ البتہ فرق یہ ہے کہ ہمزہ تو ہر قسم کے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے خواہ اس کی خبر فعل ہو یا اسم لیکن ھل اسمیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوگا جس کی خبر فعل نہ ہو۔

سوال: اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب : ھل اصل میں قد کے معنی میں ہے اور قد فعل کے لوازم میں سے ہے لہٰذا جب اس کے مابعد والے جملہ میں فعل ہوگا تو یہ تقاضا کرے گا کہ میں فعل کے متصل ہوں جس کی وجہ سے فعل کے ہوتے ہوئے یہ اسم پر داخل نہیں ہوگا۔

فائدہ : کہ یہ دونوں حرف استفہام ان کا جملہ فعلیہ اور اسمیہ دونوں پر داخل ہونا صحیح ہے لیکن جملہ فعلیہ پر داخل ہونا بنسبت جملہ اسمیہ کے اکثر ہے اس لئے کہ زیادہ تر استفہام فعل سے ہوتا ہے نہ کہ اسم سے۔

قولہ : وقد تدخُلُ الهمزة فی مَوَاضِعَ لایجوزُ دُخولُ هَلْ فیها نحو ازیدًا ضَرَبْتَ واتَضْرِبُ زیدًا وهو اخُوك وازیدٌ عِندَكَ اَمْ عَمرٌو واَوَ مَنْ كَانَ وافمن كانَ واثُمَّ اِذا ماوَقَعَ ولاتُسْتَعْمَلُ هَلْ فی هٰذِه المواضِعِ وهٰهُنا بحثٌ

ترجمہ : اور کبھی داخل ہوتا ہمزہ کئی جگہوں میں کہ نہیں جائز داخل ہونا ھل کا اس میں جیسے ازیدا......الخ اور نہیں استعمال کیا جاتا ھل ان جگہوں پر اور یہاں بحث ہے۔

تشریح : مصنف ہمزہ اور ھل کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں کہ چند مقامات ایسے ہیں جہاں ہمزہ کو استعمال کرنا صحیح ہے اور ھل کا استعمال کرنا وہاں جائز نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ہمزہ عام ہے ھل سے اور وہ چار مقامات ہیں۔

پہلا مقام : فعل کے ہوتے ہوئے ہمزہ اسم پر داخل ہو جیسے ازیدا ضربت لیکن ھل زیدا ضربت کہنا جائز نہیں۔

سوال : اس کی علت اور وجہ کیا ہے کہ اس مقام پر ھل کیوں استعمال نہیں ہوسکتا؟

جواب: اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ ھل اصل میں بمعنی قد ہے اور قد فعل کے ساتھ مختص ہے اسی طرح ھل بھی فعل کے ساتھ مختص ہے جیسے هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنسَانِ حِینٌ مِّنَ الدَّهْرِ لہٰذا جب حال اپنے مابعد میں فعل کو پائے گا تو ھل اپنی اصلیت کو دیکھ کر اس کی طرف مائل ہوگا جو کہ فعل ہے لہٰذا فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل نہیں ہوسکے گا ہاں البتہ جب مابعد میں فعل نہیں پائے گا تو اپنی اصلیت سے غافل ہوگا اور اسم پر داخل ہوگا۔

دوسرا مقام : جس کلام سے استفہام انکاری مراد ہو وہاں ہمزہ کا استعمال جائز ہے ھل کا استعمال جائز نہیں۔

سوال : اس کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : اس مقام میں ہل کا استعمال اس لئے جائز نہیں کہ استفہام انکاری کے لئے جو وضع کیا گیا ہے وہ ہمزہ ہے ہل نہیں۔

تیسرا مقام: ہمزہ کو ام متصلہ کے ساتھ لانا جائز ہے جبکہ ہل کو نہیں۔

سوال : اس تیسرے مقام میں یعنی ام متصلہ کے مقابلہ میں ہمزہ استفہام کیوں استعمال ہوتا ہے اور ھــــل کا استعمال کیوں جائز نہیں؟

جواب : اس کے اندر مستفھم عنہ متعدد ہوتے ہیں اور دو امروں میں سے ایک مقصود ہوتا ہے لہٰذا جو استفہام میں اقویٰ اور اصل ہے اسی کو استعمال کرنا چاہیے ام متصلہ کے مقابلہ میں اور وہ ہمزہ ہی ہے اور ھــل کا استعمال ام منقطعہ کے مناسب ہے یہاں مناسب نہیں کیونکہ ام منقطع اضراب کے لئے آتا ہے اور اس میں مستفہم متعدد نہیں ہوتے۔

چوتھا مقام : جہاں ہمزہ کا استعمال جائز ہے اور ھــل کا نہیں وہ یہ ہے کہ ہمزہ استفہام حروف عطف پر داخل ہوسکتا ہے اور ھــل نہیں جیسے اَوَ مَنْ کَانَ اور اَفَمَنْ کَانَ اور اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ۔

و ھھنــا بحث : مصنفؒ نے اس عبارت سے اشارہ کیا کہ جس طرح چند مقامات ہمزہ استفہام کے لئے خاص ہیں اسی طرح چند مقامات ہل کے ساتھ بھی خاص ہیں جہاں پر ہل کا استعمال تو جائز ہے ہمزہ کا استعمال جائز نہیں۔

پہلا مقام : ہل پر حرف عطف داخل ہوسکتا ہے لیکن ہمزہ نہیں جیسے فَھَلْ اَنْتُمْ مُنْتَھُوْنَ اور وَ ھَلْ اَنْتُمْ شَاکِرُوْنَ۔

دوسرا مقام : ام کے بعد ہل کا استعمال جائز ہے لیکن ہمزہ کا نہیں۔

تیسرا مقام : اثبات میں ہل نفی کے لئے آتا ہے اور ہمزہ نہیں آتا جیسے ھَلْ ثُوِّبَ الْکُفَّارُ بمعنی لم یثوب۔

چوتھا مقام : ھــل نفی کا فائدہ دیتا ہے یہاں تک کہ الا کا اس کے بعد اثبات کے لئے لانا جائز ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ نہیں احسان کا بدلہ مگر احسان۔

پانچواں مقام : جس جزاء مبتداء پر حال داخل ہو اس کی خبر پر باء زائدہ آتی ہے اور ہمزہ نہیں جیسے ہل زید بقائم۔

بحث حروف الشرط

فصل :حرُوفُ الشرطِ اِنْ وَلَوْ واَمَّا لها صَدْرُ الکلام ویَدْخُلُ کل واحد منها علَی الجملتَیْنِ اسمیَّتَیْنِ کَانَتَا او فعلیتین او مختلِفَتَیْنِ

ترجمہ : حروف شرط ان اور لو اور اما ہیں ان کے لئے صدارت کلام ہے اور داخل ہوتا ہے ہر ایک ان میں دو جملوں پر خواہ دونوں اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں یا مختلف ہوں۔

تشریح : اس تیرہویں فصل میں حروف شرط کا بیان ہے اور وہ تین ہیں ① ان ② لو ③ امّا۔
یہ حروف شرط کلام کے شروع میں آتے ہیں تا کہ نوع کلام پر دلالت کریں اور ان تینوں میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے اور وہ دونوں جملے خواہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں یا مختلفہ ہوں یا ایک اسمیہ ہو اور ایک فعلیہ ہو پہلے جملے کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے جملے کو جزاء کہا جاتا ہے۔

سوال : تم نے کہا کہ یہ حروف شرط دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں خواہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شرط یعنی پہلا جملہ اسمیہ ہوسکتا ہے حالانکہ ان اور لو شرطیہ کے لئے پہلے جملہ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے اسمیہ نہیں آسکتا؟

جواب : آپ کا قاعدہ درست ہے کہ ان اور لو کے لئے شرط کا جملہ فعلیہ ہونا ضروری ہے اسی کی تصحیح مصنفؒ فرما رہے ہیں و یلزمهما الفعل لفظاً او تقدیرا۔ لیکن یہاں پر ہم تاویل کرلیں گے کہ اسمیہ سے مراد عام ہے کہ خواہ وہ حقیقتاً اسمیہ ہو یا بظاہر اسمیہ ہو حقیقت میں فعلیہ ہو جیسے وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ اور لَوْ أَنتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّي ان دونوں کے اندر جملہ بظاہر اسمیہ ہے لیکن حقیقت میں یہ فعلیہ ہے۔

قولہ : فَاِنْ لِلاستقبالِ وِاِنْ دخلَتْ علی الماضی نحو ان زُرْتَنِیْ اَکْرمتُکَ ولو للماضی وان دخلَتْ علی المضارِعِ نحو لوتزورُنی اکرمْتُکَ ویلزمهماالفعلُ لفظًا کما مرَّ او تقدیرًا نحواِنْ اَنْتَ زَائری فانا اُکرِمُکَ

ترجمہ : پس ان استقبال کے لئے ہے اور اگر داخل ہو ماضی پر جیسے ان زرتنی اکرمتك اور کلمہ لو ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو تزورنی اکرمتك اور لازم ہے ان دونوں کو فعل لفظا جیسا کہ گذر چکا ہے یا تقدیرا جیسے ان انت زائری فانا اکرمك۔

تشریح : مصنفؒ اب حروف شرط کی تفسیر بیان کر رہے ہیں کہ حروف شرط میں سے ان یہ زمانہ استقبال کے لئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر ہی داخل ہو یعنی اس کا مدخول خواہ مضارع ہو یا ماضی ہر صورت میں یہ زمانہ استقبال کا فائدہ دیتا ہے اور اس کو زمانہ استقبال

کے ساتھ خاص کرتے ہیں جیسے ان زرتنی اکرمتك کہ تو اگر میری زیارت کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔
اور حروف شرط میں سے دوسرا لو یہ زمانہ ماضی کے لئے آتا ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو تزورنی اکرمتك اگر تو میری زیارت کرتا گزشتہ زمانہ میں تو میں تیرا اکرام کرتا۔
فائدہ : حروف شرط میں سے ان اور لو کو فعل لازم ہے عام ازیں کہ فعل لفظوں میں ہو جیسے مثال گذر چکی ہے یا فعل مقدر ہو جیسے ان انت زائری فانا اکرمك اسمیں انت زائری اصل میں کیا تھا ان کنت زائری فعل کو حذف کر دیا گیا اور ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا تو ان انت زائری ہوگیا۔
سوال : ان اور لو یہ ہمیشہ فعل پر کیوں داخل ہوتے ہیں؟ اور فعل کے ساتھ کیوں مختص ہیں؟
جواب : ان زمانہ ماضی کو استقبال کے ساتھ خاص کرنے کے لئے اور لو زمانہ ماضی کے ساتھ مختص کرنے کے لئے آتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ زمانہ نہیں پایا جاتا مگر فعل میں لہٰذا یہ فعل کے ساتھ مختص ہوئے۔
قولہ : واعلم اَنَّ اِنْ لاتُسْتَعْمَلُ اِلّا فی الاُمُور المشکوکۃ فلایقالُ اٰتِیْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشمسُ بَل یقالُ اٰتِیْكَ اذا طَلَعَتِ الشمسُ
ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق کلمہ ان نہیں استعمال کیا جاتا مگر امور مشکوکہ میں پس نہیں کہا جائے گا اِن طلعت الشمس بلکہ کہا جائے گا آتیك اذا طلعت الشمس ۔
تشریح :ضابطہ : ان شرطیہ ہمیشہ امور مشکوکہ میں استعمال ہوگا امور یقینیہ میں قطعاً نہیں لہٰذا یوں کہنا اتیك ان طلعت الشمس غلط ہے کیونکہ طلوع شمس امور یقینیہ میں سے ہے البتہ یہاں پر یوں کہا جائے گا اتیك اذا طلعت الشمس کیونکہ اذا امور یقینیہ کے لئے آتا ہے۔
قولہ: ولو تَدُلُّ علیٰ نفی الجملة الثانیةِ بسبب نفی الجملة الاُولیٰ کقولہٖ تعالیٰ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا
ترجمہ : اور لو دلالت کرتا ہے جملہ ثانیہ کی نفی پر ساتھ سبب نفی جملہ اولیٰ کے مثل قول اللہ تعالیٰ کے **لَوْ کَانَ ......الخ**
تشریح : حروف شرط میں سے لو یہ بتاتا ہے کہ جملہ ثانی منفی ہے جس کا سبب پہلے جملہ کا منفی ہونا ہے جیسے لو کان فیهما الهة الا اللّٰہ لفسدتا اسمیں جملہ ثانیہ ہے لفسدتا جس کی نفی بتا رہی ہے کہ زمین میں فساد نہیں جس کا سبب جملہ اولیٰ کا منفی ہونا ہے یعنی زمین میں الہ متعدد نہیں۔
قولہ : واذا وقع القَسَمُ فی اول الکلامِ وتَقَدَّمَ علی الشرط یجبُ اَنْ یَکُونَ الفعلُ الذی تَدْخل علیه حرفُ

الشرط ماضیاً لفظًا نحو واللّٰہِ اِنْ اتیتنِی لَاَکْرَمْتُكَ او معنًی نحو وَاللّٰہِ اِن لم تَأتِنِیْ لَاَھجرتُكَ وحینئذٍ تکونُ الجملۃُ الثانیۃ فی اللفظ جوابًا للقَسَمِ لاجزاءً للشرطِ فلذٰلِكَ وَجَبَ فیھا ماوجب فی جواب القسمِ مِنَ اللام ونحوِھَاکَمارأیتَ فی المثالَیْنِ

ترجمہ : اور جب واقع ہو قسم شروع کلام میں اور مقدم ہو شرط تو واجب ہے کہ ہو فعل جس پر داخل ہو حرف شرط ماضی خواہ لفظا ہو جیسے واللّٰہ اِن اتیتنی لاکرمتك یا معنی جیسے واللّٰہ ان لم تأتنی لاھجرتك اور اس وقت ہوگا جملہ دوسرا لفظ میں جواب قسم نہ کہ جزاء واسطے شرط کے پس اسی لئے ضروری ہے اس میں وہ چیز جو ضروری ہوتی ہے جواب قسم میں یعنی لام اور مثل اس کے جیسا کہ دیکھ لیا آپ دونوں مثالوں میں۔

تشریح : ضابطہ : جب کلام کے شروع میں قسم واقع ہو اور وہ شرط پر مقدم ہو تو اس فعل کو ماضی لانا واجب ہے جس پر حرف شرط داخل ہے عام ازیں کہ وہ ماضی لفظوں میں ہو جیسے واللّٰہ ان اتیینی لاکرمك یا معنا ہو جیسے فعل جحد ہوتا ہے واللّٰہ ان لم تاتینی لاھجوتك اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھ کو بے ہودہ الفاظ کہوں گا۔

سوال : اس صورت میں فعل کا ماضی لانا کیوں واجب ہے؟

جواب : حرف شرط کا عمل جزاء میں باطل ہو چکا ہے کیونکہ وہ جواب قسم بن چکا ہے اس لئے ضروری ہے کہ شرط ماضی ہوتا کہ شرط اور جزاء دونوں میں عمل باطل ہو جائے اور ان کی موافقت ہو جائے عمل نہ کرنے میں قسم کے ساتھ۔

فلذلك وجب فیھا ...... یہ اسی ضابطہ پر تفریع کا بیان ہے یہ دوسرا جملہ باعتبار لفظ کے شرط کے لئے جزا نہیں بلکہ جواب قسم ہے لہٰذا جب یہ جواب قسم ہے تو جو چیزیں جواب قسم میں تاکید کے لئے لائی جاتی ہیں وہ یہاں پر بھی لائی جائیں گی البتہ معنی کے اعتبار سے یہ جواب قسم بھی ہے اور جزاء بھی ہے۔

قولہ : اما اِنْ وَقَعَ الْقَسَمُ فی وَسْطِ الْکَلامِ جازان یُعْتَبَرَ القسمُ بان یکونَ الجوابُ لہٗ نحو اِنْ اتیتَنِیْ وَاللّٰہِ لَاٰتِیَنَّكَ وجاز اَنْ یُلْغٰی نحو اِنْ تَاْتِنِیْ وَاللّٰہِ اٰتِكَ

ترجمہ : لیکن اگر واقع ہو قسم وسط کلام میں تو جائز ہے کہ اعتبار کیا جائے قسم کا بایں طور کہ جواب ہو اسی کا جیسے ان اتیتنی واللّٰہ لاتینك اور جائز کہ قسم کو لغو کیا جائے جیسے ان ......الخ۔

تشریح : اگر قسم کلام کے شروع میں نہ ہو تو اس پر شرط یا غیر شرط مقدم ہو اور قسم کلام کے درمیان میں ہو تو اس وقت دونوں جائز ہیں ① شرط کا اعتبار کیا جائے اور اس کو جزاء قرار دیا جائے ② قسم کا اعتبار کر کے اس کو جواب قسم بنایا جائے۔

ضابطہ : کہ قسم تین حال سے خالی نہیں یا تو ابتدائے کلام میں ہوگی یا درمیان کلام میں ہوگی یا کلام کے آخر میں ہوگی۔

پہلی صورت : اگر کلام کے شروع میں ہو تو اس قسم کا اعتبار کرنا واجب ہے عام ازیں کہ اس کے بعد شرط ہو یا نہ ہو جیسے واللہ ان اتیتنی لاتیتك۔

دوسری صورت : اگر قسم کلام کے درمیان میں ہو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو شرط قسم پر مقدم ہوگی یا نہیں اگر شرط مقدم ہے تو شرط کا اعتبار کرنا ضروری ہے باقی رہا قسم کا اعتبار کرنا وہ جائز ہے اور نا اعتبار کرنا بھی جائز ہے اور اگر شرط قسم پر مقدم نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو شرط قسم کے بعد ہوگی یا نہیں اگر ہے تو قسم کا اعتبار کرنا اور شرط کو لغو قرار دینا یا شرط کا اعتبار کرنا اور قسم کو لغو قرار دینا دونوں طرح صحیح ہے اور اگر قسم کے بعد کوئی جملہ ہے شرط نہیں تو قسم کا اعتبار اور الغائے قسم دونوں جائز ہیں جیسے واللہ لا تینك اور انا واللہ اتیك دونوں جائز ہیں اور اگر قسم کے بعد مفرد ہو تو قسم کا الغاء واجب ہے جیسے ان واللہ قائم۔

تیسری صورت : کہ قسم کلام سے مؤخر ہو تو اس صورت میں قسم کا الغاء واجب ہے جیسے انا قائم واللہ اور ان اتیتنی اتیتك واللہ۔

قولہ : **وَاَمَّا لتفصِيْل ماذُكر مُجْملًا نحو النَّاسُ سَعِيْدٌ وَّشَقِيٌّ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ**

ترجمہ : اور اما اس چیز کی تفصیل کے لئے آتا ہے جس کا اجمالی ذکر کیا گیا ہو جیسے الناس ......الخ۔

تشریح : حرف شرط میں سے اما شرط کے لئے اور تفصیل کے لئے اور تاکید کے لئے آتے ہیں یعنی اس چیز کی تفصیل کے لئے آتا ہے جس چیز کو متکلم نے پہلے بطور اجمال ذکر کیا ہو اور مجمل میں تعمیم ہے خواہ وہ لفظاً ہو یا تقدیراً ہو لفظاً کی مثال جیسے قرآن مجید میں **فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ** تو سعید کے لئے تفصیل۔ اما الذین سعدوا ففی الجنة اور شقی کی تفصیل بیان کی و اما الذین شقوا ففی النار یا مقدر ہو اور مخاطب کو وہ قرائن سے معلوم ہوگا جیسے مخاطب اور سامع کو اپنے بھائیوں کے آنے کا علم ہو تو اسوقت کہا جائے اما زید فا کرمته و اما عمرو فا هنته تو اس سے پہلے جاء نی اخواك مقدر ہوگا یہ مجمل ہے۔

فائدہ : بعض نے اما کے لئے تعدد اور تکرار کو لازم قرار دیا ہے خواہ اما دوسرا لفظوں میں ہو یا مقدر ہو لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اما کے لئے دوسرے اما کا ہونا قطعاً ضروری نہیں۔

فائدہ : کبھی اما استینافیہ بھی ہوتا ہے جس سے پہلے کسی قسم کا کوئی اجمال نہیں ہوتا جیسے کتاب کے شروع میں خطبے میں آتا ہے جیسے اما بعد فهذا وغیرہ۔

قولہ : **ويجبُ فى جوابها الفاءُ وَ اَنْ يكونَ الاولُ سببًا للثَّانِىْ واَنْ يُّحْذَفَ فعلُها مَعَ اَنَّ الشرطَ لابدَّ لهٗ مِنْ فعلٍ وذٰلكَ ليكون تنبيهًا علىٰ اَنَّ المقصُودَ بها حُكم الاسمِ الواقِعِ بعد هَا نحو اَمَّا زيدٌ فمنطلِقٌ تقديرهٗ مهما**

یکن مِنْ شیءٍ فزیدٌ منطلِقٌ فُحذِفَ الفِعْلُ والجَارُّ والمجرورُ واُقِیمَ اَما مقام مَهْمَا حتی بقی اَمَّا فزیدٌ منطلقٌ ولمّا لم یُنَاسِب دُخُوْلُ حَرْفِ الشرط علیٰ فاءِ الجَزَاءِ نَقَلُوْا الفَاءَ اِلی الجُزْءِ الثانی ووَضَعُوْا الْجُزء الاول بینَ اما والفاءِ عوضًا عن الفعل المحذوفِ

ترجمہ : اورواجب ہے جواب میں فاء اور ہواول سبب واسطے ثانی کے اور یہ کہ حذف کیا جائے اس کے فعل کو باوجودیکہ شرط کے لئے فعل کا ہونا ضروری ہے تاکہ ہوجائے تنبیہ اس بات پر کہ مقصود اس اما کے ساتھ اس اسم پر حکم لگانا ہے جو اما کے بعد ہے جیسے اما زید الخ اس کلام کی تقدیر یعنی اصل یہ ہے مہما یکن من شئ فزید منطلقٌ پس حذف کیا گیا فعل اور جار مجرور اور کھڑا کیا گیا ہے اما کو مہما کی جگہ حتی کہ باقی رہ گیا اما زید منطلق اور جب کہ اما حرف شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہیں تھا تو نحویوں نے نقل کیا فاء کو جزء ثانی کی طرف اور رکھا جزء اول کو درمیان اما اور فاء جزائیہ کے بدلے فعل محذوف کے۔

تشریح : اما کے جواب میں دو باتیں لازم ہیں پہلا امر یہ ہے کہ جواب پر فاء کا داخل کرنا واجب ہے دوسری بات یہ ہے کہ اول ثانی کے لئے سبب ہو۔

سوال : اما کے جواب کے لئے یہ دو باتیں کیوں لازم ہیں؟

جواب : تاکہ یہ دونوں امر اما کے شرطیہ ہونے پر دلالت کریں۔

فائدہ : اما جس فعل پر داخل ہوتا ہے اس فعل کا حذف کرنا بھی واجب ہوتا ہے؟

سوال : اما کے بعد والے فعل کا حذف کرنا کیوں واجب ہے؟ حالانکہ شرط کے لئے فعل کا ہونا ضروری ہے؟

جواب : اما کے فعل کے وجوبی طور پر حذف کرنے کی دو علتیں اور دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ : فعل کا حذف کرنا ثقل لفظی کو دور کرنے کے لئے اس لئے کہ اما اصل میں تفصیل کے لئے وضع کیا گیا ہے اور تفصیل تکرار کا تقاضا کرتی ہے اور تکرار موجب ثقل ہے حالانکہ یہ کثیر الاستعمال ہے اور کثرت استعمال خفت کا تقاضا کرتی ہے تو خفت حاصل کرنے کے لئے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ : غرض معنوی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مخاطب کو بتانے کے لئے کہ یہاں اما سے متکلم کا مقصود جو تفصیل بتانا ہے وہ اسم کی تفصیل بتانا ہے نہ کہ فعل کی جیسے اما زید فمنطلق تقدیر عبارت یہ ہوگی مہما یکن من شئی فزید منطلق کہ جو کچھ بھی ہو زید چلنے والا ہے۔ اس سے یکن فعل شرط اور اس کے متعلق من شیء کو حذف کر دیا اور مہما کی جگہ اما کو قائم مقام بنا دیا گیا تو اما فزید منطلق بن گیا پھر چونکہ اما شرطیہ کا فاء جزائیہ پر داخل کرنا مناسب نہیں تھا اسی لئے نحویوں نے فاء پہلی جزء

سے نقل کر کے دوسری جزء کو دے دی تو اما زید فمنطلق بن گیا۔

یاد رکھیں! کہ یہ جزء اول جو اما اور فاء جزائیہ کے درمیان ہوتی ہے یہ فعل محذوف کے عوض ہوتی ہے تاکہ حرف شرط اور حرف جزاء کے درمیان جدائی ہو جائے۔

قولہ : ثم ذٰلك الجزء الاول ان كان صالحًا للابتداءِ فهُوَ مبتدأ كما مرّ والا فعاملُهٗ مايكونُ بعد الفاءِ كَامّا يومُ الجُمُعة فزيدٌ مُنطلِقٌ عاملٌ فى يومِ الجمعَةِ عَلَى الظرفيةِ

ترجمہ : پھر یہ جزء اول اگر لائق ہو مبتداء بننے کے پس وہ مبتداء ہو جیسے گزر چکا ہے ورنہ اس کا عامل وہ ہوگا جو فا کے بعد ہے جیسے اما ......الخ۔

تشریح : مصنف ترکیب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر امّا کے بعد جزء اول میں مبتداء بننے کی صلاحیت نہ ہو یعنی وہ اسم ظرف ہے تو اس جزء اول کے لئے عامل وہ ہوگا جو فاء جزائیہ کے بعد ہے جیسے امّا یوم الجمعته فزید منطلق اسمیں جزء اول یوم الجمعۃ ظرف ہے متبدا نہیں بن سکتا اسمیں عامل فاء جزائیہ کا مابعد منطلق ہوگا اور یوم الجمعۃ ظرفیت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

فائدہ : نحویوں کا اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ اسم جو امّا کے بعد واقع ہو یہ جواب میں سے کسی چیز کے لئے جزء بن سکتا ہے یا نہیں۔ جس میں تین مذاہب ہیں۔

پہلا مذہب : امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ امّا کے بعد والا اسم جواب میں سے کسی کے لئے جزء ہے خواہ یہ منصوب ہو یا مرفوع ہو اور عام ازیں کہ فاء کے بعد ایسا جزء ہو جو تقدیم کے لئے مانع ہو یا ایسا جزء نہ ہو۔

دوسرا مذہب : ابو العباس مبرد کا ہے کہ یہ جواب کا جزء بالکل مطلقاً نہیں بن سکتا خواہ تقدیم سے مانع کوئی چیز ہو یا نہ ہو بلکہ یہ فعل محذوف کا معمول ہوگا عام ازیں کہ وہ بعد والا اسم منصوب ہو یا مرفوع ہو اس مذہب کی بناء پر امّا زید فمنطلق کی تقدیر عبارت یہ ہوگی مہما ذکر زید فھو منطلق۔

تیسرا مذہب : امام مازنی کا ہے اگر یہ جزء مذکور جائز التقدیم ہو یعنی فا جزائیہ کے علاوہ اس کی تقدیم سے کوئی اور مانع نہ ہو تو یہ قسم اول سے ہے اور اگر جزء مذکور جائز التقدیم نہ ہو یعنی سوائے فاء کے اس کی تقدیم سے کوئی مانع ہو تو قسم ثانی سے ہے جس طرح امّا یوم الجمعه فانك مسافر اس کے اندر یوم الجمعه کی تقدیم سے مانع فاء کے علاوہ ان حرف مشدد ہے اس لئے کہ ان کا مابعد اس کے ماقبل میں عامل قطعاً نہیں ہوتا۔

بحث حروف ردع

فصل : حرفُ الرّدع كَلَّا وُضِعَتْ لزَجْرِ المتكلِّمِ ورَدْعِهِ عَمَّا يتكلَّم بهٖ كقولهٖ تعالىٰ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰـهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ كَلَّا ای لایتكلّمُ بهٰذا فاِنَّهٗ لَيْسَ كذٰلِكَ

ترجمہ : حرف ردع کلا ہے وضع کیا گیا ہے واسطے زجر متکلم کے اور روکنے کے لئے اس بات سے جس کا تکلم کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واما ......الخ۔

تشریح : اس چودہویں فصل میں حرف ردع کلّا کا بیان ہے۔

وجہ تسمیہ : ردع کا معنی ہے جھڑکنا اور منع کرنا اور چونکہ کلّا اسی زجر اور منع کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے اس کا نام حرف ردع رکھدیا گیا ہے۔

فائدہ : لفظ کلّا میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ یہ لفظ بسیط ہے یا مرکب ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ لفظ کلّا بسیط ہے اور ابن عیش کے نزدیک یہ کاف تشبیہ اور لا سے مرکب ہے اور چونکہ اس کو تشبیہ والے معنی سے فارغ کرنا تھا اس لئے لام کو مشدد کر دیا گیا کلّا اور یہ لفظ کلّا متکلم کو زجر اور روکنے کے لئے وضع کیا گیا ہے اس کلام سے جو وہ تکلم کر رہا ہے جیسے باری تعالی کا فرمان ہے اما اذا ماابتله فقدر عليه رزقه' فيقول ربی اهانن جب وہ اس کی آزمائش کرتا ہے تو اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ میرے رب نے میری اھانت کی وہ ہرگز ایسا نہ کہے تو انسان کو ربی اھانن اس کلام سے روکنے کے لئے کلّا کو ذکر کیا گیا ہے۔

قولـه : هٰذا بعد الخبر وقد تجیٔ بعْدَ الامر اَيضًا كمااذا قيل لكَ اِضربْ زيدًا فقلتَ كَلَّا ای لَاافعلُ هٰذا قَطُّ وقَدْ تَـجِیٔ بـمعنىٰ حقًّا كقولهٖ تعالىٰ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وحينئذٍ تكونُ اسمًا يُبنىٰ لـكونهٖ مشابهًا لِكَلَّا حَرْفًا وقيل تكونُ حرفًا ايضًا بمعنىٰ اِنَّ لتحقيق الجملةِ نحو كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى بمعنى اِنَّ

ترجمہ : یہ تفصیل خبر کے بعد ہے اور کبھی کلا امر کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ آپ کو کہا گیا اضرب زیدا پس آپ اس کے جواب میں کہیں کلا یعنی لاافعل ھذا قط اور کلا بمعنی حقا بھی آتا ہے جیسے کلا سوف تعلمون اور اس وقت یہ مبنی ہوگا واسطے ہونے اس کے مشابہ کلا حرفی کے اور کہا گیا ہے ہوتا ہے حرفی بھی بمعنی ان واسطے تحقق ہونے جملہ کے جیسے کلا ان ......الخ۔

تشریح : یہ کلّا متکلم کے زجر اور منع کے لئے اسوقت آتا ہے جب خبر کے بعد ہو اور یہ کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے جیسے اضرب زیدا فقلت کلّا یعنی میں ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا۔

فائدہ : کلّا کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور اور سیبویہ کے نزدیک اس کا حقیقی معنی زجر اور ردع کے لئے نہیں ہوتا جیسے باری

تعالیٰ کا فرمان ہے یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ کلّا۔ ردع اور زجر کے معنی میں نہیں۔ اس کے معنی حرف ایجاب کے ہوگا اور بعض نے بمعنی حقا بتایا ہے لیکن یہ سب معانی مجازی ہیں۔

حینئذتکون اسما یبنی لکونہ: نحویوں کا اختلاف ہے کہ جس وقت کلّا حقا کے معنی میں ہوتو یہ اسم ہوتا ہے یا حرف؟ بعض کے نزدیک یہ اسم ہوتا ہے لیکن اسم ہو کر یہ معرب نہیں ہوگا بلکہ مبنی ہوگا اس لئے کہ یہ کلّا اسمی کلّا حرفی کے مشابہ ہے تو مشابہت دونوں طرح ہے مشابہت لفظی بھی اور مشابہت معنوی بھی۔ مشابہت لفظیہ تو واضح ہے مشابہت معنویہ یہ ہے کہ کلّا حرفی زجر کے لئے آتا ہے اسی طرح کلّا اسمی بھی اسی چیز سے جھڑکتا ہے جس کو وہ بول رہا ہے تاکہ اس کی ضد کو محقق اور ثابت کیا جائے اور بعض کے نزدیک یہ کلّا بمعنی حقا حرف ہوتا ہے جو ان کی طرح جملہ کی تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی کہ تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے۔

فصل: تَاءُ التانیثِ السّاکنۃُ تلحقُ الماضِیْ لتَدُلَّ علیٰ تانیثِ ما اُسْنِدَ الیہ الْفِعْلُ نحو ضَرَبَتْ ھِنْدٌ وقد عَرفتَ مواضِعَ وُجُوبِ الحاقِھا واِذا لقیَھَا ساکِنٌ بَعْدَھَا وَجَبَ تحریکھا بالکسرِ لاَنَّ السَّاکِنَ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرِ نحو قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ وحرکتُھا لاتوجب رَدَّ ما حُذِف لاجلِ سکونھا فلا یقال رماتِ المرأۃُ لاَنَّ حرکتَھاعارِضِیۃٌ واقعۃٌ لرفع التقاءِ الساکِنَیْنِ فقولُھُمْ المرأتانِ رماتا ضعیفٌ

ترجمہ: تاء تانیث ساکنہ لاحق ہوتی ہے ماضی کو تاکہ دلالت کرے اس چیز کے مؤنث ہونے پر جس چیز کی طرف فعل کا اسناد ہے جیسے ضربت ھند اور تحقیق آپ پہچان چکے ہیں تاء تانیث ساکنہ کے لاحق ہونے کے وجوب کی جگہیں۔ اور جب تاء ساکنہ کے بعد کوئی حرف ساکن لاحق تو واجب ہے اس کو حرکت کسرہ دینا کیونکہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو حرکت کسرہ ہی دی جاتی ہے جیسے قد قامت الصلوٰۃ اور حرکت اس کی نہیں واجب کرتی لوٹانے اس چیز کو جو حذف کی گئی تھی بوجہ اس کے ساکن ہونے کے پس نہیں کہا جائے گا رمات المرأۃ کیونکہ اس کی حرکت عارضی ہے واقع ہوئی ہے واسطے رفع التقائے ساکنین کے پس عرب کا قول المرأتان رماتا ضعیف ہے۔

تشریح: اس پندرہویں فصل میں تائے تانیث ساکنہ کا بیان ہے یہ تائے تانیث ساکنہ ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے جو کہ فعل کے مسند الیہ یعنی فاعل اور نائب فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یاد رکھیں کہ جس طرح تائے تانیث ساکنہ فعل کے آخر میں آتی ہے اسی طرح تائے متحرکہ اسم کے آخر میں آتی ہے جیسے ضربت ھند۔

وقد عرفت مواضع و جوب الحاقھا ...... مصنفؒ نے اس قاعدہ کی طرف اشارہ کر دیا جو ماقبل میں بیان کیا تھا کہ تائے تانیث ساکنہ فعل کے ساتھ کتنے مقام پر لائی جاتی ہے چنانچہ فاعل کی بحث میں وہ قاعدہ گذر چکا ہے۔

و اذا لقیھا ساکن بعد ھا ...... جب تائے ساکنہ کے بعد کوئی حرف ساکن لاحق ہو جائے تو اسوقت تاء کو حرکت کسرہ کی دینا واجب ہے کیونکہ التقائے ساکنین ہے اور پہلا ساکن مدہ نہیں اس لئے کہ حرکت کسرہ کی دی جائے گی کیونکہ قاعدہ ہے الساکن اذا حرك حرك بالکسرہ جب ساکن کو حرکت دی جاتی ہے تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جاتی ہے باقی رہی یہ بات کہ کسرہ کی حرکت کیوں دی جاتی ہے اس لئے کہ یہ قلیل الوجود ہونیکی وجہ سے سکون کے مشابہ ہے جیسے قامت الصلوٰۃ اسمیں تاء کو حرکت کسرہ کی دی گئی ہے۔

و حر کتھا لا تو جب ردما حذف : سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جب التقائے ساکنین کو وجہ سے دو ساکنوں میں سے ایک کو حذف کر دیا جاتا ہے جسمیں پہلا ساکن تائے تانیث ہوتا ہے جب وہ تائے تانیث متحرک ہو گی تو اسی محذوفہ حرکت کو واپس آنا چاہیے کیونکہ حذف کی علت التقائے ساکنین تھی جو تاء تانیث کے متحرک ہونے کی وجہ زائل ہو گئی ہے حالانکہ وہ حرف محذوفہ واپس نہیں لایا جاتا؟

جواب : مصنفؒ نے جواب دیا تائے تانیث ساکنہ کی یہ حرکت وہ حرکت عارضی ہے اور حرکت عارضی کو نحوی سکون شمار کرتے ہیں گویا کہ وہ ساکن ہے اور التقائے ساکنین جو علت تھی وہ اب بھی موجود ہے اس لئے حرف محذوفہ واپس نہیں لایا جائے گا۔

فقولھم المرا تان رماتا ضعیف سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : آپ نے کہا حرف محذوفہ کو واپس نہیں لایا جائے گا حالانکہ اہل عرب کا یہ قول ہے المرا تان رماتا یہ جو الف ما کے ساتھ ہے یہ التقائے ساکنین کیوجہ سے حذف ہو گیا تھا اب تاء کے متحرک ہونے کے بعد واپس آچکا ہے۔ مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ قاعدہ مذکورہ کے خلاف ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

قولہ : واما اِلحاقُ عَلامة التثنیۃِ وجمع المذکر وجمع المؤنث فضعیفٌ فلایقال قاما الزیدانِ وقاموا الزیدون وقُمْنَ النساءُ وبتقدیر الالحاقِ لاتکون الضمائر لِئلّا یلزَمَ الاِضْمَارُ قبل الذِکر بل علاماتٍ دالّۃٍ علیٰ احوالِ الفاعِلِ کتاءِ التانیث

ترجمہ : اور لیکن لاحق کرنا علامت تثنیہ وجمع مذکر وجمع مؤنث کا پس ضعیف ہے پس نہیں کہا جائے گا قام الزیدان الخ اور لاحق کرنے کی صورت میں یہ علامات ضمائر نہیں ہوں گی تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ محض علامات ہوں گی جو فاعل کے احوال پر دلالت کرنے والی ہیں جیسے تاء تانیث۔

تشریح : سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جس طرح تاء تانیث مسند الیہ کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے لاحق کی جاتی ہے اسی طرح مسند الیہ کے تثنیہ

جمع پر دلالت کرنے کے لئے علامت تثنیہ اور علامت جمع کو لانا چاہئے حالانکہ مسند الیہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو پھر نہیں لائی جاتی؟

جواب : مصنفؒ نے جواب دیا کہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو یہ اپنے تثنیہ اور جمع ہونے پر خود دلالت کرتا ہے جس کی وجہ سے فعل کے ساتھ علامت تثنیہ جمع لانے کی ضرورت ہی نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر علامت تثنیہ اور جمع کی لاحق کی جائے فعل کے ساتھ تو اس کا تکرار لازم آتا ہے جو کہ قبیح اور جائز نہیں۔ بخلاف مسند الیہ کے مؤنث ہونے کے کہ اسمیں کبھی علامت تانیث کی لفظوں میں آتی ہے اور کبھی معنوی ہوتی ہے اسی وجہ سے تائے تانیث لاحق کی جاتی ہے لہٰذا قا ما الزید ان قاموا الزیدون قمنا النساء یہ ضعیف ہیں۔

فائدہ : اگر فعل کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی علامت کو لاحق کر دیا جائے تو یہ ضمیریں نہیں ہوں گی بلکہ محض علامات ہوں گی جس طرح تائے تانیث ساکنہ محض ہوتی ہے کیونکہ اگر ضمیر مانا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے جبکہ فاعل اسم ظاہر ہو لہٰذا ان کو ضمیر نہیں مانا جائے گا بلکہ علامات قرار دیا جائے گا۔

فصل: التنوین نونٌ ساکنةٌ تتبع حركةَ اٰخِرِ الكلمةِ لالتاكيد الفعلِ وهي خَمْسَةُ اقسامٍ الاول للتمكنِ وهو ما يدُلُّ على ان الاسم متكمنٌ في مقتضى الاسمية اى انّه منصرفٌ نحو زيدٌ ورجُلٌ والثاني لتنكيرِ وهو مايدُلُّ علىٰ انَّ الاسمَ نكرةٌ نحو صهٍ اى اسكُتْ سكوتًا مافي وقتٍ مّا واَمّا صَهْ بالسكونِ فمعناه اُسكتِ السكوتَ الأنَ

ترجمہ : تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہوتا کید کے لئے نہ ہو اور وہ پانچ قسم پر ہے پہلی قسم تمکن کے لئے اور وہ وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے تقاضا میں متمکن ہے یعنی پکی بات ہے وہ منصرف ہے جیسے زید و رجل اور دوسری قسم تنکیر کے لئے اور وہ وہ ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ تحقیق اسم نکرہ ہے جیسے صهٍ یعنی اسکت السکوت الخ اور لیکن صهْ بالسکون پس معنی اس کا اسکت السکوت الان۔

تشریح : مصنفؒ یہ اس سولہویں فصل میں تنوین کی بحث ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ : تنوین یہ مصدر ہے جس کا معنی ہوتا ہے نون کو داخل کرنا اب یہ نام خود اس نون کا رکھ دیا گیا ہے اب اس نون کو تنوین کہا جاتا ہے۔

تنوین کی تعریف : تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخر میں حرکت کے تابع ہوتی ہے اور جو فعل کی تاکید کے لئے نہیں لائی جاتی۔

فائدہ : یہ تنوین تلفظ میں تو نون ساکن ہوتی ہے لیکن کتابت میں یہ نون نہیں ہوتی بلکہ کتابت میں دو زبر دو زیر دو پیش کی صورت

میں لکھی جاتی ہے۔

سوال : مصنف نے لفظ حرکت ذکر کیا یوں کیوں نہیں کہا تبتع اخر الکلمة تو یہ لفظ حرکت کے بڑھانے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب : لفظ حرکت بڑھا کر یہ بات بتائی ہے کہ یہ حرکت کے تابع ہے جس طرح حرکت حالت وقف میں ساقط ہو جاتی ہے اس طرح یہ تنوین بھی حالت وقف میں ساکن ہو جاتی ہے اگر مصنف لفظ حرکت نہ بڑھاتے یوں کہتے تبتع آخر الکلمہ تو لازم آتا کہ جس طرح کلمہ کا آخری حرف حالت وقف میں ساقط نہیں ہوتا تنوین بھی ساقط نہ ہوگی حالانکہ یہ حالت وقف میں ساقط ہو جاتی ہے۔

سوال : مصنف نے کلمہ کا لفظ بولا ہے اسم کا لفظ کیوں نہیں بولا؟ یوں کیوں نہیں فرمایا حرکته اخر الاسم ؟

جواب : تنوین کی پانچ قسمیں تھی جن میں سے ایک قسم تنوین ترنم ہے یہ جس طرح اسم پر داخل ہوتی ہے اسی طرح یہ فعل اور حرف پر بھی داخل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے تعریف کے اندر لفظ کلمہ کو ذکر کیا تا کہ یہ تنوین ترنم کو بھی شامل ہو جائے جو کہ فعل اور حرف پر آتی ہے۔

لا لتاکید الفعل کہ نون تنوین فعل کی تاکید کی غرض کے لئے نہ لایا گیا ہو اس سے نون خفیفہ کو تاویل سے خارج کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی آخری حرف کی حرکت کے تابع تو ہوتا ہے لیکن فعل کی تاکید کے لئے آیا کرتا ہے لہٰذا اسے نون تنوین نہیں کہا جائے گا۔

و هی خمسة اقسام کہ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔ جس طرح کہ شعر میں مذکور ہے۔

تناوین پنج اند اے پر غرض، ترنم ، تمکن، تقابل ، عوض
بتنکیر پنج اے یار غار اگر ہوشداری برو یاد دار

پہلی قسم : تنوین تمکن ہے۔

تنوین تمکن کی تعریف : تنوین تمکن وہ ہے جو اسم کے متمکن ہونے پر دلالت کرے اور یہ تنوین چونکہ منصرف اور غیر منصرف میں فرق کے لئے لائی جاتی ہے اس لئے اس کو تنوین صرف بھی کہتے ہیں۔

دوسری قسم: تنوین تنکیر ہے۔

تنوین تنکیر کی تعریف : تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے لہٰذا یہ تنوین تنکیر نکرہ اور معرفہ میں فرق کے لئے آتی ہے جیسے صه یہ نکرہ ہے جس کا معنی ہے اسکت سکوتا ما فی وقت ما چپ رہ چپ رہنا کسی وقت میں اور صه بغیر تنوین کے معرفہ ہے بمعنی اسکت السکوت الان تو چپ رہ چپ رہنا اسوقت۔

قولہ : والثالثُ للعوَضِ وهو مایکون عِوَضًا عن المضافِ الیه نحو حِینئذٍ وساعتئذٍ ویومئذٍ ای حِینَ اذ کان

کذا والرابعُ للمقابلة وهو التنوين الذى فى جمع المؤنث السالِم نحو مُسْلِمَاتٍ وهٰذِه الاربَعَةُ تختصُّ بالاسم

ترجمہ : اورتیسری قسم تنوین عوض کے لئے ہےاوروہ وہ ہے جومضاف الیہ کے عوض ہوجیسے حینئذ ......الخ یہ اصل میں حین اذا کان کذا ۔

تیسری قسم : تنوین عوض ہے۔

تنوین عوض کی تعریف : تنوین عوض وہ ہے جومضاف الیہ کے عوض لائی جاتی ہے جیسے حینئذٍ جواصل میں حین اذ کان کذا تھاتو اسمیں حین مضاف اذ کی طرف ہےاور اذ مضاف ہے جملہ کان کذا کی طرف تو مضاف الیہ کان کذا کوحذف کردیا تخفیف کے حاصل کرنے کے لئے اوراس کے عوض یعنی بدلہ میں لفظ اذ پر تنوین لے آئے۔

فائدہ : تنوین عوض کی تین قسمیں ہیں ① جو جملہ کے عوض اور بدلہ میں ہوتی ہے جس طرح اذ کے آخر میں تنوین آتی ہے حینئذٍ، یومئذٍ ② جواسم کے بدلہ میں ہوتی ہےاور یہ تنوین لفظ کل کے آخر میں آتی ہے مضاف الیہ کے بدلہ میں جیسے کل قائم اصل میں تھا کل انسان قائم تو لفظ انسان کوحذف کردیا گیا تو اس کے عوض میں تنوین لائی گئی ہے لفظ کل پر ③ وہ جوحرف یا حرکت کے بدلے میں آتی ہے جیسے جوارٍ، غواشٍ دواعٍ حالت رفع اور جر میں آتی ہے عندالبعض ۔

چوتھی قسم : تنوین مقابلہ ہے۔

تنوین مقابلہ کی تعریف : وہ تنوین ہے جوجمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے جواس نون کے مقابلہ میں ہے جوکہ جمع مذکر سالمُ میں آتی ہے تنوین کی یہ چاروں اقسام اسم کے ساتھ مختص ہیں۔

سوال : تنوین کی ان چار قسموں کواسم کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ اورعلت کیا ہے؟

جواب : یہ اسم کے خواص اور علامات میں بیان کردیا گیا ہے(اور کاشفہ شرح کافیہ میں بھی اورغرض جامی شرح جامی میں بھی بیان کردیا گیا ہے)

قوله : والخامسُ للترنُّمِ وهو الذى يَلحقُ اٰخِرَ الابيات والمصارِيع كقول الشاعر شعر ۔

اَقِلّى اللَّوْمَ عَاذِلُ والعِتَابَنْ وقُولى اِنْ اَصَبْتُ لَقد اصابَنْ

وكقوله ع ياابَتاعَلّكَ اَوْ عَسَاكَنْ

ترجمہ: اور پانچویں قسم ترنم کے لئے ہےاوروہ وہ ہے جولاحق ہوتی ہے ابیات اورمصرعوں کے آخر میں۔

تشریح : پانچویں قسم : تنوین ترنم ہے۔ ترنم کامعنی لغت میں گانا اوراچھی آواز ہے۔

ترنم کی تعریف : تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو شعروں اور مصرعوں کے آخر میں آواز کو خوبصورت کرنے کے لئے لائی جاتی ہے جیسے شعر ہے۔

اقلی اللوم عادل و العتابن   و قولی ان اصبت لقد اصابن

اسمیں عتاب اور اصاب فتحہ کے اشباع کے ساتھ الف پیدا ہوا عتابا اور اصابا ہوا پھر الف کو نون سے بدل دیا تو عتابن اور اصابن ہوگیا۔ عتاب تو اسم ہے اور اصاب فعل ماضی ہے

دوسری مثال :عساکن اصل میں عساك تھا تو پہلی مثال تنوین ترنم کے آخر بیت میں ہونے کی ہے اور دوسری مثال تنوین ترنم کی آخر مصرع میں ہونے کی ہے۔

قولــه : وقـديُحذفُ مِنَ العَلَمِ اذا كانِ مَوصوفًا بابن اوبنةٍ مُضافًا الىٰ عَلَمٍ اٰخر نحو جاءَ نی زيدُ بنُ عَمْرٍو وهِنْدُ ابنةُ بكرٍ

ترجمہ : اور کبھی کبھی تنوین کو حذف کیا جاتا ہے علم سے جب ہو وہ موصوف ساتھ ابن یا بنۃ کے درانحالیکہ وہ مضاف ہو طرف علم دوسرے کے جیسے جاء نی ......الخ ۔

تشریح : **ضابطہ** : علم سے تنوین کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے جسوقت علم موصوف ہو جس کی صفت لفظ ابن یا ابنة ہو اور وہ لفظ ابـن یا ابـنة دوسرے علم کی طرف مضاف ہو کیونکہ یہ علم کثیر الاستعمال ہے اور کثرت استعمال خفت کا تقاضا کرتی ہے اسی لئے اس تنوین کو حذف کر دیا جاتا ہے تاکہ کلمہ میں خفت پیدا ہو (مزید ضوابط اور ابن کے ہمزہ کے حذف کرنے کا ضابطہ بھی ضوابط نحو یہ اور تنویر میں دیکھئے)۔

بحث نون تاکید

فـصل : نونُ التاكيدِ وهى وُضِعَتْ لتاكيد الامرِ والمُضارع اذا كان فيه طلبٌ بازاءِ قد لتاكيد الماضى وهى عـلـى ضَـرْبَيْـنِ خَفِيْفَةٌ اى سَاكِنَةٌ ابدًا نحو اِضْرِبَنْ وثقيلةٌ اى مُشَدَّدَةٌ مفتوحةٌ ابدًا اِنْ لَمْ يكُنْ قبلهَاالفٌ نحو اِضْرِبَنَّ ومكسُورةٌ اِن كانَ قبلها الفٌ نحو اِضرِبَانِّ واضْرِبْنَانِّ

ترجمہ : نون تاکید اور وہ وہ ہے جو وضع کی گئی ہے واسطے تاکید امر کے لئے اور تاکید مضارع کے لئے جب ہو اس میں طلب کا معنی مقابلے قد کے واسطے تاکید ماضی کے اور وہ دو قسم پر ہے ایک خفیفہ یعنی ساکنہ ہمیشہ جیسے اضربنْ اور ثقیلہ یعنی مشددہ مفتوحہ ہمیشہ اگر نہ ہو اس سے پہلے الف جیسے اضربنَّ اور مکسورہ اگر ہو اس سے پہلے الف جیسے اضربانِّ اور اضربنان ۔

تشریح : مصنفؒ اسی سترہویں اور آخری فصل میں نون تاکید کو بیان کررہے ہیں۔

یادرکھیں! لفظ نون کی جو اضافت تاکید کی طرف ہے یہ اضافت بیانیہ ہے معنی یہ ہوگا النون الذی یفید التاکید لتحصیل المطلوب کہ یہ نون مطلوب کے حصول میں تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔

نون تاکید کی تعریف : نون تاکید وہ نون ہے جو امر اور مضارع کی تاکید کے لئے وضع کی گئی ہو بشرطیکہ مضارع میں طلب والا معنی ہو کیونکہ نون تاکید اس چیز کی تاکید کے لئے لائی جاتی ہے جسمیں طلب ہو۔

نون تاکید کی دو قسمیں ہیں ① خفیفہ ② ثقیلہ

نون خفیفہ ساکن ہوتا ہے اور نون ثقیلہ یہ مشدد اور مفتوح ہوتا ہے۔

سوال : نون خفیفہ کو نون ثقیلہ پر کیوں مقدم کیا؟

جواب : نون خفیفہ اپنی اصل پر ہے اس لئے کہ یہ مبنی ہے اور مبنی میں اصل ساکن ہے اسی وجہ سے اسے مقدم کردیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نون خفیفہ نون ثقیلہ کا جزء ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جزء کل پر مقدم ہوتا ہے لہٰذا نون خفیفہ کو مقدم کردیا ہے اور نون ثقیلہ ہمیشہ مشدد اور مفتوح ہوتا ہے۔

سوال : نون ثقیلہ مفتوح کیوں ہوتا ہے؟

جواب : نون ثقیلہ ثقیل ہے اور ثقل خفت کا تقاضا کرتا ہے اس لئے حرکات میں سے فتحہ اخف الحرکات تھی اس لئے اسے مفتوح کر دیا گیا لیکن اس کے مفتوحہ ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اضرِبَنَّ اضرِبُنَّ اضرِبِنَّ اگر اس سے پہلے الف ہو تو یہ نون ثقیلہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے۔

سوال : الف کے بعد نون ثقیلہ مکسور کیوں ہوتا ہے؟

جواب : اس کی مشابہت ہو جاتی ہے نون تثنیہ کے ساتھ جیسے نون تثنیہ الف کے بعد آتا ہے اس طرح یہ بھی الف کے بعد آتا ہے اور وہ چونکہ مکسور ہوتا ہے اسی مشابہت کی بناء پر اسے مکسور کردیا جاتا ہے البتہ فرق ان میں واضح ہے کہ نون تثنیہ کا مشدد نہیں ہوتا اور یہ نون تاکید کا مشدد ہوتا ہے۔

قولــه : وتدخُل فی الامر والنهی والاستفهامِ والتمنی والعرضِ جوازاً لِاَنَّ فی کُلٍّ مِنهَا طَلَباً نحو اِضرِبَنَّ ولاتضربَنَّ وهل تضربَنَّ ولیتك تضربَنَّ والا تنزِلَنَّ بنا فتُصیبَ خیراً

ترجمہ : اور داخل ہوتی ہے امر، نہی وغیرہ میں جوازاً کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے اضربن ......الخ۔

تشریح :ضابطہ: نون تاکید کے لانے کا یہ کن کن مقامات میں آتا ہے؟ جس کا حاصل یہ ہے کہ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ امر کے آخر میں آتا ہے اور امر میں تعمیم ہے کہ معلوم ہو یا مجہول ہو اسی طرح حاضر ہو یا غائب۔ سب کے آخر میں آتا ہے۔

② نہی کے آخر میں ③ استفہام کے آخر میں ④ تمنی کے آخر میں ⑤ عرض کے آخر میں۔

جس کی علت مصنفؒ نے خود بتادی ہے کہ ان پانچ مقامات میں طلب پائی جاتی ہے اور نون تاکید بھی طلب کی تاکید کے لئے آتا ہے اسی وجہ سے پانچوں مقامات پر نون تنوین کا آنا مناسب ہے۔

سوال : نون تاکید کا نفی میں بھی آتا ہے مصنفؒ نے اس کو بیان کیوں نہیں کیا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ نفی کے اندر طلب نہیں پائی جاتی ہے حالانکہ تم نے قاعدہ بتایا ہے کہ نون تاکید کے لانے کے لئے مضارع میں طلب والا معنی پایا جائے؟

جواب : یہ بات درست ہے کہ واقعتاً نون تاکید کا نفی کے ساتھ بھی آتا ہے باقی رہی یہ بات کہ نفی میں طلب نہیں تو کیسے اس کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نفی فعل میں نہی کے ساتھ مشابہ ہے جس طرح نہی کے ساتھ نون تاکید کا لاحق ہوتا ہے۔ اسی طرح نفی کے ساتھ بھی نون تاکید کا لاحق کر دیا جاتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ مصنفؒ نے ذکر کیوں نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کے ساتھ نون تاکید کا آنا قلیل ہے اسی لئے مصنفؒ نے اسے ذکر نہیں کیا۔

سوال : نون تاکید حروف معانی میں سے ایک حرف ہے جس طرح حرف استفہام، حرف قسم، حرف نفی۔ حروف معانی میں سے ہیں اور شروع میں آتے ہیں اس طرح نون تاکید کو بھی شروع میں ہونا چاہیئے تھا یہ آخر میں کیوں لاحق ہوتا ہے؟

جواب اول : کہ نون خفیفہ ساکن ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ابتداء بالسکون محال ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے نون تاکید کا ابتداء میں نہیں آتا کلمہ کے آخر میں آتا ہے۔

جواب ثانی : تاکید ہمیشہ مؤکد کے بعد آخر میں آیا کرتی ہے تو اسی وجہ سے کلمہ کے آخر میں لاحق ہوتا ہے شروع میں نہیں آتا۔

قولــه : وقد تدخل فی القَسمِ وجوبًا لوقوعهٖ علیٰ مایکون مطلوبًا للمتکلِّمِ غالبًا فارَادُوْا اَنْ لا یکونَ اٰخر القَسمِ خالیًا عَنْ معنی التاکید کما لایخلُوا اوّلهُ منهُ نحو واللّٰهِ لافعلَنَّ کذَا

ترجمہ : اور کبھی داخل ہوتی ہے قسم میں وجوبا واسطے واقع ہونے اس کے اس چیز پر جو مطلوب ہے واسطے متکلم کے اکثر پس ارادہ کیا نحویوں نے کہ نہ ہو آخر قسم خالی معنی تاکید سے جیسا کہ نہیں ہے خالی اول معنی اس کا تاکید سے جیسے واللہ لافعلن کذا۔

تشریح : یہاں پر قسم سے مراد جواب قسم ہے کیونکہ قسم پر تو نون تاکید کا داخل نہیں ہوتا اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جواب قسم اگر مثبت ہو تو نون تاکید کا داخل کرنا جواب قسم میں واجب ہوتا ہے اس کی وجہ ہے کہ متکلم قسم اس پر کھاتا ہے جو چیز اس کو مطلوب اور مقصود ہوتی ہے لہٰذا یہاں پر بھی طلب پائی گئی اور نحویوں نے اس نون تاکید کو اس لئے واجب قرار دیا کہ جس طرح قسم کا اول تاکید

کے معنی سے خالی نہیں ہوتا اسی طرح قسم کا آخر بھی تاکید کے معنی سے خالی نہ ہو جیسے و اللہ لا فعلن کذا۔

فائدہ : امّا شرطیہ کے ساتھ نون تاکید کا آنا بھی کثیر ہے جیسے اما تفعلن اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ امّا کے آخر میں جو ما زائدہ لایا گیا ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے لہٰذا جب حرف شرط میں تاکید موجود ہے تو فعل شرط کے ساتھ بھی تاکید لانا مناسب ہے اسی وجہ سے نون تاکید کا لایا جاتا ہے۔

قولہ : **واعلم انّہٗ یَجِبُ ضَمُّ ماقبلها فی جمع المذکر نحو اضرِبُنَّ لیَدُلَّ علی الواوِ المحذُوفَةِ وکسرُ ماقبلها فی المخاطبة نحو اضرِبن لیدُلّ علی الیاءِ المحذوفةِ وفتحُ ما قبلها فِی ما عَدَاهُمَا اما فی المفردِ فلانہٗ لوضُمَّ لالتَبَسَ بجمعِ المذکر ولو کُسِرَ لالتَبَسَ بِالمخاطبةِ واما فی المثنّٰی وجَمْعِ المؤنَّثِ فلانَّ ماقبلها الفٌ نحو اضربَانِّ واضرِبْنَانِّ وزِیْدَتْ الفٌ قبل النونِ فی جمعِ المؤنثِ لِکَراهَةِ اجتماعِ ثلٰث نُوناتٍ نُونُ الضّمیر ونونا التاکید**

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ ضمہ دیا جائے (نون ثقیلہ اور خفیفہ) کے ماقبل کو جمع مذکر میں جیسے اضربُن تا کہ دلالت کرے واؤ کے حذف ہونے پر اور کسرہ دیا جائے ان کے ماقبل کو واحدہ مؤنثہ مخاطبہ میں جیسے اضربن تا کہ دلالت کرے یاء کے حذف ہونے پر اور فتح دیا جائے ان کے ماقبل کو ان (جمع مذکر اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ) کے ماسوا میں لیکن مفرد میں اس لئے کہ اگر ضمہ دیا جائے تو التباس ہو جائے گا ساتھ جمع مذکر کے اور اگر کسرہ دیا جائے تو واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ التباس آئے گا۔ اور لیکن تثنیہ اور جمع مؤنث میں پس کیونکہ ماقبل اس کے الف ہے جیسے اضربان اور اضربنان اور زیادہ کیا جاتا ہے الف پہلے نون کے جمع مؤنث میں واسطے جمع ہونے تین نونات کے ایک نون ضمیر کی اور دو نونیں تاکید کی۔

تشریح : مصنفؒ نون ثقیلہ اور خفیفہ کے ماقبل کی شرط کے لئے ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ضابطہ : جس کا حاصل یہ ہے کہ نون ثقیلہ اور خفیفہ جمع مذکر غائبین اور جمع مذکر مخاطبین کے اندر ماقبل کا مضموم ہونا واجب ہے جس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ یہاں پر واو محذوف ہوتی ہے اجتماع ساکنین کی وجہ سے کہ واو بھی ساکن اور نون بھی ساکن اور التقائے ساکنین اگرچہ جائز ہے لیکن خفت حاصل کرنے کے لئے پہلے ساکن واو کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اس واو محذوفہ پر دلالت کرنے کے لئے ماقبل کو ضمہ دینا واجب ہے تا کہ یہ ضمہ واو کے محذوفہ ہونے پر دلالت کرے۔

سوال : نون تاکید کی جمع مذکر میں لاحق کرنے سے التقائے ساکنین لازم آتا ہے جس کی وجہ سے واو کو حذف کیا جاتا ہے حالانکہ یہ واو فاعل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ فاعل کو حذف کرنا جائز نہیں تو وہاں پر کیسے حذف کر دیا گیا ہے؟

جواب : ہم یہ قطعاً نہیں کہتے کہ واو محذوف ہے اس لئے کہ جو اس پر دال ہے وہ ضمہ ہے اور وہ موجود ہے گویا کہ واو حذف ہی

نہیں ہوئی۔

و کبسر ما قبلها فی المخاطبة۔ اورواحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے آخر میں جب نون تاکید لاحق کیا جائے گا تو اس کا ماقبل کا مکسور ہونا واجب ہوتا ہے تاکہ یہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے جیسے اضربن۔

و فتح ما قبلها فی ماعداهما۔ ماقبل کی دونوں صورتوں کے علاوہ یعنی صیغہ جمع مذکر بھی نہ ہو اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ بھی نہ ہو تو نون تاکید کا ماقبل ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے یعنی مفرد مذکر میں اور اسی طرح تثنیہ میں اور جمع مؤنث میں اور متکلم میں نون تاکید کے ماقبل کا مفتوح ہونا واجب ہے مفرد میں تو ماقبل کا فتحہ تو اس لئے واجب ہے کہ اگر ماقبل کو ضمہ دیں تو جمع مذکر کے التباس آتا ہے اور اگر کسرہ دیں تو واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اس لئے مفرد کے اندر ماقبل کا مفتوح ہونا واجب ہے۔

سوال : التباس سے بچنے کا اور طریقہ بھی تھا کہ جمع کے ماقبل کو مکسور یا مفتوح کر دیتے اور اس کو مضموم کر دیتے؟ یا واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ماقبل کو مفتوح کر دیتے اور اس کو مکسور کر دیتے؟

جواب : جمع مذکر کے ماقبل کے مضموم ہونیکی علت اور اسی طرح واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ماقبل کے مکسور ہونیکی علت ہم نے بیان کر دی اس لئے باقی حرکات میں سے فتحہ تھی تو وہ مفرد کے ماقبل کو دے دی۔ دوسری علت یہ بھی بیان کی جاسکتی ہے کہ مفرد بنسبت جمع کے کثیر الاستعمال تھا اور قاعدہ ہے کہ کثرت خفت کا تقاضا کرتی ہے اسلئے اخف الحرکات فتحہ تھی تو وہ فتحہ مفرد کے ماقبل کو دے دی۔

اما فی المثنی و جمع المؤنث ۔ مصنفؒ تثنیہ اور جمع مؤنث کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی علت بتا رہے ہیں کہ جب تثنیہ جمع مؤنث کے ساتھ نون تاکید کا لاحق ہو تو اس کا ماقبل بھی ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ ماقبل کا مفتوح ہونا واجب ہے اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع مؤنث کے آخر میں الف ہوتا ہے اور الف ماقبل میں فتحہ ہی چاہتا ہے اسی وجہ سے ماقبل کو مفتوح کر دیا گیا۔

و زیدت الالف قبل النون فی جمع المؤنث۔ کہ جمع مؤنث میں چونکہ تین نون کا اجتماع ہو جاتا ہے اس لئے جمع مؤنث کے نون اور نون تاکید کے درمیان الف کا فاصلہ لانا واجب ہے تاکہ تین دونوں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ مکروہ ہے۔

قولـه : و نونُ الخفيفة لاتدخُلُ فی التثنيةِ اَصلًا ولا فی جمعِ المؤنّثِ لانهٗ لو حَرَّكتَ النونَ لم تبقَ خَفِيفَةً فلم تكن علی الاصل وانْ ابقيتَها ساكنةً يلزَم التِقاءُ الساكنَينِ علٰی غير حَدِّهٖ وَهُوَ غيرُ حَسَنٍ

ترجمہ : اور نون خفیفہ لاداخل ہوتی تثنیہ میں بالکل اور نہ جمع مؤنث میں کیونکہ اگر حرکت دی جائے نون کو تو نہیں رہے گی خفیفہ پس نہیں رہے گی اپنے اصل پر اور اگر آپ باقی رکھیں اس کو ساکن تو لازم آئے گا التقائے ساکنین علی غیر حدہ اور وہ غیر مستحسن ہے۔

مصنفؒ ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

تشریح : ضابطہ : کہ نون خفیفہ کتنے مقام پر نہیں آتا اس کا حاصل یہ ہے کہ دو مقام میں نون خفیفہ کا آنا ناجائز اور ممنوع

ہے ① تثنیہ ② جمع مؤنث۔ ان دونوں مقام میں نون خفیفہ کا لاحق کرنا نا جائز ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ تثنیہ کے اندر نون خفیفہ کیوں داخل نہیں ہوتا اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ جب تثنیہ کے آخر میں نون خفیفہ لاحق کیا جائے تو التقائے ساکنین لازم آئے گا ایک ساکن الف اور دوسرا ساکن نون خفیفہ ہے اب الف کو حذف تو کر نہیں سکتے کیونکہ یہ ضمیر فاعل بھی ہے اور اس کے حذف کرنے سے تثنیہ کا مفرد کے ساتھ التباس لازم آئے گا اور دوسرا ساکن نون خفیفہ اسمیں دو صورتیں ہیں۔ یا تو اس کو حرکت دی جائے یا اس کو ساکن رکھا جائے۔ اگر حرکت دی جائے تو وہ نون خفیفہ نون خفیفہ نہیں رہے گا اگر ساکن رکھا جائے تو التقائے ساکنین علی غیر حدہ لازم آتا ہے جو کہ غیر احسن بلکہ نا جائز ہے۔

سوال : نون تاکید خفیفہ کا تثنیہ کے ساتھ لاحق نہ ہونا تو دلیل کے ذریعے سمجھ آ گیا لیکن جمع مؤنث کے آخر میں کیوں لاحق نہیں ہوتا؟ اس کی علت اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی؟

جواب: نون خفیفہ سب احکام میں نون ثقیلہ کیطرح ہے جس طرح کہ نون ثقیلہ کے احکام میں سے ہے کہ جب وہ جمع مؤنث کے ساتھ لاحق ہوتا ہے تو الف فاصلہ کا لانا ضروری ہوتا ہے تو یہاں پر بھی الف فاصلہ کا لانا ضروری ہے اگر چہ وہ علت تین نونوں کے جمع ہونے والی موجود نہیں ہے اب وہی دلیل اور علت جو تثنیہ میں بیان کی گئی ہے یہاں بھی منطبق اور جاری ہو جائے گی۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم

.... تمت بالخیر ....

جامع المعقول والمنقول

حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمن ملتانی صاحب

کے دیگر علمی شہ پارے

نیا ایڈیشن

صرح اللبیب

فی حلِ

شرح تہذیب

تصحیح شدہ

شائع ہو چکی ہے

مع عربی

کاشفہ

شرح

کافیہ

تصنیفِ لطیف

مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

المکتبۃ الشرعیۃ
شمع کالونی، جی ٹی روڈ
گوجرانوالہ فون-۲۵۹۱۸۳